تذکرہ

دانشورانِ سہارنپور

شہر سہارنپور کے ایک دینی خانوادہ کی چھ سو سالہ تاریخ
اور ان کی علمی و مذہبی خدمات، نیز ملّی و سماجی جدوجہد
کا جامع تذکرہ اور مفصل تعارف

تالیف
مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر
مکتبہ یادگار شیخ
اردو بازار، محلہ مبارک شاہ سہارنپور

تذکرہ

دانشورانِ سہارنپور

شہر سہارن پور کی علمی و دینی شخصیت حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحبؒ مجاز بیعت حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحبؒ و رکن مجلسِ شوریٰ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور اور ان کے اجدادِ کرام مولانا میر عصمۃ اللہ صاحب سہارن پوری استاذ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ، مولانا سید عبد اللہ فقیہ، قاضی ریاست نلگونڈہ حیدرآباد حکیم سید احمد حسین خلیفہ حضرت سید احمد شہید بریلوی، حکیم سید احمد حسن مہاجر مکی طبیب خاص مہاراجہ پٹیالہ، حکیم سید احمد یونس مہاجر مکیؒ رکنِ شوریٰ مظاہر علوم سہارن پور حکیم سید محمد اسحٰق بیباک رکنِ شوریٰ مظاہر علوم، حکیم سید محمد یعقوب حیات الملکؒ حکیم سید محمد عیسیٰ مہاجر مکی سالار جیوشِ احرار اسلام سہارن پور کا تاریخی و تحقیقی تعارف و تذکرہ ـــــ اور ان کے دوستوں، معاصر شخصیتوں و تلامذہ سے متعلق حالات و واقعات کا دلچسپ مجموعہ ـــــ نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کی تین صاحبزادیوں، دامادوں اور ان کی صلبی اولاد سے متعلق تاریخی کوائف و معلومات اور خاندانی شجرات۔

تالیف:۔ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر: مکتبہ یادگار شیخ محلہ مبارک شاہ اردو بازار سہارنپور یوپی

نام کتاب ——— تذکرہ دانشورانِ سہارن پور
تالیف ——— مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری
سال طباعت بارِ اول ——— ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء
" " بارِ دوم ——— ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء
صفحات سابقہ ایڈیشن (بار اول) ——— ۴۰۸
صفحات موجودہ ایڈیشن (بار دوم) ——— ۵۸۱

Rs. 200/=

ناشر

مکتبہ یادگارِ شیخ
محلہ مبارک شاہ اردو بازار سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱
فون رہائش: ۲۶۵۵۷۱۲

فہرستِ مضامین

باب سوم

خانوادہ جلال آباد ضلع مظفر نگر

حواشی میں جن کا ذکر ہے

مقدمۂ طبعِ دوم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم !

پیشِ نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء میں پہلی مرتبہ شائع ہو کر جب اہلِ تعلق کے ہاتھوں میں آیا، تو انھوں نے ناچیز مصنف کی اس محنت کو سراہا اور خیر مقدم کیا۔ بعض ایسے اصحاب (جو یوپی خاص کر دوابہ اور اس کے ملحقات و مضافات کی تاریخ پر گہری اور وسیع نگاہ رکھتے ہیں) نے کلماتِ تحسین کہتے ہوئے اپنی معلومات کی حد تک یہ بات بتلائی کہ ہم نے چھ سو سال سے زائد آباد اس شہر میں کسی ایک ہی خانوادہ کی دینی مذہبی و علمی معلومات پر مشتمل اتنی وسیع ضخیم اور معلوماتی تاریخ نہیں دیکھی، جیسی کہ یہ دیکھ رہے ہیں۔

یہ ناچیز مصنف اس نوع کے کلمات و تاثرات کو کسی خود بینی و خود نمائی کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا، بلکہ اللہ جل شانہ کے فضل و کرم اور ان کے انعام و احسان کی جلوہ گری سمجھتا ہے۔ اور اس پر ان کا بے حد و حساب شکر ادا کرتا ہے۔

۱۴۱۱ھ میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع ہونے کے بعد اب ۱۴۲۳ھ میں اس کتاب پر احقر کی طرف سے نظرِ ثانی ہوئی جس کی بنا پر بہت سے اہم اور مفید اضافے اس میں ہو گئے ہیں۔ متعدد تاریخی دستاویزات اور اپنے خاندان کے اہلِ علم کی تصنیفات و تالیفات کا تعارف نیز اُن کے ابتدائی صفحات کی فوٹو کاپیاں بھی اس جدید ایڈیشن میں شامل ہو گئی ہیں۔ اسی طرح آخر میں خانوادہ جلال آباد پر

پورا ایک باب بڑھا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کے حجم اور ضخامت میں تقریباً دو سو صفحات کا اضافہ ہو گیا۔

اللہ جل شانہ اس محنت کو قبول فرمائے اور نام نیک رفتگاں ضائع مکن کے جس بلند جذبہ کے ساتھ یہ کتاب مرتب کی گئی ہے، اس کے اثرات وثمرات کو تا قیام قیامت ہمارے خاندان میں خالص علمی، مذہبی اور اخلاقی بنیادوں پر قائم و دائم رکھے، ورنہ فکر اس بات کا ہے کہ پروردگار عالم کی شان بے نیازی سب چیزوں پر حاوی اور بھاری ہے ـــ اور ان سطور کے کاتب نے اس شان بے نیازی کا استحضار رکھنے والے بڑے بڑے مقبولان بارگاہ خداوندی کو لرزتے اور کانپتے ہوئے:

"دم ہی نکل گیا جو سنا کہ بے نیاز ہے"

پڑھتے ہوئے اور روتے ہوئے دیکھا ہے، پھر بھلا مصنف کتاب ـــ ـــ کی تو بساط "قیمت" اور حیثیت ہی کیا ہے۔

سید محمد شاہد غفرلہ
۸ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
۲۱ مئی ۲۰۰۲ء

مقدمہ طبع اول

شہر سہارنپور کی بنیاد سلطان محمد عادل شاہ بن غیاث الدین تغلق کے دورِ سلطنت وحکومت ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۶۴ء میں رکھی گئی، تاریخی نام شہر رُزیب ہے سلسلۂ چشتیہ کے ایک معروف بزرگ شاہ ہارون چشتی (متوفی ۸۱۲ھ) کے نام پر اس کا اصل نام شاہ ہارون پور تھا جواب کثرتِ استعمال سے سہارنپور ہوگیا آپ کا مزار آج بھی محلہ دینا ناتھ (متصل محلہ مفتی) موجود محفوظ ہے اور وہیں ایک مسجد، مسجد ہارون چشتی بھی ہے۔

سہارنپور اور تاریخ سہارنپور راقم سطور کا پسندیدہ موضوع رہا ہے اور ایک طویل عرصہ سے وہ اپنے اس موضوع سے متعلق قدیم وجدید مآخذ اور مستند بنیادی معلومات فراہم کررہا ہے، یہاں کے علما، شرفا اور دینی ودنیاوی اعزاز و وجاہت رکھنے والی سر برآوردہ شخصیتوں کی ایک مکمل تاریخ کی ترتیب بھی ——— پیش نظر ہے۔

۱۸۷۷ء سے اب تک سہارنپور پر لکھی جانے والی قابلِ ذکر کتابوں میں منشی نند کشور، سابق ڈپٹی کلکٹر ضلع میرٹھ کی تاریخ سہارنپور مطبوعہ ۱۸۷۷ء جناب حبیب حسن صاحب انصاری کی خلاصہ تحفۃ الاحباب فی بیان الانساب مطبوعہ ۱۸۹۱ء ذاکر بیگ نانوتوی کی جغرافیہ ضلع سہارنپور مع تاریخی حالات مطبوعہ ۱۹۱۱ء ———

لالہ کیدارناتھ میرٹھ کی جغرافیہ ضلع سہارنپور مطبوعہ ۱۹۴۲ء اٹیلس مع جغرافیہ ناشر شیخ محمد یامین صاحب ضلع سہارنپور۔ حافظ محمد ہارون صابر کی نقوش جاوید مطبوعہ ۱۹۷۰ء جناب غلام محمد مصطفیٰ صاحب کراچی کی مسلمانان سہارن پور اور تحریک دارالعلوم دیوبند مطبوعہ ۱۹۹۰ء بھی راقم سطور نے پڑھی ہیں۔

اس کے علاوہ جن اہل قلم مصنفین نے سہارنپور پر ضمناً اور تبعاً کام کیا ہے اور اس کی تاریخی حیثیت اور جغرافیائی نوعیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی نامور شخصیتوں، قابلِ احترام بزرگوں سے متعلق واقعات معلومات اور مشاہدات کو جمع کیا ہے ان کا بھی مطالعہ کیا ہے۔

اس ضمن میں شمس العلماء مولانا ذکاءاللہ مرحوم کی تاریخ ہندوستان مطبوعہ ۱۸۹۷ء رہنمائے مسافران ہند از منشی محبوب عالم لاہور، مطبوعہ ۱۹۰۴ء لالہ سری رام کی خمخانۂ جاوید مطبوعہ ۱۹۰۸ء مہر جہاں تاب مخطوطہ فارسی (محفوظ کتب خانہ ندوہ لکھنؤ) محمد بقاء کی مرأۃ جہاں نما مخطوطہ (محفوظ کتبخانہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) سید شاہ کمال محمد سنبھلی کی اسراریہ مخطوطہ (محفوظ کتب خانہ ندوہ لکھنؤ) محمد ساقی مستعد خاں کی مآثر عالمگیری مطبوعہ ۱۹۶۲ء ایمپریل گزیٹر آف انڈیا آکسفورڈ ۱۹۰۸ء، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی فقہاء ہند (چھ جلدیں) مطبوعہ ۱۹۷۸ء۔ مولانا سید عبدالحیٔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی نزہتہ الخواطر مطبوعہ ۱۹۵۹ء حافظ عبدالرحمٰن امرتسری کی سیاحت ہند مطبوعہ ۱۹۰۹ء۔ مولانا فیضان احمد انصاری کی "مرأۃ ناصر نما" مطبوعہ ۱۹۳۷ء۔ جناب مالک رام کی تلامذہ غالب مطبوعہ ۱۹۶۱ء۔ پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء واقعات و شخصیات مطبوعہ ۱۹۷۶ء دائرۃ المعارف الاسلامیہ شائع کردہ حکومت پاکستان۔ جناب سبوره ساقی وکوثر تسنیمی کا مرتب کردہ مجلہ بزم ادب مطبوعہ ۱۹۸۱ء جیسی وقیع اور بنیادی کتابیں حوالے کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

ان کتابوں کے فاضل مصنفین نے یہاں کے جلیل القدر علما، نامور ادیب۔ وانشا پرداز اور باکمال شعراء اور ملی وسیاسی زعماء کا تذکرہ بڑی وسعت اور فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے۔ ان قدیم وجدید مآخذ اور تاریخی حقائق کو دیکھ کر اور پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سرزمین سہارنپور اپنی ظاہری سرسبزی وشادابی، روحانی ومعنوی حسن وخوبصورتی، علمی ودینی رونق وشگفتگی اور اپنے ذی مرتبت علماء کے اعتبار سے گلشن سدابہار ہے۔ اور تاریخ کے ہر دور میں یہ سرزمین بزرگان دین کی قیامگاہ اور آماجگاہ بنی رہی ہے۔

اُس شہر سہارنپور کے لیے ایک نمایاں اور ممتاز خوبی اس کے ایسے علمی دینی اور تہذیبی وادبی خانوادے اور ایسی یگانۂ روزگار وعہد ساز شخصیات ہیں جنھوں نے مذہب واخلاق، مشرقی علوم وافکار کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ ــــ زبان وادب کی بھی اعلیٰ خدمات انجام دیں اور اپنی بے لوث قربانی سے وہ ایک یادگار اور تابناک تاریخ قائم کر گئے۔

یہاں مختصر اور محدود پیمانہ پر ان عہد ساز شخصیتوں کی علیحدہ علیحدہ پانچ فہرستیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سہارنپور کے ممتاز علماء

۱:۔ شیخ عبدالکریم بن خواجہ سالار انصاری الہروی دم ۱۹۰۹ء

۲: سراج الہند شیخ بدیع الدین ابن شیخ رفیع الدین انصاری وفات ۱۰۴۲ھ خلیفہ شیخ احمد ابن عبدالاحد سرہندی۔

۳:۔ شیخ بایزید بن شیخ بدیع الدین انصاری وفات ۱۱۰۰ھ خلیفہ شیخ محمد معصوم سرہندی

۴: مولانا میر عصمت اللہ دانشمند ابن سید اعظم استاذ حضرت اورنگ زیب

عالمگیرؒ وفات ۱۱۳۳ھ۔

۵:۔ مولانا سید عبداللہ عرف سید عبدالنبی فقیہ قاضی ریاست نلگونڈہ (ولادت ۱۲۱۱ھ)

۶:۔ خلیفہ مجید الدین ابن شیخ معز الدین ماہر ریاضی و اقلیدس۔

۷:۔ حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ یکے اکابر مخصوصین حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی و بانی مظاہر علوم سہارنپور (م ۱۲۸۶ھ)

۸:۔ محدث کبیر مولانا وجیہ الدین استاذ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث وفات تقریباً ۱۲۶۰ھ۔

۹:۔ حضرت مولانا احمد علی محدث ابن شیخ لطف اللہ محشی بخاری (وفات ۱۲۹۷ھ)

۱۰:۔ حضرت مولانا محمد مظہر ابن حافظ لطف علی بانی مظاہر علوم (وفات ۱۳۰۲ھ)

۱۱:۔ شمس العلماء مولانا فیض الحسن ادیب ابن شیخ علی بخش تلمیذ مولانا صہبائی وفات ۱۳۰۴ھ۔

۱۲:۔ مولانا شیخ محدث محمد ابن عبدالرحمٰن انصاری مہاجر مکی، وفات ۱۳۱۰ھ۔

۱۳:۔ حضرت مولانا امیر باز خاں ابن جناب نامدار خاں، وفات ۱۳۲۵ھ

۱۴:۔ حضرت مولانا خلیل احمد ابن شاہ مجید علی مہاجر مدنی (وفات ۱۳۴۶ھ)

۱۵:۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ ابن مولانا رشید اللہ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی۔ وفات ۱۳۹۹ھ۔

۱۶:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ابن حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، وفات ۱۴۰۲ھ۔

۱۷:۔ حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب ابن جناب حکیم سید محمد یعقوب حیات الملک، وفات ۱۴۰۷ھ۔

۱۸:۔ مولانا حکیم محمد ایوب صاحب بیدل فاروقی، صدر شعبہ ٹریننگ اساتذہ

پنجاب یونیورسٹی و صدر شعبہ اردو، فارسی، عربی گورنمنٹ کالج میسور۔

۱۹:۔ مولانا اکبر علی صاحب صدر شعبۂ فارسی مظاہر علوم سہارنپور و استاذ حدیث دار العلوم کراچی پاکستان، مترجم کتاب اظہار الحق موسومہ "بائبل سے قرآن تک"۔

۲۰:۔ حضرت مولانا عبد الحی صاحب استاذ عربی جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن۔ مجاز بیعت حضرت اقدس تھانوی۔ وفات ۱۹۴۰ء۔

(۲) ممتاز مشائخ وصوفیاء

۱:۔ حضرت شاہ ہارون چشتی، وفات ۸۱۲ھ

۲:۔ حضرت مولانا شاہ سید محمد اسحٰق سہروردی (متوفی ۸۶۰ھ) خلیفہ سید راجو قتال معروف حضرت شاہ ولایت۔

۳:۔ حضرت خواجہ سالار انصاری، وفات ۸۶۷ھ۔

۴:۔ حضرت حافظ عبد الرحمٰن عرف گوٹے شاہ صاحب۔

۵:۔ شیخ عبد الستار ابن شیخ عبد الکریم خلیفہ شیخ عبد القدوس صاحب گنگوہی وفات ۹۵۰ء۔

۶:۔ حضرت شاہ عبد السبحان صاحب صبحی، وفات ۱۰۸۹ھ، خلیفہ حضرت شیخ صادق گنگوہی۔

۷:۔ مولانا محمد دھومن فیض یافتہ و تربیت یافتہ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی۔

۸:۔ شیخ فیض اللہ سہارنپوری خلیفہ شیخ نظام الدین نارنولی (م ۱۰۱۴ھ)

۹:۔ مولانا رفیع الدین ابن شیخ عبد الستار خلیفہ شیخ رکن الدین گنگوہی وفات ۱۰۲۵ھ۔

۱۰:۔ مولانا جمیل الدین نقشبندی وفات ۱۰۵۵ھ خلیفہ حضرت شیخ بدیع الدین

سہارن پوری۔

۱۱:۔ مولانا غلام محمد ابن عبدالباقی مرید شیخ احمد ابن عبدالاحد سرہندی (م سنہ ۱۰۶۲ھ)

۱۲:۔ شیخ فتح اللہ بن شیخ جمیل الدین انصاری مسترشد خاص شیخ آدم ابن اسمٰعیل الحسینی البنوری۔ وفات سنہ ۱۱۰۰ھ۔

۱۳:۔ شیخ محمد مصطفٰے خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی۔ وفات سنہ ۱۰۰۱ھ۔

۱۴:۔ مولانا ہشام الدین صاحب، مؤلف کتاب مرافض الروافض سنہ تالیف سنہ ۱۱۰۶ھ۔

۱۵:۔ شیخ عبدالرحیم حسینی افغانی سہارنپوری مسترشدِ خاص، حضرت سید احمد شہید بریلی، وفات سنہ ۱۲۴۶ھ

۱۶:۔ حضرت شاہ ولی الدین عرف حضرت شاہ مدار سہارنپور۔

۱۷:۔ شیخ جمیل الدین ابن شیخ رفیع الدین انصاری۔ وفات سنہ ۱۰۵۵ھ۔

۱۸:۔ حاجی شاہ کمال الدین صاحب سہارنپور۔

۱۹:۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مسترشد خاص حضرت حاجی اخوند صاحب سوات، وفات سنہ ۱۳۰۳ھ۔

۲۰:۔ مولانا حکیم سید احمد حسین ابن سید ابوالحسن خلیفہ سید احمد شہید۔ (م سنہ ۱۳۲۰ھ)

۲۱:۔ حافظ مولانا قمر الدین امام جامع مسجد خلیفہ حضرت اقدس گنگوہی و حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ، وفات ۲۷ر محرم سنہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۵ر دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء۔

۲۲:۔ مولانا شاہ ابوالحسن صاحب سہارنپوری خلیفہ شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپور، وفات ۲۹ر رجب سنہ ۱۳۳۶ھ (۱۱ر مئی سنہ ۱۹۱۸ء)

۲۳:۔ جناب حافظ یار محمد صاحب، وفات سنہ ۱۳۵۲ھ۔

۲۴:۔ جناب قاضی ظفر احمد ابن قاضی فضل الرحمٰن صاحب قاضی شہر (م ۱۳۸۳ھ)

(۳) ممتاز حکماء و اطباء

۱:۔ حکیم سید مظفر حسین خلف سید حسین علی تلمیذ مولانا فضلِ حق خیر آبادی و مولانا نور الحسن کاندھلوی۔

۲:۔ حکیم مغیث الدین تلمیذ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی، و خلیفہ حضرت سید احمد شہید بریلوی۔

۳:۔ حکیم خدا نور خاں ابن حکیم عنایت علی خاں، فراق مصنف معلم خانہ داری عرف کوک شاستر۔

۴:۔ حکیم میر علی آشنا۔ طبیب نجف قلی خاں مرحوم۔

۵:۔ حکیم غلام حسین ابن خواجہ محمد حسین انصاری معرف حکیم بنّا۔

۶:۔ حکیم مشتاق احمد خلف حکیم مغیث الدین صاحب مسترشد شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی و ممبر مجلس شوریٰ مظاہر علوم۔ وفات ۱۳۱۶ھ۔

۷:۔ حکیم سید احمد حسن مہاجر مکی، طبیب خاص مہاراجہ مہندر سنگھ بہادر پٹیالہ۔

۸:۔ حکیم سید فضل حق صاحب خلف مولانا سید عبداللہ فقیہ قاضی ریاست نلگونڈہ، وفات ۱۹۱۵ء۔

۹:۔ قاضی شیخ فضل علی خاں خلف قاضی سیف الدین طبیب خصوصی بیگمات محمد شاہ۔ بادشاہ۔

۱۰:۔ اکمل المحققین حکیم عماد الدین خلف حافظ بدر الدین محلہ قضاۃ۔

۱۱:۔ مولانا حکیم سید محمد اسحٰق صاحب بیباک، خلف حکیم سید احمد حسین صاحب وفات ۱۳۴۳ھ۔

۱۲ جناب الحاج حکیم زین العابدین صاحب جھوٹے والان سہارنپور، وفات ۱۳ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ

۴:۔ ممتاز ادیب و شعرا اور سیاسی زعما

۱:۔ اسد الدولہ سید ہدایت علی خاں سہانپوری نائب صوبیدار عظیم آباد (۱۱۵۵ھ) تقریباً

۲:۔ شیخ مولوی محمد بقا، مصنف مرأۃ جہاں نما، وقائع نگار شاہ جہاں و اورنگ زیب عالمگیر۔

۳:۔ عنایت اللہ عرف کلو، حجام تلمیذ مرزا رفیع سودا۔ وفات ۱۲۰۴ھ/۱۷۹۳ء۔

۴:۔ حسیب الدین سوزاں تلمیذ مرزا غالب، وفات ۱۸۸۹ء

۵:۔ مولوی محمد احمد سپہری تلمیذ علامہ فضلِ رب عرشی، وفات ۱۸۹۸ء

۶:۔ شیخ قلندر بخش آفریں مصنف تحفۃ الصنائع، سرائے قلندر بخش سہانپور

۷:۔ حکیم الطاف احمد آزاد تلمیذ مولانا بیدل سہارنپوری، وفات ۱۹۴۲ء۔

۸ مولانا حافظ ظہور احمد خاں صاحب رئیس الاساتذہ مدرسہ رحمانیہ روڑکی و رکن تحریک آزادی ہند، معتمد خاص حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی۔

۹:۔ مولانا مجیب احمد عثمانی ابن مولانا حکیم مشتاق احمد صاحب مدیر ماہنامہ سحر البیان دبانی و مدیر اخبار مشیر دکن حیدر آباد، وظیفہ یافتہ سرکار حیدر آباد۔

۱۰:۔ سید علی عباس صاحب عباس، بی۔ اے علیگ، ایل، ایل، بی ایڈوکیٹ۔

۱۱:۔ جناب منشی ثنا احمد صبر وعصر۔

۱۲:۔ نباض ادب حکیم غلام مصطفیٰ حکیم۔

۱۳:۔ منشی رمضان علی اختر تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی۔

۱۴:۔ سید زاہد حسین زاہد تلمیذ امیر مینائی۔

۱۵:۔ قاری ظہور احمد صاحب خاموش تلمیذ مولانا غریب۔ ولادت ۱۹۰۲ء۔

۱۶:- منشی بنواری لال شعلہ، وفات ۱۹۰۳ء۔
۱۷:- جناب عبدالغفور صاحب غفور تلمیذ نور محمد نور۔ ولادت ۱۹۱۴ء۔
۱۸:- قاضی عطاء الحق عطاء جد امجد جناب قاضی سلطان اختر صاحب قاضی شہر سہارنپور۔
۱۹:- مولانا الحاج منفعت علی وکیل مجازِ صحبت حضرت اقدس تھانوی رح۔
۲۰:- جسٹس آغا حیدر، جسٹس لاہور ہائی کورٹ و بیرسٹر الہ آباد۔
۲۱:- قاضی محمد محتشم بی اے ایل بی آنریری مجسٹریٹ سہارنپور۔
۲۲:- مرزا عزیز بیگ مرزا، تلمیذ حسیب الدین سوزاں۔ وفات ۱۹۲۰ء۔
۲۳:- مولانا محمد خاں صاحب غریب۔ وفات ۱۹۲۹ء۔
۲۴:- جناب منشی نیاز احمد اقبال تلمیذ حضرت داغ دہلوی۔ وفات ۱۹۵۶ء۔
۲۵:- سید ارشاد حسین ارشاد تلمیذ منشی نیاز احمد اقبال۔ ولادت ۱۹۰۹ء۔
۲۶:- جناب سید مبین صاحب آنریری اسپیشل مجسٹریٹ سہارنپور۔
۲۷:- شیخ سلطان احمد آنریری مجسٹریٹ سہارنپور۔
۲۸:- جناب سید نثار حسین رضوی ڈپٹی مجسٹریٹ سہارنپور۔
۲۹:- بابائے شہر مولانا منظور النبی صاحب ایم ایل، اے صدر کانگریس کمیٹی سہارنپور و رکن تحریک آزادی ہند۔
۳۰:- جناب زکریا اسعدی صاحب مدیر! نبار بیباک و تلمیذ حضرت احمد سہارنپوری وفات ۲۵ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ ۔ ۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء۔
۳۱:- جناب حکیم عبدالخالق صاحب دہلی دواخانہ سہارنپور، رہنما مجلس احرار کانگریس و جمعیۃ علماء ہند، وفات ۱۹۸۰ء۔
۳۲:- مولانا فضل الرحمن چیرمین میونسپل بورڈ سہارنپور، وفات ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ

۵:- کچھ دیگر ممتاز شخصیات

۱:- جناب مولانا محمد یٰسین خاں ایم اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول مصنف رسالہ دینیات۔

۲:- جناب نواب علی خاں صاحب محلہ قلعہ نوابان سہارنپور خلیفہ حضرت تھانوی۔

۳:- جناب حافظ عبدالکریم صاحب مفتون ہیڈ مولوی کاشی رام ہائی اسکول سہارنپور مصنف کتب کثیرہ۔

۴:- مولانا سید امیر حسن ابن حاجی سید اکبر علی وفات ۱۸۸۹ء۔

۵:- یار جنگ بہادر مولانا چراغ علی ابن مولانا محمد بخش رفیق سر سید مرحوم و معتمد مال گذاری ریاست حیدرآباد و صوبہ دار ورنگل وگل برگہ۔

۶ مولانا حامد علی صدیقی مصنف تاریخ اندلس و تاریخ افریقہ وغیرہ۔

۷ مولانا عبداللہ جان وکیل معتمد جناب سر سید احمد علی خاں علی گڑھ

۸:- مولانا محمد احمد خوشنویس خلف خواجہ انتظام علی سپہری، وفات ۱۸۹۸ء

۹:- شیخ روشن علی خوشنویس یکے از اجداد شیخ خلیفہ مجید الدین استاذ فن ریاضی و اقلیدس۔

۱۰:- مفتی غلام علی ابن نور محمد انصاری خوشنویس، تقریبی زمانہ ۱۲۰۹ھ

۱۱:- جناب منشی حامد حسن صاحب حامد خوشنویس،

۱۲:- جناب منشی محمد یعقوب صاحب خوشنویس مظاہری۔

۱۳:- مجاہد آزادی حکیم عبدالشکور صاحب، وفات ۱۹۵۲ء

۱۴:- جناب الحاج شاہ مسعود حسن صاحب، رکن مجلس شوریٰ جامعہ مظاہر علوم و رئیس قصبہ بہٹ۔ تاریخ وفات ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ۔

۱۵:- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب محلہ قاضی سہارنپور، وفات ۲ رمضان ۱۳۹۹ھ

۱۶:۔ جناب حکیم ناظر حسن شمیم بانی و پرنسپل بھارت طبیہ کالج و ممبر بورڈ آف انڈیا میڈیسین یوپی۔

۱۷:۔ الحاج مقبول احمد پسر محمد یعقوب صاحب قریشی ممبر مجلس احرار ہند یکے از بانیان اسلامیہ شفاخانہ سہارنپور، منیجر انڈسٹریل مسلم گرلز کالج۔ خزانچی مسلم امدادی سوسائٹی، پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ حج کمیٹی۔ لائف ممبر اسلامیہ انٹر کالج اولڈ بوائز، وفات ۸ر دسمبر ۱۹۸۸ء۔

۱۸:۔ مشہور معالج جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب۔

۱۹:۔ رئیس القرا، جناب الحاج قاری عبدالخالق صاحب، امام و خطیب جامع مسجد سہارنپور۔

۲۰:۔ مؤرخ اسلام جناب محمد یامین صاحب یامین قریشی مصنف کتب متعددہ و اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔

۲۱:۔ مشہور معالج جناب ڈاکٹر محمد اصغر صاحب انصاری۔

۲۲:۔ جناب سید محبوب رضوی صاحب، مرتب تاریخ دارالعلوم دیوبند، و تاریخ دیوبند وغیرہ۔

مذکورہ عظیم الشان شخصیات پر مشتمل یہ فہرست یقیناً اپنے اندر بیش بہا اضافے کی گنجائش رکھتی ہے لیکن راقم الحروف کا مقصد یہاں صرف یہ دکھلانا ہے کہ سہارنپور اپنی تاریخ کے کسی بھی دور میں عہد آفریں اور تاریخ ساز شخصیتوں سے خالی نہیں رہا اور ہر زمانے میں یہاں باکمال ہستیاں اپنی عظمت کے نقوش قائم کرتی رہیں، اس مختصر فہرست میں بھی کتنی ہی شخصیتیں ایسی مل جائیں گی جو اقلیم باطن کی تاجدار بن کر رہیں جن کی شوکت و حشمت کا یہ عالم تھا کہ ایک عالم کا عالم ان کی آواز پر اٹھتا اور بیٹھتا تھا، جب تک زندہ رہے

دل و دماغ پر حکمرانی کرتے رہے۔ اور جب انھوں نے کوچۂ جاناں میں جانے کے لیے رخت سفر باندھا تو ہر آنکھ عظمتوں کے آخری سفر پر اپنے آنسو بہارہی تھی اور اس لیے بہارہی تھی کہ یہ حضرات ایک ہی وقت میں عالم بھی تھے، محدث بھی تھے فقیہ بھی تھے، مفسر بھی تھے، مجاہد بھی تھے، شیخ و مرشد بھی تھے، علم کی آبرو اور قلم کی عزت تھے، حکمت میں یکتا اور دانائی میں بے مثال تھے، صحافت کی شان بھی تھے اور ادب و شاعری کی جان بھی۔

بہرحال عہد قدیم و عہد جدید پر مشتمل علما، صلحا، حکما، ادبا، اور شعراء کی یہ فہرست مجموعی حیثیت سے سہارن پور کے لیے باعثِ عزت و رفعت اور ذریعہ شہرت و تعارف ہے، اور انہی حضرات کے کارناموں سے سہارنپور بامِ عروج پر پہنچا اور اس کو شہرت دوام ملی، اس لیے ضرورت ہے کہ سہارنپور پر مستقل کام کیا جائے اور ان تاریخ ساز شخصیتوں کی ایک مفصّل و مستند تاریخ قلم بند کی جائے۔

بات جب علمی دینی اور تہذیبی و ادبی خانوادوں کی چل نکلی تو خود نمائی اور خودستائی سے اپنا پہلو بچا کر تاریخ کی اس حقیقت کو یہاں پیش کرنے میں مجھے کچھ تامل نہ ہونا چاہیے کہ قدرت نے صدیوں سے آباد اس شہر سہارنپور میں (میرے محدود علم اور ناقص معلومات کے مطابق) صرف دو خاندان ایسے پیدا فرمائے جو علم و فضل، شرافت و نجابت اور مختلف صلاحیتوں کے اعتبار سے ممتاز اور اخلاقی و عرفانی جواہرات سے آراستہ و مزین ہونے کے باوصف علومِ ظاہری کے محافظ اور علوم باطنی کے امین تھے۔ یہاں میری مراد اس خاندانِ والاتبار سے ہے جو خواجہ فریدالدین انصاری، خواجہ سالار انصاری سے شروع

ہوا' اور جس میں شیخ عبدالکریم، شیخ عبدالستار، شیخ رفیع الدین، شیخ حسام الدین جیسے نمایاں حضرات ہیں' اور دوسرا خاندان وہ ہے جو سید ولی محمد، سید شاہ عالم سے شروع ہوا' اور جس میں حافظ سید امام بخش فقیہ، مولانا میر عصمت اللہ

مولانا حکیم سید احمد حسن مہاجر مکی، مولانا سید عبداللہ فقیہ قاضی ریاست نلگونڈہ، مولانا حکیم سید احمد حسین صاحب خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی، حاذق الاطباء مولانا حکیم سید محمد اسحٰق بلیاک مولانا حکیم سید محمد [illegible] صاحب تلمیذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب [illegible] حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی جیسے ممتاز حضرات ہیں۔
چونکہ خانوادہ [illegible] کے تفصیلی حالات قارئین پیشِ نگاہ کتاب میں پڑھیں گے اسلئے یہاں خانوادہ خواجہ [illegible] انصاری کا تعارف مختصر طور پر کرایا جاتا ہے۔

خانوادہ خواجہ فرید الدین انصاریؒ

خواجہ فرید الدین اور خواجہ سالار انصاری کے اجداد خواجہ ضیاء الدین انصاری مشہور و معروف شہر ہرات سے تعلق رکھتے ہیں۔ بزمانۂ فیروز شاہ ۷۵۴ھ میں آپ ہجرت کرکے ہندوستان تشریف لائے۔ یہ پورا خاندان علم و فضل میں مرجع اور نقشبندیت و چشتیت کا مرکز رہا۔
خواجہ سالار کے ایک صاحبزادے شیخ عبدالعزیز اور دوسرے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق تھے۔ دونوں علوم ظاہری و باطنی سے مالامال تھے، اور دونوں صاحبزادگان شیخ اسحٰق حسینی بخاری سے تربیت حاصل کئے ہوئے تھے، اول الذکر کا انتقال شوال ۹۱۶ھ اور موخر الذکر کا رجب ۹۲۴ھ میں ہوا۔
شیخ عبدالرزاق کے ایک صاحبزادے قاضی عبدالرحیم تھے، سہارنپور میں ولادت ہوئی علم معقول و منقول میں یگانۂ روزگار تھے، سلطان سکندر لودھی آپ کے علم و فضل کا قدردان تھا، اسکے متواتر و پیہم اصرار پر آپ نے منصب قضا قبول فرمایا۔ ۹۶۰ھ میں وفات پائی۔
خواجہ سالار کے تیسرے صاحبزادے شیخ عبدالکریم تھے، آپ کا شمار علماء ربانیین اور صلحاء کاملین میں تھا، شیخ اسحٰق بخاری سے آپ نے تربیت حاصل کی۔ سلطان بہلول لودھی آپ کے فضل و کمال کا بیحد معتقد تھا۔ بارہ گاؤں نواح سہارنپور میں سلطان کی جانب سے آپ کو ملے ہوئے تھے، لطائف قطبیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حوالے سے نقل ہے کہ

جامع مسجد دہلی میں شیخ عبدالکریم کی مجلس وعظ میں ایک ہی وقت میں ستر اصحاب ولایت جمع تھے، اور وہ سب اپنی استعداد کے مطابق استفادۂ باطنی میں مشغول تھے، ۹۰۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ عبدالکریم موصوف کے ایک صاحبزادے عالم کبیر شیخ عبدالستار[۱] تھے جو علم و فضل زہد و ورع اور ریاضت و مجاہدے میں یکتائے روزگار تھے، سہارنپور آپ کا جائے پیدائش ہے شیخ نصیر الدین دہلوی اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے تربیت حاصل کی۔ آپ صاحب وجد و حال اور مراتب روحانیہ میں مرتبۂ علیا پر فائز تھے، رمضان ۹۵۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ عبدالستار صاحب موصوف کے صاحبزادگان شیخ عبدالکریم، شیخ عبدالخالق، شیخ رفیع الدین شیخ منور، شیخ مصطفیٰ، شیخ عبدالباقی ہیں۔

شیخ عبدالکریم ممتاز علماء میں تھے، علم و معرفت شیخ رکن الدین ابن شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے حاصل کیا، چشتیہ سلسلہ کے رہبر کامل تھے، ادب فارسی کا بھی ذوق تھا، ایک فارسی دیوان آپ کی یادگار ہے، ۱۰۲۴ھ میں وصال فرمایا۔

دوسرے صاحبزادے شیخ عبدالخالق علم قرأۃ و تجوید کے امام تھے، شیخ رکن الدین سے تربیت پائی، رجب ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی۔

تیسرے صاحبزادے شیخ رفیع الدین تھے۔ یہ نابغۂ روزگار شخصیت علم و فضل کے معاملے میں اپنے بھائیوں اور ہم عصروں میں ممتاز تھی، علم فقہ و حدیث میں گہرا رسوخ تھا، شیخ رکن الدین گنگوہی سے اخذ طریقت کے بعد خرقۂ تصوف زیب تن کیا۔ پھر برہان پور جا کر شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی سے علم حدیث پڑھکر طریقۂ شطاریہ کے مطابق درجۂ کمال حاصل کیا، بعد ازاں شہر سہارنپور واپس آکر مرجع عوام و خواص بنے۔ ۱۰۲۵ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ عبدالستار کے چوتھے صاحبزادے شیخ منور اور پانچویں صاحبزادے شیخ مصطفیٰ ہیں شیخ منور علماء معقول و منقول ہیں۔ بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ شیخ رکن الدین گنگوہی سے روحانی

---

[۱] شیخ عبدالستار کے برادر حقیقی شیخ عبدالصمد تھے، آپ کے صاحبزادگان میں خواجہ امام علی انصاری سیاح بھی ہیں۔ خواجہ امام علی کے ایک لڑکے خواجہ انتظام علی تھے، خواجہ انتظام علی کے صاحبزادگان میں خواجہ محمد احمد سپہری ہیں جن کا تفصیلی تعارف آگے آرہا ہے۔

رشتہ تھا، دیگر مشائخ سے بھی اجازت تھی: ۱۰۱۰ھ میں انتقال ہوا۔
شیخ مصطفیٰ کا شمار بھی کبار علماء میں تھا، تصوف و طریقت کے امام اور شیخ وقت تھے ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔
چھٹے صاحبزادے شیخ عبدالباقی ہیں، علماء صالحین میں آپ کا اہم مقام تھا، شیخ رکن الدین گنگوہی کے ذریعے درجۂ کمال کو پہنچے۔ زندگی بھر درس و تدریس میں مشغول رہے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی۔
آپ کے ایک پوتے شیخ محمد بقاء تھے جو مفتی نورالحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مرآۃ جہاں نما کی تصنیف آپ کا ایک یادگار تاریخی کارنامہ ہے۔ یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہے۔
ان تمام مذکورہ حضرات کے علاوہ شیخ بدیع الدین شیخ جمیل الدین شیخ بایزید اور شیخ حسام الدین اور شیخ فتح اللہ بھی اس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ یہ حضرات حضرت مجدد صاحب سرہندی، شیخ محمد معصوم صاحب سرہندی، سید آدم ابن سید اسمٰعیل بنوری سے نسبت اختصاص رکھتے تھے، شیخ حسام الدین کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف مراقض الروافض ہے جو ۱۱۰۶ھ میں آپ نے تصنیف فرمائی۔ ردِ شیعت پر یہ انتہائی تحقیقی کتاب مظاہر علوم سہارنپور کے شعبۂ نوادرات و مخطوطات میں محفوظ ہے۔

ہر دو خاندانوں میں مماثلت اور یگانگت

خواجہ فرید الدین اور خواجہ سالار سے لیکر شیخ حسام الدین تک اس خانوادے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات ہرات سے ہجرت کر کے سہارنپور آئے اور اپنے وقت کے ممتاز علماء دین، مخلص خادمانِ شرع متین ہوتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شیخ رکن الدین گنگوہی، شیخ محمد معصوم سرہندی جیسی دینی و روحانی ہستیوں سے عقیدت و وابستگی رکھی اور ان کی جانب سے بیعت و ارشاد کیلئے مجاز بنایا گیا، سلاطین ذی وقار کی نگاہ میں عزت و احترام کے ساتھ اُن کی جانب سے منصب قضا تفویض ہوا۔ درس و تدریس تصنیف و تالیف میں اشتغال و انہماک کو اپنی حیات کا بلند مقصد بنائے رکھا۔ دینی غیرت و ایمانی حمیت کے اعتبار سے یہ خاندان ہمیشہ اس شعر کا مصداق رہا ؎

عمل رہے قائم تو فقیر! درویشی ہے سلطانی فقط احساس کی پستی سے لٹتا ہے وقار اپنا

انہی خطوط و نقوش پر ہمیں خانوادہ سید ولی محمد اور سید شاہ عالم بھی دائم و قائم نظر آتا ہے۔ یہ خاندان بھی بخارا سے ہجرت کر کے سہارنپور آیا۔ اپنے وقت کے ممتاز علماء و مشایخ حضرت سید احمد شہید بریلوی، اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، داعی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی سے نیازمندی و ارادت مندی کا رشتہ استوار کیا، اور ان سے نسبت باطنی حاصل کی۔

سلاطین مغلیہ کی جانب سے داد و دہش ہوئی تو دینی و مذہبی سیادت و مناصب کے ساتھ دیہات اور گاؤں انعام میں ملے۔

مختلف راجگانِ ہند نے طبی حذاقت اور فنی مہارت میں اس خانوادے کے حکماء و اطباء کو جب یگانۂ روزگار پایا تو اپنا طبیب خاص مقرر کر لیا۔

لکھنے لکھانے کی دنیا میں جب قدم رکھا تو ہندوستان و پاکستان عربستان و انگلستان نے ان کی تصنیفات و تالیفات کی اشاعت کر ڈالی۔

پڑھنے پڑھانے کے میدان میں جب اترے تو جید حفاظ بن کر علم و مطالعہ کے دھنی بنتے چلے گئے، درس نظامی کی تمام کتابوں میں شاگردوں کی ایک پوری کھیپ تیار کر دی، احادیث شریفہ اور اس کے حقائق و دقائق میں خدا معلوم زندگی کے کتنے ماہ و سال لگا دیئے۔ شہرۂ آفاق، دینی درس گاہ

جامعہ مظاہر علوم نے اِن کو چمکا دیا اور انھوں نے اِس کے جواب میں اُس کو سنوار دیا اور بنا دیا۔

اعلاء کلمۃ الحق اور دین مبین کی سربلندی کے لیے جب گھر سے باہر قدم نکالا تو پھر افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، اور آسٹریلیا اور کتنے عرب اور غیر عرب ملکوں تک جا پہونچے۔ گئے اور دین و ایمان کی بات اپنے سیدھے سادھے لب ولہجہ میں خوب کھول کھول کر کہہ کر آ گئے۔ اور جب وہاں اپنی عزت و رفعت اور شان و شوکت کے تحیر خیز مناظر دیکھے تو اس بے نیاز اور سراپا ناز کی پاک بارگاہ میں سرتاپا حیرت بن کر اس کے علاوہ نہ کچھ کہہ سکے اور نہ کچھ بول سکے کہ ؎

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

اور انعامات الٰہیہ کی اس فہرست میں یہ اضافہ بھی قابل صد رشک اور لائق صد شکر ہے کہ اس خاندان میں حضرت سید احمد شہید بریلوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی اور حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی — نور اللہ مراقدہم سے نسبت و ارادت اور اجازت و خلافت حاصل کرنے والے بھی موجود ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَكَ الحمد کلّہ ولَكَ الشکر کلّہ
اَللّٰھُمَّ لا احصی ثَنَاءً عَلَیْكَ انت
کما اثنیت علٰی نفسك

❊ ❊

پیش نگاہ کتاب کا تعارف

بندۂ ناکارہ کی تصنیف و تالیف کا آغاز عالمِ اسلام کے مشہور ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی تاریخ لکھنے سے ہوا۔ میرے لئے وہ دن بہت ہی برکت و سعادت اور خوشی کا تھا جب کہ میرے شیخ میرے مربی، اور میرے نانا جان حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ مراتبہ وقدس اللہ سرہٗ درود صہ نے اپنے دست مبارک کا تحریر فرمودہ مسودہ تاریخ مظاہر یہ کہہ کر مرحمت فرمایا کہ میں نے اپنی تصنیف و تالیف کی ابتداء ۱۳۳۵ھ میں اس کتاب سے کی تھی، لیکن پھر بذل المجہود، اوجز المسالک اور لامع الدراری وغیرہ کی تالیف میں ایسا مشغول ہوا کہ اسکی تکمیل کی نوبت نہیں آسکی، لہٰذا اب تو اسکو مکمل کر۔

اس ناچیز مصنف کے لئے یہ سعادت کیا کم تھی کہ ایک ایسی کتاب کی تکمیل کے لئے اس کے ناتواں ہاتھ میں قلم دیا جارہا تھا، اور اس کتاب سے تصنیفی مشغلہ شروع کرایا جارہا تھا جو ایک قطب عالم سے منسوب اور ان کیلئے تصنیف و تالیف کی دنیا میں آنے کا ذریعہ اور سبب بنی تھی۔ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ میں اس ناچیز مصنف کے قلم سے یہ نقش اول مکمل ہوا تو پھر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے حکم ملا کہ تاریخ مظاہر کا دوسرا حصہ بھی اسی نہج پر پورا کرو۔ چنانچہ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ (جون ۱۹۷۴ء) میں یہ دوسرا حصہ بھی مکمل ہو کر شائع ہوا۔ اور اس طرح مظاہر علوم کی سوسالہ تاریخ قارئین تک پہنچی۔

اس ناچیز مصنف کے قلم کو چونکہ ایک ایسے ولیِ کامل اور مرشد برحق سے نسبت تھی جس نے اپنی مبارک حیات میں ذرّوں کو آفتاب اور ماہتاب بنایا تھا، اور اپنی قوتِ باطنہ اور تاثیر دردِل سے خاک کے ذرّوں کو وسعتِ افلاک عطا کی تھی، اسلئے یہ اسی کا اثر تھا کہ پھر تھوڑے ہی عرصہ میں مجھ ناکارہ کے قلم سے متعدد کتابیں وجود میں آئیں، جیسے تاریخ مشائخ چشت، مکتوبات تصوف، اکابر کے خطوط، مکتوبات علمیہ، تقریر بخاری شریف

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات[۱] وغیرہ وغیرہ، اور ان کے متعدد ایڈیشن ہندو پاکستان کے مختلف اداروں سے شائع ہوئے۔

تاریخ و سوانح کے موضوع پر راقم سطور کی وسیع اور ضخیم کتاب "علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات" ہے جو ۲۲×۱۸/۸ سائز کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر محیط و مشتمل ہے، اس کتاب میں راقم سطور نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات کا بھرپور جائزہ لیکر اسکے ممتاز و باکمال علماء اور اہلِ قلم کے علمی و تصنیفی کارناموں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ (مارچ ۱۹۷۶ء) میں اس کتاب کا آغاز ہوا۔ راقم سطور کا قیام اس وقت مدینہ منورہ میں تھا۔ چار سال کی جد و جہد کے بعد محرم الحرام ۱۴۰۱ھ (دسمبر ۱۹۸۰ء) میں یہ کام تکمیل کو پہنچا، خوش قسمتی سے اسوقت بھی راقم سطور مدینہ منورہ میں مقیم تھا۔ وہیں یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ طباعت کے بعد جب یہ کتاب علمی و دینی حلقوں میں گئی تو ناچیز مصنف کی حیثیت سے بڑھکر اسکو قبولیت اور سندِ اعزاز عطا کی گئی۔ حضرات علماء اور اکابر و مشائخ نے اسکی تحسین فرماکر مصنف کی عزت افزائی کی۔ اخبارات و جرائد نے اس پر وقیع الفاظ میں تبصرے کئے اور ملک کے دیگر جامعات و اداروں کو ترغیب دی کہ وہ بھی اسی نہج پر اپنی اپنی تاریخ مرتب کریں۔

مجلسِ صحافت و نشریات اسلام دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہونے والے پندرہ[۱۵] روزہ تعمیر حیات لکھنؤ نے مصنف کتاب اور کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"مولانا محمد شاہد صاحب مدرسہ (مظاہر علوم) سہارنپور کے ممتاز نوجوان فاضل ہیں، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے نواسے اور ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنھیں حضرت شیخ کی محبت و شفقت، تربیت اور دعاؤں کی نعمت حاصل رہی ہے۔ قدرت نے ذہانت و ذکاوت، علمی ذوق اور تلاش و تحقیق کی ہمت و صلاحیت بھی عطا کی ہے۔ تصنیف و تالیف کا بھی اچھا سلیقہ ہے، اور اس کے لئے

---

[۱] اور پھر اس کے بعد فہرست تالیفات شیخ (تین جلدیں) سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی (تین جلدیں) حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات، سوانح مفتی اعظم گنگوہی حضرت شیخ کی تین مرحومہ صاحبزادیاں وغیرہ وغیرہ۔

ضروری محنت اور جستجو سے گھبراتے بھی نہیں۔ کئی کتابیں ترتیب وتالیف کے بعد افادۂ عوام کے لئے پیش کرچکے ہیں۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی تاریخ حضرت شیخ کی یادداشتوں کی روشنی میں مرتب کرچکے ہیں، زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اسمیں مظاہر علوم کا تعارف اسکی دینی واصلاحی خدمات کا جائزہ اور اسکے ممتاز وباکمال علماء اور اہلِ قلم کی تصنیفات کا تفصیلی تعارف ہے۔ یہ کتاب بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ کی ہدایات اور مشوروں کی روشنی میں مرتب کیگئی ہے۔ ہندوستان میں اسلامی تعلیم کی تاریخ اور مدارس کے نظام تربیت پر تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے یہ کتاب ایک مرجع بن گئی ہے۔ کتاب بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے مرتب کی گئی ہے اور مؤلف کتاب تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ (تعمیر حیات)

یہ ایک یقینی اور واقعی بات ہے کہ اس پذیرائی اور قبولیت سند میں ناچیز مصنف کا کوئی دخل نہیں بلکہ محض اللہ رب العزت کا فضل وکرم اور اس مردِ مومن کی توجہات عالیہ اور انفاس قدسیہ کی برکت ہے جن کے حکم سے پہلی مرتبہ قلم سنبھالا گیا تھا۔ کتاب علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات کی تصنیف کے دوران جب قدیم ماخذ دیکھے اور تلاش کیے جارہے تھے، خاندانی بیاضوں اور نوشتوں کو پڑھا جارہا تھا اور مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے شائع ہونے والی سوسالہ رودادوں کے اقتباسات جمع کیے جارہے تھے تو غیر ارادی طور پر ایک اچھا خاصہ ذخیرہ بیش قیمت حالات وواقعات اور معلومات کا ایسا بھی جمع ہوتا چلا گیا جو اس ناچیز مصنف کے اجداد کرام اور خاندان کی دیگر باکمال شخصیتوں سے متعلق تھا جب یہ ساری چیزیں میرے جد محترم عالی جناب مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں آئیں تو انھوں نے میرے شوق وہمت میں اضافہ کرنے کے لیے خاندانی معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ میرے حوالہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ عہد گذشتہ کی جتنی تاریخ ان کو محفوظ تھی۔ وہ سب قلم بند کرا کر میرے حوالے فرمائی اور مجھے

حکم دیا کہ اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات اور واقعات مکمل کر لیے جائیں، تاکہ ایک طرف آنے والی نسلوں کیلئے بزرگوں کی وہ تاریخ مشعلِ راہ اور نمونہ بنے۔ تو دوسری طرف ان حضرات کے کارناموں کو گوشۂ گمنامی میں جلنے اور ضائع ہونے سے بچایا جا سکے، کہ

"نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن"

چنانچہ راقم الحروف نے اس کام کا آغاز کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اسکی اطلاع حضرت اقدس مخدوم العالم کو مدینہ منورہ دے کر تکمیل کتاب کے لئے دعا کی درخواست کی، میرے لئے یہ کام انتہائی عرق ریزی اور دیدہ ریزی کا اس وجہ سے بنا کہ اب تک خاندان کی کوئی تاریخ مرتب نہیں تھی اور نہ ہی کوئی ایسی جامع اور مکمل بیاض محفوظ تھی۔ جسکو نوک و پلک کی درستی کے بعد کتابی شکل میں منتقل کر دیا جاتا۔ ایک ایسا خاندان جو تقریباً پانچسو برس بیشتر بخاریٰ (روس) سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا ہو اور نقل مکانی کرتا ہوا سہارنپور آباد ہو گیا ہو۔ اور جسکی شاخیں ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش کے مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیلی ہوئی ہوں اسکا شجرۂ نسب جوڑنا اور مختلف کڑیوں کو باہمی طور پر مربوط کرنا کتنا مشکل اور صبر آزما کام ہے اسکو وہی اصحاب سمجھ سکتے ہیں جن کو علم الانساب سے واسطہ اور سابقہ پڑا ہو۔ اور جو گمشدہ کڑیوں کو آپس میں جوڑنے اور پھر اسکو بنیاد بنا کر کوئی عمارت اسپر تعمیر کرنے کا تجربہ کر چکے ہوں لیکن بہرحال مشیتِ الٰہیہ نے اس کام کی تکمیل ایک ناتواں ہاتھ سے ہونی مقدر اور مقرر کر رکھی تھی، اسلئے (اعتراف نقص کے ساتھ ساتھ) یہ کام ہو کر رہا۔

راقم الحروف کی یہ کتاب اگرچہ اپنے خاندان کی تاریخ تک محدود ہے۔ لیکن اس میں سہارنپور کے مختلف زعماء مشائخ کے حالات و واقعات بھی جمع ہو گئے ہیں، اسلئے احباب کے مشورہ سے اس کتاب کا نام "تذکرہ دانشورانِ سہارنپور" رکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو مفید و نافع بنائے، آمین

سید محمد شاہد غفرلہٗ
یکم جمادی الاوّل ۱۴۱۱ھ

باب اول

خانوادہ حکیم سیّد احمد حسین صاحبؒ

میر سیّد ولی محمّد صاحب سے

مولانا حکیم سیّد محمد ایوب صاحب تک

از ۱۰۶۰ھ تا ۱۴۲۳ھ
۱۶۴۹ء ۲۰۰۲ء

تین سو پینسٹھ سالہ تاریخ

سیّد ولی محمد صاحب

سیّد ولی محمد صاحب شاہجہاں کے آخری زمانہ میں بخاری (روس) سے ہندوستان آئے تھے اور حضرت عالمگیر کے دورِ سلطنت میں اُن کے صاحبزادے سیّد شاہ عالم آئے ہیں۔ ہمارے اجداد کا یہ قافلہ جب روس سے ہجرت کرتے ہوئے ہندوستان پہنچا تو اس قافلہ کے کچھ افراد سرہند (پنجاب) میں آباد ہوئے اور باقی سہارنپور آ گئے۔

ہمارے خاندان کے چونکہ یہ پہلے فرد ہیں جو بخاری سے ہجرت کر کے واردِ ہند ہوئے تھے۔ اس لیے تلاش بسیار کے باوجود اس شجرہ کی مکمل نشاندہی نہیں ہو رہی ہے اور یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ سیّد ولی محمد موصوف سے قبل کے افراد خاندان کون ہیں اور نسبی تسلسل مورث اعلیٰ تک کس طرح ہے اور کیسے ہے۔

سیّد ولی محمد صاحب کو ۱۰۶۰ھ میں شاہ وقت کی جانب سے پچاس بیگھ پختہ زمین پرگنہ سہارنپور چک شاہ عالم میں دی گئی تھی۔ چک نامہ پر اُس وقت کے حاکم "رام رائے" کی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ یہ چک نامہ چار ذیقعدہ ۱۰۶۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

اس عطیۂ شاہی کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ ممکن ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہو۔ یا یہ کہ یہ حضرات ممتاز اہل علم میں شمار ہوتے تھے۔ اس بنا پر ان کی علمی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ داد و دہش کی گئی ہو۔

ہمارے خاندان میں اب سے دو سال قبل تک دو شاہی فرمان لکھے ہوئے موجود تھے جن میں سے ایک شاہ جہاں کے آخری دور کا اور دوسرا حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ سلطنت کا تھا۔ افسوس ہے کہ اب یہ دونوں فرمان ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ دادا جان مولانا حکیم محمد ایوب صاحب زاد مجدہٗ نے ان کا متعدد مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔

شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ کا زمانہ سلطنت ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء سے شروع ہو کر ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء پر ختم ہوتا ہے۔ اور ابوالمظفر محمد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا عہد شاہی[1] ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء سے لیکر ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء پر منتہی ہوتا ہے۔ ان سنین اور تواریخ سے سید ولی محمد اور سید شاہ عالم کے زمانۂ حیات کا علم ہو سکتا ہے۔

سید ولی محمد صاحب کے دو صاحبزادے سید زاہد شاہ اور سید عالم شاہ تھے۔ ان دونوں حضرات کے متعلق جو معلومات فراہم ہو سکیں، وہ یہ ہیں۔

سید زاہد شاہ و سید عالم شاہ صاحب

سید زاہد کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ بعض کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تمام جائداد ان کے چھوٹے بھائی شاہ عالم کو وراثت میں مل گئی تھی۔ بعض کاغذات میں آپ کا نام سید شاہ عالم (بجائے سید عالم شاہ) بھی ملتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور سلطنت میں آپ کو سہارنپور میں ایک بڑی جاگیر بھی دی گئی اور شاہی فرمان کے ذریعہ آپ اس کے مالک بنائے گئے۔

بہرحال سید شاہ عالم صاحب کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔ سید نورالدین۔ حنیفہ خاتون، سید نوراللہ۔ سید نور عالم۔

سید نور عالم اور ان کی ہمشیرہ حنیفہ خاتون کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

سید نوراللہ کی شادی مفتی علیم اللہ[2] کی لڑکی مسماۃ "سید بی بی" سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکی تولد ہوئی جن کا نام خیرالنساء تجویز ہوا۔ خیرالنساء کی شادی ملا عصمت اللہ صاحب سہارنپوری کے صاحبزادے "میر محمد ولی"[3] سے ہوئی۔

---

[1] اورنگ زیب عالمگیرؒ کے تخت نشینی کی تاریخ یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ/۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء ہے۔

[2] مفتی علیم اللہ صاحب میر عصمت اللہ دانشمند سہارنپوری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا علم بڑا گہرا اور وسیع تھا۔ علم فقہ پر بصیرت رکھتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ فرمان کے مطابق ۵۰ بیگہ پختہ اراضی موضع لکھنوتی خورد پرگنہ مظفرآباد میں آپ کو عطا کی گئی تھی۔

[3] ۱۱۶۰ھ سے کچھ پہلے آپ نے وفات پائی۔

سید نورالدین ۔ شجرہ کی ترتیب کے مطابق یہ سید شاہ عالم کے بڑے لڑکے ہیں لیکن ہم نے اپنی اس تحریر میں ان کو سب سے اخیر میں اسلئے رکھا تاکہ مضمون کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے اور شجرہ کا ربط باقی رہے۔ سید نورالدین کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی۔ ہمارا موجودہ تمام خاندان جس میں الحمدللہ حفاظ بھی بکثرت ہیں اور اصحاب علم بھی کافی تعداد میں ہیں۔ نسلاً بعد نسل سید نورالدین سے ہی جاکر اپنا رشتۂ نسب جوڑتے ہیں۔

بہرحال سید نورالدین کے ایک لڑکے حافظ سید محمد حسین فقیہ تھے۔ افسوس ہے کہ ان کی تاریخ حیات بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ ۱۱۷۲ھ کی ایک دستاویز پر ان کے دستخط ہیں۔ جس کی عبارت یہ ہے۔

"شهد بما فيه - وحرره بيده - محمد حسين بن سيد نورالدين"

اس دستاویز سے اتنا معلوم ہوگیا کہ یہ بارھویں صدی کے وسط میں تھے۔ ان کی تحریر بہت پختہ اور مضبوط تھی جیسا کہ اسی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے۔

حافظ سید محمد حسین صاحب موصوف کے ایک لڑکے حافظ سید امام بخش فقیہ تھے، ان کے مختصر حالات جو قدیم نوشتوں اور بیاضوں سے معلوم ہو سکے یہ ہیں۔

حافظ سید امام بخش صاحب فقیہ

قدیم تحریرات اور شاہی دور کے کاغذات میں ان کے نام کے ساتھ ہر جگہ لفظ "فقیہ" لکھا ہوا ملتا ہے جس سے ان کی شانِ علمی اور فقاہت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ سے بادشاہِ وقت کی طرف سے کسی بڑے عہدے (مثل قضاء وافتاء) کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ لیکن اس کا کیا نتیجہ ہوا یہ معلوم نہیں ہوسکا۔

آپ علم وعمل اور صلاح وفلاح میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے اور اپنے زمانے میں شانِ فقاہت میں ممتاز ہونے کی وجہ سے فقیہ کا خطاب پائے ہوئے تھے۔ آپ کے ان اوصاف جلیلہ کی وجہ سے میر عصمت اللہ سہارنپوری کے خاندان میں آپ کی شادی مسماۃ فاطمہ خاتون سے ہوئی۔ یہ فاطمہ خاتون مولوی میر سید ابوالفتح بن میر سید محمد علی دانشمند ابن مفتی میر عصمت اللہ صاحب سہارنپوری کی صاحبزادی تھیں۔

مفتی عصمت اللہ صاحب سہارنپوری کے خانوادہ سے ہمارے خاندان کا یہ سنجوگ اور ملاپ علمی اعتبار سے بہت ہی مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ جس کا ہلکا سا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مفتی صاحب موصوف کی وفات کے بعد ان کا علمی ورثہ تصنیفات و تالیفات اور کتابی ذخیرہ کی شکل میں ہمارے یہاں منتقل ہوگیا اور ہمارے خاندان کے اہلِ علم حضرات کو ان سے استفادہ کا بھرپور موقعہ فراہم ہوا۔

اس رشتۂ مناکحت کی وجہ سے دونوں خانوادوں میں بڑا گہرا ربط و تعلق اور اشتراک پیدا ہوگیا تھا۔ حافظ سید محمد امام بخش صاحب نقیہ کے تین صاحبزادے تھے، جن کے اسماء علی الترتیب یہ ہیں۔

(۱) حافظ حکیم سید محمد بخش صاحب (۲) سید جلال الدین عرف سید نتھا (۳) سید ابوالحسن۔ ان تینوں فرزندوں کے مختصر احوال و وقائع یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) حکیم حافظ سیّد محمد بخش صاحب آپ کی ولادت شنبہ ستّرہ رمضان المبارک ۱۲۶۷ھ میں ہوئی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے مشہور طبیب اور متعارف لوگوں میں تھے۔ اسی وجہ سے خاندان کے دیگر افراد اپنے تعارف کے موقعہ پر ان ہی کی طرف اپنی نسبت کیا کرتے تھے۔ متعدد قدیم تحریرات میں آپ کے نام ساتھ دانشمند لکھا ہوا ملتا ہے۔ حکیم سید احمد حسین صاحب نے اپنی منقولہ کتاب "دستورِ عشق" کے آخر میں آپ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

"سیّد حکیم محمد بخش در ایں دیار معروف و مشہور اظہر من الشمس اند"

آپ نے محلہ قاضی سہارنپور کے مشہور علماء اور بزرگوں سے دینی تعلیم حاصل کی، روزانہ کا معمول تھا کہ محلہ قاضی جاتے اور وہاں کے اساتذہ سے استفادہ کرتے۔ کبھی کبھی شب میں آمد و رفت کے وقت چور اور راہزن بھی اس علاقہ میں مل جاتے، اس وقت تک یہاں اتنی آبادی نہیں تھی۔ ایک مرتبہ دس ڈاکو ملے، آپ کو گھیر لیا اور قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ آپ نے ان کو شرم دلائی اور کہا کہ تم دس آدمی ہو اور میں تنہا ہوں۔ تم سب تلوار وں سے مسلح ہو اور میں خالی ہاتھ ہوں، یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ تم ایک نہتے آدمی پر دفعۃً حملہ کرو۔

آپس کی گفتگو سے یہ طے ہوا کہ ایک ایک شخص آگے بڑھے گا اور مقابلہ کرے گا۔ حکیم صاحب موصوف بنوٹ کے ماہر تھے ، جو شخص مقابلہ میں آتا یہ کتاب سے وار کرتے ، اور مقابل کی تلوار نیچے گر پڑتی جس کو یہ اٹھا لیتے۔

یہاں تک کہ دس کی دس تلواریں ان کے قبضہ میں آگئیں اور تمام ڈاکو شکست کھا گئے۔ آپ نے یہ تلواریں بعد میں اپنے مکان پر آکر ان کو واپس کر دیں اور آئندہ کیلئے ان سے وعدہ لیا کہ وہ ڈاکہ زنی چھوڑ دیں گے۔

آپ کا علم بڑا مضبوط اور گہرا تھا۔ عربی زبان پر آپ کو پورا عبور تھا۔ ہمارے جدامجد حکیم سید احمد حسین صاحب نے دینی تعلیم اور علم طب ان ہی سے حاصل کی۔ عربی زبان میں آپ درس دیا کرتے تھے۔ فن طب کا آغاز ہمارے خاندان میں ان ہی سے ہوا حکیم سید احمد حسین صاحب اپنا زیادہ تر وقت ان کی خدمت میں گذارا کرتے تھے۔

حکیم سید محمد بخش صاحب موصوف بہت حلیم الطبع تھے۔ مزاج میں سادگی اور انکساری بہت تھی۔ عزیز و اقارب بالخصوص اپنے چھوٹے بھائی سید ابوالحسن کی اولاد کی پرورش اور ان کے اخراجات وضروریات کا تکفل آپ بنفس نفیس کیا کرتے تھے ، آپ کے وصال کے بعد یہ تمام ذمہ داریاں حکیم سید احمد حسین صاحب کی طرف منتقل ہو گئیں تھیں ، ذمہ داری کے اس بوجھ سے حکیم سید احمد حسین صاحب متفکر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حکیم سید محمد بخش صاحب کو خواب میں دیکھا کہ تسلی اور ہمت افزائی کی باتیں کر رہے ہیں اور بتلا رہے ہیں کہ آج دن میں ایک مریض آئے گا اس کا علاج اس طریقہ وتدبیر سے کرنا۔

آپ موٹا لباس استعمال کرتے تھے۔ غربار اور فقرار کی دعوت کو خاص ذوق سے قبول کرتے اور جو کچھ وہ کھلاتے بڑی خندہ پیشانی سے کھا لیتے۔ جھوٹی عزت اور نام و نمود سے نفرت کرتے تھے۔ اس سلسلہ کے متعدد واقعات میں سے یہاں صرف دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ بعض خدام و تلامذہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ کسی اجنبی نے آواز دے کر کہا کہ اے میاں میرے گھوڑے کی کاٹھی بنا دینا۔ آپ نے بغیر کسی ترش روئی کے متانت کے ساتھ فرمایا کہ بہت اچھا بنا دوں گا۔ ایک خادم نے اس کو ڈانٹنا چاہا تو آپ نے منع فرما دیا۔

(۲) ایک مرتبہ ایک غریب شخص نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا۔ حکیم سید احمد حسین صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ رات کا وقت تھا، اس کے گھر میں ایک معمولی سی روشنی کا چراغ جل رہا تھا۔ میزبان نے شکرانہ کا اہتمام کیا اور اندھیرے میں چاولوں پر بجائے بورا ڈالنے کے آٹا ڈالدیا۔ اور آپ کی خدمت میں لایا۔ پہلے ہی لقمہ پر احساس ہو گیا کہ میزبان سے غلطی ہو گئی لیکن دل شکنی کا خیال کرکے اس سے کچھ نہیں کہا اور بلا تکلف وہ چاول کھالیئے، حکیم سید احمد حسین صاحب کو منع فرمادیا کہ تم مت کھانا۔ مبادا پیٹ میں درد ہو جائے، دعوت سے فارغ ہو کر واپس گھر لوٹنے لگے تو راستہ میں وہ میزبان شرمساری اور ندامت کے ساتھ معذرت کرتا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

محلہ کوٹ تلہ میں (جو اب محلہ مفتی کے نام سے معروف ہے) آپ کا جدی مکان تھا، جو "بیچ کی حویلی" کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کے علمی مرتبہ ومقام کے پیش نظر شاہ وقت کی جانب سے آپ کو محمد پور معافی گاؤں بطور جاگیر دیا گیا تھا۔

آپ کا مطالعہ بڑا گہرا اور پختہ تھا۔ اپنا ایک وسیع کتب خانہ رکھتے تھے۔ آپ بہت زود نویس تھے۔ تحریر اگرچہ خوشخط نہیں لیکن صاف اور پختہ تھی۔ آپ کی نقل کی ہوئی بہت سی کتابیں ہمارے خاندان اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شعبۂ نوادرات ومخطوطات میں موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) طب اکبر۔ ماہ جمادی الثانی ۱۲۳۹ھ میں نقل کی گئی، اسکے صفحات (۱۶۷) ہیں
(۲) تکملۂ فارسی، ذیقعدہ ۱۲۲۶ھ میں یہ نقل کی گئی، اسکے صفحات (۱۰۲) ہیں۔
(۳) رسالہ عبدالواسع، ۱۲۲۵ھ میں یہ نقل ہوئی، اسکے صفحات (۶۰) ہیں۔
(۴) مجمع الصیغ، اس کا سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا، اسکے صفحات (۳۶) ہیں۔

کتاب کے ختم پر آپ لکھتے ہیں۔

"تمت النسخۃ المسمی بدستور العمل تصنیف مولوی عبدالواسع ہانسوی روز یکشنبہ بتاریخ بست وچہارم شہر رجب ۱۲۲۵ھ بدست خط سید محمد بخش بن حافظ سید امام بخش بن سید محمد حسین ساکن قصبہ سہارنپور من مضافات حضرت دہلی شاہ جہاں آباد میان دوآب جمن و گنگ"

مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں قلمی نوادرات اور مخطوطات میں متعدد کتابیں ایسی ہیں جو حکیم سید محمد بخش صاحب کو ان کے تلامذہ اور معتقدین نے لکھ کر پیش کی تھیں ان کا سنہ کتابت ۱۲۲۰ھ کے قریب قریب ہے۔ آپ کی شادی مفتی مُراد اللہ صاحب کی حقیقی بہن نجیب النسا بنت سید لطف اللہ صاحب سے ہوئی۔ کوئی صلبی اولاد آپ کے نہیں تھی۔ چار محرم الحرام ۱۲۵۱ھ مطابق ۳ مئی ۱۸۳۵ء شب یکشنبہ میں آپ کا وصال ہوا۔ کمپنی باغ سہارنپور کے شمالی غربی گوشہ میں جو لب سڑک مسجد آپ کی تعمیر کردہ ہے۔ وہاں سے آٹھ، دس گز کے فاصلہ پر آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی قبر تقریباً تین گز اونچے چبوترے پر بنائی گئی تھی۔ لیکن اب صرف قبر باقی ہے جس پر کتبہ بھی لگا ہوا ہے۔ ایک طویل مدت گذر جانے کی بنا پر اب اس کتبہ کی عبارت کا پڑھنا مشکل ہو گیا۔

قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہاں خاندان کے دیگر افراد کی قبریں بھی دیکھی تھیں۔

مسجد کمپنی باغ ایک یادگار اور تاریخی ورثہ ہونے کی بنا پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کا تذکرہ یہاں وضاحت کے ساتھ کر دیا جائے، ویسے بھی یہ مسجد صدیوں کی یادگار ہے اور زمانہ کے بہت سے انقلاب اور تغیرات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے۔ انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ اس مسجد کے شہید کئے جانے کا حکم کر دیا تھا۔ تاکہ یہ زمین کمپنی باغ میں شامل کر دی جائے۔ حکیم سید فضل حق صاحب نے (جو اپنی جرأت و قوت اور بے باکانہ گفتگو میں دور، دور تک شہرہ پائے ہوئے تھے)۔ انگریز افسران سے صاف کہدیا تھا کہ اگر یہ مسجد شہید ہو گئی تو تمہارا قبرستان جو ہمارے باغ میں ہے اسی دن ختم کرا دوں گا۔"

یہ مسجد حکیم سید محمد بخش ابن حکیم سید امام بخش فقیہ نے تعمیر کرائی تھی اور مسجد کے قریب ہی ان کی تدفین ہوئی۔ مسجد کی یہ زمین ہمیں میر عصمت اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے ترکہ سے ملی تھی۔

حاجی سید احمد یونس نے ،،مسٹر گولن،، انگریز افسر کمپنی باغ سے بات چیت کر کے مسجد سے قبر تک کا حصہ مسجد کے لئے علیحدہ کر لیا تھا اور خاردار تاروں کے ذریعہ اس رقبہ کو محدود

کرلیا تھا یہ واقعہ تقریباً ۱۸۵۹ء کا ہے ۔

۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں حکیم محمد اسحٰق صاحب نے غربی جانب میں جہاں سے مسجد کی حد شروع ہوتی ہے ایک پختہ دروازہ تعمیر کرایا اور علامت کے طور پر برُجیاں بھی اس دروازہ پر بنوائیں ۔ اسکے بعد مختلف سالوں میں اس میں اضافات اور اصلاحات ہوتی رہیں ۔ چنانچہ مسجد کے فرش میں اضافہ کیا گیا ۔ اس پر سائبان ڈالا گیا ۔ مسجد کی محراب کو قبلہ کی جانب سے بڑھایا گیا تاکہ دو صفیں آسانی سے آسکیں ۔

اکتوبر ۱۹۳۵ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ کمپنی باغ[۱] کے ایک ملازم پرتاپ سنگھ نے کیلوں کے وہ درخت جو وہاں لگے ہوئے تھے اُکھاڑ دیئے اور آمادۂ فساد ہوا ۔ اس کی اطلاع حکیم محمد یعقوب صاحب وغیرہ کی جانب سے پنڈت گنگا پرشاد کلکٹر کو ایک تحریری درخواست کے ذریعہ دی گئی جس کا مضمون یہ تھا ۔ !

• باجلاس جناب پنڈت گنگا پرشاد صاحب بہادر مجسٹریٹ درجۂ اوّل سہارنپور
بہ مقدمہ درخواست حکیم محمد یعقوب و حکیم محمد عیسیٰ و سید محمد موسیٰ ساکنان سہارن پور
محلہ مفتی تھانہ سہارنپور دربارۂ شکایت مسمی پرتاپ سنگھ ملازم کمپنی باغ سہارن پور
کہ اس نے شمالی مغربی مسجد واقع کمپنی باغ سہارنپور ۔ تعمیر کردہ حکیم محمد بخش صاحب
مرحوم کی بوجہ دشمنی کیلا ہائے مسجد مذکور اکھاڑے ہیں ۔ تھانہ سہارنپور

اس درخواست پر پولیس کے ذریعہ کمپنی باغ کے ذمہ داروں سے یہ تصفیہ ہوا کہ وہ معمول کے مطابق مسجد اور اس سے متعلقہ زمین کو خاردار تاروں کے ذریعہ محدود کرادیں گے ۔ اور اس رقبۂ محدودہ کو باغ سے علٰحدہ کر کے ممتاز کردیا جائیگا ۔ چنانچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۵ء میں حکیم محمد یعقوب صاحب کے صرفہ اور حکیم محمد موسیٰ صاحب کی کوشش و جانفشانی سے خاردار تار لگائے گئے

اس سلسلہ میں ایک مکتوب محررہ ۱۵ فروری ۱۹۳۶ء کا عکس (مع اردو ترجمہ) شامل کتاب کیا جاتا ہے جو دور غلامی کا قدیم نوشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک یادگار تاریخی ثبوت بھی ہے ۔

---

[۱] اس کمپنی باغ کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ نواب انتظام الدولہ نے یہ باغ ۱۷۵۰ء سے پہلے بنا کر فرحت بخش ۔

From The Superintendent,
Government Gardens,
UNITED PROVINCES,
Saharanpur.

To

M. Mohammad Yaqub Saheb.
Near Mazahirul Uloom,
Saharanpur.

No. 62, Dated February 15, 1936.

Received ____________________

SUBJECT

Mosque,

Dear Sir,

I notice that the mosque people have cut down the garden bamboo fence on our boundary and made a new passage through it to the mosque, there is already a proper entrance to the mosque under the arch and tere was no necessity to damage the fence. Will you please arrange to replant the bamboo and close the openeing within a wekk if not I will have to make a report to the Collector for any action he may deem fit.

Yours faithfully,

[signature]

Superintendent

(اردو ترجمہ)

" از سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ سہارنپور

اس کا نام رکھا۔ ۱۷۸۹ء میں غلام قادر نے ازسرنو اس کو آباد کرکے اس کے حسن و خوبصورتی میں اضافہ کیا۔ ۱۸۸۰ء میں مسٹر گولن اسکی دیکھ بھال کیلئے مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں جب یہ لکھنؤ تبدیل کر دیئے گئے۔ تو ان کی جگہ مسٹر ایچ۔ ایم لیک مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں یہ مسٹر ہارٹ لیس کی نگرانی میں آ گیا۔

(بحوالہ ڈسٹرکٹ گزیٹر آف دی یونائیٹڈ پروانسز جلد دوم
سہارن پور منٹ۔ مطبوعہ الہ آباد ۱۹۰۹ء)

بخدمت ایم محمد یعقوب صاحب نزد مظاہر علوم سہارنپور

مؤرخہ ۱۵ ارفروری ۱۹۳۶ء (بابت مسجد)

عزیز محترم میں نے دیکھا کہ مسجد کے عملہ نے ہماری باؤنڈری کی بانس کی باڑھ کاٹ ڈالی ہے اور مسجد کے لیے ایک نیا راستہ بنا ڈالا ہے، حالانکہ مسجد کے لیے پہلے سے ہی مناسب راستہ زیر محراب موجود ہے اور باڑھ کو نقصان پہونچانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

کیا آپ ایک ہفتہ کے اندر وہاں دوبارہ بانس لگوا دیں گے اور اس راستے کو بند کر دیں گے؟ اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے کلکٹر کو اطلاع کرنی پڑے گی تاکہ وہ جو مناسب کارروائی ہو کریں۔ فقط مخلص (دستخط) سپرنٹنڈیٹ"

۱۹۵۰ء میں کمپنی باغ کا احاطہ بنایا گیا۔ جب احاطہ کی دیوار مسجد کے دروازہ تک پہنچی تو مسجد کو خطرہ پیدا ہوا۔ اہل محلہ نے مزاحمت کر کے کام بند کرا دیا۔ کئی ماہ تک دیوار التوا میں پڑی رہی۔ پھر بعض غیر ذمہ دار لوگوں نے اپنی ذاتی سیاسی اغراض کے پیش نظر باغ والوں سے مصالحت کرلی اور دیوار مکمل ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد باغ والوں نے شکایت کی کہ مسجد کے دروازہ کی وجہ سے کمپنی باغ احاطہ اور چہار دیواری ہونے کے باوجود بھی غیر محفوظ ہے۔ اسلئے حکیم محمد موسیٰ صاحب، حکیم محمد حسنین صاحب، حکیم محمد یامین صاحب اور مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب کمپنی باغ کے ذمہ داروں سے ملے اور یہ طے کیا کہ ہم لوگ دروازہ میں کواڑ لگوا دیں گے۔ جس سے فی الجملہ حفاظت ہو جائے گی، چنانچہ اُن ہی لوگوں کے ذریعہ آہنی کواڑ تیار کرایا گیا جس کی قیمت مبلغ چالیس روپے حکیم محمد موسیٰ صاحب نے کمپنی باغ کے ذمہ داروں کو مورخہ ۱۲ ردسمبر ۱۹۵۰ء میں ادا کی۔ اور اگلے روز (۱۳ ردسمبر میں) یہ کیواڑ وہاں لگوا گئے۔ ۱۹۵۰ء کے بعد جو نئے حکام وہاں آئے انھوں نے کمپنی باغ کی چہار دیواری اسطرح بنوائی کہ مسجد کو باغ کے اندر لے لیا اس پر ہم نے اور

وہاں کے اہل محلہ نے سخت احتجاج کیا۔ لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی اور چہار دیواری مکمل ہوگئی جس کی وجہ سے یہ مسجد احاطہ میں آگئی تھی۔

غالباً ۱۹۵۲ء میں مسجد کی طرف سے دعویٰ دائر کرایا گیا کہ منتظمین باغ نے بیجا طور پر مسجد کو باغ کے احاطہ میں شامل کرلیا ہے۔ اس پر باغ کے منتظمین کو حکم ملا کہ مسجد کو باغ کے احاطہ سے خارج کر دیں۔ اور باغ کی دیوار اس طریقہ سے بنادی جائے کہ مسجد اس سے بالکل علیحدہ ہو جائے۔ اور دونوں کا کوئی تعلق ایک دوسرے سے باقی نہ رہے۔ چنانچہ حسب الحکم اس کی تعمیل ہوئی اور اللہ کے فضل و کرم سے مسجد کی حیثیت مستقل قائم ہوگئی۔

قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر کے تعلقات حکام اور ذمہ داران شہر سے بہت زیادہ تھے ان کی کوششوں سے یہ اہم مسئلہ عافیت کے ساتھ حل ہوگیا۔

اس مسجد کا انتظام ہمیشہ ہمارے بزرگ اور خاندان کے اکابر کرتے آئے ہیں، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے وہاں کے طلباء میں سے کوئی طالب علم امام اور مؤذن متعین ہوتا تھا اور ان کے مشاہرے، معاوضے کا اہتمام ہمارے یہاں سے ہوتا، چراغ اور روشنی نیز ماہ رمضان المبارک میں حافظ قرآن کا تقرر حکیم محمد اسحٰق صاحبؒ اور حکیم محمد موسیٰ صاحبؒ کے ذمہ تھا۔

تقسیم ہند تک اس مسجد کے اخراجات کی ترتیب اسی طرح چلتی رہی۔ اس کے بعد اس کا انتظام وہیں کے اصحابِ خیر نے سنبھال لیا۔ آج کل حافظ عبدالکریم صاحب اس مسجد کے نگراں ہیں۔ یہ وہیں کمپنی باغ کے پاس رہتے ہیں وہی امام بھی ہیں اور بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے ہیں۔ مسجد کی پشت پر انھوں نے لکڑی کی ٹال بھی کر رکھی ہے۔

(۲) سیّد جلال الدین

سید امام بخش فقیہ کے دوسرے بیٹے سید جلال الدین عرف سید نتھا تھے۔ یہ بالکل ناخواندہ اور رفض و تشیعیت کی طرف مائل تھے۔ ان کے لڑکے خادم حسین اور ان سے چلنے والے نسلی سلسلہ کا مذہب و مسلک "رفض و تشیعیت" تھا۔

سید جلال الدین کو جب کوئی ان کی ناخواندگی پر عار دلاتا اور تعلیم کی طرف متوجہ کرتا تو وہ جواب میں کہا کرتے تھے کہ "پڑھنت بھی مرنت، اَن پڑھنت بھی مرنت، دانتا کرکر کون کرنت" یعنی پڑھے لکھے لوگ بھی مرتے ہیں اور اَن پڑھ بھی مرجاتے ہیں جب دونوں کا انجام ایک ہی ہے تو پھر بھلا میں اپنے دانت پڑھنے میں کیوں خراب کروں۔

سید جلال الدین کے ایک لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ خادم حسین عزیز النساء، بتول النساء، صاحب النساء۔ یہ سب صاحب اولاد اور مسلک و مذہب میں اپنے والد کے ہمنوا تھے۔

(۳) سید ابوالحسن سید امام بخش فقیہ کے تیسرے بیٹے سید ابوالحسن تھے۔ تذکرہ کی غذائت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے، انکی شادی مفتی مراد اللہ صاحب کی صاحبزادی مسماۃ رحیم النساء سے ہوئی۔ ایک دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء تک حیات تھیں۔

سید ابوالحسن صاحب کی وفات کی تاریخ بھی معلوم نہیں ہوسکی۔ لیکن ایک قدیم دستاویز کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ یہ ۱۲۵۳ھ سے قبل انتقال کر چکے تھے۔

سید ابوالحسن کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن کے اسماء یہ ہیں۔
(۱) حکیم سید احمد حسین صاحب (۲) حکیم سید احمد حسن عرف حکیم پاٹھا مہاجر مکی (۳) حاجی سید احمد یونس (۴) سید احمد زکریا (۵) سید احمد یوسف (۶) زبیدہ خاتون (۷) حبیبہ خاتون زبیدہ خاتون کا نکاح رامپور منہیاران میں قاضی سید حسن احمد بن قاضی سید حسن علی[۱]

---

[۱] قاضی سید حسن علی کے والد ماجد کا نام قاضی غلام یحییٰ ہے جو ٹانڈہ ضلع میرٹھ کے قاضی تھے اور شاہ وقت کی جانب سے تین سو بیگہ زمین بطور جاگیر ان کو دی گئی تھی۔ گیارھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف بزرگ سید محمد ابراہیم صاحب دیوبندی تک قاضی غلام یحییٰ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ قاضی غلام یحییٰ ابن سید عظیم الدین ابن سید وجیہ الدین ابن سید محمد عارف ابن حضرت بندگی سید محمد اسمٰعیل ابن حضرت سید محمد ابراہیم صاحب نور اللہ مرقدہ (الحوادث والوقائع ص۱۵۲)

سید وجیہ الدین ابن سید محمد عارف کے متعلق سید محبوب صاحب رضوی نے اپنی کتاب "تذکرہ سادات رضویہ دیوبند میں لکھا ہے کہ!

"سید وجیہ الدین بن سید محمد عارف کی شادی رامپور منہیاران میں وہاں کے شیوخ انصاری کے مورث اعلیٰ شیخ محمد سالار کی پوتی سے ہوئی تھی ان کے فرزند اپنی ننہیال رامپور چلے گئے۔ یہ کاندھلہ (مظفر نگر) میں قضا کے منصب پر مامور تھے۔ ان کی اولاد میں کچھ لوگ اب تک رامپور ہی میں موجود ہیں۔ ان میں قاضی عبدالملک ہنوز بقید حیات ہیں۔

بعض افراد رامپور سے دوسرے مقامات میں منتقل ہوگئے ہیں" (تذکرہ سادات ص۲۲)

سے ہوا۔ ان کی اولاد میں قاضی عبدالباری رامپوری تھے جن کا انتقال گیارہ فروری ۱۹۳۶ء میں دفعتہً ہو گیا تھا۔ عمر تقریباً اسی سال تھی۔ قاضی عبدالباری صاحب مرحوم کے صاحبزادے قاضی عبدالملک صاحب تھے۔

دوسری بیٹی حبیبہ خاتون کی شادی سید عبدالرسول سے ہوئی۔

سید ابوالحسن کی جائداد تقسیم ہونے کا جب نمبر آیا تو پانچوں بھائیوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ ہم اپنی ان دونوں بہنوں (زبیدہ، حبیبہ) کو بھی مثل اپنے دو بھائیوں کے سمجھ کر جائداد سات حصّوں پر تقسیم کرینگے اور بہن کا حصہ بھائی کے حصہ کے بقدر ہی لگائیں گے لیکن ان دونوں بہنوں نے اپنا حصہ اپنی رضا و رغبت سے بھائیوں کو دیدیا خود نہیں لیا۔

سیّد ابوالحسن موصوف کے جن پانچ بیٹوں کے اسماء اجمالاً اوپر لکھے گئے ہیں انکے تفصیلی حالات یہاں لکھے جاتے ہیں۔ ان اصحاب کے تذکرہ میں ہم نے یہ ترتیب قصداً اختیار کی ہے کہ پہلے چھوٹے بھائی سید احمد یوسف کو لیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے بھائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اخیر میں بڑے بھائی عالی جناب حکیم سید احمد حسین صاحب کے حالات زندگی سپرد قلم کئے ہیں۔

سیّد احمد یوسف

یہ نوعمری میں ہی باہر چلے گئے تھے۔ سہارنپور میں ان کا قیام بہت مختصر رہا۔ بڑے پائے کے شہسوار تھے۔ سرکش گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک دو مرتبہ میں ہی ان کو درست کر لیتے تھے۔ جس زمانہ میں حکیم احمد حسن صاحب عرف حکیم پاٹھا مہاراجہ جموں و کشمیر کے طبیب خاص تھے، اسکے پاس ایک سرکش گھوڑا لایا گیا جو کسی کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا تھا۔ حکیم پاٹھے صاحب نے مہاراجہ سے ان کا تذکرہ کیا تو یہ وہاں خصوصی طور پر بلائے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ گھوڑا ان کے حوالہ کر دیا گیا۔ یہ اسپر بیٹھ کر غائب ہو گئے اور کافی وقت گذرنے کے بعد اس کو سدھا کر اور اس کی تربیت کر کے واپس لائے اور مہاراجہ کے حوالہ کر دیا۔

سیّد احمد یوسف صاحب کی بیوی کا نام محفوظ النساء تھا۔ اولاد نرینہ کوئی نہیں تھی۔ البتہ چار لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ امۃ الحفیظ، امۃ الکریم، امۃ الحمید، حفصہ۔ امۃ الحفیظ اور امۃ الکریم کے متعلق ہمارے پاس کچھ معلومات نہیں۔ امۃ الحمید کی شادی

قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے مشہور دینی خانوادہ میں عالی جناب متوّلی
سے ہوئی۔

حفصہ کی شادی جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب آنریری مجسٹریٹ سے ہوئی جن سے ایک لڑکے عالی جناب قاضی محمد ظفر صاحب قاضی شہر تولد ہوئے۔

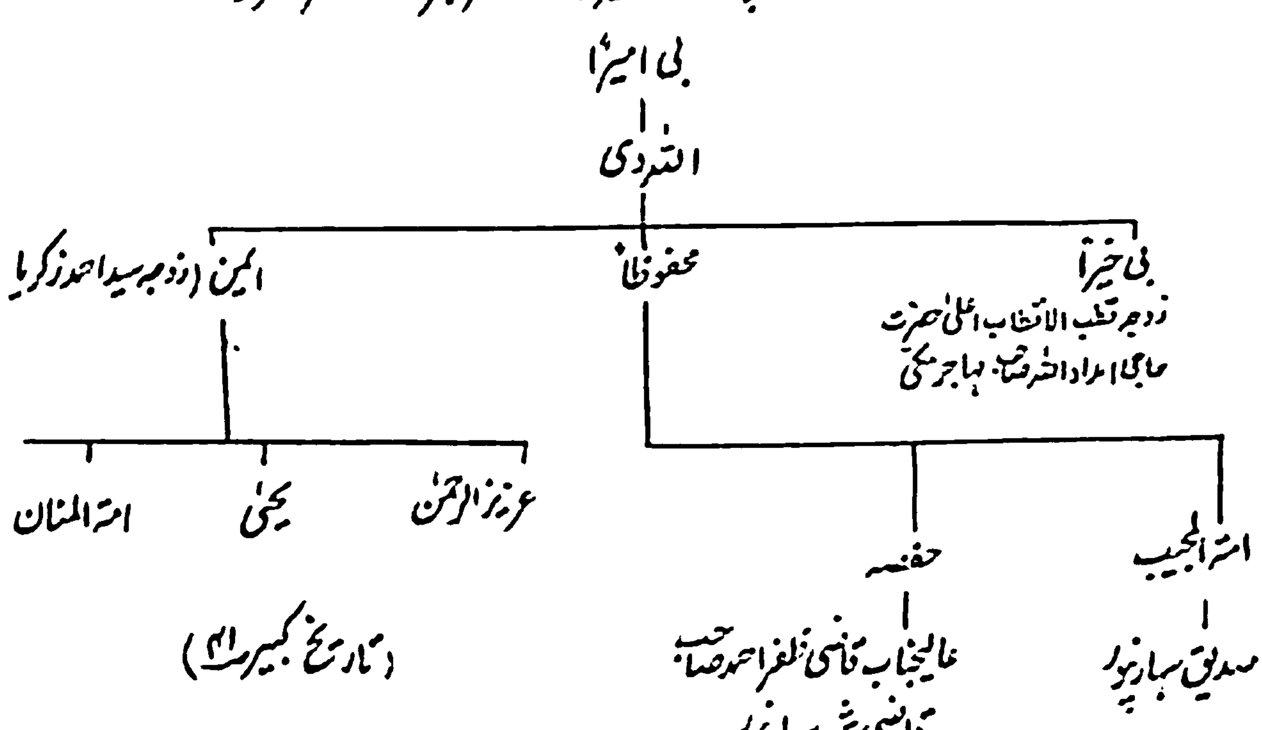
سیّد احمد زکریا

بعض شجروں میں ان کا نام سید احمد ذاکر بھی لکھا ہوا ہے۔ اپنے والد مرحوم کے ترکہ میں سے ان کو اور ان کے بھائی حکیم سید احمد حسن صاحب کو شہر سے دو میل باہر جانب شمال میں زمین ملی تھی۔ اس کا نام بعد میں حسن پور مشہور ہو گیا تھا۔ یہ زمین اب بھی اسی نام سے مشہور ہے اور شہری حدود میں آگئی ہے۔

سید احمد زکریا زیادہ تر حسن پور گاؤں میں رہتے تھے تاکہ کاشت کی دیکھ بھال اور نگرانی کرسکیں۔ آپ کی شادی مشہور عالم دینی قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کی نواسی کی بیٹی مسماۃ امِ امین سے ہوئی تھی۔ یہ بہت رحمدل اور مواقع خیر میں خرچ کرنے والی تھیں۔ غربار یتامیٰ اور بیوگان کے لئے کھانا پکوا کر تقسیم کرنیکا خصوصی اہتمام تھا۔

سید احمد زکریا کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔

لہ حضرت شیخ زاد مجدہ نے اس موقعہ پر تاریخ کبیر میں جو مختصر شجرۂ نسب تحریر فرمایا وہ یہ ہے۔



(تاریخ کبیر ص۱۴۱)

(۱) سید عزیز الرحمٰن عرف بہرا حکیم (۲) امۃ العزیز (۳) امۃ المنان (۴) حکیم محمد یحییٰ ۔

حکیم عزیز الرحمٰن آپ چونکہ بہرے تھے ، اسلئے "حکیم بہرے" کے نام سے مشہور تھے ، اور بالکل ناخواندہ تھے ۔ اپنے والد (سید احمد زکریا) کے انتقال کے بعد انھوں نے موضع حسن پور میں مستقل رہائش اختیار کرلی تھی ، کاشت بھی وہیں کیا کرتے تھے ۔ موضع حسن پور ان کی ہی ملکیت میں آگیا تھا ۔ قدیم کاغذات اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی اس دور کی روداوں میں آپ کے نام کے ساتھ متعدد جگہ "مالک موضع حسن پور" لکھا ہوا موجود ہے ۔

ان کا معمول تھا کہ سال میں ایک مرتبہ رئیس کی کھیر اور پلاؤ کی دعوت مظاہر علوم سہارنپور کے تمام طلبہ اور اساتذہ کی کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ دعوت میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ، اور مولانا ثابت علی صاحب بھی تشریف لائے ۔ دونوں حضرات پلنگ پر بیٹھے تھے اور حکیم عزیز الرحمٰن دعوت کے انتظام اور کھلانے میں مشغول تھے ۔ جب ان حضرات کے قریب پہنچے تو اپنی علمی کم مائگی یا شاید بے تکلفی میں ان ہر دو حضرات کو مخاطب کر کے کہا کہ "آج تم دونوں کو رئیس میں خوب نہلاؤں گا" مولانا ثابت علی صاحب تو حضرت کے احترام میں خاموش رہے ۔ لیکن حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ بڑی مشکل یہ ہے کہ بہرہ اپنی تو کہہ لیتا ہے لیکن دوسروں کی نہیں سن پاتا ۔ اس دعوت کا تذکرہ ۱۳۱۳ھ کی روداد مظاہر علوم میں بھی موجود ہے ۔

۱۳۱۸ھ میں اُن کی شادی مسماۃ ام کلثوم بنت حکیم سید احمد حسین صاحب سے ہوئی جیسا کہ روداد مظاہر علوم سے معلوم ہوتا ہے ۔ ایک لڑکی امۃ الحنان آپ کی یادگار تھی ، جو عالم جوانی میں سترہ۱۷ سال کی عمر میں انتقال کر گئی ۔

زوجۂ اولیٰ کے انتقال کے بعد حکیم عزیز الرحمٰن صاحب موصوف نے دو شادیاں اور کیں جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ حکیم صاحب موصوف کا انتقال دو شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۳ر نومبر ۱۹۴۰ء شب یکشنبہ میں ہوا ۔ عمر تقریباً پچاسی ۸۵ سال تھی ۔

(۲) امۃ العزیز ان کی شادی قاضی فضل الرحمٰن خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس سہارنپور سے ہوئی[۱] ، جن سے جناب ریاض احمد ، طفیل احمد ، منظہر احمد اور چار

---

[۱] یہ قاضی فضل الرحمٰن صاحب کی تیسری زوجہ ہیں ۔

لڑکیاں امۃ السلام۔ امۃ الرقیب، امۃ البصیر، امۃ الصبور پیدا ہوئیں۔

تاریخی اعتبار سے یہاں یہ چیز قابلِ تحریر ہے کہ امۃ السلام کی شادی مولانا حکیم مغیث الدین صاحب[۱] سہارنپوری خلیفہ حضرت سید احمد شاہ صاحب بریلوی کے پوتے حکیم رفیق احمد ابن مشتاق احمد سے ۱۳۲۰ھ میں ہوئی تھی۔ جناب محمد ہادی حسن، اور جناب شفیق احمد صاحبان آپ کی اولاد میں ہیں۔

(۳) امۃ المنان اور حکیم محمد یحیٰ ان کے متعلق کچھ معلومات فراہم نہیں ہو سکیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ امۃ المنان کا نکاح مولانا محمد صدیق ابن حکیم محمد عمر ابن حکیم سید احمد حسن عرف حکیم پاٹھا سے ہوا تھا۔ مولانا موصوف کے تفصیلی حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔

الحاج حکیم سید احمد یونس صاحب

آپ کی تاریخ پیدائش حتمی طور پر معلوم نہ ہو سکی۔ تاہم ایک وقف نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۲ء میں پیدا ہوئے۔

امارت و ریاست میں آپ اپنے سب بھائیوں سے بڑھ کر تھے۔ دینی حالت بھی بہت اچھی تھی۔ موضع کلسیہ کی جنگی کے قریب ایک بڑا قطعۂ زمین ان کے حصہ میں آیا تھا۔ جس میں

---

[۱] مولانا حکیم مغیث الدین صاحب شہر سہارنپور کے محلہ قاضی میں رہتے تھے۔ علمائے ربانیین میں آپ کا شمار تھا۔ مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی جیسے اربابِ زہد و تقویٰ سے آپ نے علم حاصل کیا۔ آپ شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتی کے مجاز تھے۔ لیکن جب حضرت سید صاحب بریلوی سہارنپور تشریف لائے تو شاہ عبد الرحیم صاحب انکے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور حکیم مغیث الدین صاحب کو بھی بیعت کرایا اور پھر سید صاحب نے دونوں کو اجازت بیعت اور خلافت مرحمت فرمائی۔

حکیم صاحب حضرت سید صاحب کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ معرکۂ بالاکوٹ اور اس کی پوری تاریخ پر آپ چشم شہادت بنے۔ معرکۂ جہاد کے بعد آپ واپس ہندوستان لوٹ آئے اور طبابت کے ذریعہ خلقِ خدا کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی نے آپ کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

"وکان عالما کبیرا صالحا تقیا متورعا ناسکا وقافا عند حدود اللہ واوامرہ ونواہیہ۔ محسنا الی الناس ینفعہم بعلمہ وبرہ وتجاربہ مع قناعۃ وعفاف" ابیاض ایدی ص ۱۱۶۔ نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۴۸۴

انھوں نے باغ لگایا۔ سب سے پہلے لوکاٹ انھوں نے کہیں سے فراہم کرکے اپنے باغ میں لگائے تھے۔ ان کے باغ میں کیلے کے بھی درخت تھے جن پر کثیر مقدار میں کیلا آتا۔ اور جو اُس زمانے میں دو ہزار روپے تک کے فروخت ہو جاتے تھے۔

آپ کا باغ سہارنپور کے ممتاز اور بہترین باغات میں سے تھا۔ شہر کے اصحاب اور نرسری کے شوقین حضرات کثرت سے آپ کے باغ میں جاتے اور اس کی بندش و حسن ترتیب سے متاثر ہو کر لوٹتے۔ سہارنپور سے شائع ہونے والے ایک رسالے (ماہنامہ باغ و بہار) نے اپنی اشاعت ستمبر ۱۹۱۱ء میں آپ کے باغ کے متعلق اپنے بلند خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس کو عمدہ اور اعلیٰ باغ لکھا تھا۔

آپ کے مزاج میں سخاوت اور داد و دہش خوب تھی۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور جب محلہ قاضی سے منتقل ہو کر موجودہ جگہ پر آیا تو آپ نے اظہار مسرت کے طور پر زردہ، پلاؤ کی دیگیں پکوا کر عمومی دعوت کی۔ ۱۲۸۳ھ میں مدرسہ مظاہر علوم کے لئے امدادی شرکا ر چندہ کی جو فہرست بنائی گئی تھی اسمیں آپ بھی بہ نفس نفیس شریک تھے۔ جیسا کہ روداد سنہ مذکورہ کے صفحے پر اس کی تصریح بھی ہے۔

مدرسہ قدیم کی تعمیر میں متعدد مرتبہ آپ نے چندہ دیا۔ متعدد طلبار کا کھانا آپ کے یہاں سے متعین تھا۔

مظاہر علوم سہارنپور کے مشہور اور قدیمی استاذ مولانا ثابت علی صاحب کا کھانا آپ نے اُس وقت سے ہی اپنے ذمہ لے لیا تھا جب وہ حصول تعلیم کی غرض سے مدرسہ میں داخل ہوئے تھے، مولانا موصوف ۱۲۹۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے استاذ بنائے گئے۔ لیکن کھانے کا یہ معمول اس کے بعد بھی کافی عرصہ تک اسی طرح برقرار رہا۔ حاجی سید احمد یونس صاحب کے انتقال کے بعد یہ ذمہ داری ان کے صاحبزادے حکیم محمد موسیٰ صاحب کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔

حکیم احمد یونس صاحب موصوف ۷، اربیع الثانی ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۸۸۹ء چہارشنبہ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے ممبر و رکن بنائے گئے۔ اور طے ہوا کہ ...... جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ سے ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں قاضی فضل الرحمٰن صاحب ڈپٹی محمد علی صاحب، دوسرے ہفتہ میں حکیم مشتاق و خواجہ احمد حسن صاحب، تیسرے ہفتہ میں

حکیم احمد یونس صاحب ومیر جمعیت علی صاحب مدرسہ کا معائنہ کیا کریں گے۔

مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب کیے جانے سے قبل بھی آپ مظاہر علوم کے خصوصی جلسوں اور اجتماعات میں شرکت کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ ۸ دسمبر ۱۸۸۹ء میں عالی جناب قاضی فضل الرحمن صاحب کی تحریک پر مدرسہ میں ایک خصوصی جلسہ منعقد ہوا جس میں عمائد شہر اور علماء کے علاوہ حکیم عزیز الحق صاحب، حکیم محمد اسحٰق صاحب، حکیم محمد صدیق صاحب، خلیفہ مجید الدین صاحب، حکیم احمد یونس صاحب نے بھی شرکت کی۔

۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں مظاہر علوم کے شعبۂ اہتمام سے صادر ہونے والے بعض احکامات وتجاویز پر آپ کے نام کے ساتھ "مہتمم مدرسہ عربی سہارنپور" بھی لکھا ہوا ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت آپ کو عہدۂ اہتمام بھی سونپا گیا ہو۔ رکنیت کے اس عہدہ پر آپ آخر حیات تک فائز رہے۔

مظاہر علوم کے ابتدائی دور کے سالانہ جلسوں میں آپ مہمانوں کی خاطر مدارات فراخدلی سے کرتے تھے۔ شرکاء جلسہ کو ان کی اور حکیم محمد اسحٰق صاحب وحکیم محمد صدیق صاحب کی طرف سے پان الائچی تقسیم ہوتی تھی۔ مظاہر علوم کی ۱۳۱۵ھ کی روداد میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔

ماہ شعبان میں جب بخاری شریف ختم ہوتی تو اس موقعہ پر بڑے اہتمام سے مٹھائی منگواکر اساتذہ وطلباء میں تقسیم کراتے۔ سال میں متعدد مرتبہ اپنے باغ کے متفرق میوہ جات امرود، ناسپاتی، آم اور آڑو وغیرہ بڑی تعداد میں منگواکر مدرسہ کے طلباء میں تقسیم کرتے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مظاہر علوم کے روداد نویس ۱۳۱۳ھ کی روداد میں لکھتے ہیں:۔

"بعض حضرات رؤسائے شہر مثل حکیم احمد یونس صاحب ممبر مدرسہ وغیرہ کے دیگر میوہ جات موسمی سے مدرسہ کو یاد فرماتے ہیں۔ اور ایسا ہی بعض حضرات اپنے عقد ولائم میں مدرسہ کو فراموش نہیں فرماتے۔ حق تعالیٰ ان کی ہمت وتوفیق میں برکت عطا فرمائے اور دوسرے حضرات کو اس خیر کی طرف رغبت دیوے۔ آمین۔"

(روداد بحوالہ مذکورہ ص۶۹)

سات شوال ۱۳۰۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ذمہ دار حضرات نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ ہر محلہ میں مسلمانوں کے گھروں میں ایک ایک مٹی کا برتن رکھوا دیا جائے اور صبح وشام

اسمیں مدرسہ کے لئے ایک ایک چٹکی آٹے کی ڈالدی جائے اور جب وہ معتدبہ مقدار میں جمع ہوجائے تو اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت مدرسہ میں داخل کردی جائے۔

شہر اور محلہ شیخ صاحبان کے بہت سے اصحاب خیر نے ارباب مدرسہ کی اس تجویز کو سراہا اور اس پر عمل درآمد کیا۔ ہمارے گھرانے کے حضرات نے بھی اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے حکیم سید احمد یونس صاحب نے ۱۳ شوال ۱۳۰۷ھ سے، حکیم سید احمد یوسف صاحب نے ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ سے، حکیم فضل حق صاحب نے ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ سے اور حکیم سید احمد حسین صاحب نے ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ سے اپنے اپنے گھروں میں اس مشورہ کا عملی طور سے آغاز کیا۔ اور باقاعدہ طور پر اپنے یہاں اس کا نفاذ کیا۔

حکیم عزیز الرحمٰن صاحب اس زمانے میں اپنے گاؤں حسن پور میں رہتے تھے، انھوں نے ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ سے اپنے علاقہ میں اس کا اہتمام کیا۔ مظاہر علوم سہارنپور کی روداد بابت ۱۳۰۷ھ کے صفحہ ۴ اور صفحہ ۸ پر یہ سب تفصیل موجود ہے۔

کمپنی باغ کی مسجد سے آپ کو خصوصی لگاؤ اور تعلق تھا۔ کمپنی باغ کے اس وقت کے نگراں مسٹر گولن سے بھی آپ نے اپنا ربط و ضبط قائم کر رکھا تھا۔ مسجد کے سلسلہ کی بہت سی قانونی مشکلات اور ضرورتیں اس کے ذریعہ حل کراتے تھے۔ اپنے تایا سید محمد بخش صاحب نقیہ کی قبر کی تعیین، اس کی درستگی اور چہار دیواری آپ نے مسٹر گولن کے توسط سے ہی کرائی تھی آپ نے قبر کا حصہ متعین کراکر خاردار تاروں کے ذریعہ اس کو محفوظ بنادیا تھا۔

ہمارے محلہ کی مسجد ”مسجد حکیمان“ سے بھی آپ کو بڑا تعلق تھا، اس کی اصلاح و تعمیر پر آپ نے کافی رقم خرچ کی۔ اس کی چھت پہلے کڑیوں کی تھی۔ اس کی تبدیلی، جدید چھت (ڈاٹ وغیرہ) دیواروں پر پلاسٹر اور بیل بوٹے ان کی ہی بنوائی ہوئی ہیں۔ حتی المقدور اسی مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ دور دراز سے بھی اس کی کوشش کرتے کہ یہاں پہنچ کر نماز ادا کریں۔

اپنے لئے انھوں نے ایک گھوڑی بھی پال رکھی تھی جس پر سوار ہوکر روزانہ باغ میں آتے جاتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ گھوڑی حکیم محمد یعقوب صاحب نے خرید لی تھی۔

حکیم محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانے میں سوڈا واٹر تیار ہوکر بازار میں آیا تو اس کے متعلق اکثر لوگوں کو خلجان تھا کہ یہ شراب کی قسم کی کوئی چیز تو نہیں؟ میں ایک مرتبہ

اپنے مکان سے متصل ایک دوکان پر اس کو خرید کر پی رہا تھا کہ حاجی احمد یونس صاحب نے مجھ کو دیکھ لیا۔ دور سے آواز دے کر اور میرا نام لیکر کہا کہ ناپاک، ناپاک، اسے پھینک دو۔ چنانچہ ان کے فرمانے پر میں اس کو چھوڑ کر چلا آیا۔

آپ اپنے علاقہ، درہ کوٹ ملہ، کے نمبردار بھی تھے۔ مالگذاری اور آبپاشی کی رقوم وصول کر کے تحصیل تک پہنچایا کرتے تھے۔

حکام اور شہر کے ذمہ داروں سے آپ کی گہری ملاقات تھی۔ کلکٹر وغیرہ بھی آپ سے ملتے رہتے۔ ایک مرتبہ کلکٹر نے شہر میں ہیضہ پھیل جانے کی بنا پر امرود کی خرید و فروخت بند کردی اور شہر میں امرود لانا قانوناً رد کردیا۔ اس حکم کی وجہ سے ان لوگوں کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا جو پھلوں بالخصوص امرود کے باغات رکھتے تھے اس موقع پر شہر کے بڑے تاجر آپ کے پاس آئے اور اس پر زور دیا کہ آپ اپنے اثر و رسوخ سے کام لیکر یہ قانونی بندش ختم کرائیں۔

حکیم صاحب نے اس پابندی کو ختم کرنے کے لئے عملی طور پر یہ قدم اٹھایا کہ امرودوں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا لیکر کلکٹر کے بنگلہ پر پہنچے۔ اس نے احتجاج کیا کہ یہاں کیوں لائے ہو؟ آپ نے کہا کہ میں صرف یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ امرود بذاتِ خود نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان یہ تو حکمِ الٰہی کا تابع ہے۔ اس سے ہیضہ نہیں پھیلتا۔ اور میں آپ کے سامنے پیٹ بھر کر یہ امرود کھاتا ہوں دیکھ لینا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کو دکھا دکھا کر خوب کھائے اور ہیضہ کا کوئی اثر تک نہیں ہوا۔

اس واقعہ سے متاثر ہو کر کلکٹر نے اپنا حکم واپس لے لیا اور امرود پر سے پابندی ہٹالی۔

آپ حج و زیارت سے دو مرتبہ مشرف ہوئے۔ پہلی مرتبہ [1] میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۱۲ھ میں۔ اس دوسرے سفر میں آپ کے بیٹے حکیم محمد موسیٰ اور حکیم محمد عیسیٰ بھی ساتھ تھے۔

---

[1] تلاش و جستجو کے باوجود اس کی تحقیق نہ ہوسکی کہ آپ کا پہلا حج کس سنہ میں ہوا۔ واقعات کی مختلف کڑیاں جوڑنے سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حج ۱۳۰۰ھ سے لیکر ۱۳۱۱ھ تک کے درمیان ہوا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے سفر میں آپ اپنی والدہ رحیم النساء اور اپنے مرحوم بیٹے مولوی محمد عثمان کی بیوہ کو بھی اپنے ہمراہ حجاز لے گئے تھے۔ اور مولوی محمد عثمان کا وصال ۱۳۰۳ھ میں ہوا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ۱۳۱۲ھ میں آپ کا دوسرا سفرِ حج ہمیں مظاہر علوم کی روداد سے معلوم ہوا۔

نکاح حاجی سید احمد یونس صاحب نے پہلا نکاح کہاں کیا اور کب کیا یہ معلوم نہ ہو سکا، البتہ اس اہلیہ اولیٰ سے آپ کے چار لڑکے ہوئے (۱) حافظ محمد عمر (۲) حافظ مولوی محمد عثمان (۳) محمد یحییٰ (۴) محمد خلیل۔

دوسرا نکاح آپ نے مساۃ امۃ الشکور عرف زندی بنت جناب ساجد علی سے کیا۔ ان سے دو لڑکے حکیم محمد موسیٰ، حکیم محمد عیسیٰ اور تین لڑکیاں فاطمہ خاتون، عائشہ خاتون اور صدیقہ خاتون تھیں۔

آپ کی زوجۂ ثانیہ۔ امۃ الشکور عرف زندی" نے ایک اراضی مدرسہ مظاہر علوم کو وقف کی تھی۔ اس وقف کا تذکرہ روداد میں بھی موجود ہے۔ اس موقعہ پر مساۃ امۃ الشکور نے جو وثیقہ نامہ تحریر کیا تھا وہ روداد مظاہر علوم سہارنپور بابت ۱۳۰۹ھ کے ص۴۲ پر موجود ہے۔ اور اسی سے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"نقل عبارت وثیقہ رجسٹری شدہ۔ ہبہ نامہ جائداد جو زوجہ حکیم محمد یونس صاحب رئیس سہارن پور ممبر مدرسہ ہٰذا نے واسطے امداد مدرسۂ ہٰذا کے عطا کی۔ یہ ہے۔

منکہ مساۃ امۃ الشکور عرف زندی بنت ساجد علی زوجہ حکیم سید محمد یونس قوم سید پیشہ زمینداری ساکنہ سہارن پور کی ہوں۔ جو کہ میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل خود بنظر حصول ثواب کلی و تمامی تعدادی پنج بیگہ پختہ اراضی مزروعہ مندرجہ نمبر تین، کھیوٹ منضبطہ و نمبر ۲۹۰ کھیوٹ معافی کم از دہ بیگہ حسب تفصیل ذیل واقعہ درہ کوٹ تلہ سواد سہارنپور مع جملہ حقوق متعلقہ اس کے کہ جس کی منمقرہ اس وقت تک مالکہ و قابضہ ہے۔ مالیتی مبلغ چار سو روپیہ بنام مدرسہ عربیہ موسومہ مظاہر علوم واقع شہر سہارن پور مذکور ہبہ و بخشش کر دی۔ اور قبض و دخل اپنا اراضی مذکورہ سے اٹھا کر قبض و دخل مدرسۂ مذکور کا بذریعہ حکیم سید محمد یونس مذکور متولی مدرسۂ مذکور اس پر بخوبی کرا دیا۔

لہٰذا میں اقرار کرتی ہوں اور لکھ دیتی ہوں کہ اب منمقرہ یا ورثائے قائم مقام منمقرہ کو نسبت اراضی مذکور بجمیع الوجوہ کسی نوع کا دعویٰ یا واسطہ باقی نہیں رہا اور نہ آئندہ کو ہوگا۔ اور جس قدر آمدنی سالانہ منافع اراضی مذکور سے بعد ادائے مالگذاری سرکار بسربراہی حکیم محمد یونس مذکور حاصل ہوا کرے۔ وہ

اخراجات مدرسہ مذکور میں صرف ہوتے رہے۔ وصول وغیرہ کا اختیار ہمیشہ حکیم محمد یونس یا ان کے قائم مقام کو ہوگا۔ مگر دیگر متولیانِ مدرسہ کو یہ اختیار ہوگا کہ جب چاہیں حساب آمدنی وخرچ اراضی مذکور کا ان سے سمجھ لیں۔

اور یہ بھی اقرار ہے کہ جب تک مدرسہ مذکور ہمیشہ سہارن پور میں قائم رہے۔ بدستور منافع اراضی مذکور اس کے مصارف میں صرف ہوتا رہے۔ الّا کسی وقت میں کسی متولی مدرسہ کو اراضی مذکور کے منتقل کرنے کا بذریعہ بیع یا رہن یا دوسرے کسی قسم سے اختیار نہیں ہوگا۔

اگر کسی وقت میں خدانخواستہ مدرسہ مذکور قائم نہ رہے تو منافع اراضی مذکور کا کسی دوسرے کارِ خیر میں صرف ہوا کرے گا۔ مگر کسی حالت اور کسی صورت میں کوئی شخص متولی وغیرہ اراضی مذکور کو منتقل نہیں کرسکے گا۔ اور نہ کسی وقت میں میرے کسی قائم مقام یا متقرہ کو نسبت اراضی مذکور دعویٰ ملکیت یا واپسی ہبہ کا ہوگا۔

اس واسطے یہ چند کلمے بطریق ہبہ نامہ کے لکھدیے کہ سند ہوں اور کام آئیں۔ المرقوم ۲ جمادی الثانی ۱۳۰۹ھ مطابق ۳ جنوری ۱۸۹۲ء

حکیم سید احمد یونس صاحب نے جائداد کا یہ عطیہ اپنی اہلیہ کی جانب سے مظاہر علوم سہارنپور کو اس کے جلسہ سالانہ منعقدہ یکم رجب ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۸۹۳ء یوم جمعہ میں پیش کیا تھا۔ اس وقف سے جو آمدنی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے خاص تھی وہ حکیم احمد یونس صاحب بڑے اہتمام سے مدرسہ میں داخل کیا کرتے تھے۔ روداد نویس اس وقف کے متعلق ۱۳۱۱ھ کی روداد میں لکھتے ہیں کہ ــ!

ہمارے ممبر مدرسہ جناب حکیم احمد یونس صاحب نے بغرض استحکام چندہ جو زمین بنام مدرسہ وقف کی تھی، گو تولیت اس کی اپنے خاندان پر منحصر رکھی تھی مگر امسال اس کے منافع کی بابت دس روپے پاؤ آنہ داخل مدرسہ ہوئے، اور حساب چندہ لغایت ۱۳۱۰ھ حکیم صاحب نے بیباق کردیا۔ (روداد ۱۳۱۱ھ ص۱۲)

حکیم صاحب کی طرف سے مظاہر علوم کیلئے ایک وقف

۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں حکیم احمد یونس صاحب

نے اپنی جانب سے ایک آراضی جو اس وقت کی مالیت کے اعتبار سے ایک ہزار روپیہ کی تھی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مسجد کمپنی باغ اور مسجد حکیمان کے لیئے وقف کی ۔ ۱۳ اپریل ۱۸۹۵ء میں اس کے لیئے وثیقہ نامہ لکھا گیا ۔ اور پندرہ اپریل میں باجلاس سید احمد شاہ سب رجسٹرار سہارنپور بغرض رجسٹری پیش ہوا ۔

وفات حکیم سید احمد یونس صاحب کا انتقال جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں ہوا ۔ اپنے باغ سے ملحق قدیم جدی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔

آپ کے حادثہ انتقال کا تذکرہ مظاہر علوم سہارنپور کی روداد میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے ۔

"حکیم احمد یونس صاحب رئیس سہارنپور و رکن مدرسہ ہٰذا نے ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں انتقال فرمایا ۔ حکیم صاحب ممدوح ہر ایک امر خیر مہتم بالشان میں پیش قدمی فرماتے تھے اور اسلام و اہلِ اسلام کے تہہ دل سے خیر خواہ تھے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مغفرت فرما کر جنت المعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے ، اور وابستگان کو صبر و شکیبائی و اجر جزیل عطا کرے ۔ آمین ثم آمین"

(روداد مدرسہ ۱۳۱۵ھ ص ۲)

اولاد اہلیہ اُولیٰ اور اہلیہ ثانیہ سے آپ کے جو اولاد ہوئی اس کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے ۔

(۱) حافظ محمد عمر جامعہ مظاہر علوم کے تعلیمی ریکارڈ کے مطابق ان کی پیدائش ۱۲۷۸ھ میں ہوئی ، قرآن پاک گھر پر حفظ کیا ، اردو ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم بھی گھر پر ہی حاصل کی ۔ بہت خوش آواز تھے ، شب میں قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا ۔ خاندانی بزرگوں سے کافیہ اور ہدایۃ النحو تک پڑھ کر ـــــ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور شرح جامی ، قدوری ، شرح تہذیب پڑھی ۔ سالانہ امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوئے جس پر انعام میں شرح وقایہ ، رکن اعظم ، مرقع ، قول جازم ملیں ۔ ۱۳۰۰ھ میں قطبی پڑھی شرح نقہ اکبر اور تحفۃ المصلے انعام میں حاصل کیں ۔ ان کتابوں میں آپ کے استاذ ، مولانا جمعیت علی صاحب ، مولانا ثابت علی صاحب اور مولانا عبدالعلی صاحب تھے ۔ آپ تعلیمی میدان میں اس سے آگے نہ بڑھ

سکے۔ اور قطبی وغیرہ تک پڑھ کر دوسرے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی شادی جناب حکیم فضل حق صاحب کی صاحبزادی مساۃ بھوری سے ہوئی تھی۔ یہ بھی حافظہ تھیں۔ ولادت کے موقعہ پر ان کا انتقال ہوا۔ حکیم محمد عمر صاحب نے کچھ زیادہ عمر نہیں پائی، جوانی ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

مظاہر علوم کے دور اول میں جب کہ اس کے کتب خانہ میں درسی کتابوں کی تعداد کم تھی اور حسب ضرورت ان کی خریداری کی وسعت اور طاقت مدرسہ کو حاصل نہیں تھی تو علم دوست حضرات اپنے ذاتی کتب خانوں کی کتابیں عاریۃً کتب خانہ مظاہر علوم میں جمع کرا دیتے تھے۔ تاکہ طلبہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ہمارے محدود علم کے مطابق یہ صورت حال جامعہ میں ۱۳۲۰ھ تک رہی۔ ان علم دوست حضرات میں عالی جناب شیخ حافظ محمد فضل حق صاحب، جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب، حکیم حافظ محمد عمر صاحب، حکیم حافظ محمد عثمان صاحب، حکیم محمد موسیٰ صاحب بھی تھے۔ ان حضرات نے اپنی ذاتی کتابیں بڑی تعداد میں کتب خانہ میں جمع کرائیں۔ جناب شیخ حافظ فضل حق نے تقریباً چالیس کتابیں مختلف علوم و فنون کی جمع کرائیں جو ان کے صاحبزادگان کو شعبان ۱۳۱۱ھ میں واپس کی گئیں۔ قاضی فضل الرحمٰن صاحب نے حدیث، فقہ، تفسیر اور لغت کی چودہ کتابیں (جن میں نو قلمی تھیں) ۱۳۰۶ھ میں جمع کرائیں۔ حافظ حکیم محمد عمر صاحب اور مولوی حافظ محمد عثمان صاحب نے تفسیر حدیث، طب، منطق، فقہ اور ادب کی اکیاون کتابیں ۳۲ صفر ۱۳۰۱ھ میں جمع کرائیں، حکیم محمد موسیٰ صاحب نے ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ میں متعدد کتابیں جمع کرائیں، ایک طویل عرصہ تک طلباء نے ان کتابوں سے استفادہ کیا اور اپنے اساتذہ سے ان میں درس لیا۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ میں ہر سہ مؤخر الذکر حضرات کی یہ کتابیں ارباب مدرسہ نے حکیم سید محمد موسیٰ صاحب کے توسط سے واپس کیں۔

(۲) مولوی حافظ محمد عثمان

محتاط اندازہ کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔

خاندانی دستور اور رواج کے مطابق آپ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد تعلیم کی طرف متوجہ ہو کر ۱۲۹۳ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے فارسی نصاب کا آغاز کیا اور دستور الصبیان، نصاب الصبیان وغیرہ پڑھ کر ۱۲۹۵ھ میں شرح جامی، قطبی پڑھنے والی جماعت میں شریک ہوئے، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گنگوہی (جو بعد میں حکیم اجمیری کے نام سے مشہور ہوئے اور دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر

بنائے گئے) اس جماعت میں آپ کے خصوصی رفقاء میں سے تھے۔ ۱۲۹۹ھ میں آپ نے
شرح جامی، قطبی تصورات پڑھی۔ مختلف سالوں کے سالانہ امتحان میں آپ معیاری نمبرات
سے کامیاب ہوئے جس پر آپ کو انعام میں شرح الشرح، سراجی، مسلم الثبوت تحفہ صدیقیہ
طب یوسفی، افادہ در ناسخ و منسوخ وغیرہ کتب دی گئیں۔ مولانا حافظ عبداللطیف
صاحب دیوبندی آپ کے ہم جماعت تھے۔

۱۳۰۰ھ میں آپ نے مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی، مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری
مولانا پیر محمد صاحب سہارنپوری سے مشکوٰۃ شریف پڑھی، جماعتِ مشکوٰۃ میں اس سال آٹھ طلباء تھے۔
۱۳۰۱ھ میں آپ نے ترمذی اور اسی کے ساتھ مشکوٰۃ شریف (دوسری مرتبہ) پڑھی
سالانہ امتحان میں اٹھارہ ۱۸ نمبرات سے کامیاب ہوئے، آپ کی ان دونوں کتابوں
کا سالانہ امتحان تقریری طور پر حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ
نے چوبیس ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ میں لیا۔ مجموعی طور پر آپ ذی استعداد اور کثیر المطالعہ
تھے، جس کی وجہ سے سالانہ امتحان میں عمدہ نمبرات سے کامیاب ہوئے تھے۔

۱۳۰۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم سے فراغت حاصل کی۔ روداد ۱۳۰۲ھ کے صفحہ (۸)
پر آپ کے بارے میں تحریر ہے کہ۔!

"مولوی حافظ محمد عثمان خاص سہارنپور، تحصیل تمام و کمال صحاح ستہ سے مشرف ہوئے"

دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر آپ نے بیضاوی شریف اور درمختار پڑھنی شروع کی،
لیکن چند ماہ بعد مختصر سی علالت میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی تاریخ وفات تین شوال
۱۳۰۳ھ مطابق چھ ۶ جولائی ۱۸۸۶ء ہے۔ مظاہر علوم سہارنپور کے روداد نویس اس سانحہ کا
تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔!

"مولوی حافظ محمد عثمان خاص سہارنپوری جو ابتداء کتب فارسی سے لیکر صحاح ستہ
و درمختار و مطول وغیرہ تک پڑھ چکے تھے اور مرد نیک غریب تھے۔ ماہ شوال
میں اُن کا انتقال ہوا" انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (روداد ۱۳۰۳ھ ص ۹)

مولوی محمد عثمان مرحوم کی شادی مسماۃ امۃ الحفیظ بنت رشید الدین سے ہوئی۔ ایک لڑکا

بھی تولد ہوا۔ جو پانچ۔ چھ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں مسماۃ امۃ الحفیظ کا بھی انتقال ہوگیا۔

(۳) محمد یحییٰ سہارنپوری (۴) محمد خلیل سہارنپوری حکیم سید محمد یونس کے ان دونوں بچوں کے متعلق کسی بھی قسم کی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ زوجۂ اولیٰ کی وفات کے بعد حاجی سید احمد یونس نے دوسری شادی مسماۃ امۃ الشکور سے کی' ان سے جو اولاد آپ کے یہاں ہوئی وہ یہ ہے۔

(۵) حکیم محمد موسیٰ صاحب آپ کی صحیح تاریخ پیدائش ہماری نظروں سے اوجھل ہے تاہم بعض تاریخی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک اور ابتدائی اردو دینیات کی تعلیم گھر پر رہ کر حاصل کی۔

۱۳۱۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے کر ——— حمد باری گلستاں ہکتوب احمدی پڑھی۔ ان تینوں کتابوں میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیوبندی آپ کے استاذ تھے۔

۱۳۱۳ھ میں آمدنامہ۔ گلستاں (مکرر) انشائے دلکشا پڑھی۔ پوری جماعت میں آپ نمایاں اور امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، ۱۳۱۴ھ میں آپ نے انوار سہیلی، بوستاں پڑھی۔ حساب۔ تفریق۔ تحریر املا کی مشق بھی اسی سال کی۔

فارسی نصاب مکمل کرنے کے بعد آپ کی عربی تعلیم کا آغاز ہونے والا ہی تھا کہ والد محترم جناب حکیم سید احمد یونس صاحب کا وصال ہوگیا۔ اور آپ گھر، باغ اور جائیداد کی ذمہ داریوں میں الجھ گئے اور تعلیم پوری نہ کر سکے۔ والد صاحب کے انتقال کے وقت انکی عمر بندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ سال کی تھی۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی طبیعت میں رئیسانہ شان آتی گئی۔ اس وقت ان کی ریاست اور باغ کی آمدنی پورے شباب پر تھی۔ گھوڑا گاڑی اور اعلیٰ قسم کے بیلوں کی جوڑی اور بہلی رکھتے تھے۔ پان کھانے کا ذوق تھا۔ عمدہ سے عمدہ پان استعمال کرتے تھے، لکھنؤ

آنے جانے والے بے تکلف احباب سے وہاں کے بیگمی پان اکثر منگاتے رہتے تھے۔

حکیم موسیٰ صاحب اپنے والد ماجد کے ہمراہ حج و زیارت کے لئے بھی گئے تھے، اُس وقت ان کی عمر تقریباً دس، گیارہ سال کی تھی۔ وہاں ان دونوں حضرات نے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی بھی زیارت کی، اور آپ کی مجلسوں میں بکثرت حاضری دی۔

آپ کا پہلا نکاح ماہ ذی الحجہ ١٣١٧ھ میں دیوبند میں ہوا۔ خاندان کے تقریباً تمام افراد اس موقعہ پر جمع تھے۔ اس نکاح کا تذکرہ رو داد مظاہر علوم بابت ١٣١٧ھ میں بھی ہے۔

اس زوجۂ اولیٰ سے ایک لڑکا محمد خضر تھا۔ یہ بہت خوبصورت اور بھورے رنگ کا تھا۔ اسی وجہ سے "بھورے" کے نام سے مشہور تھا۔ ربیع الثانی ١٣٤٤ھ مطابق اکتوبر ١٩٢٥ء میں دفعۃً ان کا انتقال ہوا ——— مشہور یہ ہے کہ اس مرحوم نے مغالطہ میں آکر کوئی زہریلی دوا کھالی تھی۔

محمد خضر سترہ جولائی ١٩٢١ء میں جمعیت رضا کاران خلافت شہر سہارنپور کے ممبر بنے اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔

رجسٹر رضا کاران خلافت شہر سہارنپور میں یہ اندراج اس طرح ہوا ہے۔

"محمد خضر صاحب پسر حکیم محمد موسیٰ صاحب سید عمر ١٧ سال نمبر مکان ١٥/١٩٥٤ متصل مدرسہ مظاہر علوم محلہ مفتی حلقہ شمالی سہارنپور، ایک دکان ہیرزم سوختنی و عمارتی خواندہ ہیں۔ سابق انجمن رضا کاران کے ممبر تھے، ١٧ جولائی ٢١ء میں جمعیۃ رضا کاران کے عارضی ممبر بنائے گئے۔"

اس زوجۂ اولیٰ کے انتقال کے بعد حکیم موسیٰ صاحب نے دوسرا نکاح محلہ قاضی سہارنپور میں سماۃ خدیجہ خاتون دختر مولانا حکیم مشتاق احمد صاحب[1] مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے کیا۔

---

[1] مولانا حکیم مشتاق احمد صاحب آپ شہر سہارنپور کے مشہور و برآوردہ حضرات میں سے تھے۔ ایک زمانہ میں ریاست ٹونک میں ملازم بھی رہے۔ بیعت و ارشاد کا تعلق شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی سے تھا۔ صاحب کشف بزرگوں میں تھے۔ مدرسہ مظاہر علوم کے ابتدا ہی سے معاون اور بہی خواہ بن گئے تھے۔ اکثر مدرسہ کے طلبا کو ←

ان سے ایک لڑکی قدرت الٰہی نکاح کے تقریباً پندرہ۱۵ بیس۲۰ سال بعد پیدا ہوئی، خدیجہ خاتون کا انتقال بیس۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰، جون ۱۹۳۷ء دس۱۰ بجے شب میں ہوا۔ انتقال سے قبل بواسیر دموی میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب کے قدیمی باغ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

قدرت الٰہی کی شادی اٹھارہ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ مطابق چار۴ جون ۱۹۴۲ء شب جمعہ میں حافظ اسرار الحق ابن حکیم سراج الحق ابن جناب حکیم فضل حق صاحب سے ہوئی، ایک لاکھ ساٹھ ہزار ٹکے مہر کے مقرر ہوئے۔

حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ حسن اتفاق سے اسی تاریخ میں تشریف لے آئے حکیم محمد یعقوب صاحب نے اس تقریب میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو بھی مدعو فرمالیا، شادی کے کچھ عرصہ بعد حافظ اسرار الحق کی دماغی حالت خراب ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے جنگلوں اور باغات میں پھرتے رہتے تھے۔ اپنے باغ کے کنویں میں جس پر کوئی منڈیر وغیرہ بھی نہیں تھی، مغالطہ میں گر گئے، اُس وقت وہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے خشک تھا۔ سیدھے رُخ جا کر گرے اور فوراً انتقال کر گئے، اس حادثہ کی تاریخ گیارہ۱۱ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۸، دسمبر ۱۹۴۴ء یوم جمعرات ہے۔ جمعہ کی صبح کو تدفین عمل میں آئی۔ اُس وقت اُن کی

← امتحان بھی لیتے۔ اولیں مرتبہ آپ نے ماہ شعبان ۱۳۰۸ھ میں مدرسہ کا سالانہ امتحان لیا۔ ———

——— ۱۳۱۱ھ میں آپ جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے، اخیر تک آپ ممبر رہے۔

مشہور و معروف شاعر و ادیب مولوی مجیب احمد تمنائی آپ کے فرزند تھے اور حیدر آباد دکن میں مقیم تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں حکیم صاحب موصوف نے وفات پائی۔ حادثۂ انتقال کی خبر دیتے ہوئے مرتب روداد لکھتے ہیں کہ:۔

"..اس دفعہ ایک حادثہ یہ پیش آیا کہ حکیم مشتاق احمد صاحب طبیب اس دارِ فانی سے بعالم جاودانی تشریف ←

← فرما ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حکیم صاحب موصوف عالم باعمل اور فاضل اجل، مفتی شہر، طبیب حاذق، رکن ملا کے تھے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائے۔ آمین بجر سالسرن لصاد۔"
(روداد مظاہر علوم ۱۳۱۶ھ ص)

آپ کے والد ماجد کا اسم سامی مولانا حکیم مغیث الدین صاحب ہے۔ جو حضرت سید احمد صاحب شہید نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں ہونے کے باوصف آپ کے رفقاء جہاد میں سے تھے۔"

عمر تیئس سال تھی۔ اس رشتۂ مناکحت سے ایک لڑکی ۲۹ اپریل ۱۹۴۳ء مطابق بائیس ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ جمعرات کو پیدا ہوئی جس کا نام نجمہ روحی[۱] رکھا گیا۔ اور دوسری لڑکی پانچ فروری ۱۹۴۵ء بروز دوشنبہ تولد ہوئی جس کا نام نیر سعادت عرف صبوحی[۲] تجویز ہوا۔

شوہر اول (حافظ اسرار الحق) کی وفات کے بعد قدرت الٰہی کی دوسری شادی جناب وکیل عرفان الحق صاحب پسر حکیم سراج الحق صاحب سے ہوئی۔ اس نکاح کی تاریخ ۱۲ شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۴۷ء یوم چہار شنبہ بعد مغرب ہے۔ بعوض مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ یہ نکاح عالی جناب قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر نے پڑھایا۔

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ یکم فروری ۱۹۶۹ء یک شنبہ کی شب میں قدرت الٰہی کا بعارضہ ورم جگر انتقال ہوا۔ حضرت شیخ زادہ مجیدہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ عمر تقریباً ترپن ۵۳ سال تھی۔

حکیم محمد موسیٰ صاحب نے تیسری شادی مسماۃ بشیر سلطان سے کی۔ اُن سے آپ کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انیس ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ (۱۴ فروری ۱۹۸۲ء) بروز یکشنبہ مسماۃ بشیر سلطان کا انتقال ہُوا۔ قبرستان قدیم میں تدفین عمل میں آئی۔ عمر تقریباً پچانوے ۹۵ سال پائی۔

حکیم محمد موسیٰ صاحب کا انتقال ۲۷ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۸ء شب شنبہ میں ڈھائی بجے ہوا۔ عمر تقریباً اسّی سال تھی۔ اپنے قدیم قبرستان واقع احاطہ باغ میں تدفین عمل میں آئی۔

مظاہر علوم کا روداد نویس آپ کے حادثۂ انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔

> ۲۷ شوال ۱۳۷۷ھ کی شب میں حکیم محمد موسیٰ صاحب رئیس محلہ مفتی نے انتقال فرمایا۔ اِنّا للہ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون۔ موصوف پُرانی وضع کے افراد میں سے

---

[۱] مسماۃ نجمہ روحی کی شادی بتاریخ یکم صفر ۱۳۹۲ھ / ۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء میں جناب حکیم محمد زفر ولد جناب محمد عمر ساکن محلہ ہاوالا مظفر نگر سے ہوئی۔ موجودہ اولاد یہ ہے: فرحانہ ترنم شبانہ انجم، شاہانہ تبسم۔

[۲] مزید تفصیلات و معلومات آخر کتاب میں ملاحظہ کریں۔

تھے۔ خدّام مدرسہ سے بہت خلوص و محبت کے ساتھ ملتے تھے، اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے باغ سے مختلف پھل ہمیشہ طلبہ کیلئے مرحمت فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ مرحوم کو جنت الفردوس کی نعمتوں سے نوازے آمین۔ (روداد ۱۳۷۰ھ ص ۱۶)

۱۳۴۲ھ میں آپ نے اپنی موروثہ جدی کتب میں سے کچھ کتابیں جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے کتب خانہ میں داخل کیں۔ اس ذخیرہ کتب کی تفصیلات روداد مظاہرعلوم بابت ۱۳۴۲ھ کے صفحہ (۱۴۶) پر مرقوم ہیں۔

(۶) حکیم محمد عیسیٰ صاحب یہ اپنے تمام بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، اُردو فارسی کی تعلیم مدرسہ مظاہرعلوم میں حاصل کی۔ باغبانی اور کاشتکاری کا آپ کو بڑا ذوق تھا۔ نئی نئی تدبیریں ایجاد کرتے رہتے۔ اپنا ذاتی باغ بھی تھا جسمیں مختلف قسم کے پھل تھے۔ لیکن نہ معلوم کیا بات تھی کہ مالی مشکلات اور تنگی میں الجھے رہتے ۱۳۲۴ھ میں آپ کا نکاح مساۃ زبیدہ خاتون دختر منشی محمد صادق صاحب محلہ شاہ ولایت سے ہوا۔ جن سے آپ کے ایک لڑکی تولد ہوئی۔ دو تین سال کی عمر میں اس لڑکی کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۱۳۲۴ھ کی روداد مظاہرعلوم میں بھی اس نکاح کا تذکرہ ہے۔

آپ مجلس احرار سہارنپور کے پُرجوش اور فعّال ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی رضاکار فوج کے سربراہ اور سالار بھی تھے۔ چونکہ تنومند اور قدآور تھے۔ اسلئے فوجی لباس ان پر بہت سجتا تھا۔ آپ نے اپنے زمانہ میں مجلس احرار کے لئے جانی و مالی اعتبار سے بڑی قربانیاں دیں اور سہارنپور میں اس کو مضبوط و مستحکم کیا۔

اس دور کے اخبارات میں آپ کو سالار جیوش احرار اسلام، سالار شہر، قائداعظم وغیرہ کے خطابات سے یاد کیا جاتا تھا۔ کم و بیش تمام شہری اخبارات آپ کا تذکرہ محبت آمیز انداز میں کرتے تھے۔

جولائی ۱۹۲۱ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ میں شہر سہارنپور کے رضاکاران خلافت کی ایک خفیہ فائل مرتب ہوئی تھی جسمیں ایک سو سینتالیس ممبران کے حالات و کوائف کا تذکرہ ہے

اس فائل میں سب سے پہلا نمبر حکیم محمد عیسیٰ صاحب کا ہے۔ اسمیں آپ کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔!

نمبر(۱) حکیم محمد عیسیٰ صاحب پسر حاجی حکیم سید احمد یونس صاحب، سید، عمر تخمیناً تیس سال، کوچہ حکیمان متصل مسجد محلہ بازار دینا ناتھ حلقہ شمالی شہر سہارنپور زمینداری، اہلیہ موجود ہے۔ موقر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُردو خاصی طور پر لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ حکمت سے بھی قدرے واقف ہیں۔ سابق انجمن رضا کاران کے ممبر تھے۔ اور اس انجمن کی شکست کے وقت جملہ ممبران انجمن رضا کاران کی متفقہ رائے اور ممبران مجلس انتظامی جمعیۃ رضا کاران خلافت کی منظوری سے کمانڈر منتخب ہوئے اور اسی حیثیت میں اب داخل جمعیۃ رضا کاران ہوئے۔

۱۶ جولائی ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ رضا کاران کے ممبر منتخب ہوئے، اور مستقل کمانڈر جمعیۃ رضا کاران مقرر کئے گئے۔

(فائل رضا کاران خلافت شہر سہارن پور ص۱)

مجلس احرار ہند کا خصوصی ترجمان، ہفت روزہ احرار سہارنپور" اُن تمام سرگرمیوں اور کاروائیوں کو شائع کیا کرتا تھا جو اس کے ذمہ دار حضرات اور رضا کار انجام دیا کرتے تھے۔ سہارنپور کی خبروں میں جا بجا حکیم سید عیسیٰ صاحب کا ذکر و تذکرہ اور ان کی خدمات پر تعریفی و توصیفی کلمات اس اخبار میں شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ ۸، اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ کی اشاعت میں یہ اخبار بعنوان "مسلمانانِ سہارنپور زندہ باد، مجلس احرار اسلام زندہ باد" لکھتا ہے کہ۔

"مجلس احرار اسلام سہارنپور کے مخلص کارکنوں اور پُرجوش رضا کاروں نے شب روز ایک کر کے سہارنپور کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی ٹھان لی ہے (اسکے بعد سہارنپور کے مختلف محلوں میں احراری جھنڈا لہرانے اور مختلف اجتماعات کی اطلاع دینے کے بعد یہ اخبار لکھتا ہے کہ) ۳۰ جولائی کو محلہ چنور برداران میں جناب غازی حکیم محمد عیسیٰ صاحب سالار جیوش احرار اسلام سہارنپور نے جھنڈا لہرایا۔ اور جناب عبد السبحان صاحب نظامی نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ شہر میں جناب غازی

حکیم محمد عیسیٰ صاحب سالار کی مخلصانہ کوششوں سے رضاکاروں کا نظام بہتر بن ہوتا جارہا ہے۔

۲۴ اگست ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں صفحہ پانچ پر یہی اخبار لکھتا ہے کہ۔!

"۱۴ اگست ۱۹۳۹ء سہارنپور میں فوجی مظاہرہ کیلئے وقف تھی۔ صبح ہی سے ہر محلہ کے جیش احرار اسلام مظاہرہ میں شرکت کیلئے تیاریاں کر رہے تھے اور اپنی وردیوں کو درست کرنے میں مصروف تھے۔ پانچ بجے شام کو ہر محلہ سے رضاکار پریڈ کرتے ہوئے اس مظاہرہ میں شریک ہونے کے لئے جوبلی باغ میں پہنچ رہے تھے، صدیق جیش احرار، مصطفےٰ کمال جیش احرار" اپنی زرق و برق وردیوں میں ملبوس ایک خاص شان سے شریک مظاہرہ ہوئے۔ ہزاروں مسلمان اس قومی نظارہ کو دیکھنے کیلئے پہلے سے موجود تھے۔

ٹھیک چھ بجے جُبلی باغ سے رضاکارانِ احرار شہر میں گشت کرنے کیلئے نکلے نصف میل لمبی قطار میں رضاکار پریڈ کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ ہزاروں مسلمان اس نظارہ سے متاثر ہوکر نعرۂ تکبیر بلند کر رہے تھے۔ لوگ جھوم جھوم کر مجلس احرار اسلام زندہ باد۔ ہماری فوج زندہ باد کے نعرے لگارہے تھے۔

اس پریڈ کی مزید تفصیل اور حالات لکھنے کے بعد یہی اخبار لکھتا ہے کہ —!

۔ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ افسرانِ جیوشِ احرار۔ بطور رضاکار پریڈ میں شامل تھے اور ایک رضاکار ماسٹر ظفر احمد صاحب اپنی قیادت میں جلوس کو گشت کرا رہے تھے۔ مسلمان اس نظم کو دیکھ کر حیران تھے کہ نواب زادہ حاجی ودود علی صاحب سالار ضلع حکیم غازی محمد عیسیٰ صاحب سالار شہر۔ راؤ محمد کامل خاں نائب سالار، صوفی عبدالعزیز اور خود مولانا عبدالقیوم صاحب رضاکاروں کی طرح لائن پریڈ کرتے ہوئے شریک تھے"

حکیم محمد عیسیٰ صاحب موصوف اور آپ کے رفقاء اور مخلص احراری دوستوں کی جدوجہد سے حلقۂ شمالی محلہ مفتی میں مجلس کا دائرۂ عمل کافی وسیع ہوا۔ اور اس کے ممبروں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوا جس کی وجہ سے نئے جیش تیار ہوتے رہتے تھے، اخبار احرار اپنی اشاعت

(۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء) میں ایک نئے جیش تیار ہونے کی اطلاع ان الفاظ میں دیتا ہے -!
" مورخہ یکم ستمبر کو محلہ مفتی حلقہ شمالی میں چودہ رضا کاروں کا ایک نیا جیش تیار ہوا ہے۔ آج جیوش احرار ہیڈ آفس سے تمام رضا کاران کلہاڑیاں لگا کر پریڈ کرتے ہوئے محلہ مفتی میں نئے جیش کو سلامی دینے کیلئے گئے، اور سب نے ملکر ایک جگہ پریڈ کی "

یوپی احرار کانفرنس ۱۷ و ۱۸ مئی ۱۹۳۵ء میں سہارنپور میں آل انڈیا مجلس احرار کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رئیس الاحرار نے کی، اخبارات کے اندازہ کے مطابق اس کانفرنس میں ساٹھ ستر ہزار آدمی شریک ہوئے ۔ سہارنپور کے بہت سے اخبارات نے اس موقعہ پر خصوصی نمبر شائع کئے جو اخبار ہفت روزہ تھے انھوں نے ضمیمے شائع کئے۔

حکیم محمد عیسیٰ صاحب بھی چونکہ جماعت کے ذمہ دار افراد میں تھے۔ اسلئے آپ نے بھی اس کانفرنس کے لئے رضاکارانہ طور پر مفید خدمات انجام دیں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں لگے رہے۔

سہارنپور سے شائع ہونے والا ہفتہ وار اخبار "غریب" اپنے خصوصی ضمیمہ میں اس کانفرنس کے متعلق تفصیلات اس طرح لکھتا ہے -!

" یوپی احرار کانفرنس کی تیاری جس قدر تنگ وقت میں شروع ہوئی تھی اس کو دیکھ کر گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اسلامیان سہارنپور خود اپنی سابقہ روایات کا ریکارڈ مات کر دیں گے۔

جہاں ایک طرف کانفرنس کی مجلس استقبالیہ جلوس کو کامیاب بنانے پر اپنی تمام توجہات صرف کر رہی تھی وہاں شہر کے ان تمام بازاروں کو آراستہ کرنے میں باشندگان شہر مصروف تھے جن سے جلوس گذرنے والا تھا۔ زنگارنگ جھنڈیوں اور سرخ و سبز اسلامی اور سہ رنگے قومی جھنڈوں سے بازاروں کا چپہ چپہ مزین تھا۔ جگہ جگہ خوشنما دروازے بنائے گئے تھے جن میں مختلف اقسام کے کتبے آویزاں تھے، بازاروں میں قدم قدم پر شربت اور برف کی سبیلیں لگائی گئی تھیں۔

دروازوں میں سب سے زیادہ شاندار اور خوشنما دروازہ " بخاری گیٹ" تھا، جو بازار شہید گنج کے زندہ دل مسلمانوں اور ہندوؤں کے جذبات کی ترجمانی کررہا تھا۔ اعلان کیا گیا تھا کہ جلوس ساڑھے پانچ بجے کانفرنس ہال سے روانہ ہوگا۔ لیکن لوگوں کے جوش اور اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ نماز جمعہ کے بعد ہی جوق درجوق پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔

آگے چل کر یہی اخبار بعنوان "جیش رضا کارانِ اسلام" لکھتا ہے۔

پانچ سو سے زیادہ مقامی رضا کاروں کا جیش اپنے قائد اعظم حکیم محمد عیسیٰ صاحب کی رہنمائی میں مختلف وردیوں سے آراستہ موجود تھا۔ دہرہ دون کے رضا کاران احرار کے دو دستے ٹھیک ساڑھے پانچ بجے جلسہ گاہ میں پہنچ کر شریک جلوس ہوگئے اور ایک دستہ پھلور ضلع جالندھر کے رضا کاروں کا اسکے بعد پہنچا جسمیں بہت سے رضا کاروں نے جالندھر سے پیادہ پا سفر کیا۔ سب سے آگے سائیکل سوار۔۔ رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جس کیلئے مستری مقبول احمد سائیکل مرچنٹ نے تمام سائیکلیں بلا معاوضہ پیش کی تھیں، اس کے بعد دوسرا دستہ گھوڑوں پر سوار تھا۔ یہ کور غلہ جیور برداران کے رضا کاروں کی تھی، اس کے بعد کم وبیش آٹھ سو رضا کار پیادہ پا تھے۔ جلوس ہر قدم پر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، مولانا حبیب الرحمٰن زندہ باد، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد وغیرہ کے نعرے لگا رہا تھا۔ جلوس کے عین درمیان شیخ محمد عسکری رئیس سہارنپور کی ایک نہایت آراستہ کار میں مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رونق افروز تھے آپ کے بائیں پہلو پر سید محمد احمد کاظمی ایم۔ ایل، اے صدر مجلس استقبالیہ، اور سامنے کی نشست پر مولانا نور محمد صاحب مبلغ مدرسہ مظاہر علوم تشریف فرما تھے۔ جلسہ گاہ (جوبلی باغ) سے عصر کی نماز کے بعد جلوس روانہ ہوا۔ اور چوکی سرائے۔ بازار نخاسہ سے ہوتے ہوتے جب یہ جلوس شہنشاہی بازار میں داخل ہوا تو اس وقت جلوس کا طول کم وبیش ڈیڑھ میل تک پہنچ چکا تھا۔ پروگرام کے مطابق دارالطلبہ مظاہر علوم کی وسیع مسجد میں نماز ادا کی گئی۔

۱۸ مئی کی صبح جوبلی باغ میں کانفرنس کے نہایت وسیع اور شاندار پنڈال

میں کانفرنس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ پنڈال اس قدر وسیع بنایا گیا تھا کہ
اسمیں کم وبیش چالیس ہزار افراد آسانی سے بیٹھ سکیں۔ آٹھ بجتے بجتے ہال
میں کثرت سامعین سے تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں رہی۔ اسلئے منتظمین نے
فوراً پنڈال کے دونوں طرف شامیانے نصب کراکر گنجائش کو دوگنا کردیا۔
۸½ بجے قاری عبدالخالق صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا
افتتاح فرمایا، ساڑھے نو بجے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی تقریر شروع ہوئی
آپ نے پورے دو گھنٹے تک سیاسیات حاضرہ پر مجلس کے نقطۂ نگاہ سے بحث
فرماکر ثابت کردیا کہ ہم اسلام اور وطن کی آزادی چاہتے ہیں۔ اس کے بعد پہلا
اجلاس ختم ہوا۔ دوسرا اجلاس پانچ بجے شام اور تیسرا شب میں بعد نماز عشاء
منعقد ہوا۔ (اخبار غریب سہارنپور۔ ۱۸ مئی ۱۹۳۵ء جلد اول شمارہ ۱۶)"

۱۹۲۲ء میں مولانا محمد علی جوہر اور انکی والدہ ماجدہ۔ بی اماں نے جب یوپی کے علاقوں کا دورہ کیا تو اسی موقعہ پر آپ سہارنپور بھی آئیں۔ مجلس خلافت سہارنپور کی جانب سے آپکا پرزور استقبال ہوا۔ مختلف پروگراموں کے علاوہ مسلم مستورات کا بھی ایک بڑا اجتماع ہوا جسمیں بی اماں نے بڑی دردانگیز تقریر کی۔ اسی موقعہ پر مستورات نے مجلس کو عطایا اور امداد کی کثیر رقوم اور اپنے زیورات پیش کئے۔ یاد رہے کہ سہارنپور کا یہ تاریخ ساز اور عہد آفریں جلسہ حکیم سید محمد عیسیٰ صاحب غازی کے وسیع وعریض مکان میں ہی منعقد ہوا تھا۔

وقف برائے مظاہر علوم

ستمبر ۱۹۳۶ء میں آپ نے ایک جائداد جو ڈھائی ہزار روپیہ مالیت کی تھی۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے وقف کی۔ اس وقف کے پہلے متولی آپ خود بنے اور اپنی وفات کے بعد اپنی اہلیہ محترمہ کو متعین کیا۔ اور ان کے بعد ناظم مدرسہ کو تجویز کیا۔

اس وقف نامہ کی چند ابتدائی سطور یہاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ حکیم صاحب مرحوم کی فقیرانہ طبیعت اور درویشانہ مزاج کا اندازہ ہوسکے۔ لکھتے ہیں!

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ھذا صراط مستقیم۔
منکہ حکیم محمد عیسیٰ خلف حکیم احمد یونس مرحوم۔ قوم سید، ساکن سہارنپور کا ہوں۔ اسے

اللہ پاک کس کس نعمت کا تیرے شکر ادا ہو۔ تو نے مجھے مسلمان پیدا کرکے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں داخل کیا، اور رسول علیہ السلام کے ذریعہ سے ہدایت فرمائی کہ تیری عطا کی ہوئی نعمت کو تیری راہ میں صرف کرنا شکریہ کا اصل طریقہ ہے۔ نیز رضامندی وحصول (ثواب) کی نیت سے اپنے اہل وعیال وقرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنا اجر عظیم ٹھہرایا گیا۔

بس دنیاوی متاع میں جو کچھ تو نے اپنے فضل وکرم سے مجھ ناچیز کو عطا فرمایا اس کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ چونکہ حیات مستعار کو بقا نہیں ہے اور میں لاولد ہوں لیکن بفضلہ تعالیٰ توانا وتندرست ہوں، میرے ہوش وحواس بالکل صحیح اور درست ہیں۔

لہٰذا میں نے بخوشی درضائے خود بحالت نفس وثبات عقل اپنی کے بعد شکریہ معبود عالم، جائیداد سکنی مفصلہ ذیل مملوکہ ومقبوضہ بلاشرکت غیرے خود جس کی آمدنی الکیسو بیس ۱۲۰ یا ایک سو پچیس ۱۲۵ روپیہ ہو سکتی ہے۔ مالیتی دو ہزار پانچسو ۲۵۰۰ روپیہ، خوشنودیٔ اللہ کے لئے حسبۃً للہ، برائے خدا براہِ خدا وقف کردی، اور اپنے قبضۂ ملکیت سے نکالکر ملکیتِ خداوندی میں دیدی۔" (الیٰ آخرہ)

اس وقف اول کے دس ۱۰ سال بعد سات ۷ شوال ۱۳۶۵ھ مطابق چار ستمبر ۱۹۴۶ء میں آپ نے اپنی دوسری جائداد بھی براہِ خدا وبرائے خدا وقف کی جو مالیتی اعتبار سے مبلغ بیس ۲۰ ہزار روپیہ کی تھی اس کے متولی اول ونگراں خود مقرر ہوئے اور اپنی وفات کے بعد اپنی اہلیہ محترمہ کو اور ان کے بعد حکیم محمد موسیٰ صاحب کو اس کا متولی تجویز کیا۔ اور حکیم محمد موسیٰ صاحب کے بعد مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم ومہتمم کو اس کا متولی مستقل مقرر کیا۔

اس وقف میں آپ نے مبلغ بیس ۲۰ روپے ماہوار برائے قیام مکتب درمسجد حکیمان۔ چھ ۶ روپے برائے مسجد کمبنی باغ اور پچاس ۵۰ روپے سالانہ برائے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور پچاس ۵۰ روپے برائے قربانی اور دس ۱۰ روپے اپنی بھتیجی قدرت الٰہی کے لئے متعین کئے۔

حکمت وطبابت آپ نے فن طب کی کتابیں اپنے طور پر مطالعہ کیں الا میزان الطب حکیم محمد یعقوب صاحب سے پڑھی تھی۔ حکیم غلام یسین صاحب بھی آپ کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ تک آپ نے مطب بھی کیا۔ دادا جان زادمجدہ کے مشورہ کے مطابق

۱۹۲۵ء میں آپ نے طبابت و حکمت کیلئے لب سڑک ایک دوکان کا انتخاب کیا اور وہیں یہ سلسلہ شروع ہوا آپ کی اصل خواہش یہ تھی کہ پہلے کچھ عرصہ حکیم سید محمد اسحٰق کے پاس رہ کران کے تجربات اور علم سے فائدہ اٹھائیں، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ اپنے مطب کے آغاز اور اس خواہش کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم عیسیٰ صاحب مرحوم دادا جان زاد مجدہٗ کو لکھنؤ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ۔!

مولوی محمد ایوب صاحب، السلام علیکم ، قبلہ بھائی صاحب سے آپ کی خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے ۔ تمہاری رائے کے مطابق کام شروع کر دیا گیا ہے اور میں نیچے بیلخانہ میں بیٹھ گیا ہوں ۔ دعا کیجئے گا ، اوّل سے میرا ارادہ جیسا کہ تم سے ظاہر کیا تھا قبلہ بھائی صاحب کی خدمت میں رہ کر نسخہ نویسی کا تھا مگر شومیٔ قسمت سے۔ حکیم صاحب قبلہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی ، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا ہو گا عرصہ ماہ ڈیڑھ ماہ مکان سے باہر ہی تشریف نہ لا سکے ۔ اسلئے مجبوراً خدا کا نام لیکر بیٹھ گیا ہوں اور اب بھی دل میں یہی خواہش ہے کہ کم از کم صبح کو دو ایک گھنٹہ مطب میں حاضر ہوا کروں ، اور اس کے بعد اگر وقت ملا تو نیچے بیلخانہ میں بیٹھا کروں ۔ مگر میری بدقسمتی کے آثار ہیں کہ جناب حکیم صاحب مطب میں بہت ہی کم تشریف رکھتے ہیں اور اکثر تو مطب بند پڑا رہتا ہے ۔ تم نے کوئی میری نسبت حکیم صاحب قبلہ سے تذکرہ کیا تھا یا نہیں مطلع کیجئے گا ، اور انھوں نے کیا جواب دیا ۔ باقی سب خیریت ہے ۔"

محمد عیسیٰ ، از سہارنپور ۔ (مہر ڈاک خانہ ۱۶ فروری ۱۹۲۵ء)

آپ کے اس دواخانہ کا نام ، بیت الشفا مسیحائی تھا ۔ صبح سات بجے سے دس بجے تک یہاں مریضوں کا معائنہ اور ان کی دوائیں مفت ہوتی تھیں ۔

علم و مطالعہ اور ادبی ذوق

آپ کا علمی ذوق بہت بلند اور ادب و تاریخ پر مطالعہ بہت وسیع تھا ۔ مختلف مذاہب و ادیان اور تحریکوں پر آپ نے بیشمار کتابیں مطالعہ کیں ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی سے آپ کو خصوصی عقیدت تھی ، اسلام کے لئے ان کی خدمات اور جذبۂ جہاد کے بڑے مداح تھے ۔ ان کی جانبازی شجاعت دینی غیرت اور اسلامی حمیت کے واقعات والہانہ انداز سے اپنے خلافتی رفقاء کو سنایا کرتے تھے ، آپ کا ایک ذاتی کتب خانہ بھی تھا جسمیں منتخب اور جدید کتب کا عمدہ ذخیرہ تھا ، اس

کتب خانہ کی بہت سی کتابیں آپ کی وفات کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو وقف کی گئیں۔
جامعہ مظاہر علوم کے کتب خانہ سے بھی آپ مسلسل استفادہ کرتے رہتے تھے۔ گیرندگانِ کتب کے رجسٹر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ہمہ جہت مطالعہ کے عادی تھے جسمیں تفسیر، حدیث ادب وتاریخ وغیرہ سب شامل ہوتی تھیں۔ مطالعہ کی رفتار کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ محرم الحرام وصفر ۱۳۳۹ھ میں آپ نے درج ذیل آٹھ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ دربار اکبری، تاریخ طرز معاشرت ہند۔ مظاہر حق جلد چہارم، سیرت النبی، تاریخ الاسلام، دہ مخزن، بیان القرآن جلد اوّل، دیوانِ حافظ۔
آپ نے شہر سہارنپور سے ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا جس کا نام، ماہنامہ باغباں۔ تھا اسمیں ادبی، اخلاقی مضامین سلیقہ کے ساتھ شائع ہوتے تھے۔ خصوصی طور پر باغات، پھل اور درختوں سے متعلقہ معلومات بھی شائع ہوتی تھیں۔
خلافت کمیٹی سہارنپور کی جانب سے پمفلٹ اشتہارات اور کتابچے بھی آپ کی زیر نگرانی شائع ہوتے رہتے تھے۔ صفر ۱۳۳۹ھ (نومبر ۱۹۲۰ء) میں آپ کے زیر اہتمام خلافت کمیٹی سہارنپور کی جانب سے ایک فتویٰ بھی شائع ہوا تھا جسمیں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے طلبار نے حضرت اقدس شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ سے دس سوالات کئے تھے۔ اور حضرت نے محققانہ انداز سے ان کے جوابات چھ صفحات میں تحریر فرمائے تھے۔
یہ فتویٰ ۲۶×۲۰ سائز پر مطبع فاروقی سہارن پور سے شائع ہوا۔ اور آج بھی ہمارے خاندانی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔
مسلمانوں کے عام معاشرتی حالات کی درستگی اور رسوم ورواج میں اُلجھ کر ہونے والے نقصانات کی تلافی کے لئے بھی آپ مختلف انداز کی تدابیر اختیار کرتے رہتے۔ رسومات اور رواجی امور کی قباحتوں کو عام مجامع میں بتلانے کے لئے آپ گاہ بگاہ ممتاز علماء اور مقررین کی خدمات بھی حاصل کرتے اور ان سے تقریریں کراتے۔ اسی سلسلہ میں جب شہر سہارنپور میں انجمن اسلامیہ کی جانب سے شعبۂ اصلاح رسومات قائم ہوا تو آپ بھی اس کے ممبر بنے اور جب اس انجمن کی جانب سے ایک پمفلٹ بعنوان رسومات مسلمانوں کی بہبودی کی تدابیر" شائع ہوا تو آپنے بھی تائید میں اس پر دستخط فرمائے۔
یہ پمفلٹ آج بھی ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے اور اس پر دوسو اٹھائیس[۲۲۸] رؤسار

دشرفاء شہر کے دستخط ہیں۔

سفرِ حج اور وفات آخر میں آپ کی حالت میں بہت زیادہ زہد و قناعت اور دینداری، خدا ترسی، آ گئی تھی۔ پھر حج کا شوق ہوا تو خود بھی حج کیا، اپنی اہلیہ کو بھی کرایا۔
حج کے لئے روانہ ہونے سے قبل یہ جذبہ اور داعیہ پیدا ہوا کہ وہیں کی مٹی نصیب ہو جائے، خود بھی اس کے لئے دعا کرتے اور مخلصین اربابِ قلوب سے بھی کراتے۔
سفرِ حج پر روانہ ہوتے وقت جب گھر والوں اور احباب و اقارب نے حرمین شریفین سے واپسی کی دُعا دی تو ناراض ہو گئے اور کہا کہ اسکی دعا کرو کہ وہیں کی مٹی میں مل جاؤں۔
یہ اُن کے جذبہ اور اندرونی خلش کی سچائی تھی کہ اللہ نے اُن کی آرزو پوری کی اور حج کے تمام ارکان و مناسک سے فارغ ہو کر ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۴۶ء بروز جمعرات قبیل عصر مکۃ المکرمہ میں وفات پائی۔ حرم مکہ شریف میں آپ کے جنازہ کی نماز ادا کی گئی، اور جنت المعلیٰ کے عظیم بقعۂ نور میں آپ کو پہنچا دیا۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔
فخر و مباہات کی دنیا میں اگر کوئی شخص اپنی مادیت اور بے کیف ترقیات پر ناز کر سکتا ہے تو ایک معموم و مہجور شخص کے لئے دینی بنیاد پر یقیناً یہ چیز سرمایۂ سعادت و شرافت ہے کہ اس کے خانوادہ کا ایک فرد اُس ارضِ مبارکہ کی مٹی میں مل گیا جس مٹی سے اسکی تخلیق[1] اور بالیدگی ہوئی تھی — آپ کی اہلیہ (مسماۃ زبیدہ) نے تین ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۶۳ء یوم پنجشنبہ (جمعرات) میں بوقت صبح ساڑھے چھ بجے وفات پائی۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب کے باغ میں جو قدیمی قبرستان ہے اسمیں دفن ہوئیں۔ عمر تقریباً چھتّر سال تھی۔ مرحومہ چہار شنبہ (بدھ) کے روز اپنے بھائی محمد فائق صاحب کے پاس محلہ شاہ ولایت گئیں، بارہ بجے کھانا کھانے کے لئے بیٹھیں دفعتاً فالج کا حملہ ہوا اور بے ہوش ہو گئیں، آخر تک ہوش نہیں آیا۔
حکیم محمد عیسیٰ صاحب کے انتقال کے بعد سے یہ اُسی مکان میں تھیں جو حکیم صاحب مرحوم وقف کر گئے تھے۔

---

[1] اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف ان کل نفس تدفن فی التربۃ التی خلقت منہا۔
(رواہ الحاکم فی مستدرکہ)
اس حدیث پر تفصیلی کلام کے لئے ملاحظہ ہو۔ معارف السنن جلد ثالث صفحہ ۳۲۴۔

انتقال کے بعد ان کا ترکہ حسب شرعی تقسیم کر دیا گیا۔ مرحومہ نے دوسرا حج ۱۳۸۰ھ میں کیا تھا اس سفر مبارک کیلئے وہ دو ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۶۱ء یوم سہ شنبہ میں سہارنپور سے روانہ ہوئیں اور مناسک حج وزیارت مدینہ طیبہ سے فارغ ہو کر ۱۲ صفر ۱۳۸۱ھ ۲۹ جولائی ۱۹۶۱ء میں واپس لوٹیں۔

وکیل عرفان الحق صاحب، بیوہ حکیم محمد موسیٰ صاحب، مسماۃ بشیر سلطان، مولانا ظہور الحق صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی اہلیہ محترمہ اس قافلہ کے شریک تھے۔

(۷) فاطمہ یہ حکیم سید احمد یونس صاحب کی صاحبزادی (یعنی حکیم سید محمد موسیٰ و سید محمد عیسیٰ صاحب کی ہمشیرہ ہیں) ان کی شادی نمبردار شیخ عبدالصمد عرف جناب ظفر احمد صاحب سابق میونسپل کمشنر ساکن محلہ منڈی سے ہوئی۔ جناب مسعود احمد، خلیق احمد، داؤد احمد، اور بابو عبدالاحد صاحبان اُن ہی کے فرزند ہیں۔

نمبردار صاحب موصوف کا انتقال ۲۷ شعبان ۱۳۶۶ھ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء یوم پنجشنبہ میں ہوا۔ عمر تقریباً پچاسی سال ہوئی۔ جناب ڈاکٹر محمد اصغر صاحب نے اگست ۱۹۳۶ء میں اپنا مطب ان ہی کی کوٹھی میں جاری کیا تھا۔

۸ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۵۵ء یوم دوشنبہ میں فاطمہ کا وصال ہوا۔ عمر تقریباً نوّے سال پائی۔

(۸) عائشہ ان کا نکاح اولاً حکیم ضیاء الحق صاحب ابن جناب حکیم فضل حق صاحب سے ہوا کچھ عرصہ ان کے نکاح میں رہ کر دوسری شادی مولوی خواجہ انتظام علی صاحب ساکن محلہ شاہ ولایت کے لڑکے مولوی محمد احمد صاحب سپہری[۱] سے ہوئی، ان سے تین لڑکے

---

[۱] مولوی محمد احمد صاحب سہارنپور کے خوش ذوق اور خوشنوا شعراء میں تھے، خم خانۂ جاوید میں لالہ سری رام صاحب نے آپ کے حالات و کمالات کا تذکرہ وسیع الفاظ میں کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں

سپہری: مولوی محمد احمد صاحب خلف مولوی خواجہ انتظام علی ساکن سہارنپور، ہتمم کوتوالی سرکار نظام دکن۔ اپنے والد کے قیام دکن کی وجہ سے اکثر وطن سے دور رہے اور حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی، فارسی زبان میں شعر کہنا شروع کیا، اور مولانا فضل رب عرشی سے اصلاح لینے لگے اور انہیں کی رعایت سے سپہری تخلص اختیار کیا۔ عربی فارسی کی استعداد عالمانہ پایہ کی تھی، ـــــــــــ طبیعت میں شوخی، رنگینی بلا کی تھی اور فطری طور پر سخن گوئی کا مادہ تھا۔ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے، ہر قسم کے خطوط ←

احمد اللہ، رفیع اللہ عرف پیرا اور سمیع اللہ[۵] ہوئے۔ ایک لڑکی عاصمہ تھی جن کی شادی محلہ قضاۃ میں قاضی رشید احمد صاحب سے ہوئی۔

عائشہ کا انتقال ۲۵ صفر ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء یوم یکشنبہ میں ہوا۔ آخری علالت اور بیماری اس طرح شروع ہوئی کہ تخت پر نماز پڑھ رہی تھیں اس پر سے گر پڑیں، شانہ زخمی ہو گیا جس کی وجہ سے بخار ہوا کئی روز غفلت اور بے ہوشی کے ساتھ گذرے۔ ۲۵ صفر کی صبح کو نماز فجر ادا کرنے کیلئے قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھیں، نماز شروع کی اور سجدہ میں جا کر انتقال ہو گیا غفر اللہ لہا۔

(۹) صدیقہ ان کی شادی ۸ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۹ جون ۱۸۹۲ء میں مولوی انتظام علی صاحب کے چھوٹے لڑکے حافظ قاری بشیر احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ یہ شادی کے دو تین سال بعد حیدر آباد چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی، والد مولوی انتظام علی صاحب بھی حیدر آباد میں محکمۂ پولیس میں ملازم تھے، پنشن کے بعد سہارنپور آ گئے تھے۔ اور یہیں انتقال ہوا۔ صدیقہ مرحومہ کا انتقال پانچ مارچ ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ ایک عرصہ سے مرض

← نسخ، نستعلیق، شفیعہ، ریحان وغیرہ پر کامل دسترس تھی۔ دوست نوازی، مروّت، زندہ دلی نے ان کو مرجع احباب بنا رکھا تھا۔ ۱۳۰۳ھ میں مالک کارخانہ فنون حیدر آباد سے کچھ بحث آ پڑی تو آپ نے ایک ناٹک "قران السعدین" کے نام سے لکھا، ایک اُردو فسانہ موسوم بہ "فسانۂ محبوب" بھی لکھنا شروع کیا تھا، مگر وہ نا تمام رہا۔ ۱۸۹۰ء میں بمقام بیدر علاقہ دکن بحیات والد بزرگوار زیب خاک ہوئے۔ ۳۸ برس کی عمر پائی، اُردو کے مقابلہ میں فارسی کلام پختہ تھا۔ ریختۂ اُردو کا نمونہ یہ ہے۔ ؎

تازہ ستم ہے یار کا مجھ سے خفا ہے اسلئے — ذبح کے وقت دست و پا تو نے عبث بندھائے کیوں
غضب یہ ہے مرا قاصد یہ مجھ سے کہتا ہے — خطا معاف عبث ہیں جناب کی باتیں
بند ہوتی نہیں دم آخر — کس کا کرتی ہیں انتظار آنکھیں
نکالو تیغ ستم کو نہ امتحاں کیلئے — نگاہ ناز ہی کافی ہے اک جہاں کیلئے
رونے سے میرے بزم محبت میں ہر طرف — غل ہے، خروش ہائے کلیجے نکل گئے "
(خمخانۂ جاوید جلد چہارم ص۴۳)

[۵] ۲۷ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۶۶ء شب یکشنبہ میں ان کا انتقال ہوا، کوئی اولاد یادگار نہیں چھوڑی۔

سل میں مبتلا تھیں۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب کے باغ میں قدیم قبرستان میں دفن کی گئیں۔
عمر تقریباً پچپن سال تھی۔

ایک لڑکا احسن اللہ عرف محمد احسن اور دو لڑکیاں مسماۃ حامدہ خاتون اور عاصمہ خاتون یادگار چھوڑیں۔ احسن اللہ صاحب تمام عمر مجرد رہے، شادی نہیں کی۔ حامدہ خاتون کی شادی جناب احمد اللہ پسر مولانا محمد احمد سپہری سے ہوئی۔ محمد اکرام صاحب ان کی یادگار ہیں۔
عاصمہ خاتون کی شادی بابو رشید احمد پسر عمر دراز صاحب محلہ قضات سے ہوئی۔
اس زوجہ سے چار لڑکے مستجاب احمد، ریحان احمد، احتشام احمد، محمود احمد اور ایک لڑکی فاطمہ خاتون ہیں۔

مستجاب احمد صاحب پاکستان بلوچ رجمنٹ کے لیفٹننٹ بنے اور رٹائر ہو چکے۔ کراچی میں مقیم ہیں۔ محمود احمد محلہ قضات سہارن پور میں ہیں۔ فاطمہ خاتون کی شادی مبشر احمد صاحب ساکن محلہ عثمان شاہی حیدر آباد ۳ سے ہوئی۔ یہ وہیں مقیم ہیں۔

مولانا حکیم سید احمد حسن عرف حکیم پاٹھا مہاجر مکی

آپ سید ابو الحسن ابن امام بخش نعقیہ کے چوتھے بیٹے ہیں۔
عربی استعداد بہت اعلیٰ اور مضبوط تھی۔ فن طب ہندوستان کے مشہور طبیب حکیم امام الدین صاحب سے حاصل کیا۔ اور اس کے لئے ایک طویل عرصہ تک دہلی رہے۔ آپ اونچے اطبا میں شمار کئے جاتے تھے۔ لیکن باقاعدہ طور سے مطب نہیں کرتے تھے۔ متمول اور مالدار طبقہ کے افراد آپ کے پاس بغرض علاج آتے اور آپ بیش قیمت دواؤں کے ذریعہ ان کا علاج کرتے تھے شہر انبالہ کے ایک رئیس اجودھیا پرشاد کا ایک خط محررہ ۲۴ دسمبر ۱۸۶۲ء ہماری فائل میں محفوظ ہے۔ اس کو پڑھ کر آپ کی طبی حذاقت، عام رجوع اور مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔
غربا اور فقرا کا علاج آپ بہت سستے نسخوں سے کرتے تھے۔ ان کا اصول تھا کہ امرا کا علاج معالجہ کر کے ان سے بڑی بڑی رقمیں لیتے اور اس رقم سے غربا کا مفت علاج کرتے تھے۔ مہاراجہ پٹیالہ اور مہاراجہ کشمیر کے یہاں آپ کو بڑی عزت اور وقعت حاصل تھی۔ یہ

لوگ آپ کو بلاتے اور آپ اپنی وجاہت اور خاندانی سیادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے ملاقات کرتے تھے۔

جموں کشمیر کے راجہ کے یہاں آپ کی حیثیت طبیب خصوصی کی تھی۔ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ اگست ۱۸۶۸ء میں تحریر کردہ ایک خط سے (جو حکیم سید محمد اسمٰعیل کو دیوبند لکھا گیا تھا) پتہ چلتا ہے کہ آپ مہاراجہ پٹیالہ کے طبیب خاص رہے ہیں۔ مکتوب نگار آپ کے اس منصب پر فائز ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔!

حضرت قبلہ .... دوراں افلاطون زمن جناب مولوی طبیب سید احمد حسن صاحب مداللہ ظلالہم و مضاعف اقبالہم بمقام پٹیالہ دارالریاست مہاراجہ صاحب مہندر سنگھ مہندر بہادر بہ تقرر مشاہرہ از سرکار رونق افروز اند۔

آپ نے اپنی زندگی میں بہت سے معرکۃ الآرا علاج کئے جس سے آپ کی شخصیت کو رفعت ملی اور طبی صلاحیت کا لوگوں کو علم ہوا۔

سہارنپور کے ایک مشہور غیر مسلم رئیس جمبوداس (جمبو داس کا جبتہ ان ہی کی طرف منسوب ہے) ان کو ہیضہ ہو گیا۔ ان کے عزیز و اقربا حکیم صاحب کے پاس آئے کہ گھر چل کر مریض کا معائنہ کر لیں، آپ تشریف لے گئے، اور دو تین سقے بلوائے اور ان کے ذریعہ مشک سے اُن پر پانی ڈلوایا۔ جب ایک مشک ختم ہو جاتی تو دوسری ڈلوانا شروع کر دیتے۔ اس طرح مسلسل کئی مشکوں کا پانی آپ نے اُن پر ڈلوایا۔ اس طریقۂ کار سے وہ حدت ختم ہو گئی جو ان کے معدہ و جگر اور عروق میں تھی۔ کچھ دیر بعد ان کو افاقہ ہو گیا اور مرض پر قابو پا لیا گیا۔ وہ رئیس پھر بعد میں اس عمل کے اتنے معتقد ہوئے کہ اگر ان کے گھوڑوں میں سے بھی کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ اس پر بھی پانی کی مشکیں ڈلواتے۔

میر عصمۃ اللہ صاحب مرحوم کا ذاتی کتب خانہ جس میں بڑی تاریخی کتابیں تھیں، ان کے انتقال کے بعد اُن کے ورثاء پر تقسیم ہوا۔ اس کتب خانہ کی جو کتابیں ہمارے خاندان کے حصہ میں آئیں۔ اُن میں منتخب اور چیدہ کتابیں حکیم پاٹھے صاحب کو ملیں تھیں، جیسے محمود بن الیاس کی حاوی صغیر، علی بن عباس مجوسی کی کامل الصناعہ، علامہ عینی کی شرح بخاری قلمی نہایت خوشخط اور دیدہ زیب۔ حکیم صاحب نے ان کتابوں کا بکثرت مطالعہ کیا۔ اور اپنی فنی و علمی استعداد کو جلا بخشی۔

نکاح اور اولاد حکیم سید احمد حسن صاحب نے دو نکاح کیے ۔ پہلا نکاح مسماۃ..... تربیت النساء بنت محمد حسین صاحب سے ہوا۔ دوسرا نکاح اس وقت کیا جب آپ مہاراجہ کشمیر کے یہاں بغرض علاج گئے ہوئے تھے ۔ اس نکاح ثانی کی تقریب اس طرح ہوئی کہ آپ کے قیام کشمیر کے زمانہ میں مہاراجہ کشمیر کی ایک باندی کو جذام ہوگیا ۔ یہ باندی اپنے مزاج کی لطافت اور خوش خلقی کی وجہ سے محل کی دوسری باندیوں پر حاوی رہتی تھی ۔ مہاراجہ کے یہاں بھی اس کو دوسری باندیوں کے مقابلہ میں ممتاز مقام ملا ہوا تھا ۔ لیکن جب اس کو جذام ہو گیا تو راجہ نے اس کو اپنے محل سے علٰحدہ کر دیا ۔ باندی نے حکیم صاحب موصوف سے علاج کی درخواست کی ۔ آپ نے اس شرط پر علاج کرنا منظور کیا کہ صحت یابی کے بعد اسلام قبول کر لینا ۔ اس نے جواباً یہ شرط لگا دی کہ اگر آپ مجھ سے نکاح کرنا منظور کرلیں تو میں مسلمان ہو جاؤں ۔ حکیم صاحب فرماتے تھے کہ اس کے اس برجستہ شرط لگا دینے پر میں حیران رہ گیا ۔ نہ انکار کر سکتا تھا اور نہ ہی اقرار ۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ کفر و اسلام کا معاملہ ہے اور میرا انکار اسکو کفر پر مضبوط کر دے گا اسکی شرط منظور کرلی اور علاج شروع کر دیا ۔ اس کے صحتیاب ہونے کے بعد آپ نے شرط کے مطابق اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس کو بیوی بنا کر سہارنپور لے آئے ۔ وہ ہمارے اسی موجودہ مکان میں رہی ۔ حکیم محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس نومسلمہ کو میں نے

۵؎ ۔ مسماۃ تربیت النساء کے والد محمد حسین سہارنپور کے شیخ زادوں میں تھے ۔ آپ کے اجداد میں قاضی محمد کبیر بن شیخ محمد محسن بن شیخ محمد نظام بن شیخ محمد ایوب صدیقی تھے جو محلہ قاضی کے شرفاء اور ممتاز اصحاب میں تھے ۔ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مختلف مناصب اور جاگیریں بھی ان کو ملی تھیں ۔ شہر سہارنپور کے قاضی بھی بنائے گئے ۔ یہ خاندان اصلاً قسطنطنیہ (ترکی) سے منتقل ہو کر براستہ ہرات ہندوستان آیا اور ملتان ہوتے ہوئے قصبہ اندری ضلع کرنال پہنچا ۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد سہارنپور آکر آباد ہوا ۔

عالیجناب قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر، قاضی محمد امین الحق صاحب اور قاضی محمد اختر صاحب کا تعلق اسی خانوادہ سے ہے ۔ تاریخ سہارنپور میں اس خاندان کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے ۔ ”عہد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ میں شیخ محسن ایک رئیس تھے جن کے نام سے اب تک محلہ محسنان مشہور ہے ۔ اس زمانہ میں قاضی کبیر پسر شیخ محسن کو عہدہ قضا کا ملا تھا ۔ بعد وفات قاضی کبیر کے ان کے بھائی کام اس عہدہ کا کرتے رہے ۔ بعہد محمد شاہ بادشاہ فضل علی خاں کے نام یہ عہدہ مقرر ہوا ۔ اور اب تک اسی خاندان میں عہدہ قضا ہے ۔ بالفعل قاضی نفیس الحسن ہیں“ ۔ (تاریخ سہارنپور ص ۲۲)

بھی دیکھا ہے۔ بہت منس مکھ اور خوش مزاج تھی۔ اس نو مسلمہ کشمیری سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ البتہ پہلی بیوی مسماۃ تربیت النسا۔ سے دو لڑکیاں خاتون رقیہ اور ایک لڑکا محمد عمر پیدا ہوا۔ خاتون کا نکاح حکیم محمد ابراہیم ابن حکیم سید احمد حسین سے اور رقیہ کا نکاح حکیم محمد اسمٰعیل ابن حکیم سید احمد حسین سے ہو گیا تھا۔

آپ کے لڑکے حکیم محمد عمر بالکل ناخواندہ تھے، پانچ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۲۷ء یوم جمعہ بوقت گیارہ بجے صبح ان کا انتقال ہوا۔ عمر ستر سال سے زیادہ ہو گئی تھی۔

حکیم محمد عمر کا قیام اپنی بہنوں کے پاس حکیم اسمٰعیل کے یہاں اس بیل خانہ میں جو لب سڑک ہے اخیر تک رہا۔ ان کے پاس سات آٹھ بکریاں رہتی تھیں، ان کو کھلانے پلانے اور چرانے کا شغل رکھتے تھے۔ یہ کشیدہ قامت تھے، سفید دوپٹہ سر پر باندھتے، آزادانہ زندگی رکھتے تھے۔

حکیم محمد عمر صاحب کے ایک لڑکے مولوی حکیم محمد صدیق تھے۔ مظاہر علوم سہارنپور کے شعبۂ تعلیمات کے ریکارڈ کے مطابق ان کی پیدائش ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔

ابتدا اردو وغیرہ کی تعلیم گھر پر رہ کر حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۲۹۴ھ میں آپ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور فارسی نصاب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۲۹۸ھ میں فارسی نصاب کی تکمیل کے بعد ۱۲۹۹ھ میں آپ نے ہدایۃ النحو، کیمیائے سعادت، ابوالفضل پڑھی۔ ان کتابوں میں آپ متوسط نمبرات سے کامیاب ہوئے اور بطور انعام کے آپ کو کافیہ، رکاز مظفر نگر، تنقید الکلام دی گئی۔ آپ نے ہدایۃ النحو مولانا پیر محمد صاحب سہارن پوری سے اور کیمیائے سعادت، ابوالفضل مولانا جمعیت علی صاحب اور مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھی۔

۱۳۰۰ھ میں قطبی، شرح تہذیب، شرح جامی، قدوری، اربعہ پڑھی، مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب دیوبندی آپ کے رفیق درس تھے۔ آپ نے قطبی، شرح تہذیب مولانا عبد العلی صاحب استاذ دوم سے، شرح جامی مولانا احمد علی صاحب استاذ سوم سے، قدوری حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سے پڑھی۔

۱۳۰۱ھ میں آپ نے کنز الدقائق۔ ہدیہ سعیدیہ۔ کسور عامہ پڑھ کر انعام میں یہ کتابیں حاصل کیں، مسلم الثبوت، ہدیہ حمدیہ، اخلاق یوسفی، رکن اعظم۔

۱۳۰۲ھ میں آپ نے مولانا عبد العلی صاحب استاذ سوم سے شرح اسباب پڑھی، سالانہ

امتحان میں سترہ ۱۷ نمبر حاصل کرکے انعام میں شرح وقایہ حاصل کی۔

۱۳۰۳ھ میں آپ نے مشکوٰۃ شریف اور میبذی پڑھی، مشکوٰۃ میں آپ کے استاذ مولانا عبدالعلی صاحب اور مولانا احمد علی صاحب استاذ سوم تھے، حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب نے مشکوٰۃ کا امتحان لیکر آپ کو اعلیٰ نمبرات سے پاس کیا۔ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے آپ کو درمختار اور سلم العلوم انعام میں ملیں۔

۱۳۰۴ھ میں آپ نے مسلم شریف، ترمذی شریف اور مختصر المعانی پڑھی۔ ان تینوں کتابوں کا درس مولانا عبدالعلی صاحب کے یہاں ہوا۔ سالانہ امتحان میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ چنانچہ مسلم شریف، ترمذی شریف میں بیس ۲۰، بیس ۲۰ نمبرات اور مختصر المعانی میں انیس ۱۹ نمبر آپ نے حاصل کیے جس پر آپ کو انعام میں ابوداؤد اور میر زاہد ملی۔

۱۳۰۵ھ میں آپ نے بخاری، نسائی، مقامات حریری، دیوان متنبی مولانا عبدالعلی صاحب سے پڑھی۔ ان کتابوں کا ایک معتدبہ حصہ دوسرے اساتذہ کے پاس بھی ہوا۔

۱۳۰۶ھ میں آپ نے بخاری (مکرر) ابوداؤد، دیوان متنبی (مکرر) دیوان حماسہ، رسالہ میر زاہد۔ شرح مواقف، میر زاہد، ملا جلال پڑھی۔ مجموعی طور پر ان کتابوں کے سالانہ امتحان میں آپ نے (۱۱۹) نمبرات حاصل کرکے یہ کتابیں انعام میں لیں۔ فیض القاموس، مقامات حریری رسالہ مخزن الامثال، معارف، حواشی شرح مواقف۔

۱۳۰۶ھ کے سالانہ امتحان میں آپ تمامی طلباء کے مقابلہ میں اوّل نمبرات سے کامیاب ہوئے جس پر آپ کو جلسۂ انعامیہ منعقدہ گیارہ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ میں بابو الٰہی بخش صاحب سہارنپوری کی جانب سے دو ۲ روپے خصوصی انعام کے طور پر دیئے گئے، بعد میں یہ دو ۲ روپے مولانا محمد صدیق صاحب نے بطور شکریہ کے مدرسہ میں داخل کر دیئے، مرتب روداد اس موقع پر لکھتے ہیں!

"انعام اوّل درجہ کل حکیم محمد صدیق صاحب طالب علم کو تصور فرما کر عنایت کیے بابو الٰہی بخش صاحب نے بوجہ اوّل درجہ ہونے کے دو روپے انعام میں دیئے تھے وہ حکیم صاحب نے بطور شکریہ مدرسہ میں داخل کر دیئے۔ (روداد ۱۳۰۶ھ ص۱۷)

آگے چلکر بعنوان "نوید جاوید" لکھتے ہیں۔

طلبۂ مدرسہ ہٰذا کو مژدہ اور مبارک ہو کر بابو الٰہی بخش صاحب سلمہٗ ملازم ریل نے بنظر حمایت اسلام اور قومی ہمدردی حکیم محمد صدیق صاحب طالب علم کو اوّل درجہ کا

انعام یافتہ خیال فرماکر دو روپے انعام جیب خاص سے عطا فرمائے، اور آئندہ کو
ہمیشہ کے واسطے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ تا قیام سہارنپور جو طالب علم امتحان سالانہ میں
اعلیٰ درجہ کا پاس حاصل کرے گا یعنی کامیاب ہوگا اس کو دو روپے انعام دیا
کروں گا" (روداد ۱۳۰۶ھ صـ۷۲)۔

مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہو کر آپ فن طب کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فن کی تعلیم
حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب سے حاصل کی اور ان ہی کے پاس مطب کیا۔

حکیم محمد صدیق صاحب نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں۔ پہلی شادی امۃ المنان بنت سید احمد ذاکر
صاحب سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکے محمد یامین تھے جو حسن پور کی جدی زمین میں رہتے تھے،
اور وہی اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۳۷ء
میں محمد یامین کا بعارضہ ورم جگر مکان قدیم محلہ قضات میں انتقال ہوا۔ عمر تقریباً (۴۷) سال
تھی۔ ان کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، البتہ تین لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ نعیمہ خاتون
محمودہ خاتون، رشیدہ خاتون۔ یہ تینوں تقسیم ہند کے بعد کراچی پاکستان چلی گئیں۔ اب یہ پورا
خاندان وہیں ہے۔

حکیم محمد صدیق صاحب مرحوم کی دوسری شادی ۱۳۲۴ھ میں حکیم محمد اسحٰق صاحب نے
اپنی لڑکی مسماۃ امۃ الشکور سے کی تھی۔ ان مسماۃ کا چند سال بعد انتقال ہوا۔ اس نکاح کا تذکرہ
روداد مظاہر علوم بابت ۱۳۲۴ھ کے صفحہ (۸۰) پر بھی ہے۔ اس اہلیہ سے آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔

تیسری شادی مسماۃ حمیدہ خاتون سے کی۔ ان سے دو لڑکے جناب محمد احسن، جناب
محمد اصغر اور ایک لڑکی عقیلہ خاتون تولد ہوئیں۔

جناب محمد احسن صاحب کی اولاد میں محمد اجمل، محمد اکمل، یاسمین فرحت، شاہین انجم الحسن،
محمد مرتضیٰ اور روبینہ خاتون ہیں۔ سید محمد اصغر صاحب سہارنپور کے نمایاں حضرات میں ہیں۔
اور جمعیۃ علماء شہر سہارنپور کے جنرل سکریٹری ہیں۔ آپ کی اولاد میں فرحہ صالحہ عالیہ اور ایک لڑکے محمد سعد ہیں۔

لڑکی عقیلہ خاتون کا نکاح مولوی محمد خالد پسر جناب محمد یوسف صاحب نواسہ حضرت اقدس
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ سے پانچ اکتوبر ۱۹۶۴ء مطابق ۲۸ جمادی الاول
۱۳۸۴ھ یوم دوشنبہ میں ہوا۔ نکاح خواں قاضی محمد امین الحق صاحب قاضی شہر سہارنپور تھے
مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر پر یہ نکاح مذکورہ تاریخ میں بعد نماز عصر ہوا۔ اور بعد مغرب رخصتی عمل

میں آئی۔

حضرت شیخ زاد مجدہٗ اس نکاح کے متعلق اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آج ۲۷ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ پانچ اکتوبر ۱۹۶۲ء دوشنبہ کو بعد عصر خالد بن حافظ محمد یوسف صاحب گنگوہی مرحوم نبیرہ حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ کا نکاح دختر حکیم صدیق احمد مرحوم علاتی برادر حکیم اسحٰق صاحب مرحوم کے ساتھ بعبارت قاضی امین بمہر پانچ ہزار محلہ قاضی میں ہوا۔ خالد مع اپنی والدہ کے بہٹ ہاؤس میں شاہ مسعود کا مہمان ہے۔ وہیں رخصت ہو کر عروس بھی گئی۔ شاہ صاحب کی طرف سے شب منگل میں مہمانوں کی دعوت اور صبح منگل میں دعوت عام ہوئی"

حکیم محمد صدیق صاحب کا انتقال ۹ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۳۳ء یوم جمعہ بوقت پانچ بجے صبح ہوا۔ ذات الجنب کا عارضہ لاحق ہوا تھا۔

ہجرت حکیم سید احمد حسن صاحب آخر میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ وہاں جا کر اس خیال سے مطب نہیں کیا کہ شہرت ہو جائے گی اور پھر لوگ یکسوئی کے ساتھ عبادت نہیں کرنے دیں گے۔ اسلئے سرمہ وغیرہ فروخت کر کے اپنی گذر اوقات کیا کرتے تھے۔

حرمین شریفین پہنچ کر آپ نے اہل وعیال کو جو خطوط تحریر کئے اُن میں سے چند خطوط ہمارے خاندانی ذخیرہ میں محفوظ ہیں۔ ان کو پڑھ کر آپ کی طبیعت کی سادگی۔ مزاج کے استغنا اور دیارِ رسول کی محبت وعظمت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس ذخیرہ میں سے یہاں دو خط پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا خط وہ ہے جو حکیم سید احمد حسین صاحب کے نام ہے۔ اور جس میں آپ نے اپنے ارادۂ ہجرت اور قیام حرمین شریفین کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) —— جناب اخوی صاحب مخدوم ومکرّم۔ الطاف فرمائے بندہ سید حکیم احمد حسین صاحب زادت برکاتکم۔ بعد السلام علیک ورحمۃ اللہ۔

گذارش ہے خط آپ کا آیا تھا۔ اور زبانی حافظ اشرف علی صاحب ونیز تحریر عزیز القدر محمد اسمٰعیل دریافت ہوا کہ آپ چاہتے ہیں کہ تو یہاں آوے تو بہتر ہے۔ بعض امور موقوف مشاورت پر ہیں۔

میرا دل یہاں بہت چاہتا ہے کہ رہوں۔ آئندہ دیکھئے آب ودانہ یہاں کا مقدر ہے یا نہیں۔ اگر رزق سہارنپور مقدر ہے تو ضرور آؤں گا۔ ورنہ داعی ہرگز

نہیں چاہتا کہ یہاں سے عزم ہند کردں۔
اب تک نیت ہجرت نہیں کی۔ خوف رکھتا ہوں کہ شاید یہاں کا قیام نہ ہو لیکن دعا اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں کہ مجھ کو حرمین شریفین میں جہاں چاہے رکھے۔ آمین۔ اور سب صاحبوں کے واسطے دست بدعا ہوں، اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائے۔ گھر میں سب عزیزاں، عبداللہ وحافظ صاحب وغیرہ جمیع محلہ داران سلام علیک۔ مکرر یہ کہ اگر مشاورت کریں تو البتہ شیخ کاظم علی صاحب لائق مشاورت ہیں۔

راقم ہیچ میرز۔ احمد حسن۔ ۱۲۹۴ھ

(۲) ـــ جناب اخوی صاحب مکرم معظم سید حکیم احمد حسین صاحب دامت برکاتہم
بعد السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
گذارش رائے عالی میں ہے کہ دو خطوط مرسلہ جناب مجھ ہیچ کارہ کے پاس پہنچے۔ احوال سب معلوم ہوئے۔ مقصود اصل خط کا یہ تھا کہ میں وہاں (ہندوستان میں) حاضر خدمت ہو کر زیارت سے آپ کی سعادت حاصل کروں۔ بر سبب فرط محبت جناب کے یہ امر مجھ کو لائق تھا۔ لیکن بہ سبب بعد مسافت وسفر دریا نہایت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب آپ کے واسطے بہم پہنچائے کہ آپ بارادۂ حج تشریف فرما مکہ معظمہ کے ہو کر زیارت سے کعبہ شریف کے مشرف ہوں۔
اگر دریا کا سفر نہ ہوتا تو میں عازم اس طرف کا ہوتا۔ معاف فرماویں۔
بخدمت عزیز القدر احمد زکریا وبرادر صاحب احمد یونس، سلام علیک، وبحق جمیع عزیزان کے دعا میری قبول ہو۔

راقم احمد حسن تاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ از مکہ معظمہ (۲۰ دسمبر ۱۸۷۷ء)

وفات

مکہ مکرمہ پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد آپ نے ہجرت کی نیت کرلی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ حرمین شریفین میں آپ نے اہتمام کے ساتھ یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ حج میں صرف تیری ذات کے لئے کر رہا ہوں، اور میرا جی نہیں چاہتا کہ مجھے مزید زندگی ملے اور لوگ مجھے حاجی کہہ کر پکاریں۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
تلاش وجستجو کے باوجود آپ کی تاریخ وفات ہمیں نہیں مل سکی۔

منشی نند کشور سابق ڈپٹی کلکٹر ضلع میرٹھ نے اپنی کتاب تاریخ سہارنپور میں آپ کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔

"حکیم احمد حسن برادر حکیم احمد حسین۔ حکیم محمد بخش اپنے عم اور حکیم امام الدین دہلوی سے علم عربی اور فارسی تحصیل کیا۔ طبیب کامل ہیں۔"

(تاریخ سہارنپور ص۱۱۲ مطبوعہ ۱۸۶۷ء)

عالی جناب حکیم سید احمد حسین صاحب

آپ اپنے والد سید ابوالحسن، ابن حافظ امام بخش نقیہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے لیکن اس تذکرہ میں آپ کا ذکر خیر سب سے بعد میں اسلئے رکھا گیا ہے کہ بعد کی کڑیوں کو جوڑنے کیلئے ربط اور تسلسل باقی رہے۔

حکیم سید احمد حسین صاحب موصوف اور آپ کے چاروں حقیقی بھائی سید احمد یوسف سید احمد زکریا۔ حاجی سید احمد یونس۔ حکیم سید احمد حسن عرف حکیم پاٹھا کا تذکرہ کتاب کے ابتدائی صفحات میں ہو چکا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کے ننھیال کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کرکے پھر حکیم سید احمد حسین صاحب کے حالات سپرد قلم کئے جائیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رحیم النساء تھا۔ ان کا مختصر سلسلۂ نسب جو دریافت ہو سکا وہ یہ ہے؛ رحیم النساء عرف بی پیاز و بنت مفتی مراد اللہ عرف مراد علی ابن سید لطف اللہ ابن سید وجیہ اللہ۔ سید وجیہ اللہ کے متعلق کچھ معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔ البتہ قدیم شجرات سے اتنا معلوم ہو سکا کہ ان کی ایک صاحبزادی مسماۃ راحت النساء تھیں جنکی شادی میر عبدالعلی ابن میر محمد ولی ابن مولانا مفتی عصمۃ اللہ سہارنپوری سے ہوئی تھی۔

سید لطف اللہ صاحب کی چار لڑکیاں سعادت النساء، رحمت النساء، نجیب النساء نور النساء، اور ایک لڑکے مفتی مراد اللہ صاحب تھے جو مراد علی کے نام سے مشہور تھے۔

سید لطف اللہ صاحب کی پہلی صاحبزادی مسماۃ سعادت النساء، اور چوتھی صاحبزادی مسماۃ

---

[1] ذیقعدہ ۱۲۵۵ھ کے ایک بیعنامہ پر بھی تخلص مفتی مراد اللہ مرحوم لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ بیعنامہ ہمارے خاندانی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔

نورالنسار کس کے نکاح میں آئیں ۔ انکی تفصیلات ہماری نظر سے نہیں گذریں ۔ البتہ دوسری صاحبزادی رحمۃ النسار کا نکاح سید عیدی (وفات ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۳۹ھ) سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید عبد اللہ عرف سید عبدالغنی پیدا ہوئے ۔ عالی جناب حکیم فضل حق صاحب جناب الحاج حکیم سید حسنین صاحب ۔ جناب الحاج حکیم سید آفتاب احمد صاحب ۔ ڈاکٹر سید ارشد صاحب حکیم سراج الحق حکیم اسرار الحق ۔ حکیم فیضان الحق اور بابو عرفان الحق صاحب وکیل ، کا تعلق اسی شاخ سے ہے ۔"

ان سب صاحبان کے تفصیلی حالات کتاب کے آخر میں آرہے ہیں ۔

تیسری صاحبزادی مسماۃ نجیب النسار کا نکاح حکیم حافظ سید محمد بخش صاحب سے ہوا ۔ ان کے تفصیلی حالات کتاب کے ابتدائی صفحات میں گذر چکے ۔

مفتی مراد اللہ صاحب بڑے مشہور اور معروف علمار میں تھے ۔ ان ہی کے نام پر ہمارے محلہ کا نام سرکاری کاغذات وثیقہ ناموں اور خطوط میں ۔ محلہ مفتی مراد اللہ صاحب" لکھا ہوا ملتا ہے جس کو اب اختصاراً محلہ مفتی کہا جانے لگا ۔ اور اب یہ اسی نام سے دور ، دور تک مشہور ہوگیا

آپ نے دو نکاح کئے ، پہلا نکاح ۲۴ ذی الحجہ ۱۱۹۵ھ میں مسماۃ شرف النسار بنت شاہ قادر بخش سے ہوا ۔ اس نکاح کا جو وثیقہ نامہ لکھا گیا وہ یہ ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل سنۃ سنیتہ للانام ۔ ونصلا فاطعا ممیزا بین الحلال والحرام ۔ وحصنا حصینا عن الفواحش والاثام ۔ وتمتعا فی اللیالی والایام ۔ والصلوٰۃ والسلام علےٰ من جاء بامر فانکحوا ما طاب لکم من النساء ۔ وقال النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی وعلیٰ آلہ المطہرین واصحابہ المتادبین ۔

امابعد ۔ ایں وثیقہ صحیحہ محررہ برایں کہ بتاریخ بست وچہارم شہر ذی الحجہ حاضر آمدہ غلام نبی عرف ننھو بن دوست محمد نکاح خواں کہ وکیل است بالنکاح از طرف مسماۃ شرف النسا بنت شاہ قادر بخش بن شاہ فخر الدین باخبار شاہدین احمد ہما امام بخش بن خواجہ بخش وثانیہما محمد بخش ابن شاہ قادر بخش مذکور ، وکیل مذکور بعد ثبوت وکالت نفس نفیس موکلہ باذنہما وباجازۃ ولیہا ۔ درعوض مہر مبلغ

یک لاکھ بست و پنج ہزار و دو دینار از سرخ درزنی وزوجیت سید مراد اللہ
ابن سید لطف اللہ بن سید وجیہ اللہ مفتی داد۔
وسید موصوف نفس نفیسہ سماۃ مسطورہ را بتزویج وکیلش باذن ولیش
بذل مہر مرقوم اصالۃً برائے خود خواست وقبول کرد در نکاح آوردہ۔ چنانچہ کلام
عاقدین در مجلس نکاح مسموع ومفہوم گشت۔ وبینہما ایجاب وقبول نکاح صحیح
شرعی واقع شد ومنعقد گشت۔ نکاحاً صحیحاً شرعیاً نافذاً علی سبیل الشہرۃ
والاعلان۔ لاعلیٰ طریق الخفیۃ والکتمان۔ بقدر وقع ذلک بحضور جماعۃ من المسلمین
سینظہر اسماءہم فی الحاشیہ۔ فقط۔ تحریر تاریخ بست چہارم شہر ذیعقدہ ۱۱۹۵ھ"
مفتی مراد اللہ صاحب کے یہاں اس نکاح سے صرف ایک لڑکی رحیم النساء عرف بی پیارد
پیدا ہوئیں اور پھر یہی رحیم النساء آگے چلکر سید ابوالحسن کی اہلیہ اور حکیم سید احمد حسین صاحب
وغیرہ کی والدہ بنیں۔

سماۃ رحیم النساء اپنے لڑکے حاجی احمد یونس صاحب کے ہمراہ حج وزیارت کیلئے گئی تھیں۔
وہاں کے زمانۂ قیام میں رحیم النساء نے اپنی زمین کا نصف حصہ حاجی احمد یونس صاحب کو
ہبہ کردیا تھا جس پر انھوں نے حرمین شریفین سے آکر قبضہ کرلیا۔ [۱]

---

[۱] یہ زمین وہی ہے جو ایک جانب سے ہماری مسجد کے شرق میں ہے اور دوسری جانب سے سڑک پر واقع ہے۔ حاجی احمد یونس نے اپنے حصۂ زمین کی بنیادیں بھروادیں۔ غالباً حسابی غلطی اور پیمائش کے فرق کی وجہ سے نصف سے زائد حصہ ان کے پاس چلا گیا۔ حکیم سید احمد حسین صاحب کو اس غلطی کا علم اس وقت ہوا جب کہ انھوں نے بقیہ زمین پر مکان بنوانے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے اسکی پیمائش کرائی۔ اس موقعہ پر حکیم احمد حسین صاحب نے حاجی احمد یونس صاحب سے کہا کہ میں اپنا مکان بنوا رہا ہوں میرے پاس زمین کچھ کم ہے اسلئے تھوڑی سی زمین مجھ کو دیدی جائے۔ انھوں نے انکار کردیا اسپر حکیم سید احمد حسین صاحب نے کہا کہ بھائی سمجھ کر دیدو جب وہ اس پر بھی تیار نہ ہوئے تو حکیم صاحب نے کہا کہ خدا واسطے دیدو۔ لیکن حاجی صاحب نے پھر بھی معذرت کردی، اسپر حکیم سید احمد حسین صاحب نے فرمایا کہ اب میں اپنے حصۂ زمین میں سے ایک گز زمین تم کو مزید دیتا ہوں چنانچہ اتنی زمین چھوڑ کر پھر تعمیر شروع کرائی۔ یہ عمارت اب بیٹھک کے نام سے موسوم ہے۔ یہ عمارت حکیم صاحب کے انتقال کے بعد بذریعہ ہبہ نامہ حکیم محمد اسحٰق صاحب کی طرف منتقل ہوئی، اور ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی حکیم محمد یعقوب صاحب کے پاس آئی حکیم محمد یعقوب صاحب نے یہ بیٹھک اپنے لڑکے مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب کو ہبہ کردی ہے حکیم محمد ایوب صاحب ←

مفتی مراد اللہ صاحب کی زوجہ اولیٰ مسماۃ شرف النساء اہل سنت والجماعت میں سے تھیں
اُن کا تمام گھرانہ خالص سُنی گھرانہ تھا۔ اُن سے جو نسل چلی وہ بھی مسلکاً سُنی رہی۔ ان کے بعد
مفتی مراد اللہ صاحب نے دوسری شادی مسماۃ بختاور خانم سے کی جو مسلکاً رافضیہ تھیں۔ ان سے
چلنے والی نسل اور اولاد کا مسلک رفض و شیعیت تھا۔ اس زوجۂ ثانیہ رافضہ سے مفتی صاحب
کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔ (۱) مفتی سید محمد حسین،
(۲) رضا حسن (۳) کمانی بیگم (۴) سید محمد حسن عرف میر حسن۔

مفتی سید محمد حسین کے متعلق کچھ تاریخی معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔ البتہ مسل بندوبست ۱۸۶۷ء
دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کے تین لڑکوں کے نام یہ ہیں، طالب حسین، فضل حسین، مظہر حسین،
رضا حسن ۱۸۶۰ء ۱۲۷۶ھ تک بہ حیات تھے۔ یہ اپنی سوتیلی بہن رحیم النساء (یعنی والدہ حکیم سید
احمد حسین صاحب) کے پاس عیدین کے موقعہ پر باوجود اختلاف مسلک کے بڑے اہتمام کے ساتھ
جاتے تھے، رحیم النساء اس زمانے میں اپنے شوہر سید ابوالحسن کے ہمراہ اس مکان میں رہتی تھیں
جو "بیچ کی حویلی" سے مشہور تھا اور جو آج کل حکیم سید حسنین صاحب علیہ الرحمہ کے وارثوں کے پاس ہے۔
رحیم النساء اپنے بھائی (رضا حسن) کو غیرت اور شرم دلانے اور ان کے رفض و شیعیت پر
اظہار نفرت کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ بہت سخت توہین آمیز برتاؤ کرتی تھیں اور مکان میں
آنے سے قبل ہی اُن کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیتیں۔ اور جن برتنوں میں رضا حسن کھانا کھاتے
تھے یہ رحیم النساء اُن کے سامنے ہی اُن سب کو اپنے ملازم کے ذریعہ ندی پر بھیج کر پاک کرائی
تھیں۔

رضا حسن کے ایک بیٹے فتوت حسین تھے۔ یہ بہت قد آور اور تنومند آدمی تھے۔ بدن
بھی بھاری تھا۔ بہت خوش مزاج اور خوش مذاق تھے۔ ۱۹۱۰ء کے آس پاس انکا انتقال
ہوا۔ تین لڑکے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) مقبول حسین (۲) منظور حسین
(۳) ظہور حسین (۴) معصومہ خاتون۔

۔۔۔ کی وفات کے بعد ان کے ورثائے شرعی میں سے چار صاحبزادگان مولانا محمد الیاس، مولانا محمد
اسرائیل، مولانا محمد عاقل اور مولانا عزیر کے حصہ میں یہ بیٹھک آگئی، اور انھوں نے اس پر اپنے
رہائشی مکان بنا لیے۔

مقبول حسین انسپکٹر صفائی میونسپل بورڈ تھے بعارضہ فالج ان کا انتقال ہوا منظور حسین ہندوستان ہی میں رہے اور شہر کے مضافات میں اپنی جدی زمین کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ چونکہ یہ زمین کسی گاؤں میں تھی اسلئے انھوں نے اسی گاؤں میں رہائش اختیار کرلی تھی، ان کے ایک لڑکی سلطانہ تھی جس نے قرآن پاک ہمارے گھر میں دادی صاحبہ سے پڑھا تھا' سلطانہ تقسیم کے بعد پاکستان چلی گئیں۔

ظہور حسین جو تیسرے بیٹے ہیں ان کے حصہ میں مفتی نفوت حسین کا وہ مکان آیا تھا جس کو ظہور حسین مذکور نے ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۶۷ء میں اہلیہ مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب اور مولانا حکیم محمد الیاس صاحب کو فروخت کردیا تھا۔ اس حصہ کو از سر نو بنانے کے بعد یہ دو گھرانے اسمیں منتقل ہوگئے۔

معصومہ خاتون کا نکاح حیدر آباد میں ہوا۔ اور وہاں منتقل ہوگئی۔

مفتی مراد اللہ صاحب کا انتقال ۲۴ شعبان ۱۲۲۴ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی دونوں بیویاں حیات تھیں۔

اس تفصیلی تذکرہ کے بعد اب حکیم سید احمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔

آپ کی تاریخ پیدائش خاندان میں کسی کو معلوم نہ تھی لیکن اس تذکرہ کی ترتیب کے دوران جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے جب وہ قلمی نوادرات اور مخطوطات دیکھے گئے جو حکیم سید احمد حسین صاحب نے ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں اور حکیم سید محمد اسحٰق صاحب نے ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ کو وقف فرمائے تھے تو ایک کتاب "زبدۃ الرمل" کے حاشیہ پر خود آپ کے قلم سے اپنی تاریخ پیدائش ان الفاظ کے ساتھ لکھی ہوئی ملی "تولد سید احمد حسین بتاریخ بست و دوم شہر رجب بوقت یک پاس روز باقی مانده بود، دہشت روز باقی بھادوا مانده بود ۱۲۲۵ھ تولد شد" اس تحریر کے مطابق آپ کی پیدائش بائیس ۲۲ رجب ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔

آپ اپنے تمام بہن بھائیوں میں عمر اور بزرگی کے اعتبار سے بڑے تھے۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے خاندان کے اکابر اور علمائے وقت سے عربی زبان میں حاصل کی، عربی و فارسی استعداد بہت عالی تھی۔ فن طب اپنے تایا حکیم سید محمد بخش صاحب سے حاصل کیا۔ آپ کی حذاقت

اور نبض شناسی کا شہرہ بہت دور تک پہنچا ہوا تھا اور آپ بھی شاہانہ انداز سے طبابت کرتے تھے۔ حضرت مولانا امیر باز خاں صاحبؒ آپ کو حکیم لاجواب، بقراط زماں، بوعلی ثانی جیسے القاب سے یاد کیا کرتے تھے۔

پہلے زمانہ میں اتفاقاً علم رمل بھی سیکھے تھے اور اس علم کو اپنی طبابت میں استعمال کرتے تھے آپ بھی اس فن کے ماہر تھے لیکن بعد میں بڑی پختہ اور مضبوط توبہ کرلی تھی۔ واقفین اور احباب اگر اصرار کرتے کہ اس فن کو کام میں لائیے۔ لیکن صاف انکار کر دیا کرتے تھے اور فرمادیا کرتے تھے کہ میں توبہ کر چکا ہوں۔

بوڑیہ میں آپ کا قیام

جب آپ کی طبی حذاقت اور فنی مہارت کی شہرت ہوئی اور مسیحائی کے ذکر تذکرے چاروں طرف پھیلنے لگے تو متعدد رؤسا، ملک اور مہاراجاؤں کی طرف سے آپ کو اپنا 'طبیب خاص' بنائے جانے کی دعوت ملی۔ آپ نے بوڑیہ ضلع انبالہ کے راجہ کا دعوت نامہ منظور کرلیا۔ اُس کا نام راجہ جیون سنگھؒ[1] تھا۔

جیون سنگھ کے پوتے لچھمن سنگھ اور لچھمن سنگھ کے دو لڑکے امرال سنگھ اور جگندر سنگھ تھے۔ راجہ جیون سنگھ آپ کے بڑے معتقد اور دلدادہ تھے۔ آپ بھرپور دینی وقار و متانت اور خاندانی عزت و وجاہت کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے محل میں رہتے۔ اور ان کے باغات و محلات میں بے تکلف آتے جاتے۔ راجہ صاحب کی دعوت پر ۱۳۲۶ھ کا پورا رمضان المبارک آپ نے بوڑیہ میں گذارا۔ راجہ صاحب کی طرف سے اس موقع پر دونوں وقت کھانے کا پورا اہتمام ہوتا تھا۔ جب آپ کسی موقعہ پر سہارنپور آتے تو راجہ کے خطوط کثرت کے ساتھ آپ کے پاس آنے لگتے، جن میں اشتیاق ملاقات، استدعائے تشریف آوری اور تمنائے دید کا اظہار ہوتا تھا۔ یہاں پر راجہ کا ایک خط پیش کیا جاتا ہے یہ اُس موقعہ پر لکھا گیا جب کہ آپ بوڑیہ سے عارضی طور پر اپنے وطن سہارن پور آئے ہوئے تھے۔

---

[1] سردار جیون سنگھ اپنے علاقہ کی حدود میں آنریری مجسٹریٹ، آنریری سول جج اور سب رجسٹرار تھے۔ ۱۸۸۸ء میں انھیں عام خدمات کے صلہ میں سی۔ آئی۔ ای کا خطاب بھی ملا۔ ۱۸۹۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور ان کے نابالغ پوتے لچھمن سنگھ ان کے جانشین ہوئے۔"
(تذکرہ رؤسائے پنجاب جلد دوم ص۱۰۳) مطبوعہ ۱۹۱۱ء

یہ خط اور اس کا انداز تحریر آپ کی شخصیت اور مقام کو کافی حد تک متعین کرتا ہے۔

حکیم صاحب مہربان ——— حکیم احمد حسین صاحب زاد محبتہٗ۔

بعد شوق مافوق مواصلت جسمانی کہ زیادہ حد تحریر و تقریر سے ہے۔

رقیمہ بہجت طراز پہنچا مشکور یاد فرمائے گیا۔ در یں ولا مخلص کو اشتیاق سامی

مواصلت فوق الحد دامن گیر حال ہے۔

بنا بریں تصدیعہ پرداز ہوں کہ جس روز آپ بموجب نمیقہ ہٰذا ارقام فرما دیں

یہاں سے سواری واسطے تشریف آوری آں مخلص کے روانہ خدمت کی جاوے

مگر براہ اخلاص تشریف آوری میں توقف جائز نہ رکھ کر بذودے تعین یوم رونق فرمائی

اس جگہ سے اطلاع دیں۔ تا بموجب تحریر کے یہاں سے سواری آپ کے پاس

روانہ کی جاوے۔ دیگر خیریت ہے۔

مرقوم ۱۸ مارچ ۱۸۷۷ء (۲ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ)

از مشتاق الوصال عاصی ضیاء الدین۔ سلام مسنون الاسلام مستجاب باد

لفافہ ہٰذا بمقام سہارن پور۔ رسیدہ

بخدمت اشفاق مرتبت حکیم صاحب مشفق قدر دان حکیم احمد حسین صاحب زاد محبتہٗ۔ فائز باد

بوڑیہ میں آپ کے علمی مشاغل

بوڑیہ کے زمانۂ قیام میں آپ علمی کاموں میں بھی مصروف رہتے۔ مطالعہ اور کتابوں کی نقل میں آپ کا بہت سا وقت صرف ہوتا۔ آپ بہت زود نویس تھے، تحریر بھی پختہ اور مضبوط تھی۔ آپ کی نقل کی ہوئی کتابوں میں سے چند کتابیں یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	فن و موضوع
(۱)	زبدۃ الرمل	۲۸	ریاضی
(۲)	زبدہ روشن	۲۶	"
(۳)	اختصار الرمل	۱۰۰	"
(۴)	رسالہ نادر الرمل	۹۸	"

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	فن موضوع
(۵)	قدوری	۴۰۸	فقہ
(۶)	فارسی نامہ	۱۴	لغت
(۷)	نصاب مثلث عبدالرحمن	۵	〃
(۸)	نصاب مثلث بدیعی	۶	〃
(۹)	رسالہ شمسیہ	۳۲	منطق
(۱۰)	رسالہ نامعلوم الاسم	۲۸	فلسفہ
(۱۱)	دستور عشق	۱۲۸	تاریخ
(۱۲)	تقلب المناقب	۹۰	〃
(۱۳)	لیلیٰ مجنوں	۱۷۰	〃
(۱۴)	مجموعۂ قصائد	۷۶	ادب
(۱۵)	بصیری	۲۰	نحو
(۱۶)	نامعلوم الاسم	۴۵۰	طب
(۱۷)	مخزن اسرار	۱۲۳	تصوف

(۱۸) مجموعہ بقائی۔ ۱۲۷۰ھ میں یہ کتاب آپ نے بوڑیہ میں نقل کی، اس کے صفحات (۳۷۰) ہیں سائز بڑا ہے۔ کتاب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔ بتاریخ ہفدہم ذی الحجہ روز دوشنبہ وقت یک پاس روز برآمدہ ۱۲۷۰ھ در قطعہ راجہ صاحب گوربخش سنگھ صاحب کاتب الحروف نحیف الکونین طبیب احمد حسین ولد سید ابوالحسن بن سید حافظ امام بخش ولد سید محمد حسین بخاری ساکن سہارنپور غفرلہم اجمعین۔ بپاس خاطر برخورداران محمد ابراہیم و محمد اسمٰعیل طال اللہ عمرہما تحریر یافت۔

ھ   نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا اُمید

من نوشتم صرف کردم روزگار   من نمانم ایں کتابے برقرار

(۱۹) نامعلوم الاسم۔ فن طب پر یہ بڑی ضخیم اور وقیع کتاب ہے جو ۲۲×۱۸/۸ سائز کے (۵۲۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۳۰۳ھ میں بوڑیہ میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کے اختتام پر آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"بتوفیق رب جلیل بتاریخ ۲۰ ماہ رجب المرجب روز شنبہ وقت ظہر دو گھنٹہ روز از دو پہر گذشتہ بود و از ان ظہر شروع شدہ ۱۳۰۳ھ در قلعہ سردار جیون سنگھ رئیس بوڑیہ باتمام رسید" کاتب الحروف احمد حسین طبیب۔

(۲۰) میزان الطب:۔ فن طب کی یہ بنیادی کتاب آپ نے ۱۲۶۱ھ میں نقل کی، اسکے صفحات (۵۰۴) ہیں۔ ۲۶ صفر ۱۲۶۱ھ بروز سہ شنبہ آپ نے اس کی کتابت شروع کی۔ اور ۲۱ صفر بروز جمعہ بوقت عصر اس سے فارغ ہوئے۔ چار یوم کی قلیل مدت میں اتنی ضخیم کتاب کی نقل اور وہ بھی خوشخط اور پاکیزہ حروف کے ساتھ آپ کے ذوق علمی اور زود نویسی کی دلیل ہے

بوڑیہ میں آپ درس و تدریس میں بھی مشغول رہتے تھے۔ متعدد لوگوں نے آپ سے فن طب کی تعلیم حاصل کی۔ حکیم حسین بخش ابن محمد فاضل ابن محمد اعظم بھی آپ کے تلامذہ میں تھے جن کا مستقل قیام بوڑیہ میں تھا۔ انھوں نے حکیم محمد شریف ابن حاذق الملک حکیم محمد اکمل صاحب دہلوی کی تالیف۔ عجالۃ النافع۔ ستائیس رمضان المبارک ۱۲۵۷ھ میں نقل کرکے حکیم سید احمد حسین صاحب کو پیش کی تھی۔ یہ کتاب بڑے سائز کے (۴۱۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقل کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"نقل ہذا الکتاب برائے جناب مستطاب اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مقبول الکونین حکیم سید احمد حسین سہارن پوری کہ در علم طب استاد ایں خاکسار ذرۂ بےمقدار اند، تحریر یافت"۔

ایک مرتبہ مہاراجہ بوڑیہ نے اپنی فوج میں آپ کو خصوصی معالج بنکر رہنے کی پیش کش کی، اور ایک ہزار روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر آپ کیلئے مقرر کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے شدت کے ساتھ انکار فرمادیا اور کہدیا کہ میں فوج میں ملازمت نہیں کرسکتا۔ گھر والوں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں ساری عمر کیلئے اپنے اور اپنے گھرانہ پر دھبہ لگوانا نہیں چاہتا۔

جب آپ بوڑیہ کا قیام ترک کرکے سہارنپور چلے آئے تو جگادھری کے راجہ نے آپ کو اپنے یہاں بلانے کی اور اپنا خصوصی معالج بنائے جانے کی پیش کش کی۔ لیکن آپنے انکار فرمادیا اور پھر آخر تک سہارن پور ہی رہے۔ اور یہیں مطب کیا۔ گھر پر جاکر دیکھنے کی فیس آٹھ آنہ مقرر تھی۔ نہ اس سے کم لیتے اور نہ زیادہ۔ کبھی روپیہ جمع کرکے نہیں رکھا، صبح سے شام تک جتنی آمدنی ہوتی اس کو لیکر گھر پہنچتے۔ خاندان کے تمام افراد اور مستورات جمع ہوجاتیں۔ آپ

ہر ایک سے اس کی ضرورت دریافت فرماتے اور اسکی خواہش و منشا کے مطابق اسکو رقم دیدیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرا بھائی، احمد حسنؒ اپنے مریضوں سے خوب لیتا ہے میں صرف ایک اٹھنی لیتا ہوں لیکن میری اٹھنی بہت دن تک چلے گی۔ اکثر نصیحت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کسی کا پیسہ اُس کا دل دکھا کر مت لو۔ ورنہ ساری عمر پریشان رہو گے۔

سہارنپور میں جب تک آپ کا قیام رہا آپ کی نشستگاہ مختلف علوم و فنون بالخصوص طب کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبار سے پُر رونق اور آباد رہتی۔ ان طلبار میں مسلم اور غیر مُسلم سب ہی ہوتے تھے۔ ان میں بہت سے طلبار اپنے مطالعہ اور تجربات کی تکمیل کے بعد سہارنپور کے مشہور اطبار میں شمار کیئے گئے اور سہارنپور و بیرونِ سہارنپور میں انھوں نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ منشی نند کشور نے تاریخ سہارنپور میں آپ کے صرف دو تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ صرف سہارنپور میں ہی ان کے تلامذہ کی بہت بڑی تعداد تھی۔ ؎

حج۔ آپ باوجود خواہش اور تمنا کے نہیں کرسکے۔ فرماتے تھے کہ تین مرتبہ میں نے حج و زیارت کے لئے رقم جمع کی۔ دو مرتبہ تھوڑی تھوڑی رقم جمع کرکے راجہ بوڑیہ کے ایک مصاحب کے پاس امانتاً رکھوائی۔ لیکن بعد میں نہ معلوم کیا حالات پیش آئے کہ وہ ادا نہ کرسکا۔ تیسری مرتبہ کسی مسلمان کے پاس جمع کرائی جب معتد بہ مقدار اس کے پاس جمع ہوگئی تو اس نے صاف انکار کردیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس مسلمان کو تو میں نے معاف کردیا لیکن اس مصاحب کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ آخرت میں مواخذہ و مطالبہ کروں گا۔

ذوقِ عبادت، درود شریف کا اہتمام اور ایک مُبارک خواب

تلاوت قرآن پاک اور نوافل کا آپ کے یہاں بہت اہتمام تھا۔ حضرت شہید بریلویؒ سے بیعت ہونے کے بعد آپ کے ذوقِ عبادت میں مزید اضافہ ہوا۔ تہجد کا معمول دائمی تھا۔ شاذ و نادر کبھی اسمیں تخلف ہوتا۔ نماز تہجد میں طویل قرأت کرتے تھے۔ حکیم حسنین صاحبؒ کی والدہ ماجدہ کہتی تھیں کہ طویل قیام کی وجہ سے پاؤں پر

؎ منشی صاحب موصوف نے آپ کے دونوں تلامذہ کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔

(۱) حکیم مصر گوبند سہائے خلف کنور سین شاگرد حکیم احمد حسین کھالہ پار محلہ میں رہتے ہیں اور بجربہ مطب کرتے ہیں۔

(۲) حکیم مصر سورج سنگھ خلف مصر دیوان سنگھ ساکن محلہ (؟) کھالہ پار۔ حکیم احمد حسین سے تحصیل علم کیا۔ پنجاب میں راجہ سکیٹ کے پاس ملازم ہیں۔ (تاریخ سہارنپور مطبوعہ ۱۸۷۷ء)

ورم آجاتا تھا، خدام کیسو کے پھول اور مکوہ وغیرہ سے اس ورم کو تحلیل کرتے تھے۔

درود شریف کا آپ کے یہاں بڑا اہتمام تھا۔ بکثرت پڑھتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ بہت خوبصورت عالی شان محل ہے اسمیں تخت بچھا ہوا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہیں، آپ زیارت کے لئے حاضر ہوئے لیکن فرطِ رعب کی وجہ سے دُور کھڑے ہوگئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر آواز دی اور فرمایا۔ احمد حسین قریب آؤ۔ آپ چند قدم آگے بڑھے اور رُک گئے۔ فرمایا اور قریب آؤ۔ چند قدم چل کر رعب وہیبت کی وجہ سے پھر رُک گئے آپ نے پھر اور قریب بلایا اور فرمایا کہ۔ ہم تم سے بہت خوش ہیں، تمھارا درود ہر روز ہم تک پہنچتا ہے۔ یہ فرماکر ایک مکان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ اس کو دیکھو یہ ایک موتی سے بنایا گیا ہے اور یہ تمہارا ہے۔

ایک مرتبہ آپ حکیم ضیاء یامین صاحب کے ساتھ گھانہ (ضلع سہارنپور) جارہے تھے راستہ میں ایک میدان جس میں ریت تھا، آیا۔ یہ دونوں حضرات پیدل جارہے تھے۔ اتفاقاً ایک غیر مسلم راجپوت جو اپنے علاج کے سلسلہ میں آپ کا معتقد تھا آگیا۔ اس نے سواری کیلئے اپنا گھوڑا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے پیدل چلنے کی مشق ہے۔ کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس راجپوت نے آپ کی عمر دریافت کی تو آپ نے اسیؔ سال بتلائی۔ اس کو تعجب ہُوا اور کہنے لگا کہ اس عمر میں ایسے مضبوط قُویٰ اور پیدل سفر؟ آپ نے فرمایا میری درازیٔ عمر کا سبب درود شریف کی کثرت ہے۔

آپ کو حکیم سید محمد بخش صاحب علیہ الرحمہ سے بڑا تعلق خاطر تھا۔ بہت کثرت کے ساتھ ان کا ذکر تذکرہ کرتے رہتے۔

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حکیم سید محمد بخش صاحب نے آپ کو تربوز دیا۔ آپ نے خواب ہی میں اس کو کاٹ کر کھایا۔ نہایت لذیذ وشیریں تھا، اس کی ایک قاش اپنے خادم کو بھی دی۔ صبح کو جب بیدار ہوئے تو ہاتھوں میں اس کی خوشبو اور منہ میں اس کی شیرینی موجود تھی، عجیب بات یہ ہے کہ اسی شب میں یہی خواب بعینہٖ اس خادم نے بھی دیکھا۔ صبح کو حکیم سید احمد حسین صاحب اپنا خواب سُنانے کے لئے اس کے پاس جارہے تھے اور وہ خادم اپنا خواب سُنانے کیلئے آپ کے پاس آرہا تھا۔

آپ کا معمول تھا کہ جو لوگ آپ سے دُعا کی درخواست کرتے، آپ ان کے لئے عصر کی نماز کے بعد باآواز بلند ان کا نام لیکر دعا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد

صاحب نوراللہ مرقدہٗ مکان پر تشریف لائے، ملاقات فرمائی اور چلتے وقت دعا کی درخواست کی، آپ نے اسی طرح اپنے معمول کے مطابق بعد نماز عصر اُن کا نام لیکر دعا فرمائی۔

عوام کے ساتھ آپ کا ربط و ضبط بہت تھا، کچھ تو اپنے علاج و معالجہ کے سلسلہ میں آپ کے پاس آتے۔ اور کچھ آپ کی بزرگی اور تقوی سے متاثر ہو کر دُعا و توجہات کے لئے حاضری دیتے۔ ریاست جھجر کے کچھ مسلمان رؤسا اور نواب انگریزوں نے گرفتار کر کے سہارنپور میں محصور و محبوس کر دیئے تھے، "قلعہ نوابان" ان ہی ـــــ کی طرف منسوب ہے۔ ان لوگوں کا حکیم صاحب سے بڑا گہرا نیاز مندانہ تعلق تھا۔ بڑی محبت اور عقیدت سے یہ لوگ آپ کے ساتھ پیش آتے۔ حکومت انگریزی کی نظروں میں معتوب ہونے کے باوجود آپ کثرت کے ساتھ ان لوگوں سے ملاقات کرتے اور ان کی مظلومیت پر کُڑھتے تھے۔

حضرت سیّد صاحب سے آپ کا تعلق

حکیم سید احمد حسین صاحب کی شخصیت میں جو عظمت اور وقعت پیدا ہوئی۔ اس کا سب سے بڑا سبب حضرت اقدس سید احمد صاحب شہید بریلوی نوراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ مبارکہ تھی۔ سید صاحب جب سفر جہاد کے لئے روانہ ہوئے، اور سہارنپور تشریف لائے تو حکیم صاحب موصوف کی درخواست پر آپ نے ہمارے مکان کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ اور خاندانی مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ مکان میں تشریف آوری کے موقع پر حکیم صاحب نے جلدی جلدی اپنے گھرانے اور خاندان کے نوعمر بچوں کو خدمت والا میں پیش کر کے درخواست کی کہ اپنا دستِ مُبارک ان بچوں کے سروں پر رکھدیں اور دُعا کریں۔

سید صاحب نے اس درخواست کو قبول فرما کر ہر ایک کے سر پر دستِ مُبارک رکھا اور برکت کی دُعا کی۔ اس دُعا کی اثر انگیزی اور دستِ مُبارکہ کی قوتِ تاثیر کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اُن بچوں میں اور پھر اُن سے چلنے والی نسلوں میں آج تک دین اور علم دین کے گہرے نقوش موجود ہیں۔

ہمارے خاندان ہی کے ایک معمر فرد .... اُس وقت معلوم نہیں کس جذب و مستی میں تھے کہ حضرت سید صاحبؒ کی کمر پر سوار ہو گئے۔ آپ نے بیساختہ فرمایا کہ "یہ اور اسکی اولاد جاہل رہے گی" آپ کا یہ ارشاد حرف بحرف پورا ہوا۔

سید صاحب نے مسجد حکیمان میں نماز بھی ادا فرمائی۔ اسی موقع پر حکیم سید احمد حسین صاحب

آپ کے دستِ مُبارک پر بیعت ہوئے۔ خاندانی روایات مشہورہ اور عالی جناب قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر سہارن پور کے فرمان کے مطابق آپ کو سیّد صاحب نے اجازت بیعت اور خلافت سے بھی نوازا ہے۔ لیکن اخفاء اور تواضع کی بناء پر آپ عمومی طور پر بیعت نہیں کرتے تھے۔ مسماۃ ننھو بھٹیاری، کو اسکے ازحد اصرار و اشتیاق کی وجہ سے بیعت کرلیا تھا۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کی ایک عظیم عمارت (مدرسہ خلیلیہ شاخ واقع گھنٹہ گھر) مسماۃ ننھو کی ذاتی سرائے تھی جو خرید و فروخت کے متعدد مراحل طے کرنے کے بعد راؤ عبدالعزیز خاں صاحب مرحوم کے پاس پہنچی اور ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں راؤ صاحب نے جامعہ مظاہر علوم کے لئے وقف کردی۔ مسماۃ ننھو کا انتقال سہارنپور میں ہوا۔ اسکی قبر آج بھی مدرسہ خلیلیہ شاخ میں مسجد کے متصل جانب جنوب بنی ہوئی موجود ہے۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعہ۔

اپنے وقت کے ممتاز مشائخ و اکابر سے آپ کا مخلصانہ تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بھی مخلصانہ تعلق تھا۔ حضرت وقتاً فوقتاً سہارنپور تشریف لاتے تو آپس میں ان حضرات کی ملاقات ہوتی تھی۔ اور جب حضرت گنگوہی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے رکن بنے تو پھر اور بھی کثرت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔ ان ہر دو حضرات کی ملاقات کا رنگ اکثر و بیشتر بے تکلفانہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت علیل ہوئے تو بغرض علاج حکیم سیّد احمد حسین صاحبؒ کی خدمت میں تشریف لائے اور کافی عرصہ تک آپ کے زیر علاج رہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سہارنپوری کے ایک مرید باختصاص مولانا امیر باز خاں سہارنپوری بھی آپ کے بے تکلف اور مخصوص مصاحبین میں سے تھے۔ حکیم صاحب کی نبض شناسی، حذاقتِ فن اور مہارتِ طب کے آپ بھی بڑے مداح اور معترف تھے۔ اس کا تذکرہ مولانا امیر باز خاں نے اپنی مشہور کتاب "استدراک الامیر من اسرار الخبیر" میں بھی کیا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

لہ آپ سرساوہ ضلع سہارن پور کے رہنے والے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت کا تعلق تھا۔ نہایت درجہ متبع سنت اور متبع شریعت تھے۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ (سوانح حضرت اقدس رائپوریؒ)

لہ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سہارنپوری سے آپ کا تعلق بیعت اور ان کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ستر ہ جمادی الثانی ۱۲۵۵ھ میں آپ کی ولادت اور نو ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ تفصیلی حالات کیلئے: کیجئے بناء ے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات۔

. بماہِ شعبان ۱۳۱۲ھ کو سہارنپور میں جب آیا تو برخوردار حافظ عبدالمجید خاں بہت سخت بیمار تھے، سو میں نے علی الصبح حکیم لاجواب، بقراطِ زماں سید احمد حسین صاحب کو جن کی شان میں یہ شعر کافی ہے۔ ؎

بو علی ثانی کہوں میں بے گماں — دم مسیحائی ہے ان کا اس زماں

بلانے کا ارادہ تھا۔ شب کو دیکھا کہ تقدیر بھی یاور ہے جو حکیم صاحب سے مستفیض ہوں گے سو بالکل مطلع صاف پایا۔ جانا کہ تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے" صحت سے بالکل مایوس ہوا اور علی الصباح حکیم صاحب کو بلوایا۔

حکیم صاحب عنایت وافر فرما کر تشریف لائے اور خوب ہی طرح سے تمام بدن کی رگیں دیکھیں اور ایک نسخہ قریب تین رو پیہ کی قیمت کا تجویز فرمایا۔ مگر بالائے یہ بھی فرمایا کہ "یہ تو ہو چکے" میں نے اس کا انتظام کر کے دوا تیار کرائی اور کھلانا شروع کیا۔ "مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی" کا مضمون غالب آیا۔

(دفتر دوم استدراک الامیر ص۱۰۱)

شہر سہارنپور کی مشہور و معروف بزرگ ہستی قاضی محمد ظفر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ کبھی کبھی اپنے پاس آنے والے مریضوں کو حکیم صاحب کی قبر کی مٹی بطور دوا کے داہنے ہاتھ پر باندھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میرے دادا جان مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کی طبیعت ناساز ہوئی جب مرض نے طول پکڑا تو قاضی صاحب کی خدمت میں دعا اور تعویذ کی درخواست بھیجی گئی، قاصد سے فرمایا اُن سے کہہ دینا کہ وہ جو تمہارے باغ میں حکیم صاحب کی قبر ہے اس پر سے تھوڑی مٹی اٹھا کر دائیں ہاتھ پر باندھ لینا۔ پھر فرمایا جانتے بھی ہو یہ میں کیوں کہہ رہا ہوں؟ بھائی وہ حضرت سید صاحب کے خلیفہ تھے۔

حضرت قاضی صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری جب بھی سہارنپور تشریف لاتے حکیم احمد حسین صاحب موصوف سے ملاقات کئے بغیر واپس نہیں جاتے تھے، طرفین کو ایک دوسرے سے گہرا تعلق تھا۔

ایک تصنیف اور سوادِ تحریر

حکیم سید احمد حسین صاحب علمی ذوق رکھتے تھے، دینی کتب اور مختلف علوم و فنون پر منتخب کتابیں

آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں، ذاتی کتب خانہ میں کتابوں کا بھی بیش قیمت ذخیرہ تھا جس کی وجہ سے لکھنے لکھانے کا بھی سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ ہمارے خاندانی ذخیرہ میں آپ کی ایک تصنیف چند صفحات پر محفوظ ہے، یہ شوہر اور بیوی کے حقوق اور آپسی احترام پر مشتمل احادیث کا مجموعہ ہے۔

مظاہر علوم سہارنپور اور آپ کا اسکے ساتھ تعلق وربط

برٹش حکومت کا ظلم وستم، اسلام اور مسلمانانِ ہند کے لئے اُن کے خطرناک عزائم ومنصوبے آپ کے سامنے تھے۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح اس ملک سے دینی شعائر اور اسلامی مآثر کو مٹایا جارہا ہے۔ ان حالات میں جب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے سید شہید کے ایک مرید باصفا ہونے کی حیثیت سے اپنی دینی غیرت وحمیت کا پورا پورا ثبوت دیکر قیام مدرسہ کی زبردست تائید کی اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح اس کی امداد واعانت فرمائی۔

قیامِ مظاہر علوم کے پہلے سال (یعنی رجب ۱۲۸۲ھ) میں جب اس کی بقاء وحیات اور نشوونما کے لئے اس کے معاونین کی فہرست تیار ہوئی تو آپ خود بھی معاونِ چندہ بنے، اور حکیم مشتاق احمد صاحب، حاجی سید احمد یونس صاحب کو بھی معاون چندہ امدادی بننے کی ترغیب دی اور یہ حضرات رجب ۱۲۸۳ھ سے شریکِ چندہ بن گئے۔ چھیالیس (۴۶) اصحاب کی اس اولین فہرست میں ان تینوں بزرگوں کا نام اب بھی موجود ہے۔

۱۲۸۵ھ میں جب شرکائے چندہ انعامی کی فہرست مرتب ہوئی تو اسمیں تیرہ اصحاب نے شرکت کی۔ حکیم مشتاق احمد صاحب، حکیم سید احمد حسین صاحب اور حاجی سید احمد یونس صاحب بھی اسمیں شریک تھے۔

آپ نے ہمیشہ اس کا التزام رکھا کہ مستقلاً ایک طالب علم کا کھانا آپ کے مکان سے جاتا رہے۔ چنانچہ آپ کے یہاں سے پابندی کے ساتھ یہ معمول پورا ہوتا رہا۔ خاندان کے دیگر افراد کے یہاں سے بھی آپ نے مختلف طلباء کے کھانے متعین کرا رکھے تھے۔

۱۳۰۷ھ ۱۸۹۰ء میں جب جامعہ مظاہر علوم کے اربابِ اہتمام نے جنگی فنڈ کا اجراء کیا تو آپ نے

حکیم احمد یونس صاحب، حکیم محمد یوسف صاحب، حکیم نفضل حق صاحب، حکیم عزیز الرحمٰن صاحب کے یہاں اس کو جاری کرایا۔ اور اپنے مکان میں بھی اس سلسلہ کو شروع کیا۔ جب تک یہ اسکیم باقی رہی آپ اہتمام کے ساتھ اس کو عملی جامہ پہناتے رہے اور ہر ماہ کا جمع شدہ غلہ مدرسہ میں داخل فرماتے رہے۔

مظاہر علوم سہارنپور کی متعدد رودادوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ۔

"حکیم احمد یونس صاحب، حکیم احمد حسین صاحب کے یہاں سے ہمیشہ وصول ہوتا ہے"

البتہ دیگر اعزہ واقارب اس پر مضبوطی کے ساتھ آخر تک عمل پیرا نہ رہ سکے۔"

۱۳۰۹ھ میں آپ نے قلمی کتابوں کا ایک ذخیرہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں اس غرض سے وقف فرمایا کہ وہ طلبا کو انعام میں تقسیم کردیا جائے۔ چنانچہ متعدد طلبا میں یہ کتابیں تقسیم ہوئیں۔

اُن قلمی نوادرات ومخطوطات کی فہرست یہ ہے۔

(۱) قطبی
(۲) قاضی مبارک
(۳) جامع تعلیلات
(۴) اجزائے حدیث
(۵) لیلادتی
(۶) پارۂ مشکوٰۃ
(۷) ابوالفضل
(۸) کتاب حدیث
(۹) چہار درویش
(۱۰) مجموعۃ الفرائض
(۱۱) تہذیب
(۱۲) اجزائے طب
(۱۳) حل مشکلات کافیہ
(۱۴) شرح مأتہ عامل دو نسخے
(۱۵) بوستاں
(۱۶) حسامی
(۱۷) مراح الارواح
(۱۸) نفزک شرح زرادی
(۱۹) دیوان فارسی
(۲۰) کنز الدقائق
(۲۱) ہدایۃ النحو
(۲۲) سعادات
(۲۳) شرح فارسی
(۲۴) نفس فرائض
(۲۵) انشائے دلپذیر
(۲۶) مجموعہ نحو
(۲۷) مجموعہ خانی
(۲۸) مصباح
(۲۹) حاشیۂ زنجانی
(۳۰) زلیخا
(۳۱) ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی
(۳۲) فصول اکبری
(۳۳) مجموعہ رسائل طب
(۳۴) شرح تہذیب
(۳۵) تیسیر القاری ترجمہ بخاری
(۳۶) اجزاء ہدایہ
(۳۷) صلوٰۃ مسعودی جلد سوم
(۳۸) دفتر ثالث ابوالفضل
(۳۹) پنج گنج
(۴۰) مکتوبات عربی
(۴۱) شافیہ

مذکورہ بالا کتابوں کے ساتھ بہت سی کتابیں مطبوعہ بھی تھیں، لیکن اس وقت ہمارے پیشِ نظر نوادرات اور مخطوطات کا تعارف کرانا ہے۔ اسلئے ان مطبوعات کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

اسی سال (۱۳۰۹ھ میں) آپ نے قلمی نوادرات و مخطوطات کی دوسری قسط جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ کے لئے پیش فرمائی۔ یہ دوسری قسط چالیس کتابوں پر مشتمل تھی۔ آج بھی یہ تمام کتابیں مدرسہ کے شعبۂ نوادرات میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں کا تعارف (مصنف اور کاتب کا نام، کتابت کا سنہ، صفحات، فن اور زبان) یہاں لکھا جاتا ہے۔ کسی مخطوطا میں کوئی خصوصی ندرت اور خوبی ملی تو وہ بھی لکھدی گئی۔ علمی ذوق رکھنے والے اور مخطوطات و نوادرات کی اہمیت وحیثیت پہچاننے والے ارباب علم وفن خود محسوس فرمائیں گے کہ پیشِ نظر فہرست میں اور آنے والی دیگر فہرستوں میں کس قدر دقیع، قابل قدر اور تاریخی اہمیت کی حامل کتب موجود ہیں۔

نام کتاب	مصنف	کاتب	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	کیفیت اور ندرت
رسالہ نجوم			سنہ ۱۲۱۷ھ	۱۲	فارسی	ریاضی	
نامعلوم الاسم			سنہ ۱۲۱۷ھ	۱۴۲	"	"	
شرح اشکال اقلیدس	ملا شمس الدین سمرقندی			۲۰۰	عربی	"	
شرح عقائد نسفی				۲۸۰	"	عقائد	
خیالی بر شرح عقائد نسفی		عبد النبی، خانقاہ قاضی محمد		۴۷	"		
شرح مواقف				۱۵۰	"	"	
ہدایہ اخیرین				۶۱۶	"	فقہ	یہ کئی کاتبوں کی لکھی ہوئی ہے بعض حصے بہت خوشخط اور مذہب لکھے ہوئے ہیں۔
مرآۃ المسائل (فتاوی محمد شاہی)				۷۹	فارسی	"	سنہ کتابت تحقیقی طور پر معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ آخری صفحہ پر لکھی ہوئی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۱۱۹۵ھ میں لکھی جاچکی تھی حکیم سید محمد بخش صاحب نے یہ کتاب اپنے دور میں خریدی تھی۔
نظم الدرر والمرجان فی تلخیص سیر محمد سید الانس والجان	مصنف کتاب ہٰذا اوحد الدین جالندھری، ملخص کتاب ہٰذا علیم اللہ الحسینی		۲۴ شوال سنہ ۱۲۵۷ھ	۱۸۰	"	تاریخ	
کتاب الفصول	محمد بن محمود			۷۱۶	عربی	فقہ	
ترغیب الصلوٰۃ	محمد احمد بن محمد زاہد		شعبان سنہ [illegible]	[illegible]	[illegible]	"	یہ کتاب شاہی کتب خانہ میں رہ چکی ہے۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر کی اس کتاب پر مہر ہے۔ [illegible]

نام مخطوطہ	مصنف	کاتب	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	کیفیت اور ندرت
تبصرہ در تحقیق رفع سبابہ در تشہد	شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق دہلوی	حسن محمد. شاہجہاں آباد ۔ دہلی		۶۰	عربی	فقہ	
منیۃ المصلی		امان اللہ ولد اسد اللہ بن عبید اللہ		۱۴۲	″	″	
حاشیہ کوشجی بر ملا جلال				۷۶	″	منطق	
سلم العلوم				۹۰	″	″	
قسم الکلام من التہذیب				۴۴	″	کلام	
حاشیہ عبدالحکیم بر قطبی و میر قطبی	ملا عبدالحکیم بن شمس الدین		جمادی الثانی ۱۳۲ھ	۴۲	″	منطق	آخر کے ۵۰ صفحات حکیم سید احمد حسین صاحب کے قلم کے تحریر کیے ہوئے ہیں۔
شرح رسالہ وضعیہ				۳۲	″	″	
شرح سلم العلوم	ملا محمد علی جون پوری			۴۴	″	″	
شرح سلم العلوم	احمد علی بن فتح اللہ حسینی			۱۴۴	″	″	
شرح منار تحریر الدائر علی الدائر	مولانا نور عالم ابن محمد تاج عالم	غلام حسین بن نور محمد	۷ ربیع الاول ۱۲۲۶ھ	۲۱۴	″	اصول فقہ	
الحواشی المنہیہ علی سلم الثبوت		″ ″		۳۸	″	″	
فصول الحواشی شرح اصول الشاشی		″ ″	محرم ۱۲۰۷ھ	۲۰۰	″	″	

نام مخطوطہ	مصنف	کاتب	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	کیفیت اور ندرت
رسالہ کلیات خمس				۷۵	عربی	منطق	رسالہ کلیات خمس سے لیکر رسالہ اثبات واجب قدیم تک انیس رسائل کا یہ مجموعہ ایک ہی کاتب کے قلم سے ہے سنہ کتابت معلوم نہیں ہو سکا۔ خط کا اندازہ کے مطابق یہ دوسو سال قبل کا لکھا ہوا ہے
رسالہ مغالطہ عامۃ الورود	قاضی محب اللہ			۳	"	"	
رسالہ شریعہ	ملا محمد شریف کشمیری			۳	"	"	
رسالہ ملا جلال دوانی				۱	"	"	
رسالہ شد در تحقیق نفس الامر	ملا میر محمد شہ دوانی			۱۰	"	"	
رسالہ در تحقیق وجود	مولانا عبدالرحمن جامی			۲	"	"	
رسالہ در تحقیق تالیف عدد	میر زاہد			۲	"	"	
رسالہ در تحقیق کلامی ہذا کاذب	ملا صدرالدین			۲	"	"	
رسالہ اثبات واجب	علامہ محمد خضری			۲۴	"	"	
رسالہ وحدۃ الوجود				۱۰	"	"	
ضابطہ تہذیب المنطق	حضرت غلام نقشبند رح			۲	"	"	
رسالہ وحدۃ الوجود				۳	"	"	

نام مخطوطہ	مصنف	کاتب	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	کیفیت اور ندرت
رسالہ وحدۃ الوجود	ملا عبدالحکیم			۱	عربی	منطق	
رسالہ در تحقیق عکس کل شیٔ کان شانا	میر نور اللہ			۱	"	"	
رسالہ معالطہ عامۃ الورود				۲	"	"	
فائدہ در وجود رابط				۱۴	"	"	
مسئلہ وجود	مرتضیٰ شریف			۱۸	"	"	
رسالہ در علم واجب	شریف کشمیری			۶	"	"	
اثبات واجب قدیم	ملا جلال			۱۰۶	"	"	
حاشیہ زنجانی			۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۱۹۷ھ	۷۰	"	صرف	یہ دو رسالہ قدیمی نسخہ حکیم سید محمد بخش
لیلاوتی	حکیم شنکر اچار دکنی	مترجم فیضی		۴۰	فارسی	ریاضی	کے زیر مطالعہ رہ چکا۔

۱۳۱۶ھ میں آپ نے مطبوعات ومخطوطات پر مشتمل تیسری قسط جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل فرمائی ۔ یہ قسط نو کتابوں پر مشتمل تھی ۔ مطبوعہ کتابوں میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، احیاء العلوم، غایۃ الاوطار (چار جلدیں) مظاہر حق (چار جلدیں) اور قدوری کے علاوہ تین کتابیں مخطوطہ قلمی تھیں ۔ ذیل میں ان کا تعارف بھی کرایا جاتا ہے ۔

(۱) قرآن مجید یہ کلام پاک حسنِ کتابت اور خطاطی کا بہترین شاہکار ہے ۔ یہ سفید کاغذ پر لکھا گیا ہے ۔ خط نسخ میں ہے ۔ صفحہ اول وصفحہ دوم اور اسکے مقابل کے دونوں حاشیے مطلا اور لاجوردی رنگ کے ہیں ۔ ہر صفحہ میں پندرہ ۱۵ سطریں ہیں، جس میں اول آخر اور درمیان کی تین سطریں جلی قلم سے اور باقی بارہ سطور خفی قلم سے ہیں ۔

۱۱۱۱ھ میں یہ قرآن پاک سید محمد امین حسینی کے پاس رہ چکا ہے، شاہ عالم غازی کی اس مصحف مبارک پر مہر لگی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہانِ مغلیہ کے ذاتی کتب خانہ میں بھی رہ چکا ۔ اس کے علاوہ اس قرآن شریف پر مزید دو تاریخیں ان الفاظ کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں ۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ عرض دیدہ شد، ۲۷ ربیع الاول ۱۱۴۴ھ عرض دیدہ شد ۔

اس مصحف پر سید مفتی احسان اللہ بن حافظ سید   کے بھی دستخط ہیں ۔ اس بنا پر ہوسکتا ہے کہ . اور مولانا میر عصمۃ اللہ صاحب سہارنپوری کے توسط سے ہمارے خاندان میں آیا، اور پھر حکیم سید احمد حسین صاحب اس کے مالک اور وارث بنے ہوں ۔

(۲) حاشیہ سید بر مشکوٰۃ شریف یہ مشکوٰۃ شریف کا حاشیہ سید علی بن محمد بن علی جرجانی کی طرف منسوب ہے ۔ بائیس شعبان ۷۴۰ھ میں آپ شہر جرجان میں پیدا ہوئے ۔ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں شیراز میں آپ نے وفات پائی، فوائد بہیہ اور حدائق الحنفیہ میں آپ کے مفصل حالات مذکور ہیں ۔ آپ کی تصانیف پچاس ۵۰ سے زیادہ ہیں ۔ ابھی تک بہت سی طبع نہیں ہوسکیں ۔ مشکوٰۃ شریف پر آپ کا یہ حاشیہ بھی ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا ۔ اور اس وقت دنیا میں اس کے چند ہی نسخے ہیں ۔

حکیم سید احمد حسین صاحب نے یہ وقیع قلمی کتاب ۱۳۱۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں وقف فرمائی تھی ۔ ۲۰×۳۰/۸ سائز پر مشتمل یہ کتاب (۶۱۶) صفحات پر مشتمل ہے ۔ یہ حاشیہ مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات تک ہے ۔ آخر کے چوبیس ۲۴ ورق کی شرح اسمیں نہیں ہے ۔

(۳) لب الالباب فی علم الاعراب یہ کتاب عربی رسم الخط میں علم نحو میں ہے۔ تحریر صاف اور خوبصورت ہے۔ کاتب حسن احمد ہیں، انھوں نے کتاب کے ختم پر لکھا ہے۔ "راقم و مالک اضعف عباد اللہ الصمد حسن احمد من اولاد سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان التارکین حمید صوفی ناگوری۔ و ہو من اولاد ابو سعید الذی ہو من العشرۃ المبشرۃ بدخول الجنۃ، رضوان اللہ علیہم اجمعین" کتاب کے صفحات دو سو اسی (۲۸۰) ہیں اور سائز ۲۰×۲۶ ہے۔

نکاح حکیم سید احمد حسین صاحب نے پہلا نکاح کب اور کہاں کیا یہ معلوم ہو سکا۔ تاہم اس اہلیہ سے آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں (۱) حکیم سید محمد ابراہیم (۲) حکیم سید محمد اسمٰعیل (۳) عائشہ خاتون (۴) فاطمہ خاتون۔

زوجہ اُولیٰ کے انتقال کے بعد آپ نے دوسرا نکاح موضع جبالپور میں کیا۔ یہ موضع بہٹ چھٹملپور اور مظفر آباد کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے سادات بڑے مذہبی اور اعتقادی اعتبار سے بڑے پختہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سادات کا یہ خاندان کسی مشہور شیخ اور بزرگ کی اولاد میں تھا کیونکہ ان لوگوں کے نام کے ساتھ عموماً "پیر" لکھا ہوا ملتا ہے۔

اس خاندان کے دو افراد پیر جی فتح محمد اور پیر جی مہربان علی حکیم سید احمد حسین صاحب، کے پاس کثرت سے آتے اور کئی کئی یوم حکیم صاحب کے مکان پر قیام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ دونوں مہمان ایسے موقع پر آئے کہ خاندان کے تمام افراد کسی تقریب کے سلسلہ میں باہر گئے ہوئے تھے خود حکیم صاحب موصوف بھی نہیں تھے۔ ان مہمانوں نے رات کے ابتدائی حصہ میں اپنے لئے حقہ تیار کیا اور کمرے میں اپنے پلنگ کے پاس رکھ لیا تاکہ شب میں اس کو استعمال کرتے رہیں کچھ ہی دیر گذری تھی کہ وہ حقہ کسی غیر مرئی طاقت نے (جو غالباً جنات تھے) یہ کہہ کر توڑ دیا کہ اس مکان میں حکیم صاحب اتنی مدت سے رہتے ہیں آج تک یہاں حقہ نہیں آیا اور تم آج آئے تو حقہ لے آئے۔ یہاں یہ نہیں پیا جائے گا۔ مشہور تھا کہ نیک صالح مسلمان جنات آپ کے پاس آتے تھے۔

سادات جبالپور میں جس آخری شخص کا انتقال ہوا اُن کا نام ممتاز علی تھا۔ ان کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی کے کھیت میں سے اپنے جانوروں کے لئے خودرو گھانس بھی بغیر مالک سے اجازت لئے نہیں کاٹتے تھے۔

آپ کی زوجہ ثانیہ کا نام حسینی بیگم تھا۔ ان کو قرآن پاک کا اکثر حصہ حفظ یاد تھا جس کو کثرت سے تلاوت کرتی رہتیں۔ حج کا بڑا شوق اور بڑی لگن اُن کے دل میں تھی۔ ہر نماز کے بعد باواز بلند اتنی طویل دعا حسب عادت اپنے حج وزیارت کے لئے کرتیں کہ سننے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ وہ عام طور سے اپنی دعا ان الفاظ سے کرتی تھیں کہ۔

"یا اللہ میں یہاں سے شکرم میں بیٹھوں۔ شکرم میں سے دلی کی ریل میں بیٹھوں۔ پھر وہاں سے بمبئی کی ریل میں بیٹھوں۔ پھر میں جہاز میں سوار ہوں اور جدہ میں اتروں۔ جدہ سے پھر اونٹ پر بیٹھوں اور مکہ پہنچوں۔ وہاں طواف کروں، صفا مروہ دوڑوں، آب زمزم پیوں اور شیطان کے کنکریاں ماروں"

اللہ نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور ایسی حالت میں جب کہ عمر کا آخری دور شروع ہو چکا تھا اور قویٰ مضمحل ہو چکے تھے۔ انھوں نے دور دراز کا یہ سفر اپنے پورے جذب و شوق کے ساتھ کیا۔ جس کی تقریب یہ ہوئی کہ ۱۹۱۰ء میں ان کے صاحبزادے حکیم محمد اسحٰق صاحب نے حج کا عزم فرمایا۔ جب یہ اطلاع ان کو ملی تو فرمایا کہ اسحٰق! سُنا ہے کہ تم حج کو جارہے ہو؟ اگر مجھے نہ لیگئے تو میں دودھ معاف نہیں کروں گی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے تو خود چلنا پھرنا مشکل ہے تمھیں ساتھ لیکر اتنا طویل سفر کیسے کروں گا۔ جب کہ خود تمہیں بھی چلنا پھرنا مشکل ہے۔ بیٹے کا یہ جواب سُن کر کہنے لگیں۔ کون کہتا ہے کہ مجھے چلنا پھرنا مشکل ہے۔ اور یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھیں اور بڑی تیزی کے ساتھ زینے پر چڑھتی چلی گئیں۔ اور فرمایا لو دیکھ لو مجھے چلنا کتنا مشکل ہے۔؟

اس جذبہ کو دیکھ کر حکیم محمد اسحٰق صاحب ان کو سفر حج میں اپنے ہمراہ لیگئے، حکیم ناظر حسن صاحب جلال آبادی (جو اُن کے داماد تھے) کو اُن کی اعانت کیلئے ساتھ لیا گیا، حج و زیارت کے تمام مراحل پورے کرکے واپس سہارن پور آئیں اور پندرہ یوم بعد انتقال ہو گیا۔ غفر اللہ لہا۔

اس زوجہ ثانیہ سے آپ کے یہاں تین لڑکے تولد ہوئے جن کے اسماء یہ ہیں۔ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب، حکیم سید محمد ادریس صاحب۔ حکیم سید محمد یعقوب صاحب، ایک صاحبزادی ام کلثوم بھی تھیں۔ گویا مجموعی طور پر حکیم سید احمد حسین صاحب کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں ان سب کا تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

علالت اور وفات

اسّی، پچاسی سال کی عمر تک آپ کے قوی بڑے مضبوط رہے۔ بے تکلف چلتے پھرتے تھے۔ باغ میں پیدل تشریف لیجاتے، گھر سے چل کر سیدھے قلعۂ نوابان پہنچتے۔ وہاں اپنے حلقۂ احباب اور متوسلین کے یہاں کھانا کھاکر باغ میں چلے جاتے۔

انتقال سے چند سال قبل ضعیف و کمزور ہو گئے تھے۔ ذہول اور ثقل سماعت کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا تھا۔ حکیم اسحٰق صاحب تو علاج و معالجہ کے سلسلہ میں دیہات اور قصبات کے سفر کرتے رہتے تھے۔ اسلئے آپ کی تیمارداری اور دیکھ بھال حکیم محمد یعقوب صاحب کے ذمہ تھی۔ جس شب میں انتقال ہوا۔ بہت بے چینی رہی۔ بار بار اُٹھتے اور لیٹتے تھے، اسی حالت میں حکیم یعقوب صاحب سے فرمایا کہ بس آج۔ آج کی مشقت اور اُٹھالو۔ کل کو پاؤں پھیلا کر سونا۔ اسی شب میں گیارہ بجے کے قریب فرمایا کہ مجھے عشاء کی نماز پڑھادو۔ حکیم یعقوب صاحب نے کہا۔ کہ نماز تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا کہ پھر فجر کی پڑھادو۔ حکیم یعقوب صاحب نے جواباً کہا کہ فجر کی نماز میں تو ابھی بہت دیر ہے، وقت نہیں ہوا۔ فرمایا کیا میں صبح کی نماز پڑھنے کیلئے وہاں سے دوبارہ واپس آؤں گا۔؟ یہ کہہ کر نماز کی نیت باندھ لی اور پوری نماز کامل قرأت کے ساتھ ادا کی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس مرتبہ آپ کو نہ سہو ہوا اور نہ قرأت میں ذہول اور مغالطہ لگا۔ جب کہ اس سے قبل ایسا ہوتا رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ تھوڑی دیر لیٹے رہے اور بارہ بجے انتقال کر گئے۔

سانحۂ ارتحال کی تاریخ ۲۱ شوال ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء شب چہار شنبہ ہے۔ اپنے باغ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حادثۂ انتقال کے وقت حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ دفعۃً آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا کہ آج آسمان پر اُداسی ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سہارنپور میں حکیم سید احمد حسین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اگلے دن کسی نے گنگوہ پہنچ کر حکیم صاحب کے انتقال کی خبر سنائی تو فرمایا، بیشک وہ ایک نیک ہستی تھی۔

خاندان کے تمام افراد کی تدفین اب تک حکیم احمد یونس صاحب کے باغ میں ہوتی آرہی تھی لیکن حکیم صاحب موصوف کی وفات پر حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے اپنے باغ کا ایک وسیع قطعہ

علیحدہ کرکے اس کو خاندانی قبرستان کی حیثیت دیدی تھی، اب وقت سے خاندان اور متعلقین کی میتیں یہیں دفن ہو رہی ہیں۔

آپ کی قبر پر سنگِ مرمر کا جو کتبہ نصب ہے وہ بالکل صحیح حالت میں ہے۔ اس پر تاریخ انتقال اور آپ سے متعلق چند اشعار کندہ ہیں جو یہ ہیں۔

قطعہ تاریخ وفات جناب حکیم سید احمد حسین صاحب بخاری، المجددی السہارنپوری نور اللہ مرقدہ

والدی، مرشدی، اُستاذی — جعل اللہ فی الجنان مثواہ
سید احمد حسین شیخ اجل — خادم خاص سید احمد شاہ
عالمی شد مطیب از نفسش — اسئل اللہ ان یطیب ثراہ
از مسیحا نفس صد و دہ سال — بود آسودہ جملہ خلق اللہ
عملش را طوالت اعلم — املش ہیچ خیر ما کوتاہ
پاس انفاس شغل نفس نفیس — لب بورد درود، و دل بالہ
جذبہ وحدتش چوں بیحد شد — مُرد لحد را گرفت خلوت گاہ
تا بخلوت گہش ز ہشت بہشت — حق تعالیٰ کشاد بروے راہ

زیں سبب ہشت بار تاریخش
گفت دل، لاالٰہ الا اللہ
۱۳۰۵

حلیہ آپ درمیانی قد اور فربہ بدن کے تھے۔ سر پر سفید عمامہ باندھتے تھے۔ چہرہ گول اور داڑھی سے بھرا ہوا تھا۔ رنگ سیاہی مائل تھا۔ موٹے کھدر کا کپڑا استعمال کرتے تھے۔ وضع قطع بالکل سیدھی سادی اور عامیانہ تھی۔ اس وقت کے عام رواج کے مطابق آپ بھی خط و کتابت عموماً فارسی زبان میں کرتے تھے۔ ہمارے ذخیرہ میں آپ کے متعدد خطوط صاف اور شستہ فارسی میں لکھے ہوئے محفوظ ہیں۔

منشی نند کشور نے اپنی کتاب "تاریخ سہارنپور" میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے

"حکیم احمد حسین خلف سید ابوالحسن حکیم محمد بخش عم کلاں اپنے سے علم عربی اور فارسی تحصیل کیا۔ طبیب کامل ہیں۔ ہزاروں آدمیوں کو ان سے فیض ہے" [1]

---

[1] تاریخ سہارنپور مصنفہ نند کشور ص ۲۱۔

اولاد آپ کی اولاد کا تذکرہ ضمناً پہلے کیا جا چکا۔ اب اُن کے تفصیلی حالات ترتیب وار یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) حکیم سید محمد ابراہیم منشی نند کشور مصنف تاریخ سہارنپور کی تحقیق کے مطابق آپ نے اپنے والد اور چچا سے علم حاصل کیا۔ آپ کی عربی استعداد بڑی اچھی تھی علمی ذوق رکھتے تھے۔ ہر وقت مطالعہ اور کتب بینی میں مشغول رہتے۔ مولانا ثابت علی صاحب اُستاذ مظاہر علوم سہارنپور فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ مظاہر علوم کے طلباء بڑی کثرت سے ان کے پاس رہتے اور اپنے اسباق کا مذاکرہ اور تکرار ان سے کرتے رہتے تھے۔

تحریر آپ کی بڑی پاکیزہ تھی۔ کتابیں نقل کر کے خود ہی ان کی جلدیں باندھ لیا کرتے تھے ان کی نقل کردہ متعدد کتابیں اور اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی جلدیں آج بھی ہمارے یہاں موجود ہیں کتابوں پر حواشی بھی تحریر کرتے رہتے تھے۔ شیخ الرئیس بوعلی سینا کی مشہور کتاب "قانون" پر بھی ان کے حواشی ہیں۔ بہت سے مقامات پر انھوں نے شیخ الرئیس کے کلام کی تسہیل و تشریح اپنے الفاظ میں کی ہے۔

برادر خورد حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کے یہاں جو سب سے بڑی سہ دری شرق رویہ تھی اسمیں رہتے یا اپنے بہنوئی حکیم فضل حق کے یہاں رہتے تھے۔"

آخر عمر میں آپ اصحاب خدمت میں سے ہو گئے تھے اور بہر مقام رفیع آپ کو ملا۔ ایک مرتبہ حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کے مکان کے سامنے آپ نے موڑھے بچھوائے۔ گھر والوں نے تعمیل ارشاد میں بچھا دیئے۔ لیکن معلوم کسی کو نہیں تھا کہ ایسا کیوں کرایا جا رہا ہے۔ کچھ دیر بعد شہر میں جتنے مجذوب قسم کے لوگ تھے اور جن کو عامۃ پاگل سمجھا جاتا تھا۔ وہ سب آتے رہے اور بیٹھتے رہے اور آپ خود ان کے درمیان پھرتے رہے اور ان کو احکامات دیتے رہے۔ کچھ دیر بعد یہ سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب اصحاب خدمت تھے اور آپ نے ان کو جمع کر کے ہر ایک کو اس کے متعلق کام سونپا تھا۔

آپ کی عادت تھی کہ لکڑی کی چھوٹی چھوٹی تختیوں پر دعائیں اور وظائف وغیرہ لکھ کر مکانات میں آویزاں کر دیا کرتے تھے۔ یہ تختیاں اب بھی ہمارے مکانات میں لگی ہوئی ہیں۔ لیکن تحریر صاف ہونے کے باوجود ان کا کوئی مفہوم و مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ اکثر عبارات بے ربط ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان تختیوں پر کچھ اوراد و وظائف وغیرہ ہیں جو تحفظ و حفاظت

کی غرض سے ادھ تختیوں پر کندہ کئے گئے ہیں۔ اس دور کی جو تحریریں آپ کی ملتی ہیں ان میں ہر علم وفن کی اصطلاحات کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے۔ والدمحترم حکیم سید احمد حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے لڑکے ابراہیم پر جذب سوار ہو گیا ورنہ وہ بہت زبردست عالم اور طبیب ہوتا۔ آپ کا معمول تھا کہ بازاروں میں کھڑے ہو کر بڑا عالمانہ وعظ کہتے۔ اور بہت اونچی علمی اصطلاحات اس میں بولتے۔ لیکن مضامین کی بلندی اور عربی کے دقیق الفاظ کی وجہ سے عوام سمجھ نہیں پاتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اپنے والد صاحب کی خدمت میں روزانہ صبح کو مطلب میں آتے اور نہایت ادب سے اس طرح سلام کرتے کہ زبان سے تو کچھ نہ کہتے۔ البتہ صرف پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے تھے۔

جب جذب کا عالم طاری ہوتا۔ تو دنیا و مافیہا سے بالکل یکسو ہو جاتے حتیٰ کہ لوگوں کی آمد ورفت اور ان کی بات چیت کا بھی علم نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ حکیم محمد یعقوب صاحب کی ہتھیلی میں ایک آبلہ ہو گیا۔ اس کی سوزش سے وہ بہت بے چین تھے۔ اسی تکلیف کی حالت میں حکیم محمد ابراہیم صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور کراہنے لگے۔ مگر انھیں مطلقاً خبر نہ ہوئی، اور اپنی عادت کے مطابق اپنے آپ سے بات کرتے رہے اور تھوڑے، تھوڑے وقفہ سے آہ، آہ کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد حکیم یعقوب صاحب نے خود ہی کہا کہ بھائی صاحب مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے اس پر وہ کچھ متوجہ ہوئے اور بہت ہمدردی کے ساتھ دریافت کیا کہ ہائے کیا ہو رہا ہے؟ کیا تکلیف ہو رہی ہے؟ اس پر انھوں نے ہتھیلی کا زخم دکھلایا کہ اس میں سوزش اور جلن ہو رہی ہے۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ گلاب میں کافور گھول کر وہ لگاؤ۔ حکیم یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اس علاج سے پہلے ہی قطرہ میں تکلیف رفع ہو گئی۔

آپ کے مزاج میں صفائی ستھرائی اور نظافت بہت تھی۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتے اور چینی کے برتن میں کھانا کھاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے آپ کو بڑی عقیدت ومحبت تھی، ان کی خدمت میں ہدایا اور تحائف بھی بھیجتے رہتے۔ ایک مرتبہ اپنے ایک واقف عنایت اللہ صاحب کو دس روپے ہدیہ بھیجے تاکہ وہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مکہ معظمہ بھجوا دیں اس موقع پر عنایت اللہ صاحب نے جو رسید حکیم صاحب کو سہارنپور بھیجی وہ یہ ہے۔

بخدمت حکیم ابراہیم صاحب برادرزادہ حکیم احمد حسن صاحب سلمہٗ۔

بعد سلام مسنون ۔ واضح باد مبلغ دو روپیہ برائے حاجی امداد اللہ صاحب فرستادہ بودند امروز تاریخ پانزدہم شہر ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ وصول شدند۔ انشاء اللہ بخدمت حاجی صاحب ممدوح فرستادہ خواہد شد۔

در رسید آں وقتیکہ نزد فقیر خواہد رسید بخدمت مرسل خواہد شد۔ خاطر شریف باطمینان باد۔ والسلام محررہ ۱۵ ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ۔

الراقم عنایت اللہ عفی عنہ۔

آپ کے مختلف اور متفرق واقعات میں چند کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) آپ ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کے یہاں آئے اور دریافت کیا کہ دہی بنائی گئی یا نہیں ؟ گھر والوں کے انکار کرنے پر انھوں نے حکیم محمد یعقوب صاحب سے کہا کہ ایک پیالہ میں دودھ لیا اور اس کو ڈھک دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ڈھکنے کے فوراً بعد انھوں نے فرمایا کہ دیکھو دہی جم گئی یا نہیں! میں نے دیکھا تو وہ دودھ ہی تھا۔ دہی نہیں بنی تھی، انھوں نے پھر ڈھکنے کو فرمایا۔ اسی طرح تین مرتبہ ہوا، جب تیسری مرتبہ کھول کر دیکھا تو اس کی دہی بن چکی تھی۔

(۲) قاضی ظفر احمد صاحبؒ قاضی شہر فرماتے تھے کہ جس زمانے میں میری تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں ہو رہی تھی میں مدرسہ سے پڑھ کر گھر واپس جا رہا تھا کتابیں میرے ہاتھ میں تھیں، حکیم صاحب موصوف راستہ میں ملے، میں سلام کرکے آگے بڑھ گیا۔ دس بارہ قدم آگے چلے آنے کے بعد انھوں نے پیچھے سے آواز دی اور قریب بلا کر فرمایا کہ فلاں شخص کے یہاں سے دو موزوں کی جوڑیاں خرید کر لیجانا جن میں ایک کا رنگ سفید ہو اور دوسری کا سیاہ۔ اور اگر لے گئے تو پھر دوبارہ آکر لیجانی ہوں گی۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور بغیر موزے لئے گھر چلا گیا۔ وہاں پہنچتے ہی والد صاحب یعنی قاضی فضل الرحمن صاحب نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھوپال سے خط آیا ہے۔ نواب صاحب نے بلایا ہے۔ اسلئے دو جوڑی موزوں کی بازار سے لیکر آؤ۔ ایک سفید رنگ کی ہو دوسری سیاہ رنگ کی۔ اس پر میں نے والد صاحبؒ کو حکیم ابراہیم صاحبؒ کا راستہ میں ملنا اور یہی حکم دینے کا پورا قصہ سنایا۔

(۳) جناب میر حسن احمد ابن میر صادق علی صاحب برادر میر حبیب علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حکیم صاحب مجھے اپنے مکان پر لے گئے اور بکری کی ایک سالم ران کا گوشت مجھ کو دیا۔ گرمی کا موسم تھا اور وہ کئی روز سے ان کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ لیکن دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ

بالکل تازہ ہے۔ کسی قسم کی بدبو یا کراہیت اسمیں نہیں تھی۔

(۴) ایک مرتبہ حکیم سید احمد حسین صاحب کے پیٹ میں شدید درد ہوا۔ حکیم ابراہیم صاحب موصوف آئے اور کہا کہ "باداجی" (خاندان کے تمام افراد آپ کو باداجی کہتے تھے) میٹھے چاول کھا لیجئے ابھی ٹھیک ہوجائے گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم مجذوبوں کی باتوں پر جلدی سے عمل نہیں کیا کرتا۔ حکیم ابراہیم صاحب نے پھر اصرار کرتے ہوئے دو تین مرتبہ کہا کہ باداجی! اللہ کی قسم اگر تم میٹھے چاول کھالو گے تو ابھی آرام ہوجائے گا۔ لیکن آپ نے اس نسخہ پر عمل نہیں کیا۔

(۵) آپ کے والد جناب حکیم سید احمد حسین صاحب کا جب وصال ہوگیا۔ اور غسل وکفن سے فارغ ہوکر قبرستان لیجانے کا وقت آیا تو حکیم ابراہیم صاحب پر ایک جوش طاری ہوا۔ اور اسی حالت میں باآواز بلند کہا کہ جو شرابی ہو اور جو حقہ پیتا ہو وہ جنازہ کو ہاتھ نہ لگائے۔ یہ کہہ کر بڑی تیزی کے ساتھ قبرستان روانہ ہوگئے۔

(۶) حکیم محمد یعقوب صاحب جب اپنی نشست گاہ (بیٹھک) تعمیر کرارہے تھے تو نئے مکان کے دروازے پر کھڑے ہوکر بڑے درد کے ساتھ مسلسل یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت　　　رفت منزل بدیگراں پرداخت

آپ کی شادی حکیم احمد حسن عرف حکیم پاٹھا کی صاحبزادی مسماۃ خاتون سے ہوئی، لیکن آخر تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

مرضِ وفات میں کئی یوم تک غفلت رہی۔ کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے، خاموش آنکھ بند کئے لیٹے رہتے۔ اسی دوران قاضی فضل الرحمٰن صاحب عیادت کیلئے آئے اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جب واپس چلنے کا ارادہ کیا تو حکیم ابراہیم صاحب نے گھر والوں سے فرمایا کہ گرمی زیادہ ہورہی ہے قاضی صاحب کو چھتری دیدو۔

اسی مرض الوفات میں بے ہوشی کے عالم میں بہت تیز لہجہ میں بار بار فرماتے کہ۔ دور ملعون دور ملعون، یہ کہہ کر کروٹ بدل لیتے۔ کچھ دیر بعد اسی طرح کہہ کر پھر کروٹ بدل لیتے۔ کئی مرتبہ اسی طرح ہوا۔ بہت ممکن ہے کہ شیطان اس آخری وقت میں کسی فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کررہا ہو۔ حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ شیطان آخر وقت میں بہکانے اور دینِ حق سے ہٹانے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ اور اس نوع کے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ وہ فرمانبردار اور مخلص بزرگوں کے پاس آخری وقت میں پہنچا۔ اور پوری پوری کوشش کے باوجود وہ ان کو

راہِ حق سے نہ ہٹا سکا اور پھر اپنی ناکامی کا اس نے اعتراف کر لیا۔[1]

حکیم سید محمد ابراہیم صاحب کی وفات ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ جیسا کہ اسی سال کی روداد مظاہر علوم میں مصرح ہے۔ آپ کشیدہ قامت تھے۔ داڑھی کے بال نصف کے قریب سفید ہو چکے تھے۔ اپنے ناخن خود کاٹا کرتے تھے، اور جب جذب طاری ہوتا تو ناخن کے ساتھ کھال بھی کاٹ لیتے حسب ضرورت فصد بھی خود ہی کھول لیتے۔

(۲) حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب

آپ نے ابتدائی تعلیم (دینیات اور قرآن مجید وغیرہ) گھر پر رہ کر حاصل کی۔ اس کے بعد خاندان کے ذی علم حضرات سے نحو و صرف کی بنیادی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۸۵ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔

راقم سطور کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دیوبند جانے سے قبل آپ کی تعلیم کہاں پر ہوئی اور کن لوگوں سے تلمذ حاصل کیا۔

۱۲۸۵ھ میں دیوبند پہنچ کر آپ نے مختصر المعانی، شرح وقایہ، قطبی و میر قطبی پڑھی۔ مولانا جمعیت علی صاحب پورقاضوی، مولانا عبداللہ صاحب جلال آبادی، مولانا مشتاق احمد صاحب انبہٹوی۔ مولانا مشیت علی صاحب بجنوری وغیرہ آپ کے رفقاء درس تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے محافظ خانہ سے ہمیں آپ کے ایک ہی سالہ تعلیم کا ریکارڈ مل سکا۔ اسلئے یہ معلوم نہیں کہ درس نظامی کی تکمیل آپ نے کہاں کی۔

ہمارے ذخیرۂ نوادرات میں ایک خط حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب کے نام تحریر کردہ محفوظ ہے۔ یہ خط آپ کو ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ میں دیوبند لکھا گیا۔ کاتب نے اس خط پر جو پتہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے۔

---

[1] متقدمین میں حضرات اکابر کے ساتھ بھی اس قسم کے متعدد واقعات پیش آچکے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا تو میں ان کے پاس بیٹھا تھا۔ کپڑا میرے ہاتھ میں تھا تاکہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں۔ ان کو غشی ہو جاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ پھر افاقہ ہو جاتا تھا۔ اور اس وقت وہ کہتے کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں۔ جب تیسری مرتبہ بھی صورت پیش آئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ کہنے لگے بیٹا تمہیں خبر نہیں شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج و غصہ سے اپنی انگلی منہ سے دبا رہا ہے اور کہتا ہے کہ احمد تو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب وہ کہتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ ابھی نہیں ابھی نہیں۔ اتنے جان نہ نکل جائے لہ مجھ سے اطمینان نہیں ہے۔
(ابجد الوقت فی یاد شتہ)

• انشاء اللہ تعالیٰ بمدرسۂ عربی قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور فائز باد، بملاحظۂ گرامی جناب مخدومی مخمی حاجی حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب۔" اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۳۱۲ھ سے قبل ہی دولتِ حج و زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔"

آپ نے طب اپنے چچا حکیم سید احمد حسن صاحب عرف حکیم پاٹھا سے پڑھی۔ انھوں نے اپنے خاص مجرب نسخے بھی ان کو بتلائے تھے جو بہت مختصر اور چٹکلے کے طور پر ہوتے تھے۔ حکیم محمد اسمٰعیل صاحب ان ہی کے ذریعہ علاج کرتے تھے۔ آج سے تقریباً سو سال قبل کا ایک نسخہ حکیم اسماعیل صاحب کے اپنے قلم کا مرتب کردہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔ شروع میں مریضوں کو دیکھنے کے لیے پالکی میں جاتے۔ جب اس کا رواج ختم ہو گیا اور گھوڑا گاڑی چلی تو امراء و رؤسا کی گاڑیاں آجاتیں اور آپ اس میں چلے جاتے۔ بعض مرتبہ یہ گاڑیاں مختلف لوگوں کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک ہی وقت میں متعدد جمع ہو جاتیں۔

پانچ روپے فیس آپ کے متعین تھے جو آپ لیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں اتنی زیادہ فیس اور کوئی حکیم نہیں لیتا تھا۔ آپ قیمتی دوائیں اُمراء کے لئے بناتے اور اُن لوگوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ اس میں سے اتنی اتنی مقدار کی دوائیں غرباء میں مفت تقسیم کروں گا۔ اُمراء خوشی سے اس کی اجازت دیدیتے۔ آخر میں آپ نے طبابت ترک کر دی تھی مستقل طور سے گھر میں رہنے لگے تھے، کوئی بہت خصوصی مہمان یا مریض آجاتا تو اس کو اندر مکان میں بلا لیا کرتے تھے۔

جس زمانے میں آپ مطب کرتے تھے تو مریضوں کو دیکھنے کے لئے باہر بھی چلے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ کسی ریاست کے امیر کے علاج کے سلسلہ میں گئے تو مریض کے متعلقین نے اسٹیشن پر ہاتھی بھیجا تاکہ آپ اس پر سوار ہو کر ان کے مکان پر پہنچیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مریض کا انتقال ہو چکا۔ واپسی کے وقت اُن لوگوں نے آپ کو ہدیہ کے طور پر دو سو روپے پیش کئے لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور اس رقم میں سے دس۱۰ روپے لیکر اپنے رفیق سفر حاجی عبد الغفار کو دیدیئے۔ آپ کے مزاج میں صفائی ستھرائی بہت تھی۔ مریض کے لئے بھی تاکید تھی کہ صاف ستھرے کپڑے پہن کر آئیں۔ آپ کا دستور تھا کہ مریض کو گھر پر نہیں ٹھہراتے تھے جب کوئی شخص زیادہ اصرار کرتا تو فرماتے کہ احمق کے گھر چلے جاؤ اسی نے اپنے گھر کو سرائے بنا رکھا ہے۔

چونکہ آپ نے دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی تھی اور حضرت اقدس شیخ الہند نور اللہ مرقدہ

کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے تھے، اسلئے حضرت کو بھی آپ سے تعلق خاطر تھا۔ طرفین سے مودت و محبت کا معاملہ ہوتا تھا۔ جب حضرت مالٹا سے واپس تشریف لائے اور کچھ عرصہ بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کی آمد ہوئی تو بہت بڑی تعداد میں استقبالیہ مجمع آپ کو لینے کے لئے اسٹیشن گیا۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ وہاں سے گھوڑا گاڑی میں مدرسہ آئے۔ تمام مجمع پیچھے پیچھے تھا۔ ہمارے مکان کے سامنے سے جب گذرے تو حضرت نے اپنی سواری گلی پر رکوائی۔ اور مجمع کو سڑک پر چھوڑ کر حکیم اسمٰعیل صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے اوپر آئے۔ اس واقعہ سے حضرت کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حکیم صاحب موصوف خاندان کے افراد اور عام لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے نہ تھے، البتہ مولانا ثابت علی صاحب اُستاذ مدرسہ اور حکیم اسحٰق صاحب سے بہت زیادہ میل جول تھا۔ حکیم محمد صدیق صاحب سے بھی بہ نسبت دوسرے بھائیوں کے ربط و ضبط تھا۔ تعلیم بھی ان کو آپ نے دلائی اور مطب بھی کرایا۔

میرے جدا مجد مولانا حکیم محمد ایوب صاحب زادمجدہٗ فرماتے ہیں کہ ان کی اس یکسوئی اور تنہائی کی عادت کو میں نے ختم کیا اور کثرت کے ساتھ میں نے ان کے یہاں آمد و رفت شروع کی۔ میں والد صاحب کے پاس مطب کیا کرتا تھا۔ جب وہ مریضوں کو دیکھنے چلے جاتے، اور میں خالی ہو جاتا تو آواز دیکر مکان میں چلا جاتا اور آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ ان کے پاس جا کر بیٹھتا۔ وہ میرے آنے اور مِل کر بیٹھنے سے بہت خوش ہوتے اور مولانا ثابت علی صاحب سے میرے اس خصوصی برتاؤ کا تذکرہ کرتے۔

ایک مرتبہ میں تایا اسحٰق صاحب کے سامنے جب آیا تو کہنے لگے کہ تو کہاں چلا گیا تھا۔ بھائی محمد اسمٰعیل صاحب اپنے دروازے پر ام دلیئے کھڑے تھے اور تجھ کو آوازدے رہے تھے، جلدی جاؤ۔ کیونکہ انھوں نے آج تک محبت اور تعلق کا یہ معاملہ کسی اور کے ساتھ نہیں کیا۔

آپ حج و زیارت سے دو مرتبہ مشرف ہوئے۔ غالباً دوسری مرتبہ اپنی لڑکی فاطمہ اور داماد حکیم احسان الحق کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔

جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ (اکتوبر ۱۸۹۷ء) میں حضرات مدرسہ قاضی فضل الرحمٰن صاحب، حافظ محمد حسین صاحب حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب وغیرہ نے آپ کو مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنانے کی خواہش کرتے ہوئے بطور تعارف حضرت اقدس گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کو تحریر کیا کہ:

" حکیم محمد اسمٰعیل صاحب پسر حکیم احمد حسن برادرزادہ حکیم (احمد یونس) صاحب مرحوم

نیک نیت وحاجی حرمین شریفین ومرجع خلائق وخیر اندیش ومعاونِ مدرسہ ہیں۔

قبل اس کے کہ حضرت اقدس گنگوہی جواباً کچھ تحریر فرماتے حکیم محمد اسمٰعیل صاحب موصوف نے یہ عہدہ قبول کرنے سے پختگی کے ساتھ انکار فرمادیا۔

مدرسہ مظاہر علوم میں ستر روپے سالانہ دینے کا معمول تھا۔ متعدد رودادوں میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ مظاہر علوم کے شعبۂ نشر واشاعت کی جانب سے ہر سال آپ کے پاس روداد آتی تھی۔ آپ مختلف مجلسوں میں رؤسار اور امرار کو مدرسہ کے یہ سالانہ حالات سنا کر اس کی اعانت کی ترغیب دیتے۔ ستر سال قبل کی یہ رودادیں ہمارے خاندانی ذخیرہ میں آج بھی محفوظ ہیں مالی حیثیت آپ کی مضبوط ومستحکم تھی۔ اسلئے زکوٰۃ بھی آپ پر بڑی مقدار میں فرض ہوتی جو غربار پر تقسیم کردیتے۔ مدرسہ کے ایک طالب علم کے لئے دونوں وقت کا کھانا آپ ہمیشہ دیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے اہل خانہ نے یہ دستور باقی رکھا۔

رمضان المبارک کا آپ کے یہاں خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اس ماہ میں عبادت وطاعت کی کثرت کے ساتھ سخاوت اور غربا پروری بھی بڑھ جاتی۔ تراویح کا پورا اہتمام فرماتے۔ آخر عمر میں ضعف وپیری کے باوجود مسجد میں پہونچ کر تراویح ادا کرتے تھے۔ میرے داداجان زاد مجدہٗ آپ کی تراویح کے متعلق ایک واقعہ اس طرح سناتے ہیں کہ:

"جب میری عمر سولہ سال کی تھی تو حکیم محمد اسحٰق صاحب نے مجھے اپنی مسجد کا امام مقرر کردیا تھا دو تین سال بعد جمعہ کی نماز بھی میں ہی پڑھانے لگا۔ اس موقعہ پر ڈیڑھ دوسال تک حکیم اسمٰعیل صاحب میری ہی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے۔ اسی زمانے میں ایک مرتبہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کا ہماری مسجد میں تراویح پڑھانا طے ہوا۔ حکیم محمد اسمٰعیل صاحب بھی تراویح پڑھنے آتے تھے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کو ایک روز تراویح ____ کے لئے آنے میں تاخیر ہوگئی کیونکہ آپ تراویح سے قبل بھی کچھ قرآن پاک حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے مکان پر نوافل میں سنایا کرتے تھے حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کو بڑھاپے کی وجہ سے انتظار کرنا اور بیٹھنا مشکل ہورہا تھا۔ تھوڑی سی تاخیر کے بعد مولانا محمد یحییٰ صاحب تشریف لائے تو حکیم صاحب نے دور سے ہی غصہ کے ساتھ کہا کہ۔ کوئی دو دو جگہ بھی سنایا کرے ہے۔؟ اسپر مولانا یحییٰ صاحب نے بہت متانت اور نرم لہجہ کے ساتھ فرمایا کہ حضرت! سنانے والے تو کئی کئی جگہ سنادیتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم نے

ختم قرآن کے موقعہ پر بہت سی موم بتیاں روشن کر کے مسجد میں لگا دیں۔ مولانا یحییٰ صاحب جب تراویح کے لئے تشریف لائے تو آپ نے پنکھا لیکر اس کے ذریعہ سب کو بجھا دیا۔ جب جماعت کھڑی ہو گئی تو بعیرہم نے دوبارہ ان کو روشن کر دیا۔"

مسجد حکیمان دادا جان زادمجدہٗ کے حوالے سے جس مسجد کا تذکرہ اوپر آیا ہے یہ ہماری خاندانی مسجد ہے اور بہت قدیمی ہے۔ حضرت سید احمد صاحب شہید نوراللہ مرقدہٗ بھی اسمیں تشریف لاکر امامت فرما چکے۔ اس کے بعد اپنے اپنے دور کے تمام ہی اکابر کی اس مسجد میں تشریف آوری ہوتی رہی۔ یہ مسجد "مسجد حکیمان" کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی آمد حکیم محمد اسحٰق صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب کی وجہ سے کثرت سے مکان پر ہوتی تو آپ بھی اس مسجد میں نماز ادا فرماتے رہا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے مراسم و تعلقات گھر جیسے تھے۔ اُن کی بھی بارہا اس مسجد میں آمد ہوئی۔ کئی مرتبہ تراویح میں قرآن پاک بھی سُنایا۔ ایک مرتبہ سولہ رکعات میں سولہ سیپارے سُنائے۔ حضرت شیخ زادمجدہٗ اپنی تالیف۔ اکابر کا رمضان۔ میں اس واقعہ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ:۔!

"عزیز مولوی نصیر الدین سلمہٗ حکیم اسحٰق صاحب مرحوم کی مسجد میں ایک مرتبہ قرآن شریف سُنا رہے تھے۔ میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کسی سفر سے واپس تشریف لائے حکیم اسحٰق صاحب کی بیٹھک میں استراحت فرمانے تشریف لیگئے، نصیر الدین کا چودھواں پارہ تھا۔ سامع بار بار لقمے دے رہا تھا وہ با وضو تھے۔ مسجد میں تشریف لے گئے، نصیر الدین کو سلام پھیرنے کے بعد مصلے پر سے ہٹا کر سولہ رکعات میں سولہ پارے ختم کر دیئے، مصلیوں کو گرانی تو ضرور ہوئی مگر لوگوں کو جلد قرآن پاک ختم ہونے کی خوشی مشقت پر غالب ہوا کرتی ہے۔ بارھویں رات میں قرآن ختم کر کے سب تکان بھول گئے۔ (اکابر کا رمضان ص۲۱ ص۲۲)

دادا جان زادمجدہٗ راوی ہیں کہ۔ ایک مرتبہ رمضان شروع ہونے سے پہلے خیال آیا کہ اس مرتبہ تراویح حضرت مولانا یحییٰ صاحب سے پڑھوائیں گے، مولانا اس وقت کاندھلہ میں تھے حکیم سید محمد یامین صاحب مرحوم کو کاندھلہ بھیجا گیا تا کہ مولانا کو رمضان میں آنے کی دعوت دیں حکیم محمد اسحٰق صاحب کی طرف سے دعوت نامہ بھیجا گیا۔

مولانا نے فرمایا کہ اس سال تو میں نے اپنے خاندان کے بڑوں کے اصرار پر یہیں رہ کر سنانا طے کرلیا ہے۔ اسلئے حکیم اسحٰق صاحب سے میری طرف سے معذرت کر دینا

حضرت مولانا یحییٰ صاحب کی مولانا حکیم یامین صاحب سے بڑی راہ و رسم تھی، اسلئے مولانا نے اس موقعہ پر بہت پُر تکلف دعوت کی۔ اہتمام سے آم منگوائے اور کاندھلہ کی واپسی پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت شیخ زاد مجدہٗ کو بھیجا کہ اسٹیشن تک رخصت کر کے آئیں۔

اپنے ابتدائی دور میں حضرت شیخ مدظلہٗ نے بھی اس مسجد میں متعدد مرتبہ قرآن پاک سنایا۔ اور تراویح پڑھائی ہے۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، اس سال بھی آپ نے تراویح اسی مسجد حکیمان میں پڑھائی۔

آں مخدوم زاد مجدہٗ والدہ ماجدہ کی کیفیتِ انتقال اور اپنی تراویح کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ بیتی نمبر ۳ میں رقمطراز ہیں کہ۔!

"میرے والد صاحب کے انتقال کے دن ہی سے میری والدہ مرحومہ نوراللہ مرقدہا اعلی اللہ مراتبہا کو بخار شروع ہوا جو تھوڑے ہی دنوں میں تپ دق کی طرف منتقل ہوگیا اور دس ماہ چند ایام بعد ۲۵ رمضان المبارک شبِ قدر میں عین تراویح کے وقت ان کا وصال ہوگیا۔

اس رمضان میں یہ ناکارہ حکیم محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ان کے شدید اصرار پر تراویح پڑھاتا تھا۔ حکیم صاحب مرحوم کو بھی شوق تھا کہ جلدی سے فراغت ہوجائے وہ معذور و بیمار اور مجھے بھی شوق، کہ جلدی سے فارغ ہوکر دارالطلبہ میں حضرت قدس سرہٗ کے پیچھے جاکر بہ نیتِ نوافل حضرت کا قرآن سنوں۔

دارالطلبہ کی مسجد سے آدھ گھنٹہ قبل حکیم جی کی مسجد میں نماز شروع ہوتی تھی۔ میری جلد بازی اور حضرت قدس سرہٗ کا وقار و اطمینان۔ میں اپنی مسجد سے فارغ ہوکر حضرت کے یہاں دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوجایا کرتا تھا۔

حادثہ کی رات میں میری والدہ مرحومہ پر کوئی خاص تغیر نہ تھا۔ مگر انھوں نے افطار کے بعد شدید اصرار سب پر کیا کہ روٹی جلد کھا دیں۔ جب میں حکیم جی کی مسجد میں پہنچا تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ آج صرف آدھا پارہ پڑھنا ہے۔ میں نے کہا کہ کیوں۔؟ انھوں نے مجھے ڈانٹ دیا کہ چل، چل، جلدی پڑھا۔ اور جلدی

سے تراویح ختم کراکر یوں کہا کر سیدھے دارالطلبہ نہ جانا۔ والدہ کی خیر وخبر لیکر
جانا۔ مجھے اس وقت تک کوئی واہمہ بھی اس قسم کا نہ تھا۔ میں جب گھر پہنچا تو میری
والدہ مرحومہ کو نزع شروع ہو چکا تھا۔ (آپ بیتی نمبر ۳ ص۱، ص۸۴)

حضرت شیخ زاد مجدہٗ کو اس مسجد سے جو تعلق ابتدا زمانہ میں ہوا تھا وہ آخر تک برقرار رہا۔

روزنامچہ شیخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ سے آپ نے نماز جمعہ اسی مسجد میں ادا کرنا اپنا معمول بنالیا تھا۔ اس مسجد کا ایک دائمی معمول یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں یہاں نماز فجر بغیر کسی تاخیر کے اذان کے پانچ چھ منٹ بعد پڑھ لی جاتی ہے۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ کا پچاس سالہ معمول یہ رہا کہ آپ ماہ مبارک میں فجر کی نماز یہیں پڑھا کرتے تھے۔ آخر عمر شریف میں جب دارالطلبہ جدید میں اعتکاف شروع فرمایا تو یہ دستور اور طریقہ وہاں بھی جاری ہوگیا۔

اس مسجد کی ایک اہم خصوصیت اور تاریخ یہ بھی ہے کہ ہمارے خاندان کے تمام حفاظ اپنی سب سے پہلی تراویح اور اولیں محراب اسی مسجد میں سناتے آئے ہیں چنانچہ مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب نے ۱۳۵۵ھ میں میرے والد ماجد مولانا محمد الیاس صاحب نے ۱۳۵۶ھ میں، مولانا حکیم محمد اسرائیل صاحب نے ۱۳۶۷ھ میں، مولانا محمد عاقل صاحب نے ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۴ء) میں۔ حکیم محمد کامل صاحب نے ۱۳۷۴ھ میں مولانا محمد فاضل صاحب نے ۱۳۷۷ھ میں یہاں پہلی محراب سنائی۔

اس کے بعد آنے والے دور میں مولانا محمد سلمان صاحب نے ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۲ء) میں۔ راقم سطور محمد شاہد سہارنپوری نے ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں، مولوی محمد خالد سلمہٗ نے ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۶ء) میں۔ مولوی محمد سلمہٗ نے ۱۳۹۲ھ میں، مولوی محمد عمار سلمہٗ نے ۱۳۹۶ھ میں، مولوی محمد جعفر سلمہٗ نے ۱۳۹۸ھ میں، مولوی محمد جنید سلمہٗ نے ۱۴۰۲ھ میں، مولوی سہیل سلمہٗ نے ۱۴۰۳ھ میں یہاں اولین قرآن پاک سنا کر مسجد کی اس تاریخی روایت کو برقرار رکھا۔

اسکے بعد آنے والے تیسرے دور میں مولوی عثمان بن مولانا محمد سلمان و مولوی محمد عمیر ابن مولانا

محمد عاقل صاحب نے رمضان ۱۴۰۴ھ میں، مولوی نعمان ابن مولانا محمد سلمان نے ۱۴۰۶ھ میں، مولوی محمد طارق ابن مولانا محمد خالد نے ۱۴۱۲ھ میں، حافظ محمد شمیس ابن مولانا محمد فاضل نے ۱۴۱۳ھ میں، مولوی محمد صالح ابن سید محمد شاہد نے ۱۴۱۵ھ میں، مولوی محمد انس ابن مولانا محمد خالد نے ۱۴۱۶ھ میں، حافظ محمد قیسر ابن مولانا محمد عزیر صاحب و حافظ محمد عمر ابن مولانا محمد سلمان صاحب نے ۱۴۱۹ھ میں، حافظ محمد اسامہ ابن مولانا محمد خالد و حافظ محمد بدر ابن مولانا عزیر صاحب نے ۱۴۲۰ھ میں، حافظ محمد ضیا ابن مولانا حماد صاحب مرحوم و مولوی احمد ابن مولانا محمد صاحب نے ۱۴۲۱ھ میں، حافظ محمد یاسر ابن بندہ محمد شاہد سہارنپوری نے ۱۴۲۲ھ میں اس مسجد مبارکہ میں کلام پاک سنا کر اس تسلسل کو باقی رکھا۔

اپنے خاندان اور محلہ کے بچوں کی سہولت کے پیش نظر اس مسجد میں ۲۳ صفر ۱۳۸۴ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۶۴ء میں داداجان زادمجدہٗ نے حفظ قرآن مجید کا شعبہ قائم فرمایا اور اس کے لئے اولیں استاد حافظ محمد یعقوب صاحب سہارنپور متعین ہوئے۔

یہ مسجد پہلے خوبصورت نقش و نگار اور گلکاریوں سے آراستہ تھی۔ دیوار اور اسکی چھت میں دیدہ زیب پھول بنے ہوئے تھے۔ لیکن میرے جدامجد مولانا حکیم محمد ایوب صاحب زادمجدہٗ نے ان سب کو یہ کہہ کر ختم کرادیا کہ اس سے نماز میں فرق آتا ہے اور توجہ میں یکسوئی نہیں رہتی۔ ۱۴ رجب ۱۳۸۱ھ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۱ء میں مسجد کی چھت کو قابل استعمال بنانے کی غرض سے زینہ کی تعمیر شروع ہوکر ۱۸ رجب کو مکمل ہوئی۔ دوسو چونسٹھ روپے دس آنے اس تعمیر پر صرف ہوئے۔ ۲۰ رجب یوم جمعہ میں پہلی مرتبہ مسجد کی چھت پر بھی جمعہ کی نماز ہوئی۔ ۱۳۸۵ھ میں اس پر دوسری منزل بنائی گئی۔

اس مسجد میں شمال کی جانب ایک کمرہ علیحدہ سے بنا ہوا تھا جس کو ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ میں مسجد میں شامل کیا گیا، نیز محراب وغیرہ توڑ کر از سر نو بنائی گئی۔ محرم ۱۴۲۳ھ میں جانب جنوب گلی میں دروازہ کھولا گیا، یہ تمام تعمیرات مولوی محمد خالد سلمہٗ کی نگرانی میں ہوئی۔

اکابر علماء و مشائخ میں سے حضرت سید احمد شہید بریلویؒ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی، حضرت مولانا حسین احمد مدنی حضرت شیخ رحمہ اللہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا

انعام الحسن صاحب کاندھلوی وغیرہم اس مسجد میں متعدد مرتبہ تشریف لاکر امامت کر چکے۔ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نے ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں فجر کی نماز بھی یہاں پڑھائی، اسی طرح مولانا رحم الٰہی صاحب منگلوری نے بھی ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں یہاں تراویح میں قرآن پاک سنایا۔

بارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء) میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے اور ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ ، ۶ ستمبر ۱۹۶۲ء میں شیخ عبد المنعم النمر ،مدیر ادارۃ الدعوۃ الاسلامیہ وزارت اوقاف (کویت) نے اس مسجد میں نماز جمعہ کی امامت اور خطابت فرمائی۔

اس مسجد کو یہ عزت بھی حاصل ہے کہ یہاں فن حدیث کی ایک وقیع کتاب "لامع الدراری علے جامع البخاری" کا اختتام اور اوجز المسالک فی شرح موطا مالک کا افتتاح ہوا۔ حضرت شیخ زادمجدہٗ اپنے روزنامچے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آج ۲۵ شعبان ۱۳۸۹ھ ، ۷ نومبر ۱۹۶۹ء جمعہ میں بحالت صوم واعتکاف حکیم جی کی مسجد میں لامع جلد ثالث کی کتابت ختم ہو کر اوجز رابع کی دوبارہ کتابت شروع ہوئی۔"

اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی تالیف امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار کا حسنِ افتتاح بھی اس مسجد کی سنہری تاریخ میں شامل ہے۔ حضرت شیخ زادمجدہٗ اس موقعہ پر اس طرح رقم طراز ہیں۔

"آج ۵ محرم ۱۳۹۳ھ ۹ فروری ۱۹۷۳ء جمعہ کے دن امانی الاحبار کی تیسری جلد کا افتتاح حالتِ اعتکاف میں حکیم جی کی مسجد میں ہوا۔ اس کیلئے مستقل بازار سے شیرینی منگا کر تقسیم کی گئی۔"

حکیم محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کی شادی رقیہ بنت حکیم سید احمد حسن سے ہوئی۔ جن سے آپ کے ایک لڑکی تولد ہوئی جس کا نام فاطمہ رکھا گیا۔

فاطمہ کا نکاح حکیم احسان الحق[۵] پسر حکیم عزیز الحق ساکن محلہ قاضی سے ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ

---

[۵] ۔ آپ کا ادبی ذوق بلند اور علم و مطالعہ بہت وسیع تھا۔ مائل تخلص رکھتے تھے۔ آپ کا کلام سہارنپور و بیرون سہارنپور سے نکلنے والے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتا تھا۔ عام طور پر اخبار صداقت سہارنپور میں آپ کی فکری تخلیقات ←

میں بعوض مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ ہوا۔ اس نکاح کا تذکرہ روداد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بابت ۱۳۱۱ھ کے صفحہ پانچ پر بھی ہے۔

حکیم احسان صاحب کا مکان محلہ قاضی میں تھا۔ دن میں وہاں رہکر مطب کرتے تھے، اور شب میں حکیم محمد اسمٰعیل کے یہاں آرام کرتے۔ عشاء کے قریب وہاں سے آجاتے اور صبح چلے جاتے۔

فاطمہ ابتداء میں ایک دو مرتبہ اپنی سسرال (محلہ قضاۃ) میں گئی۔ ورنہ وہ اپنے والدین ہی کے یہاں رہی۔ کیونکہ ان کے والد (حکیم محمد اسمٰعیل صاحب) کو ان سے بہت تعلق خاطر تھا۔

فاطمہ مرحومہ کے ایک لڑکا محمد جلیل اور ایک لڑکی اُمۃ القدیر تولد ہوئی۔ محمد جلیل ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ میں تولد ہوا۔ اس کے والد نے اس کے لئے دینی تعلیم کا بڑا اہتمام کیا۔ قرآن پاک حفظ کرانے کے لئے مستقل ایک اُستاذ حافظ قاری شریف احمد کو ملازم رکھا جو دن رات مکان پر رہ کر اس کی تعلیم و تربیت کرتے۔

اس حُسنِ تربیت کے نتائج بہت اُمید افزا تھے اور زندگی وفا کرتی تو بہت ہونہار ہوتا۔

ــــ شائع ہوتی تھیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر آپ کی ایک غزل پیش کی جاتی ہے جو اخبار صداقت مجریہ یکم نومبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

مایوسیوں نے زیست کی کیا کیا نہ کردیا — ہر ایک ذوق و شوق سے بیگانہ کردیا
جلوہ نے تیرے دشت میں کیا کیا نہ کردیا — صحرا کے ذرہ ذرہ کو پروانہ کردیا
گردش میں رات دن نہ رہوں اور کیا کروں — تقدیر کو ازل ہی سے پیمانہ کردیا
کیا مل گیا ہے تجکو رقابت سے بیخودی — مجھ سے جو میرے درد کو بیگانہ کردیا
مجھ خوشی کوئی تو کوئی مبتلائے رنج — ہر ایک کا نصیب جُدا گانہ کردیا
شکوہ رہے گا تیری ملاحت سے عمر بھر — پُر شور آج زخم جو دل کا نہ کردیا
کچھ کم نہیں یہ دہر بھی دنیائے ظلم سے — ہستی کو انقلاب نے افسانہ کردیا
جو کچھ تھا کعبہ اکی حقیقت کی ہے خبر — میری جبیں نے ہی درِ جاناں نہ کردیا
پہلے تو صرف جمعہ کو جاتے تھے میکدے — اب تو جناب شیخ نے روزانہ کردیا

مائل خوشی کا خواب بھی دشوار کیوں نہ ہو
مخصوص میرے واسطے غم خانہ کردیا

لیکن نوعمری میں مرضِ چیچک میں انتقال ہو گیا۔
لڑکی کا نام اُمۃ القدیر تھا۔ اس کی پیدائش ۱۳۱۹ھ میں ہوئی۔ حکیم محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی نواسی کے تولد کی خوشی میں جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے جملہ اساتذہ و طلباء کی دعوت کی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی اُس دعوت میں شریک تھے۔
جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کا روداد نویس اس موقعہ پر لکھتا ہے کہ۔!
"یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے شہر کے لوگ طلبہ کو عزیز مہمانوں کی طرح ہر موقعہ پر یاد اور ان کی دلداری پیشِ نظر رکھتے ہیں اور تقریبات شادی میں دعوتیں کرتے ہیں اور میوہ جات کے وقت میں یاد رکھتے ہیں۔
چنانچہ امسال بھی اہل ہمت نے موسمی ثمرات انبہ وغیرہ بھیج کر مہمان نوازی طلبہ کا ثواب حاصل کیا۔ اور جناب حکیم محمد اسمٰعیل صاحب رئیس محلہ مفتی نے تمام مدرسہ کو شیرینی بھی تقسیم کرائی۔" (روداد مدرسہ بابت ۱۳۱۹ھ صفحہ ۱)
اسی محولہ بالا روداد کے صفحہ نمبر (۷۳) پر یہ تصریح بھی ہے کہ حکیم صاحب کی طرف سے یہ ضیافت نواسی کی ولادت کے موقعہ پر ہوئی۔ اُمۃ القدیر کا انتقال بھی نوعمری میں ہو گیا تھا۔
فاطمہ مرحومہ کا انتقال بعارضۂ زکام و برسام بعمر تقریباً پچاس سال بروز دو شنبہ بیس شوال ۱۳۵۲ھ مطابق پانچ فروری ۱۹۳۴ء بوقت ڈھائی بجے ہوا۔ اور اپنے باغ میں حکیم محمد صدیق کے برابر دفن ہوئیں۔
فاطمہ مرحومہ کے انتقال کے بعد اُن کے شوہر حکیم احسان الحق صاحب نے گھر کا تمام سامان اور اثاث البیت مدرسہ مظاہر علوم میں داخل کر دیا تھا۔ اس سامان کی تفصیل ۱۳۵۲ھ کی روداد میں تیرہ ۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر مظاہر علوم کے روداد نویس لکھتے ہیں کہ۔!
"حکیم احسان الحق صاحب رئیس محلہ قاضی نے برائے ایصالِ ثواب اہلیہ مرحومہ سامان اجناس قیمتی ۱۲۵ مندرجہ رجسٹر اشیاء ۱۳۵۲ھ کے علاوہ نقد ۵۰ اور فدیہ صوم و صلوٰۃ ۱۲۵ اور نیز جملہ سامان اثاث البیت بابت حصہ خود مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔ اور اسی سلسلہ میں جناب حاجی حکیم سید محمد یعقوب صاحب رئیس محلہ مفتی نے بھی حکیم صاحب موصوف کے اشتراک میں اپنے حصہ میں سے کچھ سامان مدرسہ کو مرحمت فرمایا۔ مجموعہ میں سے تقریباً دو سو روپیہ کا سامان فروخت ہو چکا ہے اور ظروف

مستی دیارچہ جات وغیرہ باقی ہیں۔" (روداد ۱۳۵۲ھ ص ۵)

ان کے شوہر حکیم احسان الحق صاحب کا انتقال ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء یکشنبہ میں ہوا۔ عمر تقریباً اڑسٹھ سال تھی۔ انتقال سے چار، پانچ ماہ قبل فالج کا حملہ ہوگیا تھا۔ اخیر کے دو روز بیہوشی میں گذرے۔ آپ نے اپنے مکان کا نصف حصہ ساتویں ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۴۰ء میں مظاہر علوم سہارن پور کو وقف کر دیا تھا۔

وفات حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کا وصال رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ مطابق جون ۱۹۱۹ء میں بوقت شب ہوا۔ مولانا ثابت علی صاحب سے آپ کو بڑا گہرا تعلق تھا۔ کثرت سے ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت ہوتی رہتی تھی، لیکن بجنت و تقدیر کہ مولانا موصوف حکیم صاحب کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہو سکے۔ کیونکہ مولانا ثابت علی صاحب رمضان المبارک کا مہینہ اپنے گھر پر گذارا کرتے تھے۔ اور اس موقعہ پر بھی اُن کا قیام اپنے مکان پر تھا۔

آپ کی تجہیز و تکفین کے تمام مراحل حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہما کی نگرانی میں مکمل ہوئے۔

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب نے غسل کے وقت مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ دیکھو حکیم صاحب کا انتقال ایسی حالت میں ہوا ہے کہ وہ تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے، کیونکہ ان کے ہاتھ کا انگوٹھا خنصر کے درمیانی حصہ پر رکھا ہوا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ اپنی تسبیح و تہلیل کو شمار کر رہے تھے۔

حکیم صاحب مرحوم کشیدہ قامت اور بھاری بدن تھے، قد دراز اور رنگ گورا سُرخ تھا۔ پٹھے رکھتے تھے۔ صاف ستھرے رہنے کا مزاج تھا۔ روزانہ لباس تبدیل کیا کرتے تھے، عام طور سے لٹھے کا غرارہ دار پاجامہ پہنتے تھے۔ ایک بڑا رومال اپنے ساتھ رکھتے اور اس کو بھی روزانہ بدل دیا کرتے تھے۔

(۳) عائشہ (۴) فاطمہ یہ دونوں حکیم سید احمد حسین صاحب کی صاحبزادیاں اور حکیم سید محمد ابراہیم و اسمٰعیل کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔ عائشہ کی ولادت ساتویں شعبان ۱۲۸۵ھ سہ شنبہ میں ہوئی اور شادی مولانا حکیم سید فضل حق[1] صاحب سے ہوئی۔

---

[1] آپ حکیم سید عبد اللہ عرف حکیم سید عبد النبی کے صاحبزادے ہیں۔ حاذق و ماہر طبیب تھے، طب کے خصوصی معالج ہونے کی حیثیت سے آپ کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ۲۶ رمضان المبارک ←

اس موقع پر حکیم سید احمد حسین صاحب نے عقد نکاح سے متعلق جو خط والدہ حکیم فضل حق صاحب کو تحریر فرمایا تھا وہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔

فاطمہ کی شادی مولانا شیخ احمد صاحب رامپوری سے ہوئی جو باکمال بزرگوں میں ہوئے ہیں۔ ان کی اولاد میں ایک لڑکے سعید احمد تھے جن کی پیدائش ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہوئی اور ۱۴، فروری ۱۹۶۹ء مطابق ۲۶، ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ یوم جمعہ میں انتقال ہوا۔ عمر سو سال سے زائد پائی۔ ان کے ایک لڑکے حکیم محمد احمد تھے جنھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی اور پھر طب بھی پڑھی۔ عین جوانی میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ حکیم محمد احمد کے دو فرزند عزیز الاسلام اور مسرور الاسلام صاحبان تھے جو پاکستان منتقل ہو چکے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حکیم سید احمد حسین صاحب علیہ الرحمہ نے دو نکاح کئے تھے۔ زوجۂ اولیٰ سے دو لڑکے حکیم سید محمد ابراہیم، حکیم سید محمد اسمٰعیل اور دو لڑکیاں عائشہ و فاطمہ تولد ہوئیں، ان کا تذکرہ مذکورہ بالا سطور میں کیا جا چکا۔

زوجۂ ثانیہ سے آپ کے یہاں تین لڑکے تولد ہوئے۔ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب، حکیم سید محمد ادریس صاحب، حکیم سید محمد یعقوب صاحب۔ ان ہر سہ صاحبزادگان کی تاریخ یہاں لکھی جاتی ہے۔

مولانا حکیم سید محمد اسحٰق صاحب (رکن مجلس شوریٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

تلاش و جستجو کے باوجود آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ نے قرآن پاک ناظرہ پڑھ کر اُردو فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم خاندان کے اہل علم و فضل حضرات سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ دیوبند چلے گئے اور دار العلوم میں داخلہ لے کر وہاں کے اربابِ فضل

ے ۱۳۳۳ھ مطابق ۹، اگست ۱۹۱۵ء آپ کا وصال ہوا۔ عمر تقریباً ستر سال تھی۔ آپ کے تفصیلی حالات اسی کتاب میں اپنے مقام پر آرہے ہیں۔

ے آپ کے والد ماجد کا نام قاضی حسین علی ہے جو قاضی غلام یحییٰ قاضی ٹانڈہ کے صاحبزادے تھے۔ قاضی غلام یحییٰ کے متعلق چند سطور گذشتہ صفحات میں آچکیں۔

وکمال سے اکتساب علم کیا۔

تعلیم سے فراغت پانے کے بعد دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام نے آپ کو دیوبند میں رہنے اور درس و تدریس میں مشغول ہونے کی پیشکش کی۔ لیکن آپ کا ارادہ چونکہ فن طب پڑھ کر حکمت و طبابت کا تھا، اسلئے معذرت کرکے سہارنپور چلے آئے۔ اور اپنے والد ماجد حکیم سید احمد حسین صاحب سے طب پڑھی۔ فنی اعتبار سے اُس وقت جو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ وہ آپ نے بڑے ذوق و شوق اور محنت و مطالعہ سے پڑھیں۔ بہت سی کتابوں کا مطالعہ ذاتی طور پر کیا جس کی بنا پر آپ کو طبابت میں گہرا رسوخ اور کمال حاصل تھا۔ بڑے بڑے مشاہیر آپ کی حذاقت و مہارت کی داد دیا کرتے تھے حکیم سید احمد حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ (حکیم) اسحٰق کی سوج بوجھ اور فن طب میں ذہن کی تیزی بہت زیادہ ہے۔

حکیم فضل حق صاحب (جو خود بھی بڑے اطباء میں تھے) کہا کرتے تھے کہ اسحٰق فن طب کا امام ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ۔ حکیم اسحٰق کی عمر میں برکت دے اور ان کے بعد مجھے بیمار مت کرنا۔ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ فن طب اس شخص کی مٹھی میں ہے۔

حضرت شیخ زاد مجدہ العالی حکیم محمد اسحٰق صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب کی طبابت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔!

> "حکیم محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی حاذق طبیب تھے۔ ہندوستان میں شاید ہی دو چار آدمی ان کے ہم پلہ ہوں گے مگر علاج میں باہر بہت کم جاتے تھے اور یہاں بھی بہت ہی استغنار کے ساتھ علاج کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے اُنکی طرف رجوعات بہت کم تھیں۔ اور چھوٹے بھائی حکیم محمد یعقوب صاحب فنی حیثیت سے تو بڑے بھائی کا مقابلہ بالکل نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن اللہ جل شانہ نے ہاتھ میں شفا عطا فرما رکھی تھی ان کی طرف رجوعات اتنی کثرت سے ہوتی تھیں کہ شاید شہر میں کسی طرف ہوتی ہوں:" (آپ بیتی نمبر ۵ ص۱۰۰ و ص۱۰۱)

علم طب میں چونکہ آپ کا پایہ بہت اونچا اور مضبوط تھا۔ اسلئے اس سلسلہ میں ہونے والی خدمات اور فن طب کی ترقی واستحکام کے لیے ہونے والی کوششوں میں بھی آپ پیش پیش رہتے، جب کوئی خصوصی جلسہ یا میٹنگ ہوتی تو اسمیں بھی بڑے اہتمام سے شرکت کرتے اور اپنے

مشوروں سے شرکا رجلسہ کو نوازتے۔

ڈاکٹروں کو آپ کی تجویز و تشخیص پر بڑا اعتماد تھا۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی شخص کو ڈاکٹری علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو اس نے خود مریض کو ترغیب دی کہ تم اپنا علاج حکیم اسحٰق سے کراؤ۔
جناب الحاج میر آل علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے چھوٹے بھائی میر اظہار کا علاج سول سرجن سے کرایا۔ کافی عرصہ تک علاج چلتا رہا۔ لیکن فائدہ نہ ہوا تو اس سول سرجن نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ تم اپنے بھائی کا علاج حکیم اسحٰق سے کراؤ۔ میں خود بھی جب بیمار ہوتا ہوں ان ہی سے علاج کراتا ہوں۔"

چند معرکۃ الآراء علاج آپ نے اپنی زندگی میں بہت سے معرکۃ الآراء علاج کیے، اور بہت سے پیچیدہ امراض کا علاج مختصر دواؤں سے مختصر سے عرصہ میں کر دکھلایا۔ یہاں اس سلسلہ کے چند واقعات بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ انبالہ ضلع ــــــ کے ایک رئیس نے خصوصی پیغام بھیج کر آپ کو بلایا، آپ چلے گئے۔ جس وقت مریض کے پاس پہنچے تو ایک انگریز سول سرجن اس کا معائنہ کر کے واپس ہو رہا تھا وہ حکیم صاحب کا حلیہ اور ہیئت دیکھ کر ٹھٹکا (کیونکہ آپ کھدر کے کپڑے پہنتے تھے اور وضع قطع بالکل عامیانہ رکھتے تھے) اس نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔؟ بتلایا گیا کہ مریض کے علاج کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اس پر اس نے بطور تمسخر و استہزاء کے کہا۔ اچھا حکیم جی ہیں"۔
حکیم اسحٰق صاحب نے اس کی طرف التفات بھی نہیں کیا اور مریض کے پاس پہنچ گئے۔
سول سرجن بھی ان کے پیچھے پیچھے چل کر مریض کے پاس آگیا۔ آپ نے بہت غور سے معائنہ کیا، اور بتلایا کہ مریض کے معدہ میں پھوڑا ہے۔ اسی کی وجہ سے اتنی بے چینی اور تکلیف ہے۔ سول سرجن کو اس تشخیص پر بڑا تعجب ہوا۔ اور کہا کہ تمہاری رائے بالکل صحیح ہے اور ہم صبح کو ڈاکٹران کا آپریشن کرے گا یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا اور آپ نے اس کا علاج شروع کرتے ہوئے اپنی جیب میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور چاقو کی نوک سے ذرا سی دوا نکال کر تیمارداروں کو دی کہ یہ کھلا دینا: اس سے ٹھیک ہو جائے گا۔

آپ دوا دے کر اپنی قیام گاہ پر آ گئے، نصف شب کے قریب مریض کو قے ہوئی جس میں لہو۔ پیپ وغیرہ نکلا۔ ان کو اطلاع دی گئی۔ قے ہونے پر مریض کو سکون ہو گیا اور وہ سکون سے سو گیا۔

صبح کو جب حکیم صاحب دیکھنے گئے تو سول سرجن بھی اپنا سامان اور آپریشن میں کام آنے والی چیزیں لیکر آچکا تھا۔ اس نے مریض کو جب پُرسکون دیکھا تو بڑا تعجب کیا۔ اور دریافت کیا کہ آپ نے کیا دوا دی ہے؟ حکیم صاحب نے ظرافت کے لہجہ میں فرمایا کہ ہمارے یہاں سینہ بسینہ ایک نشتر چلا آتا ہے وہی ہم نے اس مریض کو بھی کھلا دیا اور اس نشتر نے اندر پہنچ کر خود ہی آپریشن کر دیا۔ اور سارا زہریلا مواد نکال دیا۔

اس بات کو سن کر وہ سرجن حیرت و استعجاب کے ساتھ اپنی کرسی سے کھڑا ہوگیا اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر حکیم صاحب سے کہا کہ ہم آپ کو سرٹیفکٹ لکھ کر دے گا حکیم صاحب نے استغنا اور بے نیازی کے ساتھ جواباً فرمایا کہ مجھے آپ کے سرٹیفکٹ کی ضرورت نہیں۔ میں تو خود دوسروں کو لکھ کر دیتا ہوں۔

(۲) قاضی ظفر احمد صاحب علیہ الرحمہ فرماتے[1] تھے کہ ایک مرتبہ ۱۹۱۰ء میں مجھے ذات الجنب (نمونیہ) ہوگیا۔ ایک سول سرجن جو قاضی عبدالغنی صاحب منگلوری سے بیعت تھے، معالج مقرر ہوئے فائدہ نہ ہونے پر حکیم محمد اسحٰق صاحب کا علاج شروع ہوا۔ اُنھوں نے گوبھی کی ترکاری کھلائی، اور پانی پینے سے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر مت پینا اور مکان پر آکر کواڑ بند کر کے لیٹ گئے، اور میں پیاس کی وجہ سے بیتاب ہوگیا۔ بار بار ان کے پاس آدمی بھیجتا، کہ مجھے پانی پینے کی اجازت دیدیں لیکن حکیم صاحب کواڑ بند کر کے لیٹ چکے تھے، میں شدید پیاس کے باوجود بغیر ان کی اجازت کے پانی نہ پی سکا۔ لیکن آٹھ، دس گھنٹہ بعد مرض بالکل ختم ہوگیا۔ اور میں تندرست ہوگیا۔

اس علاج پر تبصرہ کرتے ہوئے دادا جان زاد مجدہٗ فرماتے ہیں کہ:۔

میرے خیال میں پیاس لگانے کیلئے انھوں نے یہ تدبیر اختیار کی۔ ورنہ گوبھی تو بڑی ثقیل غذا ہے۔ اور اس بیماری میں کوئی طبیب اس کے کھانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس قصہ کو سن کر میں غور کرتا رہا کہ آخر گوبھی کے ذریعہ سے علاج اور

---

[1] حضرت قاضی صاحبؒ نے یہ واقعہ میرے جدامجد کو ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء بروز شنبہ کو اس وقت سنایا جب وہ علیل تھے اور میرے دادا جان اُن کے معالج تھے

پھر پانی نہ پینے کی ممانعت میں نکتہ کیا ہے۔؟ پھر یہ سمجھ میں آیا کہ اطباء کی رائے یہ ہے کہ اگر بدن کو پانی کی ضرورت ہو اور دو میسر نہ آئے تو طبیعت جو مُدبّر بدن ہے وہ بدن کے جس حصہ میں بھی کوئی رطوبت فضلیہ پاتی ہے اس کو کھینچ کر اور اکٹھا کرکے معدہ میں لاکر ڈالدیتی ہے۔ اور یہ ورم بھی میں سمجھتا ہوں کہ بلغمی تھا جسمیں رطوبت کافی تھی تو اس رطوبت اور مادہ کو طبیعت نے تشنگی کی ضرورت پورا کرنے کے لئے ورم سے نکالکر معدہ میں ڈالدیا جس کی وجہ سے ورم خود بخود تحلیل ہوگیا۔
حکیم اسحٰق جنا فرماتے تھے کہ عوام و خواص سب گوبھی کو سرد اور بادی بتلاتے ہیں، حالانکہ یہ بہت زیادہ گرم ہوتی ہے۔"

(۳) حضرت شیخ زادہ مجددہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ دہلی میں کوئی مالدار و متمول شخص بیمار ہُوا۔ اس کا بیٹا سواری لیکر سہارنپور آیا اور حکیم اسحٰق صاحب پر اصرار کیا کہ دہلی چلکر میرے والد کا علاج کرو آپ نے معذرت کردی، لیکن اس کے مسلسل اصرار پر آپ نے دہلی کا سفر کیا، مریض کا ڈاکٹری علاج چل رہا تھا، کئی سرجن اس کے پاس موجود تھے اور آپریشن کرنے کا مشورہ کر رہے تھے، اتفاق رائے سے انہوں نے اگلے دن صبح آپریشن طے کردیا، حکیم صاحب یہ سب کچھ سنتے رہے۔ اور اُن کے جانے کے بعد آپ نے علاج شروع کردیا اور تھوڑی سی دوا چاقو کی نوک پر رکھ کر اس کو کھلائی۔ مریض کو ہدایت کردی کہ حرکت نہ کرنا۔ پلنگ پر لیٹے رہنا۔ اس دوا کے استعمال کے بعد مریض کو شدت سے اسہال آنے شروع ہوئے جس میں خون اور پیپ نکلتا رہا۔ مریض کی یہ کیفیت شام تک رہی۔ آپ شام کو سہارن پور کے لئے روانہ ہوگئے اور تیمارداروں کو تاکید کردی کہ مریض کو تقویت کی دوائیں کھلاتے رہیں۔ صبح کو ڈاکٹر اپنے تمام آلات اور آپریشن کے ضروری سامان کے ساتھ آئے تو مریض کو خوش و خرم بیٹھا ہُوا دیکھ کر حیرت میں رہ گئے اور گھر والوں سے حکیم صاحب کا پتہ دریافت کیا انھوں نے کہا کہ حکیم صاحب ہم سے یہ وعدہ لے گئے ہیں کہ آپ لوگوں کو میرا پتہ اور نام نہ بتلایا جائے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم ان کو اپنے ساتھ لندن لیجاکر ان کے علم و تجربہ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ گھر والوں نے کہا کہ انھوں نے ہم سے وعدہ لے لیا ہے، اس لئے ہم ان کا نام و پتہ نہیں بتلا سکتے۔

(۴) عرق النساء کے علاج میں حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کو خصوصی مہارت حاصل تھی اس مرض کے پرانے مریض آپ کے پاس آتے اور شفایاب ہوتے۔ مشہور طبیب دادُو دانطاکی

نے اس بیماری کا جو علاج اپنے تذکرہ میں کیا ہے اُس کے مطابق آپ علاج کرتے تھے ایک مرتبہ ریاست سنگلور (پٹیالہ) کے تحصیلدار کے علاج کے سلسلہ میں آپ کو بلایا گیا آپ خود تو تشریف نہیں لے گئے لیکن مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب اور اپنے قدیمی خادم حاجی شریف احمد کو بھیجدیا۔ اس علاج اور سفر کی تفصیل داداجان زاد مجدہٗ اس طرح سُناتے ہیں۔

حاجی شریف ایک مرتبہ کسی دعوت میں سنگلور گئے۔ وہاں تحصیلدار کی عرق النساء کی بیماری کا تذکرہ ہُوا۔ حاجی شریف نے کہا کہ اس کا علاج تو ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر حکیم اسحٰق صاحب کا تذکرہ و تعارف اور اس بیماری سے شفا پانے والے کچھ لوگوں کے واقعات بتلائے۔ وہاں سے حکیم سید اسحٰق صاحب کو بلانے کے لئے کچھ لوگ آئے۔ آپ نے خود تو جانے سے انکار کر دیا البتہ مجھے اور حاجی شریف کو فرمایا کہ تم دونوں چلے جاؤ۔ میں نے عذر کیا کہ جمعہ کے دن مجھے خاص مشغولی اور پڑھنا پڑھانا ہوتا ہے وہ ناغہ ہو جائے گا۔ لیکن حکیم صاحب کے اصرار پر جانا ہُوا جمعہ کی صبح کو ہم لوگ ریل سے روانہ ہوئے ساڑھے بارہ بجے ریل ایک جگہ رُکی میں نے مسافروں سے کہا کہ آؤ جمعہ کی نماز پڑھ لیں، جماعت کر لیں گے، لیکن کوئی آمادہ نہ ہُوا۔ حاجی شریف نے بتلایا کہ یہاں قریب میں مسجد ہے۔ وہاں جمعہ ہوتا ہے چنانچہ ہم اس مسجد میں پہنچے۔ خطبہ ہو چکا تھا۔ وضو کر کے نماز میں شامل ہو گئے، نماز کے بعد واپس آئے تو ریل جا چکی تھی۔ اسٹیشن ماسٹر بھلا آدمی تھا۔ اس سے ہم نے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ انٹر کلاس میں ہمارا سامان ہے اور یہ ٹکٹ وغیرہ ہیں۔ اس نے فوراً اگلے اسٹیشن پر اطلاع دی کہ ہمارا سامان اُتار لیا جائے۔ وہاں سے اطلاع آئی کہ ریل یہاں سے بھی جا چکی، اس نے دوبارہ پٹیالہ اطلاع کی کہ دو مسافروں کا فلاں فلاں سامان اسٹیشن پٹیالہ پر اُتار کر محفوظ کر لیا جائے، چار گھنٹے کے بعد ہم دوسری ریل سے پٹیالہ پہنچے تو وہاں کے اسٹیشن ماسٹر نے ہمارا سامان ہمیں واپس کر دیا۔ وہاں سے سواری کے ذریعہ ہم سنگرور پہنچے۔ وہاں پہنچ کر داؤد انطاکی کے تجربہ کے مطابق شنبہ کی شب میں عرق النساء کا عمل[1] کیا۔ صبح کو

---

[1] اس عمل میں ران کی جڑ سے لے کر پاؤں کے انگوٹھے تک تانت کی بندش کی جاتی ہے لیکن ضرر ہے،

وہ تانت کھولی گئی اور یکشنبہ کی صبح کو ہم وہاں سے واپس ہوئے۔

الحمدللہ جبہ بھی مل گیا۔ معمول بھی پورا ہو گیا اور علاج بھی ہو گیا۔ مریض چونکہ دُنیاوی اعتبار سے باحیثیت تھا۔ اسلئے ہماری اور ہمارے علاج کی وہاں بڑی شہرت ہوئی اور پھر کثرت کے ساتھ وہاں کے مریض حکیم اسحٰق صاحب کے پاس سہارنپور آکر علاج ومعالجہ کرانے لگے۔

دہلی طبیہ کالج کانفرنس میں شرکت

یہ ۱۹۱۰ء کی بات ہے کہ عالی جناب حکیم اجمل خاں صاحب نے دہلی میں ایک آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس قائم کی۔ جس کا سالانہ جلسہ ماہ نومبر ۱۹۱۰ء میں دہلی میں منعقد ہوا۔ یہ حکمائے ہند کا پہلا عظیم الشان اجتماع تھا۔

اس کانفرنس میں سہارنپور کے اطبا میں سے حکیم محمد اسحٰق صاحب، حکیم محمد یعقوب صاحب بھی مدعو کیے گئے۔ ان دونوں حضرات نے حکیم محمد موسیٰ صاحب، حکیم محمد عیسیٰ صاحب، اور جدامجد حکیم محمد ایوب صاحب کو بھی اپنا شریک سفر بنالیا۔ اس طور پر یہ پانچ حضرات اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔

دہلی میں یہ حضرات کسی بازار میں جارہے تھے کہ ایک دوکاندار نے حکیم محمد اسحٰق صاحب کو مخاطب کرکے دریافت کیا کہ کیوں صاحب کوئی تالہ والا، قینچی، زنبیل، چاقو، وغیرہ چاہیئے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ہاں ایک دالہ دکھلائیے، ایک دیچی دکھلائیے۔ ایک ذاتو دکھلائیے۔ یہ جواب سُن کر دوکاندار شرمندہ ہو گیا۔

اکابر سے تعلقات اور حکام رسی

حکیم اسحٰق صاحب کا تعلق اپنے دور کے تمام بزرگوں سے بڑا مخلصانہ و نیازمندانہ رہا۔ حضرت اقدس گنگوہی شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی آمدورفت آپ کے یہاں کثرت سے ہوتی تھی اور آپ بھی ان حضرات

ــه کرتری مہینہ کے آخری جمعہ سے گزر کر شنبہ کی شب میں یہ عمل کیا جاتا ہے۔

کی خدمت میں جاتے رہتے تھے۔ ------ مظاہر علوم کے رکن شوریٰ منتخب ہو جانے کے بعد اس تعلق و مودت میں مزید اضافہ ہوا۔ روحانی سلسلہ میں آپ حضرت اقدس گنگوہی سے وابستہ اور ان سے بیعت تھے۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے گھر جیسے تعلقات تھے۔ حضرت ہفتہ میں دو۔ تین مرتبہ مکان پر تشریف لاتے، دیر تک مجلس جمتی۔ غیر معمولی امور میں مشورے اور اہم معاملات میں تخلیے بھی یہیں فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حکیم صاحب حضرت سہارنپوری سے ملاقات کرنے کیلئے مدرسہ مظاہر علوم میں گئے۔ وہاں دیکھا کہ حضرت کے یہاں شلجم کے اچار کی ہانڈی رکھی ہوئی ہے۔ آپ نے اپنے خادم حاجی شریف[۱] سے کہا کہ اس کو اٹھا کر گھر لے چلو۔ چنانچہ وہ بے تکلف لے آئے۔ حکیم صاحب موصوف آپ کے اور آپ کے گھرانے کے چونکہ خصوصی معالج بھی تھے۔ اسلئے یوں بھی کثرت سے ملاقات ہوتی تھی۔ حضرت شیخ زادمجدہٗ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-!

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے سب گھر والوں کا علاج (حکیم محمد ایوب صاحب سرپرست مدرسہ مظاہر علوم کے والد) حکیم محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رہا اور میرے حضرت قدس سرہٗ اور ان کے سب گھر والوں کا علاج (حکیم صاحب کے بڑے بھائی حکیم ایوب کے تائے) حکیم محمد اسحٰق صاحب کا رہا کرتا تھا۔"

(آپ بیتی نمبر ۵، ص۱۰۱)

عالی جناب مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زادمجدہم کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے موسم سرما میں اونی ٹوپہ اوڑھ رکھا تھا جو پیشانی پر سے ذرا آگے کو بڑھا ہوا تھا۔ حکیم اسحٰق صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے تو اس وقت بھی وہ ٹوپہ حضرت نے زیب سر فرما رکھا تھا۔ حکیم اسحٰق صاحب نے آگے بڑھ کر اس کو سر پر سے اتار لیا۔ اور بہت بے تکلفانہ لہجہ میں کہا کہ "ہائے حضرت ہو کر یہ کیا اوڑھ رکھا ہے" دیکھنے والے یوں کہیں گے کہ ہیٹ ہے اور چونکہ آپ نے اوڑھ رکھا ہے، اسلئے جائز ہے۔ حضرت یہ سن کر

---

[۱] حاجی شریف مرحوم حکیم اسحٰق صاحب کے بڑے معتمد اور خصوصی خادم تھے۔ ایک طویل عرصہ تک حکیم صاحب کے پاس رہے۔ ۴ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۵ / اکتوبر ۱۹۶۱ء بوقت شب انتقال ہوا۔ ان کی اہلیہ مسماۃ زینب نو مسلمہ تھیں۔ ان کا انتقال ۱۲ / محرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۳۱ / مارچ ۱۹۶۹ء میں ہوا۔ عمر تقریباً پچھتر سال تھی۔

مُسکرائے اور کچھ نہیں فرمایا۔

آپ کو حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ جو قلبی عقیدت و شیفتگی تھی اور آپ کے عالمانہ مقام کا جس درجہ اعتراف تھا اس کا اندازہ اُن القاب و آداب سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے ایک تحریر میں حضرت کی شان اقدس میں لکھے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"امراض بدعات وضلالت کے طبیب لبیب، قامع البدعات والمبتدعین۔ قاطع اصول المتشغین، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع و اصول۔ حاجی الحرمین الشریفین۔ حافظ کلام اللہ الصمد، علامہ مستند مولانا مولوی خلیل احمد انبہٹوی، مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ادام اللہ تعالیٰ فیوضہ الی البعث والنشور۔

آپ کو حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے علاوہ اور کمالات صوری ومعنوی کے رد روافض و مبتدعین میں خاص ملکہ عطا فرما کر امام المناظرین ہونے کی عزت بخشی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

چنانچہ مناظرہ گکرولی ضلع مظفر نگر شیعان لکھنؤ کو اور مناظرہ ساڈھورہ ضلع انبالہ شیعان پنجاب کو قیامت تک یادگار رہے گا"

حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زاد مجدہم راوی ہیں کہ مجھ سے — مولانا لطیف الرحمٰن صاحب کاندھلوی مرحوم نے رائے پور میں یہ واقعہ سُنایا کہ کھدر کی تحریک کے زمانے میں شہر سہارنپور میں کثرت سے جلسے ہوتے تھے اور ان میں مدرسہ مظاہر علوم کے اساتذہ وطلبار کا تذکرہ آتا تھا کہ یہ کھدر کیوں نہیں پہنتے۔ ایک مرتبہ بہت جوش وخروش کے ساتھ اہل شہر نے ایک تحریر مرتب کی جس میں اہل مدرسہ سے کھدر پوشی کا مطالبہ کیا، نیز یہ کہ جس طالب علم کے بدن پر بدیشی کپڑا دیکھا جائے گا اس کو پھاڑ دیا جائے گا۔ اس تحریر پر پچاس آدمیوں کے دستخط تھے وہ تحریر مدرسہ میں آئی تو حضرت اقدس سہارنپوری نے وصول فرمائی اور ایک پرچہ لکھ کر بھیجدیا کہ جن حضرات کے اس تحریر پر دستخط ہیں میں اُن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں وہ عصر کی نماز مدرسہ قدیم میں پڑھ لیں۔ مدرسہ کے دیگر ارکان کو بہت تشویش ہوئی کہ اتنے لوگ آجائیں گے کیا ہوگا۔ مگر حضرت نوراللہ مرقدہٗ مطمئن تھے۔ چنانچہ وہ پچاس آدمی آئے اور ان کے ساتھ اہل شہر کا ایک بڑا مجمع تھا۔ یہ مجمع تو مدرسہ سے باہر رہا۔ وہ پچاس آدمی اندر آگئے۔ بعد نماز عصر

حضرت بجائے مسجد میں بیٹھنے کے مدرسہ میں بیٹھ گئے۔ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کو واقعہ کی نوعیت
جیسے ہی معلوم ہوئی ۔ وہ بھی مدرسہ میں حضرت کے پاس آ گئے۔ حضرت نے فرمایا کوئی صاحب اس
تحریر کو پڑھ کر سنادیں۔ سب خاموش رہے کوئی آمادہ نہیں ہوا۔ حکیم صاحب نے فرمایا لائیے میں
پڑھ کر سناتا ہوں۔ چنانچہ وہ تحریر آپ نے سنائی۔ حضرت نے ان آنے والوں سے دریافت فرمایا
کہ اس پر دستخط آپ ہی حضرات کے ہیں اور برضاورغبت کئے گئے ہیں۔ سب نے اقرار کیا کہ
ہمارے ہی دستخط ہیں۔ حضرت نے فرمایا ایک بات کا جواب دیجئے ۔ آپ اپنے گھروں میں اپنی
بہو۔ بیٹیوں کو کھدر ہی پہناتے ہیں یا کوئی کپڑا اسمیں بدیشی بھی ہوتا ہے۔ نیز شادی بیاہ میں
جہیز میں کھدر ہی دیتے ہیں یا کوئی کھدر کپڑا بھی دیتے ہیں۔ اسپر کسی صاحب نے کہا کہ بہو بیٹیاں
کھدر نہیں پہنتیں ، اور جہیز میں صرف ایک جوڑا کھدر کا دکھلانے کیلئے سب سے اوپر ہوتا ہے ۔
باقی کپڑا بدیشی ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جن مستورات کا نان ونفقہ آپ کے ذمہ ہے۔ اور
وہ آپ کے دست نگر وتابع ہیں۔ آپ ان کو ان کی مرضی کے خلاف زبردستی کھدر نہیں پہنا سکتے
تو میں سارے مدرسہ کو زبردستی کھدر کیسے پہنا دوں۔ اور مجھ سے اس کا مطالبہ کیسے درست ہے ؟

اور تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ کوئی مرجاتا ہے تو اس کے مستعمل کپڑے مدرسے میں آجاتے ہیں ۔ جو
حسب حال طلباء کو دیدیئے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کا مطالبہ درست نہیں ۔ الا یہ کہ ہر ایک
طالب علم کے لئے آپ حضرات دو۔ دو جوڑے کھدر کے بنوا دیں۔ اس پر ایک صاحب نے جیب ہی
پانچ روپے دیئے اور پھر بقیہ تمام حضرات نے پانچ، پانچ روپے دیئے۔ حضرت نے جیب ہی مہتمم
صاحب کو بلاکر فرمایا کہ طلباء کے لئے دو۔ دو جوڑے کھدر کے بنوادو۔ پھر حضرت نے اس مجمع کو خطاب
کرکے فرمایا کہ تمام مدرسہ کے طلباء کے لئے اتنی رقم میں کھدر کے کپڑے تیار نہیں ہوسکتے۔ جس قدر
بن جائیں گے طلباء کو دیدیئے جائیں گے ۔ مگر ایک بات مجھے یہ کہنی ہے کہ اگر کسی طالب علم کے
بدن پر بدیشی کپڑے دیکھ کر آپ لوگوں نے ہاتھ ڈالا تو ذرا دیکھ بھال کر یہ کام کرنا۔ کیونکہ اس کا
نتیجہ یہ ہوگا کہ یہاں ہر صوبہ کے طلباء موجود ہیں وہ شہر کا رخ بدل دیں گے ۔ میں تو انکی نالائقی
پر ان کو مدرسہ سے نکالدوں گا۔ لیکن اہل شہر کی کیا حالت ہوگی اور کیا عزت باقی رہے گی ۔ اسپر
غور کرلیں ۔

جب یہ دستخط کنندگان مدرسہ سے باہر نکلے تو جم غفیر نے جو کہ باہر کھڑا تھا بہت خوشی خوشی دریافت
کیا کہ کیا ہوا ۔ ؟ انھوں نے کہا کہ پانچ، پانچ روپے جیب سے دیکر آئے ہیں اور ایسی دھمکی سن کر

آئے جس کا سننا بھی مشکل تھا۔

حکیم سید محمد اسحٰق صاحب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے بھی عقیدت و نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے بکثرت نیازمندانہ طور پر خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی مجلس میں شریک ہو کر فیض حاصل کرتے۔ حضرت اقدس گنگوہی بھی آپ کے ذریعہ شاہ صاحب کو سلام و پیام کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ طرفین کے بے تکلفانہ پیغامات آپ کے ذریعہ ایک دوسرے تک بھیجا ہے۔ ایک مرتبہ خاص طور پر حضرت اقدس گنگوہی کا ایک پیغام پہونچانے کے لیے آپ نے گنج مرادآباد کا سفر کیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رائے پوری مرحوم اپنے مرتب کردہ مجموعۂ ملفوظات "مجالس حضرت رائے پوری" میں اس پیغام اور اس واقعہ کی تفصیل اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

"مولانا لطیف الرحمٰن صاحب نے حضرت (شاہ عبدالقادر صاحب) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت میرے سامنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حکیم اسحاق صاحب سہارن پوری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام عرض کیا تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ اگر پھر آپ کا گنج مرادآباد جانا ہو تو میری طرف سے دو باتیں عرض کرنا۔ ایک یہ کہ کشف تو بہت لوگوں کو ہوتا ہے مگر وہ اس کا اخفا کیا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ لوگوں کے ساتھ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش آنا

چاہیئے۔

حکیم اسحٰق صاحب نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں قصداً اس پیغام کو پہونچانے کے لیے ــــ گنج مراد آباد پہنچا وہاں مسجد میں بہت لوگ حضرت سے ملنے کیلئے بیٹھے تھے تو حضرت نے ایک ایک سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو سب نے عرض کیا، پھر دوبارہ دریافت فرمایا۔ لوگوں نے دوبارہ عرض کیا جب میری باری آئی تو میں جرأت نہ کر سکنے کی وجہ سے چپ ہو جاتا تھا۔ تیسری بار لوگوں سے دریافت فرمایا اور جب میری باری آئی تو خود ہی فرمایا کہ جو پیغام لایا ہے وہ کیوں نہیں کہتا تو میں نے جرأت کر کے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں باتیں عرض کر دیں۔ فرمایا کہ میرے بس میں کیا ہے۔ میں کوئی حضرت گنگوہی کی طرح ہوں کہ سات سمندر پیئے بیٹھے ہیں مگر ڈکار بھی نہیں لیتے، دوسری بات کے متعلق فرمایا کہ آنے والے سب لوگ عموماً دنیا کے سلسلہ میں آتے ہیں کوئی اللہ اللہ پوچھنے یا لوجہ اللہ ملنے نہیں آتا اس لیے ایسی نیتوں سے آنے والوں کو بُرا بھلا کہتا ہوں۔" [1]

---

[1] ملفوظات مجالس حضرت رائپوری۔ مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن، مطبوعہ پاکستان۔

حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کو شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی سے بھی بڑا لگاؤ اور تعلق تھا۔ کثرت سے دیوبند تشریف لیجاکر حضرت سے ملاقات کرتے تھے۔ حضرت بھی سہارنپور تشریف لاتے رہتے۔ مولانا حکیم محمد حسن صاحب بھی کبھی کبھی دیوبند سے حضرت کے ساتھ آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سب حضرات نے ہماری مسجد میں نماز عصر بھی پڑھی جسکی امامت دادا جان زاد مجدہٗ نے فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ زاد مجدہٗ حکیم محمد اسحٰق صاحب اور دادا جان زاد مجدہٗ تینوں حضرات دیوبند تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلی سے آگئے۔ مولانا شبیر احمد صاحب کے مکان پر بھی یہ سب حضرات گئے۔ وہاں علامہ عثمانی نے چائے کا وسیع انتظام کررکھا تھا۔ شام تک یہ سب حضرات وہاں رہے اور پھر حضرت مولانا الیاس صاحب دہلی روانہ ہوگئے اور بقیہ تینوں حضرات سہارنپور آگئے۔

مالٹا سے رہائی کے بعد جب حضرت دیوبند پہنچے تو حکیم محمد اسحٰق صاحب بغرض ملاقات دیوبند تشریف لے گئے۔ میرے دادا جان زاد مجدہٗ اس ملاقات کی تفصیل اس طرح سُناتے ہیں کہ:۔

> جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا سے تشریف لائے تو تایا حکیم محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں بھی دیوبند حاضر ہوا۔ اس وقت بھی حضرت کے یہاں بہت بڑی تعداد مہمانوں کی موجود تھی، حالانکہ تایا صاحب مالٹا سے تشریف آوری کے تقریباً دو ماہ بعد اسی لئے گئے تھے کہ ہجوم کچھ کم ہوجائے گا۔ تایا صاحب جب وہاں پہنچے تو حضرت نے کھڑے ہوکر معانقہ کیا۔ میں بھی قریب میں کھڑا تھا۔ میری طرف اشارہ کرکے تایا صاحب نے کہا کہ نواسی کا نکاح اسی سے کردیا ہے۔ بھائی حکیم محمد یعقوب صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے۔ پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے بھی معانقہ کیا۔ اسی دوران علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی بھی آگئے۔ حضرت نے تایا صاحب سے فرمایا کہ ان کو بھی جانتے ہو۔؟ تایا صاحب نے برجستہ فرمایا کہ جی ہاں! جب میری اطول ہورہی تھی تو یہ مختصر پڑھتے تھے۔
>
> کھانے کے وقت ہم دونوں حضرت کے پاس ہی بیٹھے اور حضرت کی ہی رکابی

میں ہم دونوں شریک ہوئے۔ اتنے بڑے مجمع میں ٹھہرنے کا تو موقع ہی نہ تھا۔ شام تک واپسی ہو گئی تھی۔

حضرتؒ کی نمازِ جنازہ میں بھی شرکت نصیب ہو گئی تھی۔ جب مظاہر علوم میں وصال کی خبر آئی تو میں بھی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے ساتھ دیوبند گیا۔ رات کا وقت تھا عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ ایک حجرہ میں علحدٰہ اپنی جماعت کی۔ صبح کو جنازہ صحن مزار میں آیا۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب، حضرت مولانا الیاس صاحب اور حضرت شیخ تینوں ایک جگہ کھڑے تھے۔ میں مصافحہ کے ارادہ سے آگے بڑھا اور حضرت دہلوی سے مصافحہ کرنا چاہا تو انھوں نے اشارہ سے فرمایا کہ پہلے مولانا عبدالقادر صاحب سے مصافحہ کرو"

حضرت مولانا حافظ قمرالدین صاحبؒ (خلیفہ حضرت اقدس سہارنپوری) سے بھی حکیم محمد اسحٰق صاحب کو بڑی محبت وعقیدت تھی۔ جب حافظ صاحب پر آخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو دو خادم ہر وقت اُن کے ساتھ رہتے جو اُن کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ حکیم صاحب نے ان دونوں خادموں کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ خود ہی جامع مسجد جا کر ان دونوں کے حوالے کر دیتے تھے۔

حُکّام اور اعلیٰ عہدیدار جیسے جج، ڈپٹی، کلکٹر، تھانیدار وغیرہ اکثر علاج کے لئے آتے رہتے تھے۔ اُس وقت کے جیلر صاحب سے بھی شناسائی تھی۔ یہ بھی کثرت سے آتے رہتے، اور جب آپ کو مدعو کرتے تو آپ ان کی دعوت میں جاتے بھی تھے۔ یہ لوگ تحفے تحائف بھی دیتے۔ بسا اوقات مختلف سبزیوں کے ٹوکرے ساتھ کر دیتے۔

نواب محمد غفور علی خاں بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ درجہ اول، خاں محمد نعیم اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ محمد علی صاحب انسپکٹر بہادر۔ جناب خدا نور صاحب سب انسپکٹر، سے آپ کی بہت بے تکلفی تھی شہر میں ہونے والے اہم واقعات میں آپ ان لوگوں سے مشورے بھی کرتے اور مدد بھی لیتے تھے۔

علاج و معالجہ کے سلسلہ میں انبالہ اور جگادھری کے رؤسا کثرت کے ساتھ آپ کو بلاتے اور آپ اپنی دینی وجاہت اور خاندانی عظمت و شرافت کی پوری پوری حفاظت کرتے ہوئے ان سے ملاقات کرتے اور اپنی غیرت و حمیت پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دیتے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ نمونہ کے

طور پر لکھ دینا بہت کافی ہے وہ یہ کہ :

ایک مرتبہ جگادھری کے راجہ نے آپ کو خصوصی دعوت نامہ بھیج کر بلایا۔ آپ تشریف لیگئے جگادھری کے اسٹیشن پر پہنچ کر دیکھا کر دو گھوڑا گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ایک میں دو گھوڑے ہیں اور دوسری میں ایک گھوڑا ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کر دو گھوڑے والی گاڑی راجہ نے کلکٹر کیلئے بھیجی ہے کر وہ بھی اسی تاریخ میں راجہ سے ملاقات کرنے آرہا ہے اور دوسری گاڑی حکیم صاحب کے لئے ہے۔ اس تفریق کو دیکھ کر آپ نے ناگواری کا اظہار کیا۔ اور اسٹیشن سے ہی سہارنپور کیلئے روانہ ہوگئے۔ راجہ سے ملاقات نہیں کی۔

قوت حوصلہ اور ذہانت وفراست کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دبدبہ بھی خوب عطا فرمایا تھا۔ مزاج میں دلیری تھی۔ حکام سے بھی بڑی قوت کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ ۱۹۲۴ء میں محرم کے موقعہ پر سہارنپور میں ہندو مسلم فساد ہوا جو خود انگریزوں کے اشارے پر ہوا تھا۔ کیونکہ گورنمنٹ چاہتی تھی کہ یہ آپس میں اُلجھے رہیں اور ہم ان پر حکومت کرتے رہیں۔ اس فساد میں لوٹ مار بہت ہوئی۔ طرفین نے ایک دوسرے کو خوب نقصان پہنچایا۔ لیکن ہمارا محلہ بالکل پُرامن رہا۔ اسی موقعہ پر چند مسلمان ایک غیر مسلم کے مکان کا دروازہ توڑ رہے تھے۔ آواز سُن کر آپ لب سڑک چھجے پر آئے، اور غصہ کے ساتھ فرمایا کہ "محلہ داری میں یہ کیا ہو رہا ہے" آپ کی آواز سُن کر سب بھاگ گئے۔ فساد کے تیسرے دن کمشنر ہاتھی پر سوار ہو کر جائزہ لینے کیلئے آیا۔ بہت سے لوگوں سے اس نے تحقیقات کیں۔ محلہ کے غیر مسلم افراد سے جب اس نے ہونے والے نقصانات کی رپورٹ لی تو اُن لوگوں نے بیک زبان یہ کہا کہ ہمیں تو حکیم صاحب نے بچایا ہے۔ غیر مسلموں کی اس شہادت سے مسلمانوں کی اخلاقی حیثیت شہر میں اونچی ہوگئی اور انھیں اپنے دفاع کیلئے ایک مضبوط سند مل گئی۔ اس موقعہ پر حکیم صاحب نے کمشنر سے خوب کھُل کر گفتگو بھی فرمائی تھی۔

ایک مرتبہ سہارنپور کے کسی شخص نے حکیم محمد یامین صاحب مرحوم کے ساتھ (ان کی نو عمری اور بچپن کے زمانے میں) سخت اور نازیبا معاملہ کر کے ان کو زدوکوب کیا۔ حکیم محمد اسحٰق صاحب کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کو خاندانی عزت ووقار پر حملہ محسوس کرتے ہوئے ارادہ فرمایا کہ ضارب کو سزا دی جائے تاکہ آئندہ کیلئے سدباب ہو۔ یہ سوچ کر آپ عدالت میں گئے۔ اہلکارانِ عدالت اور وکلاء نے آپ کو جب عدالت میں موجود پایا تو بڑا تعجب کیا۔ اور اپنے تعلقات کی بنیاد پر آپ کو پورا پورا تعاون کا یقین دلاتے ہوئے دریافت کیا کہ کیسے آنا ہوا۔ آپ نے

فرمایا کہ عدالت کے ذمہ دار اعلیٰ سے جیڈمنٹ کے لئے ایک ضروری بات کرنی تھی اسلئے آیا ہوں چنانچہ اس سے ملاقات کرکے پورا واقعہ اس کے سامنے رکھا۔ اس نے دریافت کیا کہ حکیم صاحب آپ ملزم کو جتنی سزا دلوانا چاہتے ہوں وہ بتلا دیجئے میں ابھی حکم نافذ کردوں گا۔؟ جواباً فرمایا کہ صرف ایک رات کی سزا دے کر جیل بھجوا دیجئے۔ چنانچہ فی الفور اس سزا کا نفاذ ہوا۔ فریق ثانی نے بہت زور لگایا کہ کسی طرح یہ سزا ملتوی ہوجائے اور مجرم جیل میں نہ جائے، لیکن تمام کوششوں کے باوجود اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔

علمی ادبی ذوق اور شعر و شاعری

طلب علم کے زمانہ میں چونکہ آپ نے محنت اور ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا تھا۔ اسلئے علمی استعداد پختہ تھی کتب بینی کا خصوصی مشغلہ ہونے کی وجہ سے مطالعہ بھی وسیع تھا۔ جامعہ مظاہر علوم کے کتب خانہ سے مسلسل استفادہ کرتے رہتے تھے۔ شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل، شرح الوجیز، اخبار الاخیار، ہدایہ اولین، کیمیائے سعادت، تفسیر عزیزی، مجمع البحرین، بوستاں اور صحاح ستہ مع شروح عام طور سے مطالعہ میں رکھتے تھے۔

کتابیں خریدنے اور ان کو حفاظت کے ساتھ رکھنے کا ذوق بھی اعلیٰ درجہ کا تھا، عام طور پر قدیم اور قلمی کتابیں خریدتے اور اُن پر تاریخ خرید اور قیمت خرید لکھ کر اپنے دستخط کردیا کرتے تھے۔

ادب سے آپ کو ہمیشہ ذوق رہا۔ اشعار بھی کہتے جسمیں مدح و منقبت، ہجو وغیرہ سب شامل تھی۔ بیباک آپ کا تخلص تھا۔ صبح و شام مکان پر مجلس جمتی، مغرب سے عشاء تک دوست احباب اور شہر کے سربرآوردہ حضرات آتے۔ چائے کا دور چلتا اور مجلس گرم رہتی۔ جناب شیخ شیر علی[1] صاحب رئیس محلہ چوبفروشان سہارنپور، میر مہدی حسن صاحب مختار محلہ کھالہ پار، مولوی مظفر حسین صاحب وکیل گنگوہی، شاہ محمد صدیق صاحب (والد مولوی حسن احمد) محلہ کھالہ پار مرزا عزیز بیگ[2] صاحب (مرتب اسلامی جنتری) راؤ امید علی خاں صاحب اس مجلس کے خصوصی

---

[1] شیخ شیر علی صاحب سہارنپور کے شرفاء اور اصحاب ثروت لوگوں میں تھے، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے محسن اور ہمدرد تھے۔ خندہ پیشانی اور فراخدلی کے ساتھ مدرسہ سے تعاون کرتے تھے، حکیم محمد اسحٰق صاحب سے بے تکلفی اور یگانگت کا معاملہ تھا..... تیئس شوال ۱۳۵۲ھ یوم پنجشنبہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

[2] آپ کے جد امجد مرزا بختیار مرحوم چغتائی مقام تیور علاقہ روس کے قدیم باشندے تھے، اٹھارویں صدی کے آخر میں آپ دہلی آگئے تھے۔ اُس زمانہ میں دہلی میں شاہ عالم بادشاہ کی حکومت تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد

شرکا میں سے تھے۔
مدرسہ عالیہ ریاست رامپور کے اُستاذ مولانا وحید اللہ خاں صاحب بھی آپ کے مخصوص احباب میں تھے وہ بھی بکثرت آتے رہتے اور مجلس میں شریک ہوتے۔
اس مجلس کا نام "بزم ادب" تھا۔ کبھی کبھی مجلس مشاعرہ بھی جمتی تھی جس کا تذکرہ سہارنپور سے شائع ہونے والے اخبارات میں بھی ہوتا تھا۔ آپ کے وصال کے کافی عرصہ بعد تک یہ مجلس قائم رہی اور اسکی ادبی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔ ۱۹۴۰ء میں ہونے والے ایک مشاعرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مجلس احرار ہند کا ترجمان ہفت روزہ احرار سہارنپور اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۴۰ء میں لکھتا ہے کہ:-!

بزم ادب کی جانب سے مشاعرہ،
۲۵ مئی ۱۹۴۰ء کو بوقت شب بزم ادب محلہ مفتیان کی جانب سے ایک مشاعرہ ہوا جسمیں شہر کے تمام شعرا شامل تھے۔" (ہفت روزہ احرار سہارنپور ص۷)

آپ کے بے تکلف احباب میں راؤ اُمید علی خاں بھی تھے جو جوالا پور ضلع کے رؤسا

آپ کی اہلیہ مرحومہ اپنے دونوں بچوں کریم مرزا و رحیم مرزا کو لیکر سہارنپور آگئیں۔ دونوں بچوں کی یہیں تربیت ہوئی کریم مرزا محکمۂ پولیس میں اور رحیم مرزا تحصیل سہارنپور میں نائب ناظر مقرر ہوئے۔ رحیم مرزا کا ۱۸۹۵ء میں اور کریم مرزا کا ۱۸۹۵ء میں انتقال ہوا۔ رحیم مرزا لاولد تھے۔ کریم مرزا نے تین لڑکے مرزا محمد شفیع بیگ، مرزا حکیم بیگ، مرزا وزیر بیگ، یادگار چھوڑے۔ مرزا عزیز بیگ المتخلص مرزا سہارنپوری۔ مرزا وزیر بیگ کے خلف الرشید تھے۔"

۱۸۶۵ء میں سہارنپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ قرآن پاک پڑھ کر مولوی حبیب الدین سوزاں کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے، سوزاں مرزا غالب مرحوم کے خاص تلامذہ میں تھے۔ مرزا عزیز بیگ ایک اعلیٰ ادیب اور شاعر تھے۔ ۱۹۱۵ء میں آپ نے مرزا غالب کے دیوان کی تضمین لکھی جو اپریل ۱۹۲۰ء میں مکمل ہوئی۔
۱۹۰۲ء میں آپ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے، اس تعلق روحانی کے بعد آپ کے حالات میں زبردست تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب مرحوم نے اپنی ایک نعتیہ غزل کے مقطع میں اس تغیر و تبدل اور اس واقعہ کو اس طرح واضح کیا ہے۔ ؎

بہت کچھ صحبت رنداں میں کھو یا وقت اے مرزاؔ   بس اب تو کچھ دنوں خدمت کرو اللہ والوں کی

ماہ اکتوبر ۱۹۲۰ء کے آخر ہفتہ میں آپ کا وصال ہوا۔ تاریخ وصال، "روح مرزا بہشت میں پہنچی" ہے۔
(ماخوذ روح کلام غالب مصنفہ مرزا عزیز بیگ مرزاؔ۔ مطبوعہ ۱۹۳۵ء)

ہیں سے تھے۔ راؤ صاحب موصوف کثرت سے آتے رہتے۔ وہ بھی اس بزمِ ادب کے شرکا میں تھے اور اتفاق سے یہیں علیل ہوکر ۱۳۲۵ھ میں اُن کا انتقال ہُوا۔ حکیم آتیؔ صاحب نے پورے اہتمام کے ساتھ ان کی تجہیز و تکفین کی۔ اور حکیم سید احمد حسین صاحب کے متصل انکی تدفین ہوئی۔

راؤ صاحب موصوف کی قبر پر یہ کتبہ آج بھی لگا ہوا ہے۔

تاریخ وفات راؤ امید علی خاں ۔ رئیس جوالا پور

رفت بخوابِ مرگ یکایک ۔۔۔ عابد و زاہد مردِ مسلماں
سالِ وصالش گفتہ مرزا ۔۔۔ شب بیدار امید علی خاں

۱۳ ۔۔ ھ ۔۔ ۳۵

نمونۂ کلام آپ کے اشعار کا ایک قلمی مجموعہ ہمارے خاندان میں محفوظ ہے۔ لیکن اسکی تحریر اتنی شکستہ ہے کہ اسکے پورے الفاظ کا پڑھنا مشکل ہے۔ نثر کی طرح نظم میں یہ چیز غیر موزوں معلوم ہوتی ہے کہ جتنا حصہ پڑھا جاسکے اس کو لے لو باقی کو نظر انداز کرتے ہوئے بیاض چھوڑ دو۔ اسلیئے پوری احتیاط کے بعد جو اشعار صحیح طور پر پڑھے گئے وہ بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

(۱) جب آپ سا رفیق نہ ہو۔ یار یار کا ۔۔۔ پھر کیا گلہ رہا ستمِ روزگار کا
دیکھیں دہن جو اس بتِ سیمیں عذار کا ۔۔۔ ہو جائے رنگ فق صدفِ آبدار کا
تم کیا سنو گے، خضر سنیں گر تو سن سکیں
افسانہ ہے درازِ شبِ انتظار کا

(۲) ہے تقاضا مری طبیعت کا ۔۔۔ ہو بیاں علم کی حقیقت کا
علم ہے نام آدمیت کا ۔۔۔ خلق و اخلاص کا، محبت کا
یہ نہیں ہے تو علم لاشے ہے
بے عمل، بغیر علم کیا شے ہے

(۳) نومبر ۱۹۰۵ء میں آپ نے لارڈ ڈفرن کی ہجو اور تنقیص کرتے ہوئے ایک نظم کہی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔ ۔۔ ۵

لارڈ ڈفرن کہ ہمہ فتنہ و شر می خواہد ۔۔۔ حالتِ مملکتِ ہند بتر می خواہد
گاہ در کشورِ کشمیر گذر می خواہد ۔۔۔ گہ سوئے شملہ و کلکتہ سفر می خواہد
ایں ہمہ از پئے آں است کہ زر می خواہد

(۴) ۱۳۰۴ھ میں سہارنپور سے ایک اخبار "آفتابِ حشر" جاری ہوا۔ آپ نے اسکے اجرا کی تاریخ لکھتے ہوئے درج ذیل اشعار کہے۔

وہ ہوا آفتابِ حشر طلوع | طپش آفتابِ محشر سے
آگیا یعنی روزِ بعث و نشر | کہہ رہے ہیں تمام اہلِ حشر

وقنا ربنا عذاب النار
ان فیہا شرارۃ کالقصر

ہر دل سے دعا ہے ہر شب و روز | یوں تو اثر سخن میں ہو اس کے
یا الٰہ اللیالی والفجر | کہ مرتب ہو جیسے لف و نشر

بہر احباب اس کا روز طلوع
ہے بلا شائبہ لیالِ عشر

اور تری نظم و نثر بھی بے باک | فن تاریخ گوئی میں لیکن
نظم پروین ہے اور طارنثر | نہیں ہمسر ترا کوئی ہم عصر

تو مری جان طلوع کی اس کے
لکھدے تاریخ مثل مطلع فجر

سن کے یہ بات حضرت دل نے | تو معاً اس سے یہ ندا آئی
صورِ خامہ سے جا ہی نورا نفر | مایۂ نورِ آفتابِ حشر

۱۳۰۴ھ

(۵) آپ کے رفقا و مصاحبین میں ایک صاحب شیخ زین الدین نامی بھی تھے۔ یہ سہارنپور کے بڑے تاجرانِ کتب میں تھے۔ بہت سی دینی کتابیں انھوں نے شائع کیں۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی تالیف۔ غذائے روح۔ بھی اپنے یہاں سے طبع کرائی، اور حکیم سید محمد اسحٰق صاحب سے اسکی تاریخ طباعت پر اصرار کیا تو آپ نے یہ قطعہ تاریخ ترتیب دیا۔

جب غذائے روح کامل چھپ چکی | شیخ زین الدین کے ارشاد سے
جسمیں ہے ارواح قدسی کی غذا | بار ثالث اب کے یہ نسخہ چھپا

سالِ سعنت کی ہوئی بیباک فکر
ہے۔ غذائے روح ہاتف نے کہا

اسی مذکورہ کتاب پر فارسی میں یہ تاریخی قطعہ ترتیب دیا۔

بہر طلاب حق زلیخا دم ایں رقم مثل یوسف است بگو
سال طبعش اگر تو می خواہی روح جانِ تصوف است بگو

(۶) مولانا محمد خاں صاحب غریبؔ[۵] سہارنپور کے بلند پایہ شعراء میں تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ رباعیاتِ غریب، عطریاتِ غریب، نالۂ غریب، گلبانگ غریب وغیرہ آپ کے کلام کے مجموعے ہیں جو شائع ہو چکے۔ ۱۲۹۸ھ میں آپ کے کلام کا ایک مجموعہ "نالۂ غریب" شائع ہوا تو مولانا موصوف کی خواہش کے احترام میں حکیم سید محمد اسحٰق صاحب نے اس پر تقریظ اور تاریخِ طبع تحریر فرمائی۔

مولانا محمد غریب صاحب جیسے سحر بیان، سخنور، شیریں کلام، ماہر زمانہ اور شاعر یگانہ کے کلام پر تقریظ اور قطعۂ تاریخ خود حکیم صاحب کی بلندیٔ فکر اور اپنے معاصرین و ہم چشموں میں عزت و رفعت کی دلیلِ محکم ہے۔ حکیم صاحب کی وہ تقریظ اس مجموعہ کے صفحہ ۳۲ سے یہاں نقل کی جاتی ہے۔

---

۵ مولانا محمد خاں صاحب غریبؔ کی پیدائش ۱۲۷۰ھ میں اور انتقال ۱۳۴۷ھ میں ہے۔
مجلہ "بزم ادب سہارنپور" (۱۹۶۱ء) میں آپ کے مختصر حالات اس طرح لکھے گئے ہیں۔

مولانا غریبؔ کا کلام ہر قسم کے مضامین پر مشتمل ہے۔ حمد و نعت، توحید و تصوف، حقیقت و معرفت، مدح و منقبت، عشق و محبت کے سب رس آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ تشبیہات و استعارات، صفائی و سلاست، لفظی و معنوی رعایات، صحت و محاورات، عام بول چال اور محاکات غرض تمام قدیم محاسنِ شعری سے آپ کا کلام آراستہ و پیراستہ ہے۔ لیکن نعت شریف آپ کا ذوقِ خاص ہر رنگ پر غالب ہے۔

تاریخ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ تاریخی مادے ہزاروں لفظوں کے اور جملوں کے اعداد آپ کی زبان پر رکھے رہتے تھے۔ جہاں کسی نے فرمائش کی اور آپ نے برجستہ قطعۂ تاریخ نظم کر دیا۔ آپ کی شعر گوئی کا یہ عالم تھا کہ خاموش بیٹھے ہوئے اس طرح اشعار کہتے اور لکھتے چلے جاتے تھے جیسے کسی کو بڑی روانی کے ساتھ خط لکھ رہے ہیں۔ ایک نشست میں سو سو اشعار کہہ لینا آپ کا معمول تھا۔ مولانا غریبؔ کی ہمہ جہت شخصیت نے جو نقوش چھوڑے وہ اور نقش کاری میں معاون ثابت ہوئے اور سہارنپور کی زیب و زیبائش میں اب تک رنگ آمیزی کر رہے ہیں۔

تقریظ بلند نتیجہ، فکر آسمان پیوند بلبل سدرۂ فصاحت طاؤس عرش بلاغت مشہور از سمک تا سماک حکیم محمد اسحٰق بیباکؔ سہارنپوری

اے حضرت بے باک یہ ما نا! کہ آپ کو نہ خوشامد در آمد کا مرض نہ یگانہ بیگانہ سے کچھ غرض نہ یار غار سے سروکار نہ اغیار سے ننگ و عار۔ کسی سے صاف دل پر کدورت نہیں۔ کسی کی مدح ذم کرنا حضرت کی عادت نہیں مگر امر حق سے کام ہے واقف ہر خاص و عام ہے اسکے کیا معنی۔ جی مزا پائے اور زبان پر نہ آئے۔ سچ یوں ہے رسالہ نالۂ غریب عجیب کتاب ہے۔ ہر ورق جواب ورق آفتاب ہے اور صحا کیوں نہ ہو، الٹی تلٹی چاہ چو چلے تو سب بگھار سکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ یاروں کے ڈھکوسلے میں واہی تباہی بکنے کو بکتے ہیں۔ یہ مزا ہی الگ ہے یہ چاٹ ہی اور ہے۔ حرف حرف میں نمک ملاحت کا شور ہے۔ ورق ورق جریدۂ در دجانکاہ صفحہ صفحہ دفتر نالہ و آہ عرض حاجات کا وہ انداز باب رحمت در اجابت باز ادائے نعت رسولؐ میں وہ ادا کلام میں ہم کلامی خدا کا مزا باوجود اس بہ نشست الفاظ درست بندش خوب ترکیب چست مضامین عالی حشو سے خالی انصاف بالائے طاعت جواہر خمسہ جو اس کو ہر خمسہ سے آب و تاب ہر مخمس ہم پنجہ پنجۂ آفتاب ہر تضمین دستور العمل اختلاط ارباب الفت بند بند میں پیوند حسن و عشق کی کیفیت کسی کا کیا منہ جو لب کشائے تعریف ہو۔ کسی کا کیا حوصلہ جو آشنائے توصیف ہو۔ استغفر اللہ میں کیا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں۔ یہ کون نہیں جانتا یہ انھیں کا کلام معجز نظام ہے جن کا مولوی **محمد خاں** نام غریبؔ تخلص مشہور انام ہے جو ہر شمشیر استعداد خداوند فکر خدا داد ناظم یگانہ ناثر فرزانہ شاعر خوش تقریر دبیر بے نظیر بلبل سرود سرائے ریاض۔ مجاہد مصطفوی، طوطی نغمہ آرائے شکرستان مضامین علوی آپ کے کمالات فضل کی غایت نہیں۔ راقم آثم میں توصیف کی طاقت نہیں۔ زبان کو مہر لگائے دیتا ہوں قطعہ تاریخ سنائے دیتا ہوں۔

جب غریبؔ شگفتہ خاطر نے	اور یہ نخل بے خزاں بو یا
دل پژمردہ کو مسرت از حد	شب کو تاریخ کا خیال ہوا
صبح پرواز بال بلبل سے	گوش دل میں مرے آئی صدا
گویا کہتی ہے کہہ دو اے بیباکؔ	گل باغ مراد تازہ کھلا
نکتہ داں خود سمجھ گئے ہوں گے	سال ہجری ہے عیسوی ملتی چھپا ۱۸۸۳ء

سخاوت وصلہ رحمی اور دیگر عادات وخصوصیات

صدقہ اور خیرات کا آپ کے یہاں بڑا اہتمام تھا۔ تیس، چالیس روپیہ روزانہ کی آمدنی تھی۔ لیکن شام تک سب خرچ کر دیتے۔ کھانے پکوا کر غربار کو تقسیم کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ہر جمعرات کو پانچ سیر پلاؤ کا دیگچہ پکوا کر فقرار کو کھلایا کرتے تھے۔

رمضان المبارک میں بڑے اہتمام سے روزانہ ایک من آٹے کے نان تیار کراتے جو افطار سے پہلے ہی غربار اور فقرار میں تقسیم کرادیتے۔ ماہ مبارک میں قرآن پاک کثرت کے ساتھ پڑھنے کا معمول تھا محتاط اندازہ کے مطابق وہ اپنے تمام مشاغل کے باوجود پندرہ سیپارے یومیہ پڑھ لیا کرتے تھے

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے ایک مرتبہ یہ وعدہ کرلیا تھا کہ رات میں کوئی پیسہ اپنی ملکیت میں نہیں رکھوں گا۔ چنانچہ آخر تک اس وعدہ پر قائم رہے۔ شب میں سونے سے پیشتر تمام دن کی آمدنی عزیز واقارب اور حاجت مندوں پر تقسیم فرما دیتے۔

درود شریف کا آپ کے یہاں بڑا اہتمام تھا۔ بکثرت پڑھتے رہتے۔ آنے والے مریضوں کو جب دواؤں کا استعمال اور پرہیز واحتیاط اور بتلاتے تو ساتھ ہی درود شریف کی بھی تاکید کرتے اور کہا کرتے تھے کہ میرا نسخہ تو درود شریف سے چلتا ہے۔

میر شاہ علی ابن جناب میر حمایت علی صاحب (مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) کی جب جائداد وغیرہ ادائیگی قرض کی وجہ سے ختم ہو گئی تو حکیم اسحٰق صاحب بڑی کثرت سے ان کی امداد و اعانت کرتے۔ اپنی وفات سے چند یوم قبل میر شاہ علی کو راؤ محمد احمد خاں صاحب رئیس ضلع شاہجہاں کے۔ احمد باغ میں ملازم رکھوا دیا تھا۔ یہ ذباں زمری کے دفتر میں رہتے تھے۔ اعزہ ورشتہ داروں پر بھی خوب خرچ کرتے۔ ان کی تعلیم اور شادی نکاح کا اہتمام خود کرتے۔ حکیم یامین صاحب اور حکیم یٰسین صاحب کی تعلیم و تربیت کا خود اہتمام کیا۔ حکیم یامین صاحب کو ایک مرتبہ دیوبند اور حکیم یٰسین صاحب کو حکیم محمد مصطفےٰ صاحب میرٹھی کے پاس بغرض تعلیم میرٹھ بھیجا۔ حکیم یامین صاحب تو چند روز بعد واپس آگئے۔ حکیم یٰسین صاحب تقریباً ڈیڑھ سال میرٹھ رہے۔ اس عرصہ میں تعلیم اور خورد ونوش کے تمام اخراجات حکیم اسحٰق صاحب نے برداشت کئے۔

حکیم محمد ادریس صاحب آپ کے چھوٹے بھائی تھے، جوانی میں ہی انتقال کر گئے تھے انکے اہل وعیال اور بچوں کی کفالت اور تمام اخراجات آپ نے اپنے ذمہ لے لیے تھے۔ جس دن حکیم اسحٰق صاحب کا وصال ہوا تو حکیم ادریس صاحب کی چھوٹی لڑکی رقیہ خاتون نے روتے ہوئے کہا

تھا کہ ہمارے باپ کا تو آج انتقال ہوا ہے"۔
ایک سفر حج میں آپ کے ہمراہ حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب تھے۔ دونوں کے مزاج میں بڑا فرق تھا حکیم اسحٰق صاحب خوب سخاوت اور کشادہ دستی سے کام لیتے اور حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب نظم و ضبط اور ترتیب کے ساتھ خرچ کرنے کے عادی تھے۔ اس بنا پر سفر میں کافی نوک جھونک رہتی۔ سید صاحب ان کی سخاوت دیکھ کر کہتے تھے کہ سفر میں اتنی بے دردی سے خرچ کر رہے ہو۔ زادِ راہ ختم ہو جائیگا۔ تو فقیر بن جاؤ گے اور پھر لوگوں پر بوجھ بنو گے۔ لیکن حکیم اسحٰق صاحب اسی طرح سائلین اور فقراء پر خرچ کرتے رہتے۔

مظاہر علوم کے دورِ اول میں یہاں کے اساتذہ کا تقرر معمولی تنخواہوں پر ہوتا تھا۔ مدرسہ کے اربابِ نظم و اہتمام بھی ان کی ذاتی ضروریات اور گھریلو اخراجات کو دیکھتے ہوئے محسوس کرتے تھے کہ ان حضرات کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔ لیکن مدرسہ کی آمدنی اس کی متحمل نہ ہوتی تھی حکیم محمد اسحٰق صاحب ایسے مواقع پر ان حضرات کی بڑے اہتمام کے ساتھ مدد فرماتے اور خاموشی کے ساتھ ان کی مالی اعانت کرتے تھے اگرچہ ایسے حضرات کی فہرست کافی طویل ہے۔

تاہم یہاں نمونہ کے طور پر حضرت مولانا محمد احکم صاحب انبہٹوی کی درخواست اور اس پر حضرت حکیم صاحب کی تجویز نقل کی جاتی ہے:

"بخدمت جمیع حضرات بابرکات سلمہم المنان۔ سلام مسنون۔
بندہ عرصہ اڑھائی سال سے بزمرۂ مدرسین ملازم مدرسہ ہو کر
بکارِ منصبی مستعد ہے، چونکہ تنخواہ نہایت قلیل ہے ـــ اور زمانہ
قحط سالی کا بسر اوقات دشوار ہے۔ مجبوراً برائے اضافہ تنخواہ گذارش
ہے۔ دریں وقت توجہ فرمانا برایں نیازمند باعث اجر جزیل ہے ـــ

محمد احکم عفی عنہ" ۲ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ

(تجویز) "چونکہ میرے بعض مکرموں نے حضرت مولانا مولوی محمد احکم صاحب کے
بابت سفارش کی ہے اس لیے تا اضافہ ہونے ان کی تنخواہ میں میں
اپنی جیب خاص سے ایک روپیہ ماہوار ان کو اضافہ دینا تجویز کرتا ہوں

بشرطیکہ ارباب شوریٰ پسند کریں۔

محمد اسحٰق عفی عنہ۔"

حکیم اسحٰق صاحب جسمانی طور پر بڑے مضبوط اور طاقتور تھے۔ کسرت اور ورزش کرنے کا بھی ابتدا میں معمول رہا۔ حکیم محمد یامین صاحب سے کبھی کبھی مخاطب ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری جوانی بھی کیا جوانی ہے، ہم اپنی جوانی میں ثابت اینٹ مکّہ مارکر توڑ دیا کرتے تھے۔

ہر جمعرات کو اپنے والد مرحوم حکیم سید احمد حسین صاحب کی قبر پر جاکر دیر تک مراقب رہنے کا معمول تھا۔ دُنیا سے بے رغبت رہتے۔ کبھی اپنی آسائش اور راحت کا اہتمام نہیں کیا۔ کھدر کا کپڑا پہننے کا معمول تھا۔ مزاج میں بہت ہی سادگی تھی۔ ولایتی اشیاء اور نئی نئی ایجادات کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔

ایک مرتبہ میرے داداجان زاد مجدہٗ نے بیٹھک کے لئے چند کرسیاں خریدیں تو فرمایا کہ میں تو ان کو اپنے یہاں نہیں رکھوں گا تم اپنے گھر میں بچھا لینا۔

کھانسی آپ کو اکثر رہتی تھی لیکن پرہیز نہیں کرتے تھے۔ اچار کا بہت شوق تھا۔ کہا کرتے تھے کہ اگر حکیم ہوکر بھی بدپرہیزی نہ کی تو ایسی حکمت سے کیا فائدہ؟ ہری مرچ اور سبزی کے استعمال کا بہت اہتمام تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مرچوں کو توپودے پر سے توڑنے میں بھی لطف آتا ہے۔

نزاعِ باہمی اور مقدمات وغیرہ سے آپ کو طبعاً وحشت اور نفرت تھی۔ مقابل سے ہمیشہ نرم آواز اور معتدل لہجہ میں گفتگو فرماتے۔ آخر وقت تک اسکی کوشش فرماتے کہ معاملات باہمی گفت وشنید سے طے پاجائیں اور عدالتی چارہ جوئی نہ کرنی پڑے۔ ایک مرتبہ ابراہیم نامی کسی شخص نے ایک بڑی رقم قرض لیکر واپس کرنے سے انکار کردیا۔ احباب نے عدالتی چارہ جوئی پر اصرار کیا۔ اور عدالت کے ذریعہ اس رقم کے وصول کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے سختی سے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ یہ صورت ہم لوگوں کے لئے مناسب نہیں ہے۔ انشاء اللہ بغیر عدالت کے ہی ادا کردیگا۔ ابراہیم کو جب آپ کا یہ جواب معلوم ہوا تو خود حکیم اسحٰق صاحب کے پاس آکر معذرت کی اور پوری رقم ادا کردی۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے آپ کا تعلق رکنیت اور اسکی خدمات۔

۲۲ رجادی الثانیہ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸ رنومبر ۱۸۹۷ء پنجشنبہ میں اراکین شوریٰ جامعہ مظاہر علوم نے اپنی ایک تجویز میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو لکھا کہ:

خواجہ احمد حسن صاحب وحکیم احمد یونس صاحب دو ممبران مدرسہ نے زمانۂ حال میں وفات پائی۔ خداوند کریم غریق رحمت فرمائے، جناب بھی دعا فرمائیں۔ لہٰذا اب ضرورت اضافۂ ممبران ہے۔ حکیم محمد اسحٰق صاحب پسر حکیم احمد حسین صاحب موصوف نوجوان ومستعد ہیں اور فی الحال مدرسہ کے معین وافزائش چندہ میں ساعی ہیں۔

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو چونکہ ذاتی طور پر بھی حکیم صاحب کی حوصلہ مندی، ذہانت وفراست — اکابر کے ساتھ تعلق وشیفتگی اور مدرسہ کے متعلق خاموش اور مخلصانہ خدمات کا بخوبی علم تھا۔ اسلئے حضرت نے یہ تجویز ملاحظہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ حکیم محمد اسحٰق صاحب کو رکن شوریٰ نامزد کردیا جائے۔ اسی موقعہ پر خواجہ مظاہر حسن صاحب بھی رکن شوریٰ بنائے گئے۔ ان دونوں حضرات کے رکن شوریٰ نامزد ہونے کی تاریخ ۲۹ رجادی الثانی ۱۳۱۵ھ ہے۔

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں آپ کی رائے بڑی وقیع اور مضبوط سمجھی جاتی تھی سہارنپور سے جو تجاویز منظور ہو کر بغرض ملاحظہ واستصواب رائے گنگوہ بھیجی جاتیں۔ ان پر اگر حکیم صاحب کے دستخط نہ ہوتے تو حضرت فوراً گرفت فرما کر جواب طلب فرماتے۔ چنانچہ دو ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ کی کاروائی شوریٰ پر حکیم اسحٰق صاحب نے اپنے عدم اتفاق کی بنا پر دستخط نہیں کئے۔ یہ کاروائی جب ملاحظہ کے لئے گنگوہ گئی تو حضرت نے اکثر تجاویز پر نقد فرما کر اپنی رائے گرامی تحریر فرمانے کے بعد لکھا کہ۔

اطلاع دی جائے کہ حکیم محمد اسحٰق صاحب کے دستخط اس پر کیوں نہیں کئے گئے ہیں تاکہ رفع تردد بندہ کا ہوجائے۔ (مکتوب محررہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ)

حکیم صاحب نے حضرت کی تجاویز کی تائید فرماتے ہوئے اپنے دستخط نہ کرنے کی وجہ یہ تحریر فرمائی۔

"مجھے اعلیٰ حضرت سرپرست صاحب عم فیوضہ کی تحریر سے کلاً و جزواً اتفاق ہے۔
اور چونکہ منتظم صاحب کی پیش کردہ امورات بتمامہ ایسی تھیں کہ جن سے (مجھ کو)
اتفاق رائے نہیں تھا۔ اور نہ ان کے پیش کرنے اور اُن پر تجویز کرنے کا منصب
اہلِ شوریٰ کو میری دانست میں تھا۔ اسلئے اس پر دستخط تابعدار کے نہیں تھے"
بندہ محمد اسحٰق عفی عنہ

مظاہر علوم کی روداد میں پہلی مرتبہ آپ کا نام ۱۳۰۴ھ میں ملتا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے مدرسہ میں چند کتابیں بیضاوی۔ ترمذی شریف۔ ہدایہ مع الکفایہ۔ مدارک التنزیل وقف فرمائی تھیں اس کے بعد کم و بیش ہر سال کی روداد میں آپ کے عطایا اور گوناگوں خدمات کا تذکرہ ہے۔

رُکن شوریٰ نامزد ہونیکے بعد (اور اس سے قبل بھی) آپ مظاہر علوم کے طلبار کا امتحان لیا کرتے تھے۔ عموماً درجۂ فارسی کے طلبار کا امتحان آپ کے پاس ہوتا تھا۔ امتحان کا نتیجہ تحریر کرنے میں آپ بالکل مختار اور آزاد تھے۔ جو چیز قابلِ تحسین ہوتی اس پر اراباب مدرسہ کو مبارکباد پیش کرتے اور جس چیز کو آپ غیر مناسب اور تعلیم کے لئے غیر مفید سمجھتے اس پر بڑی صفائی کے ساتھ نکیر فرماتے۔ آپ کی دونوں قسم کی تحریریں اور نتائج امتحانات پر تفصیلی رائے متعدد روداد وں میں طبع بھی ہو چکی ہے۔ ہم یہاں بطور نمونہ آپ کے لکھے ہوئے دو معائنے پیش کرتے ہیں۔ پہلا معائنہ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء کا اور دوسرا شعبان ۱۳۱۷ھ مطابق دسمبر ۱۸۹۹ء کا ہے۔

"عبارت نتیجہ امتحان محررہ حکیم محمد اسحٰق صاحب و حکیم عبدالغنی صاحب ممتحنان درجہ فارسی۔
"میں نے اور حکیم عبدالغنی صاحب نے حسب تجویز اراکین مدرسہ درجۂ فارسی کا امتحان
لیا۔ نتیجۂ امتحان سے مدرس صاحب فارسی کی حُسن کارگذاری بخوبی ثابت ہے لیکن
ممتحن صاحب سابق نے سال گذشتہ میں بتقضائے مصلحت وقت یہ رائے ظاہر
کی تھی کہ آئندہ لڑکوں کو بامحاورہ ترجمہ کرانے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔
میری دانست میں ان کی یہ رائے بہت زیادہ وقعت کے قابل ہے۔ اور
اس پر پوری استقامت نہیں ہوئی۔ اور نیز درستیٔ خط و مضمون نویسی اور حساب
اس درجہ میں لازمی ہونا چاہیئے جو بالفعل بالکل نہیں ہے۔ لیکن اسکی یہ وجہ نہیں ہے
کہ مدرس صاحب کی جانب سے اِن اُمورات میں کم توجہی ہے، نہیں! بلکہ وہ

اپنے متعلقہ کام سے جس کو وہ نہایت خوش اسلوبی اور تندہی کے ساتھ انجام دیتے ہیں کوئی وقت خالی نہیں پاتے کہ جو تحریر، مضمون نویسی و حساب وغیرہ کی طرف لڑکوں کو رغبت دلائیں۔

میری دانست میں اس اہم اور ضروری کام کے انجام دینے کیلئے اگر خزانۂ مدارس و چندۂ مدرسہ برداشت کرسکے تو ایک مددگار مدرس فارسی مقرر کیا جائے تاکہ یہ نقص رفع ہو۔ اور اس کا انجام ضروری ہے۔ فقط تحریر بتاریخ ۲۳ شعبان ۱۳۱۴ھ

(بحوالہ روداد ۱۳۱۴ھ ص ۱۳)

۱۳۱۷ھ میں آپ نے امتحان لیکر جو نتیجہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے۔

• عبارت نتیجۂ امتحان مرقومہ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب دام برکاتہم ۱۳۱۷ھ۔

میں نے بہ شرکت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب طلبہ درجۂ فارسی کا امتحان لیا۔ امسال نتیجہ اس قدر خراب و قابل ملامت ہے کہ جس کے اظہار سے خود مجھ کو شرم آتی ہے۔ املا نویسی کی طرف کسی قدر التفات کیا گیا ہے۔ لیکن بالکل ناکافی۔ جن طلبہ کو انعامی نمبر دیئے گئے ہیں وہ بطور دلداری اور آئندہ حوصلہ بڑھانے کیلئے دیئے ہیں۔ ورنہ کامیاب طلبہ میں بھی الا ماشاء اللہ کوئی ہی اس قابل ہوگا کہ اس کو انعامی نمبر دیئے جائے اس کا سبب یہی نہیں ہوسکتا کہ طلبہ کی کثرت اور وقت کی کوتاہی ہو بلکہ میری دانست میں مدرس صاحب کی زیادہ توجہ ریاضی کی طرف ہے۔ اور اسمیں وہ اپنا وقت صرف فرماتے ہیں اور خود ہی مشق حساب کرتے رہتے ہیں۔ مہتمم صاحب اراکین کی توجہ اس طرف معطوف فرمائیں۔

العبد حکیم سید محمد اسحٰق عفی عنہ۔ العبد محمد اسمٰعیل عفی عنہ

(بحوالہ روداد ۱۳۱۷ھ ص ۲)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ایک طویل عرصہ تک سالانہ جلسہ بڑے اہتمام کے ساتھ ہوتا رہا ہے جو عامۃً ماہ رجب یا شعبان کی کسی تاریخ میں منعقد ہوتا تھا۔ حضرات اکابر تشریف لاتے اور اُن سے شرفِ ملاقات اور شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لئے مجمع بہت بڑی تعداد میں آتا۔ اس اجتماع اور جلسۂ سالانہ میں تقریریں ہوتیں۔ پورے سال کے احوال و کوائف سُنائے جاتے۔

آمد و خرچ کی میزان اور اس کی پوری نوعیت بتلائی جاتی۔ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ مطابق اپریل ۱۹۴۷ء میں یہ جلسہ آخری مرتبہ ہو کر پھر بند ہو گیا۔

حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کے زمانۂ حیات اور دورِ رکنیت میں بھی یہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ہوتا رہا۔ آپ کے ممبر منتخب ہونے کے ایک سال بعد ۔ سات رجب ۱۳۱۶ھ مطابق بارہ ۱۲ نومبر ۱۸۹۹ء میں جب یہ جلسۂ سالانہ منعقد ہوا تو اس کیلئے آپ نے ایک طویل مقالہ جو حکیمانہ وطبیبانہ شان سے ہٹ کر عالمانہ شان و شوکت کا حامل ہے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ یہ مقالہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے باآواز بلند شرکاء جلسہ کو پڑھ کر سُنایا تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقالہ روداد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بابت ۱۳۱۶ھ سے مستعار لیکر یہاں نقل کر دیا جائے۔

تحریر پُرتاثیر جناب حکیم محمد اسحٰق صاحب رُکن مدرسۂ ہٰذا۔

حضرات! آپ صاحبوں نے جو اس مجلسِ طلّاب کو اپنی شرکت سے رونق بخشی ہے وہ درحقیقت حسبۃً للہ اور خالصاً لوجہ اللہ ہے۔ کیونکہ نہ آپ پر کسی کی دباغت تھی اور نہ کسی کا دباؤ۔ کہ بلا طوع و رغبت حاضر کئے گئے ہو۔ نہ یہ کسی باجاہ و جلال حاکم مجاز کا اجلاس نہ کسی کا عالی شان دربار کہ شوقیہ نظارت و تفریح کی خاطر یا بہ تعمیل حکم یا بغرض حصول افتخار و امتیاز تشریف لائے ہو۔ یہاں تو چند غریب الوطن مستمند و مسکین، طالبان علم دین کو تقسیم انعام کا سالانہ جلسہ ہے جو آپ صاحبوں کی ہی، علو ہمتی و فیاضی کے آسرے اور آپ ہی کی عالی حوصلگی و خدا ترسی اور آپ ہی کی دین پروری و غرباء نوازی کے سہارے یہاں آن پڑے ہیں اور دولت علم حاصل کر رہے ہیں اسلئے آپ کی حسبۃً للہ تصدیعہ فرمائی اور خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ رونق افزائی کا اجر بھی عنداللہ اور اس کی جزاء و ثواب علی اللہ ہے۔ زبانی اجر اور لفظی ثواب نہیں بلکہ اس اجر جزیل کا تحریری اقرار نامہ منجانب حق عزاسمہٗ موجود ہے اور وہ یہ ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص خیر میں آجاتا ہے اُس کے ہر قدم پر اجر دس نیکیوں کے برابر ہے اور ہم جس مخلص کے لئے چاہیں اس اجر کو افزوں کر سکتے ہیں۔

یہ وہ دستاویز ہے کہ جس کی باضابطہ تصدیق ہو چکی ۔ دُنیاوی حُکّام کے یہاں نہیں بلکہ خود

احکم الحاکمین نے اس کو رجسٹری کیا۔ شہنشاہِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصدیق کی۔ بیشک اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد۔ کہ ہرگز احکم الحاکمین کا وعدہ خلاف نہیں ہے اور رجسٹری ان الفاظ میں ہوئی نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

صاحبو! اس اجرِ جزیل و ثوابِ جمیل کے علاوہ آپ کی تشریف آوری نے جو خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار یعنی ایک پنتھ دو کاج کا مصداق اور ہم خرما و ہم ثواب کا مذاق پیدا کر دیا ہے۔ کیونکہ مدرسہ و اہلِ مدرسہ کی رونق و قدر افزائی کے سوا آپ صاحبوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شاندار سُنت ادا ہو گئی۔ اور ہر سال اسی جلسہ کی بدولت ادا ہوتی رہتی ہے، شاید آپ کو معلوم بھی نہ ہو کہ وہ کونسی سُنت ہے۔

صاحبو! وہ سُنتِ نبویہ یہ ہے۔ خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات یوم فرای مجلسین احدھما یدعون اللّٰہ و یرغبون الیہ والثانی یعلمون للناس۔ فقال اما ھولاء فیسئلون اللّٰہ تعالیٰ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھؤلاء فیعلمون الناس۔ وانما بعثت معلما ثم عدل الیھم وجلس معھم۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقہ عباد و مناجاتی پر جلسہ معلمین کو اختیار فرمایا تھا اور شرفِ شرکت سے اہلِ حلقہ کو محروم اور جلسہ معلمین کو اپنی مجالست سے مفتخر و ممتاز کیا تھا۔ سو آپ صاحبوں نے بھی اپنے مشاغل امور اور حوائج ضرور کو ترک کیا اور شریکِ جلسہ ہٰذا ہوئے اور ہر سال یہ سُنتِ نبوی اسی وطیرہ سے ادا ہوتی رہتی ہے۔ فالحمدُ للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

صاحبو! تم یہ نہ سمجھو کہ تم سے یہی ایک سُنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ادا ہو گئی، اور بس۔ نہیں، میں آپ کو خاتم النبیین الکرام، علیہ و علیٰ آلہ التحیۃ و السّلام کی طرف سے ایک بہت بڑی خوشخبری کی مُبارکباد دیتا ہوں جو اس مجلسِ طلاب میں، بعنایت و شفقت، خالص و مخلص بنکر حاضر ہونے کا صلہ و انعام ہے۔ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی سے میل جول پیدا کرے گا اسی کے ساتھ محشور اور عقبیٰ میں اسی کے ساتھ محسوب ہوگا۔

سو انشاء اللہ تعالیٰ تم اے حاضرینِ مخلصین بلکہ اے جملہ معاونین حاضرین و غائبین آپ اسی گروہ باشکوہ طالبانِ علم اور عالمانِ دین کے ساتھ اُٹھائے جاؤ گے۔ اور اُن لوگوں کا حشر سیّدنا و سیّد الکل، خاتم الرسالۃ و الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ ہوگا جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علی

خلفائی رحمۃ اللہ۔ قیل من خلفاءك قال الذین یحیون سنتی ویعلمونہا عباد اللہ
نئی روشنی کی تاریکی میں تعلیم یافتہ لوگوں کی نگاہ میں یہ طلاب کا گروہ نہایت مبتذل اور
حد درجہ کا حقیر ہے تو ہوا کرے۔ ۵

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

لیکن رب الارباب کے نزدیک ان کا وہ اقتدار ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بروز جزا
ان کو ارشاد فرمادے گا۔ انتم عندی کبعض ملائکتی اشفعوا تشفعوا۔
اغلب ہے کہ معاونین مدرسہ وخیر خواہان طلاب کے اکثر گنہگاروں کے حق میں ان ہی
لوگوں کی شفاعت کارآمد ثابت ہو۔ اور کیا عجیب ہے کہ یہ لوگ اپنے محسنوں کا حق نمک اُسوقت
ادا کریں۔ یہ گروہ کس طرح حقیر وذلیل ہوسکتا ہے۔ یہ تو وہ گروہ ہے جس کو پروردگار کی سرکار
نے خیر امۃ کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ
بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنکَرِ۔ سے یہی جماعت مُراد ہے۔
یہی وہ گروہ ہے کہ جس کی اطاعت وفرمانبرداری کے واسطے کل اُمت محمدی مامور ہوئی۔
بموجب یَا اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم۔
یہی وہ گروہ ہے جس کو مبشار هَل یَستَوِی الَّذِینَ یَعلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعلَمُونَ۔
الٰہی سرکار کی سر دفتری کا یہ سرخط اُن ہی کے نام ہے۔ بَل هُوَ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ فِی صُدُورِ
الَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ۔ ان ہی کے مناصب جلیلہ اور مدارج عالیہ کا یہ فرمان ہے وَالَّذِینَ
اُوتُوا العِلمَ دَرَجَاتٍ۔ ان ہی کے نام یہ خوشنودیٔ مزاج کا خاص پروانہ ہے۔ انما
یَخشَی اللّٰہَ مِن عِبَادِہِ العُلَمَاءُ۔ یعنی الٰہی جلال وہیبت خداوندی کبریائی وعظمت
علمائے دین ہی کا حصہ ہے۔ کیونکہ کسی کی عظمت سے متاثر ہونا کسی کی ہیبت وکبریائی سے ڈرنا۔
کسی کی جلالی شان سے مرعوب وخائف ہونا بدون علم عظمت وجلال کے بالکل ناممکن ہے۔
جس نا فہم بچہ کو آگ کی پھونک دینے والی طاقت کا علم نہیں، جو درندوں کی خوفناک خاصیت
اور ہلاک کردینے والی عادت وقوت کو نہیں جانتا۔ وہ ان چیزوں سے کب ہراس کرسکتا ہے۔
ترس وبیم تو لازمۂ علم ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی صفت کے ساتھ تمام بنی نوع آدم
بلکہ سارے عالم کے مقابلہ میں فخریہ فرماتے ہیں۔ انا اعلمکم باللہ واخشاکم۔ میں تم

سب سے بڑا عالم ہوں، اور اسی لئے ذوالجلال کی جلالیت میرے دل میں زیادہ اثر کیئے ہوتے ہے۔ اسی خشیت و اتقا صفت لازمہ علمار کا ذکر اور اس پر جزا و ثواب کا بیان اور علما نے دینِ متین کے فضائل و اوصاف سات سو زیادہ مقامات میں حضرت عز اسمہٗ نے قرآن مجید اور فرقانِ حمید میں مذکور فرمائے ہیں۔ اس وقت ان کا بیان کرنا علاوہ طوالت خارج از امکان ہے، کہیں اپنی معیت سے ان کو نوازا ہے کہ ہم ارباب خشیت و اتقا یعنی علمار کے ساتھی ہیں۔ کہیں خلود و سلامتی کی بشارت ہے۔ جیسے مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ۔ کہیں ان کے لئے قبولیت کی تخصیص ہے۔ کہیں قَائِمٌ بِالْقِسْطِ۔ کے نام سے ان کو موسوم کیا ہے۔ کہیں کرامت کی سندیں۔ ہدایت کے خلعت، ولایت کے تاج انکو مرحمت ہوتے ہیں۔ کہیں جنت کی اتنی بڑی اقلیم و مملکت کہ عرضہا السماوات والارض بخشدی گئی ہے

صاحبو! تم جان سکتے ہو کہ ان لوگوں پر سرکار عالی کی اسقدر مرحمت و عنایت کیوں ہے؟ محض دینی علم کی برکتوں نے ان کو اس شرف و کرامت کا مستحق بنایا ہے اور اس کے حصول کے بظاہر اصلی سبب اور منجانب اللہ حقیقی باعث آپ صاحبان اور جملہ معاونانِ مدرسہ ہیں جو ہمیشہ اپنے حوائج ضروری کو بند کر کے اور مصارف لابدی کو روک کے اپنے پیارے اور عزیز بال بچوں کی خواہشات میں کمی کر کے فیاضی اور کشادہ دلی کے ساتھ حسب توفیق و استطاعت مدرسہ کے لئے چندہ دیتے ہیں۔ طالب علموں کی رہائش و آسائش کا مناسب حال و احوال آئے دن انتظام دسر انجام پاتے ہیں۔ یہ جزاولیں جو اس وقت ان کو دی جائیں گی کہاں سے آئیں؟ یہ انعامی کتابیں ترغیب علم کے واسطے کس نے مرحمت کیں۔ یہ سب آپ ہی کی تو دی ہوئی ہیں۔

اگر خدانخواستہ خدا کی مشیت یہ ہوتی کہ تم ان کو ایام سرما میں یہ رضائیاں۔ یہ لحاف یہ جزاول نہ مرحمت کرتے تو بیچارے سب کے سب سردی کے مارے یا مرجاتے یا اپنے گھروں کو بے نیل مرام بدون تحصیل تمام چلے جاتے اور علم سے اور علمی فضائل سے محروم و نامرادرہ جاتے۔

اکیلے جزاول اور انعامی کتابوں پر کیا موقوف ہے۔ معیشت کے سارے اسباب، خورد و نوش کے تمام لوازمات۔ تعلیم و تعلم۔ درس و تدریس کے پورے اخراجات آپ ہی دیتے ہیں تب یہ غریب الدیار جلا وطن لوگ، اطمینان دلی اور فراغ قلبی کے ساتھ تعلیم پاکر فائز المرام ہوتے ہیں۔ ورنہ انکی مسکنت و غربت۔ ان کی بے سروسامانی نے تو ان کو بالکل محروم کر ڈالنے میں اصلا کمی نہیں کی۔ اسلئے ممکن نہیں کہ تم لوگ ان کے فضائل اخروی میں برابر کے حصہ دار نہ ہو اور ضرور ہو۔ نبی کریم

علیہ التحیۃ والتسلیم نے آپ کی حصہ داری اور مساوات فی الدرجات کی تصریح فرمائی ہے کہ الدال علی الخیر کفا علہ کہ نیکو کاری اور خیر میں درہم سے، قدم سے، نام سے، کام سے، زبان سے جان سے، مال سے، حال سے، اشارہ سے، کنایہ سے، امداد و دلالت کرنے والا اس نیک عمل کرنے والے کی خیر و خوبی میں مساوی کا حقدار بن جاتا ہے۔

صاحبو! طالب علم تو سفر کے مصائب برداشت کرتا ہے۔ گھر سے بے گھر ہوتا ہے۔ جلاوطنی اختیار کرتا ہے۔ خان ومان کی علاحدگی اور خویش واقارب، دوست و آشنا کی جدائی کے صدمے اُٹھاتا ہے۔ گھر کے آرام و آسائش کو خیر باد کہتا ہے۔ غربت کی ان گنت اور غیر قابل برداشت کلفتیں جھیلتا ہے۔ اپنے اجنبی اور بالکل نئے سرپرستوں۔ دلی نعمتوں کی بدوماغیاں گوارا کرتا ہے۔ اُستادوں کی جائز وناجائز سختیاں مردانہ وار سہتا ہے۔ خواندگی و تعلیم پر جانفشانی سے محنت کرتا ہے۔ بھوک اور پیاس پر تحمل کے ساتھ صبر کرتا ہے۔ اپنی لاکھوں خواہشات اور بے انتہا جذبات کا مستقل مزاجی سے مقابلہ کرتا ہے اور نہ جانے کتنا خونِ جگر پیتا ہے تب فضائل علمی سے بہرہ یاب ہوکر اگر سعید ازلی سے اخروی مدارج حاصل کر پاتا ہے۔ ورنہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ کی غضبناک دھمکی اسکو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ از یں سو راندہ وزاں سو درماندہ بنا ڈالتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ خدا سب مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ آمین۔

لیکن آپ صاحبوں پر یہ حضرت سبحانہ وتعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اپنی وسعت و مقدور اور اپنی ہمت وحوصلہ کے موافق کچھ زر چندہ دیکر ان کے فضائل علمی اور مدارج اُخروی میں حصہ دار ہو جاتے ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

یک درم دادنت بہ طالب علم	بہتر از گنجہائے مذخراست
زانچہ داری تمتعے بر دار	کان دگر روزی کسے دگراست

طرفہ یہ کہ معاونانِ مدرسہ طلاب کے فضائل میں تو عند اللہ شریک وسہیم کردیے جاتے ہیں اور ان کے مواخذات ورذائل سے بری الذمہ۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔

صاحبو! ایسی سستی جنت، ایسی ارزاں مغفرت، اتنی کم داموں فضل وفضیلت کو بھی اگر کوئی نہ خریدے تو اس کی حرماں نصیبی اور بدقسمتی میں کیا شک وشبہ ہے۔ ہاں اُس سے زیادہ

تباہ عاقبت وہ لوگ ہیں کہ جن سے اگر مدرسہ کے چندہ کے لئے کہا جاتا ہے تو یوں کہہ کر ٹالدیتے ہیں کہ کیا مدرسہ بھوکا ہے جو ہم دیں؟ نہیں بھا جو نہ مدرسہ بھوکا ہے نہ وہ خدا فقیر ہے جس کو بروقت نزولِ آیت وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا. کفارِ عرب نے کہا تھا کہ اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَاءُ۔ اور اس گستاخ کلام کا جواب پُرعتاب برد زحساب عزت وجلال والا خدا یوں دے گا۔ وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ ایسے الفاظ بے محابا کہدینے والوں کو مناسب ہے کہ گستاخی پر نادم ہوں اور تلافی کریں۔ پھر توبہ و انابت کے ساتھ رجوع ہوں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

ایں رہ اگر مقصد اقصی طلبی ۔۔۔ دینگ عمل از رضائے مولا طلبی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(ماخوذ از روداد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳۱۶ھ از صفحہ ۷ تا صفحہ ۸)

مالی استحکام کے لیے جدوجہد

ایک قدیم نوشتہ سے معلوم ہوا کہ ممبرانِ شوریٰ کی تجویز پر محرم ۱۳۱۷ھ میں آپ نے مظاہر علوم کے تعارف اور اس کی مالیات کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے مختلف مقامات کا دورہ کر کے جناب نعیم اللہ خاں صاحب رئیس کیلاش پور، نواب عبدالشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور اور رؤسا دہرہ دون سے ملاقات کی اور مدرسہ کی ضروریات پر توجہ دلا کر اس کی اعانت پر ترغیب دی۔ اس سفر میں حضرت عنایت الٰہی صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔

اسی طرح مجلس شوریٰ نے شعبان ۱۳۱۷ھ (مطابق دسمبر ۱۸۹۹ء) میں آپ کو نواب بھالنسو کے پاس مدرسہ کے مالی تعاون کے لیے بھیجنا چاہا تو ان الفاظ کے ساتھ اپنی تحریر آپ کو بھیجی:

"حکیم محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں اہلِ شوریٰ عرض کرتے ہیں کہ اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں اور ضرور تشریف لے جائیں"

ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق نومبر ۱۹۱۰ء میں دارالطلبہ قدیم کی بنیاد رکھی گئی۔ ملک کے

متموّل اصحاب اور شہر کے اہلِ ثروت حضرات نے بڑی فراخدلی اور وسعتِ قلبی کے ساتھ اس عمارت کی تکمیل کے لئے سرمایہ فراہم کیا۔ بہت سے اصحاب نے مستقل طور پر ایک ایک کمرہ تعمیر کرایا جن پر اُن کے نام دیتے تحریر کر دیئے گئے۔ عالی جناب حکیم سید محمد اسحٰق صاحب نے بھی ایک کمرہ یہاں اپنے صرفہ سے تیار کرایا۔ لیکن حضرات اہلِ مدرسہ کو باصرار منع فرما دیا کہ وہ اس پر آپ کا نام تحریر نہ کرائیں۔

چند سال بعد (ربیع الاول ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۱۳ء) دارالطلبہ قدیم کے اوپر درسگاہوں کی تعمیر کا مسئلہ اٹھا تو حضرات سرپرستان نے معاونین مدرسہ کی رائے اس سلسلہ میں دریافت کرنے کیلئے شہر کے معززین کے نام ایک تحریر بھیجی کہ ہر شخص اپنی اپنی رائے لکھدے۔ حکیم اسحٰق صاحب کے پاس جب وہ تحریر آئی تو آپ نے اس پر لکھا۔ میرے نزدیک نہایت مناسب ہے کہ دارالطلبہ کے اوپر درسگاہیں بنائی جائیں۔

جناب شیخ شیر علی صاحب نے تحریر فرمایا کہ نیاز مند کو بھی حکیم صاحب کی تحریر کی تائید ہے۔ مرزا عزیز بیگ صاحب مختارِ عدالت نے لکھا کہ "مجھے بھی حکیم صاحب کی رائے سے اتفاق ہے"۔ اس طرح متعدد حضرات کی تائید و تصویب کے بعد دارالطلبہ قدیم کی بالائی منزل پر تعمیری کام شروع ہوا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے خلاف ایک ہنگامہ اور آپ کی اس سے بے تعلقی

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی دارالعلوم دیوبند سے یہ آمد حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے فرمان پر ہوئی تھی۔ اُس زمانے میں مظاہر علوم اور اس کا نظم و ضبط ممبران کی تحویل و نگرانی میں تھا۔ اور یہ سب ارکان و ممبران مقامی و شہری تھے۔ اِن میں بعض حضرات ایسے بھی تھے جو اس مقدس قافلہ اور اس قافلہ کے امیر الامراء حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ غیر مناسب طرزِ عمل اختیار کئے ہوئے تھے۔

جب حضرت سہارنپوری مظاہر علوم میں رونق افروز ہوئے تو ان حضرات کو اور بھی ناگواری ہوئی۔ اور آہستہ آہستہ آپ کو علیحدہ کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔

ان ممبران حضرات نے صفر ۱۳۲۰ھ (مئی ۱۹۰۲ء) میں حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو ایک خط بھی تحریر کیا جسمیں حضرت سہارنپوری کے متعلق انتہائی نازیبا اور غیر مناسب الفاظ تحریر کئے۔

اس خط کا علم جب حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کو ہوا تو انھوں نے تین ربیع الاول ۱۳۲۰ھ (۱۰ ارجون ۱۹۰۲ء) میں حضرت اقدس گنگوہی کو بڑا مفصل خط تحریر فرمایا جسمیں حضرت سہارنپوری کے کمالاتِ علمیہ وعملیہ اور مدرسہ کے لئے تو آپ کی جانفشانی وتندہی کو وضاحت کے ساتھ لکھا۔ ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ بعض ممبران نے جو خط حضرت سہارنپوریؒ کے متعلق اس سے قبل ناشائستہ انداز میں جناب کو لکھا تھا وہ قطعاً ہمارے علم میں نہیں آسکا۔ حکیم صاحب کے اس مکتوب پر حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو بڑا اطمینان وانبساط ہوا۔ اس مکتوب پر حکیم صاحب نے مولانا مشتاق احمد صاحب اور میر جمیعت علی صاحب کے بھی دستخط کرائے تھے۔

بہرکیف ممبران کے درمیان یہ انتشار وخلفشار بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۳۲۰ھ میں ان حضرات نے اپنی ایک نا تمام اور غیر مکمل مجلسِ شوریٰ منعقد کر کے آپ کو علیحدہ کر دیا۔ ممبران کے اس اجتماع میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی علیحدگی طے ہوئی۔ اسمیں حکیم سید محمد اسحٰق صاحب اور مولوی حکیم مشتاق احمد صاحب نے احتجاجاً شرکت نہیں کی۔ اس علیحدگی پر حالات سنگین ہوئے تو پولیس اور نواب محمد غفور علی خاں بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ درجہ اوّل سہارنپور۔ خان محمد نعیم اللہ خان صاحب آنریری مجسٹریٹ اور صفا علی خاں صاحب انسپکٹر بہادر کو مداخلت کرنی پڑی اور ان سب کو فریق ثالث بنا کر اس قضیہ کو ختم کیا گیا اور ان کے فیصلے کو قبول کرتے ہوئے مولانا ذو الفقار علی صاحب دیوبندی، مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری، حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مراقدہم کو۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا سرپرست بنایا گیا۔ اور مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کے الفاظ میں۔ مظاہر علوم کو غسل صحت دیا گیا۔

یہاں رودادِ مدرسہ بابت ۱۳۲۰ھ سے اس صلحنامہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے:

عالی جناب حکیم سید محمد اسحٰق صاحب اس واقعہ سے تقریباً پانچ سال بیشتر مظاہر علوم کے رکن وممبر منتخب ہو چکے تھے۔ اس ہنگامہ کے موقعہ پر آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مؤید اور حامی بلکہ دست وبازو بنے۔ اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے پورا پورا دفاع فرمایا۔ حکیم صاحب موصوف پر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کو بڑا اعتماد واعتبار تھا

حضرت کثرت کے ساتھ مکان پر تشریف لاکر مظاہر علوم کے متعلق طول وطویل مشورے فرماتے تھے۔ اس ہنگامہ کے موقعہ پر بھی حضرت نور اللہ مرقدہ نے متعدد مشورے حکیم صاحب سے انکی نشست گاہ پر تشریف لاکر کیئے۔

ایسے نازک موقع پر جب کہ مظاہر علوم انقلاب کے دہانے پر کھڑا تھا اور اپنی تاریخ کے انتہائی نازک موڑ سے گذر رہا تھا اور گویا اس کے لیے موت یا حیات کا فیصلہ کن وقت آپہنچا تھا۔ عالی جناب سید محمد اسحٰق صاحب نے انتہائی دور اندیشی اور حق تعالےٰ کی دی ہوئی بصیرت اور اس کی بخشی ہوئی فراست سے کام لے کر اہم کردار ادا کیا اور بڑی ذہانت کے ساتھ گہرائی میں اتر کر ایک نظام ختم کر کے دوسرا نظام مظاہر علوم کی چہار دیواری میں قائم کرایا اور اس جدید نظام کی باگ ڈور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کے مبارک ہاتھوں میں تھمادی۔

حکیم صاحب کی نگاہ میں یہ فتنہ اور ہنگامہ جاہ طلبی کی بنا پر پیش آیا تھا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"۱۳۲۰ھ کے واقعات پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ اُس طوفانِ بے تمیزی کا سبب اور انقلاب عظیم کا باعث صرف اراکین کی غرضمندانہ خود رائیاں اور عدم خلوص تھا۔

حکیم سید محمد اسحٰق صاحبؒ کے تعلق سے راقم سطور نے جو کچھ اوپر تحریر کیا ہے وہ صرف الفاظ کی جادوگری یا خاندانی تفوق کی کہانی نہیں ہے بلکہ تاریخ کے معتمد مآخذ کو سامنے رکھ کر یہ حقیقت سپرد قلم کی گئی ہے اور ان معتمد ماخذ میں سے ایک مکتوب وہ ہے جو حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سابق مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے ۱۵ ار ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ۱۶ ار جون ۱۹۲۷ء میں حضرت اقدس

عکس پمفلٹ شائع کردہ مولانا سید محمد علی

مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مطبوعہ ۱۳۲۶ھ

رضامندی اراکین مدرسہ بابت تقرر ثالثان

ہم جملہ اشخاص اس بات پر رضامند ہیں کہ جو اختلاف نسبت برخاستگی مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول کی باہم فریقین کی ہے اوس برخاستگی کی وجہ پر محمد نعیم اللہ خاں صاحب مجسٹریٹ و حامد علی خاں صاحب انسپکٹر جو کچھ رائے یعنی نسبت برخاستگی و بحالیکہ ان کا ہم کریں وہ فریقین کو منظور ہو گی اوس میں کسی فریق کو کوئی عذر نہ ہو گا۔ یکم فروری ۱۹۰۹ء

شبیر علی عفی عنہ ـ سید محمد حسن ـ محمد مشتاق احمد ـ حبیب احمد ـ حافظ عزیز علی بقلم خود ـ العبد [illegible]

حبیب احمد بقلم خود ـ محمد مظاہر حسن ـ سید تونگر علی ـ محمد ابو سعید ـ محمد حسین ـ

تجویز ثالثی

کتاب امورات کمیٹی مدرسہ عربی مظاہر علوم ۱۳۲۹ھ کی کاروائی جلسہ منعقدہ ۲ شوال ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۰۹ء دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ممبران مدرسہ قاضی فضل الرحمان و محمد ابو سعید و مولوی خلیل الرحمن و میر تونگر علی و مولوی ناظر حسن وکیل صاحبان پانچ کس نے باتفاق رائے مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مذکور کو بوجوہات چند در چند علحدہ کرنیکا قصد کیا لیکن کوئی وجوہات علحدگی مولوی صاحب عزیز نہیں لکھا ہے نہ مولوی صاحب موصوف کا کچھ جواب لیا گیا اور کاغذات سابقہ کے ملاحظہ سے جہانتک ملاحظہ کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب خلیل احمد کو علحدہ کرنا نہیں چاہئے اور نہ کوئی قصور اور خطا مولوی صاحب موصوف کا ظاہر ثابت ہے اور اگر مولوی صاحب نے دوسری جگہ بقصد بند و بست کا کیا ہی تھا اونکو اطمینان دلکر اوس قصد سے باز رکھا بلکہ یہانتک اونکو اطمینان دلایا کہ اگر وہ قواعد مدرسہ کے پورے پابندی اونکا آونکا [illegible] عمل میں لاتے رہینگے تو کبھی وجہ نہیں ہے کہ وہ مدرسہ سے علحدہ کئے جاویں اور اب مولوی صاحب موصوف کو بلا وجہ خاص کے علحدہ کر دیا گیا ہے لہذا یہ علحدگی مولوی خلیل احمد صاحب کی مناسب نہیں ہے جب تک کل ممبران جمع ہو کر ایک جلسہ منعقد کر کے اونکو علحدہ نہ کریں۔

اور ہماری رائے میں اس مدرسہ کے سرپرست مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی اور مولوی عبدالرحیم رائپوری اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مقرر کئے جاویں تاکہ متعلق تعلیم و تقرر و برخاستگی و ترقی و تنزل مدرسان مدرسہ انکی رائے سے ہوا کرے اور طریقہ تعلیم کے وہ نگراں اور سرپرست رہیں۔

اور دیگر رؤسا اور عمائدین شہر ایسے ممبر رکھے جائیں جو ترقی و حفاظت و انتظامات مدرسہ کے کوشاں ہیں اور خزانچی مظاہر حسن اس وقت مستوفی ہو گئے تو بھی کم سے کم ایک سال تک معین اور مددگار رہیں۔ یکم فروری ۱۹۰۹ء

محمد نعیم خاں ـ حامد علی انسپکٹر

ہمارے سامنے جملہ اشخاص ہر دو فریق نے فیصلہ کردہ بالا کو تسلیم و منظور کر لیا ہے اور باہم رضامند ہو گئے ہیں اور کچھ تنازعہ باقی نہیں رہا۔ فقط

محمد ابو سعید ـ سید محمد حسن وکیل ـ حبیب احمد ـ حافظ عزیز علی بقلم خود ـ محمد مشتاق احمد ـ حبیب احمد

محمد مظاہر حسن ـ تونگر علی ـ محمد حسین ـ

تھانوی، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ، شیخ رشید احمد صاحب دہلوی، اور مولانا سر رحیم بخش صاحب سرپرستان مدرسہ کو تحریر فرمایا تھا اور جس میں مظاہر علوم کے دور اول کے حالات، تاریخی واقعات، حضرت اقدس گنگوہی کی سرپرستی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی تشریف آوری، ممبران کا اختلاف، حکام کا فیصلہ اور مجلس سرپرستان کے قیام کی تفصیلات تحریر فرمائی تھیں۔ اس طویل مکتوب کی چند سطور (بطور ثبوت) اس موقع پر ہدیہ قارئین ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے تشریف لانے کے دو تین برس بعد اراکین میں بدنظمی ہوگئی جس پر بعض اراکین ذی اختیار نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہٗ کو علیحدہ کرنا چاہا، اور بعض نے اس رائے کے خلاف ان کا زور ہوگیا۔ حکیم محمد اسحاق صاحب مرحوم نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو ہی برقرار رکھوایا اور سب شہریوں کی ممبری توڑوادی اور حضرت رائے پوری اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب اور (حضرت مولانا) تھانوی کی سرپرستی قائم کرادی۔" (اقتباس مکتوب مولانا عنایت الٰہی)

اس واقعہ کے قریب قریب دوسرا سانحہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے استعفار کا ہے کہ آپ نے ۲۹ رجب ۱۳۱۹ھ (۱۲ رنومبر ۱۹۰۱ء) میں مظاہر علوم کی سرپرستی سے استعفٰی دے دیا۔ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ استعفٰی اولاً حکیم محمد اسحٰق صاحب ہی کے پاس بھیجا تھا کہ وہ اسکو مناسب موقعہ پر دیگر ممبرانِ مدرسہ تک پہنچا دیں۔

حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی یہ تحریر ہمارے خاندانی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ حضرت گنگوہی کا ایسے نازک وقت میں اپنا استعفٰی اولاً حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجنا اور ان کے توسط سے اس کو کمیٹی میں پیش کرنا ایک دوسرے پر گہرے اعتماد کی مضبوط دلیل ہے۔

حکیم صاحب موصوف نے گیارہ شعبان میں یہ استعفٰی مدرسہ کی کمیٹی میں پیش کیا۔ اور اپنی جانب سے ایک تحریر حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی سرپرستی کی اہمیت اور اس کے بقار کی ضرورت پر لکھی جسمیں صاف اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا کہ ۔!

"مدرسہ اور اہلِ مدرسہ کی صلاح و فلاح کے واسطے حضرت مولانا کی سرپرستی کو بشرط ضرور لازمی سمجھتا ہوں" دستخط حکیم سید محمد اسحٰق عفااللہ تعالیٰ عنہ

اس واقعہ کی مزید تفاصیل تذکرۃ الخلیل، حیاتِ خلیل اور تاریخ مظاہر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم نے یہاں صرف اُن نقاط کو لیا ہے جو اپنی جگہ ناگزیر تھے اور جن کا تعلق حکیم سید محمد اسحٰق صاحب سے تھا اور قصداً اُن حضرات کے نام سے اغماض کیا ہے جو اس فتنہ کے بانی مبانی تھے۔ کیونکہ وہ وقت گذر چکا اور ہر شخص اپنے اعمال کا خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اور اب جب کہ یہ سب حضرات اللہ ربُ العزت کے حضور میں پہنچ چکے ہیں۔ ہمارے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے لئے مغفرت اور رفع درجات اور حصولِ جنت کی دُعا کریں۔

۱۳۳۹ھ میں ایک مدبرانہ فیصلہ

۱۳۳۹ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے بعض طلبہ نے ایک جمعیۃ الطلبہ قائم کی ——

—— اس جمعیۃ نے اپنے مزاج کی شدّت اور کچھ بیرونی لوگوں کے دباؤ میں آکر مدرسہ کے خلاف مذموم حرکات شروع کیں۔ اساتذہ کے متعلق ناز یبا اور گستاخانہ رویہ اختیار کر کے اخبارات میں غلط تشہیر کی۔ اربابِ مدرسہ نے ان کو نصیحت اور فہمائش کرنا تجویز کیا اور طے ہوا کہ انتہائی نرمی خوش اخلاقی کے ساتھ ان کی شکایات کا ازالہ کیا جائے اور ان کو مدرسہ سے جو ذہنی بُعد ہے اس کو دُور کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے حضرت اقدس سہارن پوری نوراللہ مرقدہٗ نے حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کو تجویز کیا اور فرمایا کہ آپ ان لڑکوں سے بات چیت کر کے ان کو مخالفانہ و معاندانہ طریقہ چھوڑنے پر متوجہ کریں۔

چنانچہ آپ دارالطلبہ قدیم میں تشریف لے گئے اور اوپر درس گاہ میں (جو آج کل درسگاہ نمبر تین کے نام سے مشہور ہے) پہنچ کر فرداً فرداً ان تمام طلبا کو بلا کر ان کے بیانات سُنتے رہے اور تسلی و تشفی دیتے رہے اور سب سے یہ عہد لے لیا کہ وہ اب مدرسہ کے

خلاف کوئی حرکت نہیں کرینگے ۔ اس ابتدائی مرحلہ سے فارغ ہوتے کے بعد آپ نے ایک خصوصی مجلس بلائی جس میں عالی جناب شیخ شیر علی صاحب، مولوی شیخ حبیب احمد صاحب جناب حافظ شیخ عزیز صاحب بھی موجود تھے ۔ ان چاروں حضرات نے طلبار کیلئے ایک فیصلہ تحریر کیا جس کو حکیم اسحٰق صاحب نے حضرت اقدس سہارن پوری نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں پیش کیا ۔ حضرت نے اس فیصلہ کی تصویب فرمائی اور خود بھی طلبار کو دعائیہ کلمات اور نصائح سے نوازا ۔

جو طلبار اس تحریک اور جمعیۃ میں شامل تھے اُن کی جانب سے بعد میں ایک معافی نامہ شائع ہوا جسمیں کہا گیا تھا کہ ۔!

« آج بتاریخ ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ ہم جملہ افراد طلبار مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور جن کی نسبت سہارنپور میں اور نیز بعض اخبارات کے کالموں میں یہ شہرت تھی کہ ہم لوگ جمعیۃ الطلبہ قائم کرکے مدرسین کی شکایت کرتے ہیں اور نیز ہم قسم کے اتہامات کا منبع قرار دیئے گئے تھے ۔ ہم نے باہم بالاتفاق آج کی تاریخ سے تمام اختلافات کو دُور کردیا اور ہم اس جمعیۃ الطلبا میں صدق دل کے ساتھ داخل ہو گئے ہیں جس کو ہمارے رئیسانِ شہر حکیم سید محمد اسحٰق صاحب وجناب شیخ شیر علی صاحب و مولوی شیخ حبیب احمد صاحب و شیخ حافظ عزیز علی صاحب نے اپنے فیصلہ میں تجویز کیا ہے ۔

ہم معاہدہ کرتے ہیں کہ ہم جو کام کرینگے نیک نیتی سے کرینگے اور نفسانیت کو ہرگز اسمیں دخل نہ دینگے ۔

آج اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب ناظم مدرسہ مدظلہ العالی نے ہم کو مشفقانہ واستادانہ نصیحت فرمائی ۔ ان کی نصیحت کو ہم نے تہِ دل سے قبول کیا، اور آئندہ بھی اُستادوں کا احترام کرتے رہیں گے اور مدرسہ کی بہبودی کا خیال رکھیں گے ۔ فقط

اس مطبوعہ اشتہار پر اُن بارہ طلبار کے دستخط بھی ہیں جو اس موقعہ پر غیر مناسب طرزِ عمل اختیار کیے ہوئے تھے ۔

کتب خانہ جامعہ مظاہر علوم کیلئے نوادرات ومخطوطات کا بیش قیمت اور عظیم عطیہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا کتب خانہ اپنی بیش قیمت مطبوعات اور انتہائی نادر ونایاب جلیل القدر مخطوطات ونوادرات کی وجہ سے عظیم الشان حیثیت کا مالک ہے۔ ابتداء سے ہی یہاں کتابوں کی فراہمی اور خریداری کا سلسلہ جاری ہے۔ اہل علم حضرات نے ہمیشہ اس کتب خانہ کے ساتھ دریا دلی اور سخاوت کا بھرپور معاملہ کیا۔ متعدد حضرات نے اپنے قیمتی کتب خانے اور نوادرات کے بہت سے جواہر پارے مظاہر علوم کو مرحمت فرمائے۔ جس کی بناء پر آج یہ کتب خانہ ایشیا کے عظیم الشان دینی وعلمی کتب خانوں میں ایک ممتاز حیثیت اور اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔

جن ممتاز اور باکمال ہستیوں نے اس کتب خانہ کو پروان چڑھانے کیلئے خصوصی طور پر اپنا خاندانی ورثہ اور آبائی سرمایہ یہاں منتقل کیا ان کے اسمائے سامی یہ ہیں۔

(۱) جناب منشی عبدالعزیز خان صاحب رئیس محلہ شاہ بہلول سہارنپور

(۲) صاحبزادۂ گرامی مولانا حکیم مسعود احمد صاحب گنگوہی۔

(۳) مولانا حافظ احمد صاحب رامپوری، مولانا محمد صاحب رامپوری، مولانا محمود صاحب رامپوری۔

(۴) حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔

(۵) مولانا الحاج قمر الدین صاحب سہارنپوری اُستاذ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۶) مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی (مصنف تیسیر المبتدی، تیسیر المنطق) اُستاذ مظاہر علوم سہارنپور

(۷) مولانا نجف علی صاحب سہارنپوری، ممبر مدرسہ

(۸) مولانا خلیل الرحمن صاحب ابن حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری۔

(۹) مولانا حکیم مختار احمد صاحب محلہ قضاۃ سہارنپور۔

(۱۰) حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ۔

(۱۱) حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔

ان ہی اصحاب باکمال میں عالی جناب حکیم سید احمد حسین صاحب اور حکیم سید محمد اسحٰق صاحب بھی تھے۔

ان دونوں بزرگوں نے مطبوعہ کتابوں کے علاوہ تین سو سے زائد قلمی کتابیں مدرسہ کو مرحمت فرمائیں۔ قلمی کتابوں کا یہ ذخیرہ کس قدر وقیع ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان میں متعدد کتابیں وہ ہیں جو مغل بادشاہوں کے ذاتی کتب خانوں میں رہ چکیں۔ بہت سی کتابوں پر شاہی مہریں ثبت ہیں۔ تحویلداروں کے دستخطا ان کی مہریں لگی ہوئی ہیں بہت سی کتابیں وہ ہیں جو اب تک طبع نہیں ہوسکیں اور پوری دنیا میں اس وقت ان کے چند ہی نسخے ہیں۔ بعض کتابیں اپنی کتابت طرز تحریر اور رسم الخط کے اعتبار سے انتہائی خوشنما اور دیدہ زیب ہیں۔ بعض کتابیں وہ ہیں جو براہ راست مصنف کے نسخے سے نقل کی گئی ہیں جس کی بنا پر ان کی ثقاہت اور قدر و قیمت مزید بڑھ گئی۔

روداد نویس اس عطیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جناب حکیم محمد اسحٰق و حکیم محمد یعقوب و حکیم ادریس صاحبان رئیسان شہر محلہ مفتی نے اپنے یہاں کی تمام کتب قدیم جس میں اکثر قلمی اور قلیل مطبوعہ ہیں (جو میر مولانا عصمۃ اللہ صاحب جد امجد سے وراثت پہنچی تھی) مدرسہ کے لئے وقف کردیں جس کی تعداد باعتبار نسخہ کے (۳۵۵) ہیں۔ شکر اللہ سعیہم (روداد مظاہر علوم ۱۳۲۶ھ ص ۱۶)

روداد ۱۳۲۶ھ صفحہ (۹۹) سے لیکر صفحہ (۱۰۲) تک ان تمام کتب کے اسماء مذکور ہیں جو ان حضرات نے مدرسہ میں وقف کیں۔ مرتب روداد نے ان کتابوں کی مجموعی تعداد (۳۵۵) بتلائی ہے، اس تعداد میں مطبوعہ کتب بھی شامل ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کی پیش کردہ کتابوں کی فہرست اور ان کا مختصر تعارف لکھدیا جائے۔

کیفیت کے خانہ میں مخطوطہ کی اہمیت اور تاریخ اختصار کے ساتھ لکھدی گئی ہے، آئندہ مورخ جب مظاہر علوم کے مخطوطات پر قلم اُٹھائے گا تو وہ اس کی تفصیل لکھے گا۔ کہ کس کتاب کی تاریخی حیثیت کیا ہے اور کس مخطوطہ میں کس طرح کی ندرت اور انفرادیت ہے۔

ہمارے محدود علم کے مطابق مظاہر علوم سہارنپور کی سوا سو سالہ تاریخ میں اس شان اور اس حیثیت کا ایسا عظیم الشان کتابی ذخیرہ صرف ہمارے خاندان کے بزرگوں کی جانب سے ہی مدرسہ کو عطیہ کیا گیا۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
تحریر اقلیدس	محقق نصیر الدین طوسی			۴۰۷	عربی	ریاضی	یہ پندرہ مقالے ہیں قلم خوشخط ہے۔ اشکال بھی لکھی ہوئی ہیں۔
مغز علم رمل	محمد عطای لاہوری			۲۱۸	فارسی	ریاضی	
رسالہ پنج باب			۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۳ھ	۱۲		حساب	
مجموعہ زیجات				۲۰۶		ریاضی	
رسالہ ملہمہ				۶۱	فارسی	نجوم	مصنف اور کاتب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ کتاب کا موضوع و مقصد مقدمہ کی اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے۔ باید دانست کہ این کتاب را دانیال پیغمبر علیہ السلام در باب بیان دلیل علامات و حوادث کردہ عالم واقع شود تالیف کردہ است و بمردم بفہم گردانیدہ:
رسالہ معینیہ			سنہ ۱۰۴۷	۱۶۰	"	حساب	
شرح تذکرہ				۳۶۴	عربی	ریاضی	
علم حساب				۶۰	"	حساب	
تلخیص المفتاح	محمد بن عبد الرحمن القزوینی العجلی	مولانا میر عصمۃ اللہ صاحب سہارنپوری	شعبان سنہ ۱۰۶۱	۳۰	فارسی	"	
رسالہ غالب و مغلوب	فیلسوف عالم ارسطاطالیس حکیم			۲۰	"	"	حکیم ارسطو نے ادائیگی احسانات کے طور پر یہ کتاب سکندر بادشاہ کو لکھ کر پیش کی تھی۔
رسالہ تہذیب	شیخ سعد الدین تفتازانی			۰۱۶	عربی	منطق	
نظام النجوم	ابو سعید الرضوی الحسینی الشیرازی	نسخہ عبد اللہ	جمادی الاول سنہ ۱۲۳۹	۲۴۲	فارسی	نجوم	
منائح التقویم				۸۰	"	حساب	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
بیخ اشجار	علی شاہ بن محمد قاسم الخوارزمی	خلیفہ محمد شفیع		۲۳۰	فارسی	حساب	سنہ کتابت بروز عشنبہ غرہ شہر ذی الحجہ ۱۲ سنہ جلوس عالم شاہی
لطائف الکلام فی احکام الاعوام	محمد ابن الحسین المدعو بسید المنجم		محرم سنہ ۱۲۱۳ھ	۶۸	"	ریاضی	
شرح زیج الغ بیگ	ملا علی قوشجی		شوال سنہ ۱۰۵۲ھ	۲۵۲	فارسی	"	قلم بخط اداسم الخداعزنی ہے۔
رسالہ اعمال سنہ حسابیہ	محمد حسن انصاری	سید فیض علی گنگوہی	۸ شعبان سنہ ۱۲۳۶ھ	۱۲	"	حساب	کاتب نے یہ کتاب حکیم سید محمد بخش صاحب کیلئے لکھی تھی۔
شرح چغمینی				۱۸۰	عربی	ریاضی	
شرح منازل القمر				۵۰	فارسی	"	
ترجمہ کتاب نجوم ہندی			جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۶۱ھ	۱۶	"	نجوم	اس کا دوسرا نام بکھٹ پنجاس بھی ہے۔
سراج الاستخراج	فرید نجومی دہلوی	دیوان سنگھ سہارنپوری	محرم سنہ ۱۲۲۱ھ	۶۰	"	حساب	۱۲۰۶ھ کی یہ تالیف ہے۔ ماہ محرم ۱۲۲۱ھ میں دیوان سنگھ نے یہ کتاب مکمل کرکے حکیم سید محمد بخش صاحب کی خدمت میں پیش کی۔
بامکہ محمدیہ			۱۷ ربیع الاول سنہ ۸۹۶ھ	۶۲	"	متفرقات	
الاختیارات العلائیہ فی اختیارات السمائیہ				۸۰	"	نجوم	
ترجمہ کتاب الثمرہ	حکیم بطلیموس			۹۸	"	ریاضی	
ترجمہ ہفت السلوک				۱۶	"	نجوم	
شرح بشرح چغمینی				۹۰	"	ریاضی	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
انوار خلاصۃ الحساب شرح خلاصۃ الحساب	مولانا میر عصمت اللہ صاحب سہارنپوری	رحیم اللہ بن شیخ کریم اللہ سہارنپوری	۲۵ ربیع الثانی ۱۱۲۹ھ	۱۴۸	عربی	ریاضی	اس نسخہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ میر عصمت اللہ صاحب کی ذاتی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔
شرح بست باب	عبد العلی بن محمد برجندی			۱۰۰	فارسی	ہیئت	فضل غوث صاحب سہارنپوری کلینہ میر عصمت اللہ کے رکن اسیر دوا خانہ ہیں۔
زبدۃ الرمل		حکیم سید احمد حسین صاحب		۲۸	"	ریاضی	
زبدۂ روشن		" "		۲۶	"	"	
اختصار الرمل	سید روشن	" "		۱۰۰	"	"	
شرح رسالہ فی العمل بالربع				۱۲۰	عربی	"	
رسالہ نادر العمل		حکیم احمد حسین صاحب		۹۸	فارسی	"	
دستور المبتدی	شیخ صفی الدین ردولوی			۶۰	"	صرف	
رضی شرح شافیہ		جلال الدین لاہوری		۴۹۵	عربی	صرف	
تکملہ فارسی	قطب علی عرف نبھن بریلوی	حکیم سید محمد بخش سہارنپوری	۹ ذیقعدہ ۱۲۲۶ھ	۱۰۲	فارسی	صرف	
رسالہ عبد الواسع	ملا عبد الواسع ہانسوی	" "	۴ رجب ۱۲۲۵ھ	۴۰	"	"	اس کتاب کا دوسرا نام دستور العمل بھی ہے
دوحۃ الصنائع	امام الدین ابن الشیخ ابو المکارم			۴۰	"	"	
حیرت الصرف			۱۱۲۹ھ	۱۰	"	صرف	
مجمع الصیغ	عبد الرحیم بن حاجی محمد سعید	حکیم سید محمد بخش سہارنپوری		۳۶	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
صرف تعصاری				۱۶	عربی	صرف	
صرف ملّا جامی	مولانا عبدالرحمٰن ملّا جامی			۹۴	فارسی	،	
شرح عقائد نسفی	علامہ سعدالدین تفتازانی	شیخ غلام نبی مصطفےٰ آبادی	۱۲۲۶ھ	۱۱۴	عربی	عقائد	
عقائد نسفی	عمر بن محمد بن احمد النسفی	شیخ علی بخش جھنجھانوی		۵	"	"	
اوراقِ طب			۱۲۷۰ھ	۱۰	فارسی	طب	
کفایہ مجاہدیہ	منصور بن محمد احمد			۵۲۸	"	"	
فوائد شریفیہ فی حل رسالۃ اثبات الواجب	جلال الدین محمد الدوانی			۳۰	عربی	عقائد	
ایقاظ دربیان خلق افعال	میر محمد باقر داماد			۳۶	"	،	
رسالہ رمل				۲۴	فارسی	ریاضی	
تعبیر نامہ خواب				۲۲	"	متفرق	
رسالہ یعقوب البنانی	ملا محمد یعقوب البنانی	رحیم اللہ سہارنپوری	۱۱۵۶ھ	۳۰	عربی	عقائد	
حملۃ العرش	شاہ عبدالعزیز صاحب		۱۲۲۲ھ	۴	فارسی	،	یہ حملۃ العرش سے لیکر سوالات عشر تک تین رسائل کا مجموعہ ایک ہی کاتب کے قلم سے ہے۔ لیکن کاتب کا نام پورے مجموعہ میں کہیں نہیں ہے۔ کتابت پختہ اور متوسط ہے۔
جوابات سوالات عشر			"	۱۰	"	"	
جوابات سوالات خمس				۲۴	"	،	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
جوابات سوالات مختلفہ				٤٣	فارسی	عقائد	
تاریخ ابتداء عالم	شاہ رفیع الدین صاحب			٨	عربی	تاریخ	
جوابات دربارۂ شہدائے کربلا				٩	فارسی	"	
حالات کواکب				٤	عربی	ریاضی	
سوالات وجوابات درباب نجوم				٥	فارسی	"	
تعزیہ داری	شاہ عبدالعزیز صاحب			٨	"	فقہ	
زیارت قبور و نذور	" " "		١٤ ذی الحجہ سنہ ١٢٣٠	٨	"	"	
جوابات سوالات در تعارض آیات تقدیر	شاہ رفیع الدین صاحب		١٣ جمادی الثانی سنہ ١٢٢٠	٢٨	"	عقائد	
برہان العاشقین				١٠	"	تصوف	
شرح ابیات شیخ عبدالقادر	محمد رفیع الدین ابن مولانا عبدالرحیم		صفر سنہ ١٢٢٢	٧	عربی	"	یہ چہل کاف کی شرح ہے۔
جوابات سوالات مختلفہ	" " "			١٨	فارسی	عقائد	
مسائل نذور	محمد رفیع الدین			٨	"	فقہ	
رسالہ بیعت	" "			٦	"	تصوف	
فن دانشمندی	از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی			٤	"	متفرق	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
رسالہ بیان الطریقت				۱۴	فارسی	تصوف	
اختلاف المذاہب				۲	عربی	عقائد	
خواب شاہ عبدالعزیز	از حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ			۵	فارسی	تصوف	
سوالات عشر	″ ″ ″			۱۲	″	فقہ	
مراح	ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی		ربیع الاول سنہ ۱۲۳۳ھ	۱۲۲۶	فارسی	لغت	فن لغت کی مشہور کتاب خطی بہار ہیں ہے۔ ہمارے اندازہ کے مطابق تقریباً چار سو سال قبل کی کتابت شدہ ہے۔ حکیم سید احمد حسین صاحب اور دیگر حضرات نے اس کی تکمیل سنہ ۱۲۳۲ھ میں کی ہے۔ اسی کا اعتبار کرتے ہوئے کالم نمبر چار میں یہ تاریخ لکھدی گئی:
حاشیہ دوانی شرح عقائد	جلال الدین صدیقی دوانی			۹۸	عربی	عقائد	
عقیدۃ المسلمین				۳۶	فارسی	″	
تحقیق نفوس ارضی				۳۰	″	طب	پاکیزہ عربی رسم الخط ہے۔ غالب گمان کے مطابق سنہ ۱۰۵۰ کا لکھا ہوا ہے۔
نامعلوم الاسم	محی الدین ابن دوست محمد بلوی			۱۰۹	″	تصوف	
شرح عقائد جلالی	محمد ابن السعد صدیقی دوانی	جمال الدین ابن شیخ عبدالرحیم بہاری	ذی الحجہ سنہ ۹۰۹ھ	۱۴۲	عربی	عقائد	
خاقانیہ	ملا عبدالحکیم سیالکوٹی	″ ″ ″	ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۲	۱۰	″	″	
خیالی	احمد بن موسیٰ خیالی			۱۰۸	″	″	
شرح مائۃ عامل منظوم	شیخ عبدالقادر جرجانی			۳۲	فارسی	نحو	
رسالہ مولوی غلام رسول فی الرد محمود	مولانا غلام رسول سہارنپوری			۳۶	عربی	عقائد	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن
رسالہ محمود حزاق در بحث وجود ذہنی	محمود حزاق			۱۰	عربی	عقائد
رسالہ الزہون الکبیر تلمیذ ارسطو				۴	"	"
رسالہ فی جمع بین رای افلاطون ارسطو				۶	"	"
فصوص الفارابی			ربیع الاول ۱۰۹۶ھ	۱۵	"	"
خلق اعمال				۷	"	"
وحدۃ الوجود	شیخ حسین ابن ابراہیم			۷	"	"
رسالہ سید سند				۲	"	"
رسالہ توحید واجب تعالیٰ				۸	"	"
رسالہ علم واجب تعالیٰ				۸	"	"
رسالہ کمیل ابن زیاد				۵	"	"
رسالہ ملا محمود جونپوری				۵	"	"
عقائد بر شرح عقائد جلالی	مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی	رحیم اللہ بن شیخ کریم اللہ	محرم ۱۱۳۸ھ	۸۶	"	"
حاشیہ کمالیہ علی العقائد العضدیہ	مولانا کمال الدین			۳۰	"	"
تکمیل الایمان	شیخ عبدالحق محدث دہلوی		۱۰ شعبان ۱۰۸۶ھ	۱۸۰	فارسی	"

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
کتاب نامعلوم الاسم				۱۲۸	عربی	عقائد	
حاشیہ شرح عقائد نسفی				۳۰۰	"	"	
ابطال ضرورت				۴۲	فارسی	عروض	
عروض سیفی			۱۰۷۸ھ	۸۰	"	"	
فتاویٰ مجموعۃ النوادر	حافظ نورالدین محمد قاری	سید الٰہی بخش زنجانی		۱۵۴۰	عربی	فقہ	یہ کتاب پاکیزہ کتابت اور خوشخطی کا عمدہ نمونہ ہے۔ پوری کتاب میں عنوانات اور دیگر فقہی کتب کے حوالے پختہ سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ہر صفحہ کے چاروں طرف سرخ سنہری، ہری اور کالی چار قسم کی روشنائی سے جدول بنائی گئی ہے۔ کاغذ مضبوط اور پختہ ہے۔ کئی سو سال اس کی کتابت پر گذر چکے۔ لیکن چمک دمک اور تحریر کی آب و تاب اب بھی اسی طرح باقی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کاتب ابھی لکھ کر فارغ ہوا ہے۔ سید زنجانی نے آغاز کتابت کی تاریخ اور اسکا سنہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔
نصاب الاحتساب	عمر بن محمد بن عوض السنامی	محمد یعقوب المعروف غلام نبی	رجب ۱۲۴۲ھ	۱۲۴	"	"	
حدیقۃ المتقین فی معرفۃ احکام الدین	محمد تقی ابن مجلس الاصفہانی	غلام کاظم	ذی الحجہ ۱۱۵۰ھ	۴۴۰	فارسی	"	
سلک السلوک	حضرت ضیاء نخشبی			۴۰	"	تصوف	
اجزاء مسائل فقہ				۱۹۴	"	فقہ	
رسالہ تقریر ملاعوض وجیہ وملاجان محمد	مولانا محمد غوث سہارنپوری	رحیم اللہ بن کریم اللہ بن الشیخ نصرت اللہ	۳ ربیع الثانی ۱۱۲۹ھ	۶	عربی	فقہ	"تاریخ روز دہم شہر رمضان المبارک ۱۱ سنہ جلوس مبارک حضرت بادشاہ دین پناہ ظل اللہ شاہ عالمگیر خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطانہ"
تیسیر الاحکام	شہاب الدین عمر دولت آبادی		شعبان ۱۰۳۷ھ	۱۲۸	فارسی	فقہ	یہ ضخیم کتاب کتنی مختصر مدت میں نقل ہوئی اس کا علم سید زنجانی کے ان الفاظ سے ہوگا۔ "تمت ہذہ المجموعۃ وقت العصر یوم الاثنین فی شہر بستم شوال ۱۱ سنہ جلوس مبارک"۔
خلاصۃ الاحکام فی دین الاسلام	احمد ابو القاسم ابن احمد طائفی		۲۶ شعبان ۱۰۴۷ھ	۲۱۰	"	"	مولانا پیر محمد صفی ردولوی المعروف بہ غلام ابراہیم کے کتب خانہ میں یہ نسخہ رہ چکا۔ اس پر شاہی مہریں بھی ہیں جو محو کر دی گئیں ہیں۔

نام کتب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
انواع العلوم	شیخ عبداللہ فقہی			۴۳۷	پنجابی	فقہ	یہ گیارہ مختلف فقہی مسائل کا مجموعہ ہے اسکی کتابت پختہ اور مضبوط ہے۔
مشکوٰۃ الفقہ	احمد بن محمد بن حمید بن شہاب	شیخ محمد بن شیخ کرم اللہ انبالوی	۱۱۸۵ھ	۳۶	فارسی	"	اس کتاب کا دوسرا نام حیرۃ الفقہ بھی ہے۔
ترغیب الصلوٰۃ	محمد احمد بن محمد زاہد			۳۷۲	"	"	یہ کتاب خوشخط ہونے کے باوصف تاریخی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہ مختلف زمانوں میں شاہان مغلیہ کے متعدد کتب خانوں
قدوری	ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر القدوری	حکیم سید احمد حسین صاحب سہارنپوری	رمضان ۱۲۷۰ھ	۴۰۸	عربی	"	میں رہ چکی ہے جیسا کہ اسپر لکھی ہوئی تحریروں اور دستخطوں سے معلوم
شرح الیاس بر مختصر وقایہ	مولانا فخر الدین محمود بن الیاس رومی		۹۱۱ھ	۲۴۰	"	"	ہوتا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ بتاریخ ۹ شوال ۱۰۸۱ھ عرض دیدہ شد۔
کنز الدقائق	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی			۵۶۶	"	"	بتاریخ ۲۶ شہر جمادی الاولی ۱۰۸۲ھ عرض دیدہ شد۔
سراجی	سراج الدین سجاوندی			۴۴	"	فرائض	بتاریخ ۵ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ عرض دیدہ شد۔
نسخۂ میمونہ	عبداللہ کابلی			۱۶	فارسی	لغت	ان کے علاوہ اور بھی دستخط اور تحریریں ہیں جو صاف نہیں ہیں، حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے کتب خانہ میں یہ کتاب رہ چکی ہے۔
کتاب لغت فارسی				۱۸۰	"	"	مختلف اور متعدد سلاطین مغلیہ کی ذاتی مہریں بھی اس کتاب پر ثبت ہیں۔
آمد نامہ				۳۰	"	"	
گنجینۂ علم فارسی	موہن لعل		۱۲۳۲ھ	۴۷	"	صرف	
محمود نامہ				۲۰	"	ادب	
فارسی نامہ		حکیم سید احمد حسین سہارنپوری		۱۴۱	"	لغت	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
نصاب مثلث عبدالرحمٰن		حکیم سید احمد حسین بنارسی		۵	فارسی	لغت	
نصاب مثلث بدیعی		" "	۲۹ جمادی الاول سنہ ۱۲۱۱ھ	۶	"	"	
بدیع العجائب	حضرت امیر خسرو			۱۷	"	"	
نصاب الصبیان	ابونصر فراہی	سید شیر علی	محرم سنہ ۱۰۲۶ھ	۴۸	"	"	
مختصر المعانی	سعدالدین تفتازانی			۳۴۴	عربی	معانی	
میبذی	حسین بن معین الدین المیبذی		۶ صفر سنہ ۱۰۹۰ھ	۱۴۴	"	فلسفہ	
ملا جلال . میر زاہد	میر محمد زاہد ہروی	سید ہدایت اللہ ابن سید رکن اللہ امیٹھوی		۱۹۲	"	منطق	
نامعلوم الاسم				۱۴	"	؟	
حاشیہ میر زاہد ملا جلال			جمادی الاولیٰ سنہ ۹۶۰ھ	۸۰	"	"	
میبذی	حسین بن معین الدین المیبذی	یوسف محمد بن محمد یوسف	سنہ ۹۰۲ھ	۱۱۰	"	"	یہ نسخہ حکیم سید محمد بخش کی ملکیت اور تصرف میں رہ چکا۔
قطبی تصدیقات	قطب الدین رازی			۱۹۵	"	"	
میبذی	حسین بن معین الدین المیبذی	علی بن لطف اللہ حسینی	سنہ ۹۶۹ھ	۲۱۰	"	فلسفہ	
میر قطبی	سید شریف جرجانی			۱۴۴	"	منطق	
ابطال دور				۴۶	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
قال اقول	مولانا حسام الدین حسن الکاکی	نور محمد صاحب		۱۲۰	عربی	منطق	
رسالہ التعریف و معرفت	محمد بن احمد			۶۰	"	"	
میر قطبی	سید شریف جرجانی		۱۰۹۱ھ	۲۳۶	"	"	یہ کتاب حکیم سید محمد بخش صاحب کے زیر مطالعہ رہ چکی۔ بخط عربی خط میں ہے
نامعلوم الاسم		محمد رضا ابن تیمور		۱۶۰	"	"	
مراۃ المسائل یعنی فتاویٰ محمد شاہی		ملا خیر اللہ و حافظ بدیع الدین ابن محمد شفیع	جمادی الثانی ۱۱۹۶ھ	۱۴۶	فارسی	فقہ	یہ کتاب ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی کے حکم سے لکھی گئی۔ ۱۱۹۶ھ مطابق ۲۲ جلوس عالم شاہ بادشاہ غازی میں اس کی کتابت ہوئی۔ مظاہر علوم کے نوادرات میں اسکے دو نسخے اور ہیں لیکن یہ سب سے قدیم ہے۔
رسالہ شمسیہ	علی بن عمر بن علی قزوینی	حکیم سید احمد حسین سہارنپوری	۱۷ ذی الحجہ ۱۲۵۱ھ	۳۲	عربی	منطق	
معارج التصریف				۵	"	"	
حاشیہ مولانا محمود				۶۴	"	"	
ہدایۃ الحکمت	اثیر الدین مفضل بن عمر ابہری			۲۴	"	فلسفہ	ربیع الاول ۱۳۰۳ھ میں یہ کتاب حضرت شیخ کے زیر مطالعہ رہی۔ آپ کے قلم سے اس پر متعدد تصحیحات بھی ہیں۔
حاشیہ میر زاہد	فضل امام ابن محمد ارشد			۱۱۶	"	منطق	
زبدۃ الاسرار	علامہ اثیر الدین ابہری			۱۱۰	"	"	
حاشیہ شرح اشارات		حسین بن عباس بن علی العمید	۹۹۹ھ	۱۲۰	"	"	سنہ کتابت معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن کتاب پر لکھی ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف نامی کسی شخص نے یہ کتاب ۹۹۳ھ میں خریدی تھی اور اسی سے اس کتاب کی قدامت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔
ہیاکل النور	شیخ شہاب الدین		۱۴ ذیقعدہ ۱۲۲۱ھ	۶۰	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
شرح حکمۃ الاشراق	محمود بن مسعود شیرازی			۱۵۶	عربی	فلسفہ	
شرح حکمۃ العین	محمد بن مبارک شاہ بخاری			۴۲۲	"	"	
اجزائے رسالہ منطق				۹۰	"	منطق	
نامعلوم الاسم				۸۴	"	"	
رسالہ نامعلوم الاسم		حکیم سید احمد حسین صاحب		۲۸	"	فلسفہ	
تہذیب	سعد الدین تفتازانی			۱۸	"	منطق	
شرح سلم العلوم	قاضی احمد علی سندیلوی	شریعت اللہ مقیم دہلی	۹ محرم سنہ ۱۱۷۴ھ	۶۴	"	"	ختم کتاب پر کاتب نے اپنا نام ان الفاظ کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ "بخط فقیر خادم الطلبہ شریعۃ اللہ بمدرسہ حضرت شاہ صاحب میاں شاہ ولی اللہ صاحب" روز شنبہ نو محرم الحرام ۱۱۷۴ھ۔
شرح حمد اللہ بر تصدیقات	حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ سندیلوی	" "	" "	۱۲۸	"	"	
حاشیہ خلخالی بر حاشیہ تہذیب	شیخ نصر اللہ بن محمد خلخالی			۱۲	"	"	
حاشیہ فخریہ بر حاشیہ ملا جلال	محمد بن حسین المشتہر بفخر الدین			۱۲۰	"	"	
شرح صادق بر آداب عضدیہ	محمد صادق ابن درویش محمد		۲۱ رمضان سنہ ۹۵۶ھ	۳۰	"	مناظرہ	
تعلیقات صادق	" " "			۶۰	"	"	
رشیدیہ	عبد الرشید دیوان			۶۰	"	"	
انجاح الباقی	عبد الباقی صدیقی	شیخ محمد دہلوی	۴ ذی الحجہ سنہ ۱۱۰۰ھ	۱۳۶	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
شرح عهندیه				۹۰	عربی	مناظرہ	
رشیدیہ شرح شریفیہ	عبدالرشید دیوان	خدابخش بن شرف الدین سہارنپوری	۴ جمادی الثانی ۱۲۲۳ھ	۴۲	"	"	یہ نسخہ حکیم سید خدابخش کے زیر مطالعہ رہ چکا۔
شرح سلم العلوم	قاضی احمد علی سندیلوی			۲۰۴	"	"	
مجموعہ منہیات قاضی مبارک				۱۲۸	"	فلسفہ	
اجزاء رسالہ منطق		نصراللہ ابن جار محمد		۱۸	"	منطق	
حواشی میر زاہد	میر محمد زاہد ہروی			۳۰	"	"	
شرح جامی	عبدالرحمٰن جامی	سید محمد شاہ بن سید محمد ہادی حسینی سہارنپوری	۲۱ رمضان سنہ ۱۱۰۶ھ	۴۵۰	"	نحو	
عبدالغفور بر شرح جامی	مولانا ناصرالدین عبدالغفور لاری	محمد صالح بن حضرت میاں محمد اسلم	۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۱۶۴ھ	۷۸	"	"	
حاشیہ شرح ملا جامی	ملا نور محمد			۲۵۴	"	"	
شرح لب الالباب فی علم الاعراب				۲۱۸	"	"	
شرح شمائل ترمذی	محمد مصلح الدین الانہاری			۲۰۰	"	حدیث	
رسالہ در آداب لباس	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	شاہ شریف ولد چودھری غلام محی الدین		۲۴	"	"	کاتب نے اس کتاب پر سنہ کتابت ان الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔
الوسائل فی معرفۃ الاوائل			رجب سنہ ۱۲۳۰ھ	۸۸	"	"	"بتاریخ دوم شہر ربیع الاول سنہ … روز پنجشنبہ طلوع مبارک جہد حضرت قدر قدرت خداوند ملک و ملت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی محمد شاہ بادشاہ
اربعین		سید محمد خلیفہ	سنہ ۹۸۶ھ	۱۰	"	"	غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطانہ تحریر گردید"

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
چہل حدیث	جلال الدین ابن بدر الدین	سید محمد خلیفہ		۱۰	عربی	حدیث	
منتخب العقائد	محمد جمیل ابن ابو تراب النقشی	" "		۱۷۰	فارسی	عقائد	
رسالہ یار محمد		حاجی محمد	ربیع الاول ۱۱۴۴ھ	۱۰۰	"	تجوید	
رسالہ مینت		"	۱۱۴۴ھ	۳۶	"	فقہ	
رسالہ درباب عاشوری		"	۱۱۴۴ھ	۲۴	"	"	
رسالہ قرأت		"	۱۱۴۴ھ	۲۲	"	تجوید	
رسالہ تجوید		"	محرم ۱۱۴۴ھ	۱۴	عربی	"	
جزری	شمس الدین محمد بن محمد جزری	امیر الدین سہارنپوری	۲۰ رجب ۱۲۱۹ھ	۱۰	"	"	
رسالہ فی الاظہار		" "		۴	"	"	
دقائق المحکم فی شرح المقدمہ	شیخ الاسلام زکریا بن محمد خزرجی	" "	۶ رجب ۱۲۱۹ھ	۳۵	"	"	
کنز المعانی شرح حرز الامانی	محمد بن احمد بن محمد موصلی		۱۱۴۰ھ	۱۴۵	"	"	سنہ ۱۱۵۰ھ میں یہ کتاب حکیم سید محمد بخش صاحب کے زیر مطالعہ رہ چکی ہے، ان کے دستخط بھی ہیں۔
تفسیر، نامعلوم الاسم				۴۰۰	"	تفسیر	از سورۂ طٰہٰ تا سورۂ واقعہ۔ کاغذات اور طرز تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو سو سال قبل کی لکھی ہوئی ہے۔
زبدۃ الاکام (تفسیر سورۂ یوسف)	حجۃ الاسلام امام غزالی	معز الدین بن مدبر اللہ بن جعفر امیٹھی۔	۱۷ ربیع الاول ۱۰۹۲	۳۴۱	"	"	حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دور شاہی میں اس کی کتابت ہوئی۔

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
تفسیر حسینی (ناقص)	ملا حسین کاشفی			۱۳۰	فارسی	تفسیر	
مرآۃ دیوان صائب				۱۰۰	"	تصوف	
دہ گنج		محمد قاسم	۵ شوال سنہ ۱۰۷۱ھ	۱۵۲	"	"	
سبحۃ الابرار	مولانا عبدالرحمن جامی			۱۵۴	"	"	
مرآۃ المحققین			رمضان سنہ ۱۱۰۲ھ	۲۴	"	"	
ملفوظات شیخ بہاء الدین نقشبندی	یعقوب بن عثمان الغزنوی الچرخی		سنہ ۱۱۰۲ھ	۱۴	"	"	
مناجات قاضی بدر الدین	صدر الائمہ قاضی بدر الدین خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین			۲۱۶	"	"	قاضی صاحب کو ستائیس مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اس کتاب میں وہ درج ہیں:
تفسیر حسینی (کامل)	ملا حسین کاشفی	سید محمد شاہ الحسینی السہارنپوری	۱۹ ربیع الاول ۱۱۳۸ھ	۱۱۳۸	"	تفسیر	
طلسم عشق		عطا علی ولد عاشق علی پوٹاقوری	ربیع الثانی سنہ ۱۲۲۶ھ	۱۴۱	"	تصوف	کاتب نے یہ کتاب حکیم سید احمد حسین صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی۔
ملفوظات خواجہ معین الدین سجزی	حضرت خواجہ معین الدینؒ	اسد اللہ قنوجی صدیقی	۱۳ شعبان سنہ ۱۱۴۲ھ	۵۷	"	"	اس کتاب کا مشہور نام دلیل العارفین ہے:
افضل الفوائد	حضرت شاہ نظام الدین اولیاء	" "		۱۱۰	"	"	
راحت القلوب	حضرت امیر خسروؒ	"	۱۹ شوال سنہ ۱۱۴۲ھ	۴۰	"	"	یعنی ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاء
مونس الارواح	جہاں آرا بنت شاہجہاں	امان اللہ	۱۰ رمضان سنہ ۱۱۳۳ھ	۴۲	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
مثنوی بابا ولی رام				۲۶۴	فارسی	تصوف	
مجمع البحرین			۱۵ رجب سنہ ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء	۴۴	"	"	
طلسم عشق				۶۸	"	"	
ریاض العارفین	محمد بن علی بن محمد حلبی			۴۹۲	عربی	"	
شرح گلشن راز				۱۶۰	فارسی	"	
منطق الطیر	شیخ فریدالدین عطار	رام کشن چرتھاولی	رمضان سنہ ۳۱ھ	۲۰۶	"	"	۳۱ سنہ محمد شاہ غازی
سدس کریما				۳۶	"	"	
پند نامہ	شیخ فریدالدین عطار			۴۶	"	"	
مصباح الہدایہ ترجمہ عوارف المعارف	کمال الدین محمود بن علی متوفی ۸۳۵ھ	درویش محمد	شعبان سنہ ۱۰۸۵ھ	۳۰۰	"	"	یہ کتاب حسن کتابت کے اعتبار سے خطاطی کا ایک خوبصورت نمونہ ہے اسکی لوح اور ابتدائی دو صفحات پر بیل بنے ہوئے ہیں ہر صفحہ پر مختلف جدولیں بھی بنائی گئی ہیں۔ پوری کتاب عربی خط میں ہے۔ ان تمام امور کے باوصف یہ کتاب شاہی خزانہ کی زینت بن چکی ہے۔ ایک سے زائد شاہانِ مغلیہ نے اسکو دیکھ کر اپنی مہر لگائی ہے۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر غازی نوراللہ مرقدہ کی مہر بھی اسپر دیکھی جاسکتی ہے۔
دیوان حافظ				۳۶۶	"	"	
شرح مثنوی مولانا روم	مولانا جلال الدین رومی			۳۷۲	"	"	
دیوان حافظ				۲۲۰	"	"	
مخ الفصوص	عباس ابن شاہ عبدالرحمٰن		۱۳ محرم سنہ ۱۲۰۴ھ	۴۰۶	"	"	یہ فصوص الحکم کی تلخیص اور اسکی شرح ہے جو سید عبدالکریم کی خواہش پر کی گئی ہے۔

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
نثر الجواہر	علیم اللہ الحسینی		صفر ۱۲۲۵ھ	۱۹۲	فارسی	تصوف	یہ کتاب نظم الدرر والمرجان فی تصنیف سید الانس والجان کا فارسی ترجمہ ہے۔ نظم الدرر عربی زبان میں مرزا خاں جالندھری کی تالیف ہے۔
مثنوی رومی دفتر چہارم				۲۱۶	"	"	
مثنوی زلیخا ناظم ہروی				۲۴۰	"	"	
پدماوت یعنی قصہ ہیرامن طوطا	عاقل خاں رازی			۱۶۰	"	تاریخ	
دستور عشق		حکیم سید احمد حسین صاحب	۹ محرم ۱۲۶۴ھ	۱۲۸	"	"	ماہ محرم ۱۲۶۴ھ میں لالہ کشن دیال کے یہاں نقل کی گئی۔
زینت التواریخ				۵۶۰	"	"	فن تاریخ کی یہ کتاب عجائبات عالم پر مشتمل ہے۔ اول آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے نہ مصنف معلوم ہو سکا نہ سنہ کتابت۔ تاہم بعض جگہ حواشی پر بخشی کے نام کے ساتھ ۱۲۰۹ھ مرقوم ہے:
قصہ حاتم طائی				۲۵۲	"	"	
تاریخ سندھ	میر محمد معصوم بھکری	مولانا شیخ بایزید ابن شیخ نوح بھکری	۱۲ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ	۳۲۸	"	"	
قصص الانبیاء				۶۰۸	"	"	یہ کتاب حکیم سید محمد بخش کی زیر ملکیت اور زیر مطالعہ رہ چکی۔ اس لحاظ سے اس نسخہ کی قدامت ڈیڑھ سو سال یقینی ہے۔
احوال حکمائے عظام				۲۰	"	"	
قصہ برہمن				۴۸	"	"	
لیلےٰ مجنوں		حکیم سید احمد حسین صاحب	۲۷ شوال ۱۲۴۶ھ	۱۷۰	"	"	اول آخر کے چند صفحات حکیم سید احمد حسین صاحب کے تحریر کردہ ہیں ۲۷ شوال ۱۲۴۶ھ میں یہ آپ نے لکھے تھے۔ بقیہ کتاب ۱۲۴۶ھ سے بہت پیشتر کی لکھی ہوئی ہے جو مطلّٰی اور خوبصورت جدولوں سے مزین ہے۔
قصہ کامروپ				۱۸۰	"	"	
تاریخ کشمیر	پنڈت نرائن کول عاجز	کنجن کانت	۱۲ صفر ۱۲۳۸ھ	۳۷۸	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
شاہنامہ فردوسی طوسی	حسین بن اسحٰق بن شرف فردوسی			۳۶۲	فارسی	تاریخ	اس شاہنامہ کی کتابت بہت کہنہ ہو چکی ہے۔ کاغذ کی بوسیدگی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بہت قدیم نوشتہ ہے۔ ہر صفحہ پر خوبصورت جدولیں [illegible] اکبر بنائی گئی ہیں۔ یہ شاہنامہ باتصویر ہے۔
مثنوی نیرنگ عشق	غنیمت	کرامت علی جعفرآبادی	۸ ذی الحجہ ۱۲۵۳ھ	۱۰۶	"	"	
روضۃ الاحباب کامل	شیخ عطاء اللہ ابن فضل اللہ الحسینی			۱۰۰۹	"	"	
سکندرنامہ	حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ			۴۶۶	"	"	
قطب المناقب		حکیم سید احمد حسین صاحب	۳ ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ	۹۰	"	"	ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ میں آپ نواب منگو جمعدار کے علاج کیلئے منی مزرعہ ضلع [illegible] گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں لالہ کشن دیال کے یہاں قیام کیا۔ اسی دوران یہ کتاب نقل کی۔ اصل نسخہ کے مالک مولوی نقیر محمد اور مولوی مسعود صاحب تھے۔ کتاب نقل کرنے کے بعد آپ نے مولوی مسعود صاحب کے ساتھ اصل نسخہ سے مقابلہ کیا۔ بروز جمعہ روز عید الاضحیٰ وقت عصر ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ میں یہ مقابلہ پورا ہوا۔
تلویح شرح توضیح	سعد الدین تفتازانی			۱۹۲	عربی	اصول فقہ	
نور الانوار	ملا احمد جیون			۱۲۷	"	"	
المنار الانوار	عبداللہ بن احمد نسفی			۱۷۰	"	"	
مثنوی ناصر علی				۹۴	فارسی	ادب	
طوطی نامہ یعنی روایات الدرایات	حضرت ضیاء نخشبی	رحمت اللہ ولد شیخ عبدالقادر شاہ آباد سرہند	۲۵ محرم سنہ ۱۶ [illegible]	۳۷۲	"	"	سنہ ۱۶ محمد شاہی
ہشت بہشت	حضرت امیر خسرو		۲۲ جمادی الاولیٰ [illegible]	۱۶۹	"	"	
انوار العین شرح قران السعدین	شیخ نور الحق الدہلوی		۱۰ محرم ۱۲۳۶ھ	۱۴۰	"	"	مصنف کتاب شیخ نور الحق مشہور محدث شیخ عبدالحق دہلوی کے صاحبزادے ہیں۔
دیوان رستم	مولوی رستم علی صاحب مصطفیٰ آبادی	بنیاد علی مرادآبادی	ربیع الاول ۱۲۶۱ھ	۴۸	"	"	
رسالہ منظوم درحالات [illegible]				۴۶	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
دیوان ولی				۱۶۴	فارسی	ادب	
دستور السلک			سنہ ۱۱۰۲ھ	۲۰۰	"	"	
قواعد فارسی	خلیفہ محمد صالح عاکفی			۰	"	نحو	اسکے ساتھ تیس صفحات پر مشتمل ایک کتاب اور بھی ہے جس کا نام معانی مختصر حروف تہجی ہے۔
رسالہ قواعد خط نستعلیق				۱۰	"	ادب	
مجموعہ قصائد	غلام قادر بہرائچی	حکیم سید احمد حسین صاحب	۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۳	۷۶	"	"	حکیم سید احمد حسین صاحب نے یہ کتاب اپنے صاحبزادے حکیم محمد ابراہیم کے لیے نقل کی تھی۔
انیس العاشقین				۳۰	"	"	
انشاء نعمت خاں			۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۷	۴۰	"	"	اسکے آخر میں رقعات مرزا صائب، مرزا بیدل اور مرزا طاہر بھی ہیں۔ یہ نسخہ ۱۳۳۲ھ میں حکیم سید احمد حسن عرف حکیم بابو خاں کی زیر ملکیت رہ چکا۔ ان کی مہر بھی اس پر لگی ہوئی ہے۔
دیوان حسن				۵۰۰	"	"	
گلشن عنایت				۳۳۰	"	"	
اول نامہ				۷	"	"	اس کتاب کا اصل نام تحفۃ السلطانیہ ہے مشہور اول نامہ کے نام سے ہے۔
مامقیماں	سید علاء الدین خراسانی			۲۲	"	تصوف	سید علاء الدین حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے ہیں
رسالہ قواعد خط نستعلیق				۱۶	"	ادب	اس کتاب کا دوسرا نام ترجیع بند بھی ہے۔ سنہ ۱۲۶۰ھ کی مطبوعہ کتاب سے یہ قلمی نسخہ نقل کیا گیا ہے:
بہار دانش				۳۱۶	"	"	
ابو الفضل				۱۳۸	"	"	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
دیوان ناصر علی				۷۶	فارسی	ادب	
خلاصۃ المکاتب		قطب الدین ابن قاضی فرزند بخش	۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۰	۱۷۲	"	"	
انشائے بے نام			۱۲۲۱	۷۵	"	"	
دیوان ناصر علی			۹ ذیقعدہ سنہ	۸۲۰	"	"	سنہ کتابت بوقت چاشت بتاریخ بست دیکم شہر ذیقعدہ سنہ ۹ جلوس مبارک محمد شاہ بادشاہ غازی۔ اس دیوان کا طرز تحریر مائل بہ شکست ہے ؎
شرح ارشاد	قاضی شہاب الدین دولت آبادی			۳۳۸	عربی	نحو	
فوائد صمدیہ فی علم العربیہ				۱۵	"	"	
متن متین	ملا عبدالرسول ابن محمد رضا انصاری الہروی المظفر آبادی		۱۱۹۰ھ	۱۵۰	"	"	یہ کتاب حکیم سید محمد بخش کے زیر مطالعہ رہ چکی۔
باب نظام النحوی	ملا عصمت اللہ ابن اعظم بن عبدالرسول سہارنپوری	غلام حسین ابن نور محمد	۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۱ھ	۳۴۲	"	"	یہ ملا عصمت اللہ صاحب کے ذاتی نسخہ سے نقل کی گئی ہے۔
دانیہ شرح کافیہ	رکن الدین محمد استر آبادی			۱۴۲	"	"	قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم سید احمد حسین صاحب کے صاحبزادے حکیم سید محمد ابراہیم صاحب نے اپنی طالب علمی کے دور میں اس کتاب کو پڑھا ہے۔
بصیری		حکیم سید احمد حسین صاحب	۱۵ شوال سنہ ۱۲۸۷ھ	۲۰	"	"	
شرح متن متین	شیخ عبدالرسول ابن محمد رضا الہروی المظفر آبادی			۵۲	"	"	
نظم نحو				۳۲	فارسی	"	
ترجمۃ الصلوٰۃ	ابوالرضا محمد			۶	"	فقہ	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
شرح متن متین	شیخ عبدالرسول ابن محمد رضا البری			۳۴۶	عربی	نحو	سنہ کتابت اوپر لکھا ہوا نہیں ہے لیکن درمیان کتاب میں حاشیہ پر لیے گئے ایک حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۰۱ھ میں اس کی کتابت ہوگئی تھی
مختصر نامہ	شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی	کریم بخش	۲۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ	۵۲	فارسی	متفرق	
راحت القلوب	مبارک فیض اللہ بسنامی	شمس الدین ابن شاہ محمد سہارنپوری	۲۳ رمضان ۱۲۳۳ھ	۴۶	۔	تصوف	یہ نسخہ عربی رسم الخط میں ہے اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔
رسالہ میت	ابوبکر العائض ابن محمد لاہوری			۱۱	"	فقہ	
دافع الملحدین	ابراہیم بن فضل اللہ		۵ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ	۲۱	"	عقائد	
حفظ الایمان	عبداللطیف ابن عبدالکریم			۱۴	"	"	
ست ستیا	بہاری لال جیند		رجب ۱۲۴۵ھ	۴۴	ہندی	متفرق	۱۲۴۵ھ میں سہارنپور کے کسی غیر مسلم نے یہ کتاب حکیم سید محمد بخش صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی۔ کاتب نے آخر کتاب میں: "بپاس خاطر حکیم صاحب منظور کرم و الطاف حکیم محمد بخش صاحب صورت اختتام یافت۔"
اساس المصلی				۳	فارسی	فقہ	
مجموعہ سلطانی		شمس الدین ابن شاہ محمد سہارنپوری		۱۶	"	"	
خیرۃ الفقہ				۶	"	"	
نان وحلوا	محمد بہاء الدین العاملی		ذی الحجہ ۱۲۵۳ھ	۸	"	"	
تحفۃ الہند				۵۷۶	۔	متفرق	
مولانا زادہ حاشیہ مختصر المعانی					عربی	معانی	۱۲۳۱ھ میں یہ کتاب آپ نے بعد انعام طلبہ مدرسہ میں داخل کی۔
فقہ اکبر				۱۰	"	عقائد	

نام کتاب	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
المسائل الاربعۃ عشر				۲۲	عربی	عقائد	اس کتابت کا پورا نام یہ ہے ۔ ۱۷۰ المسائل الاربعۃ عشر فی مذہب الائمۃ الحنفیۃ علی خلاف جماعۃ الاشعریۃ ۔
عقیدۃ الطحاوی				۱۴	"	"	
رسالہ عروض	مولانا عبدالرحمٰن جامی		۱۰۷۸ھ	۱۶	فارسی	عروض	
رسالہ قافیہ	عطاء اللہ بن محمود الحسینی شاگرد مولانا عبدالرحمٰن جامی		۱۰۷۸ھ	۱۷	"	"	
رسالہ قافیہ	مولانا عبدالرحمٰن جامی		۱۰۷۸ھ	۵	"	"	
عجائب اللغات	شیخ محمد خلیل سہارنپوری			۳۲	"	لغت	
حاشیہ شرح حکمۃ العین				۴۸	عربی	منطق	
رسالہ محمد پناہ	محمد پناہ المخاطب بمحمد مسعود خاں			۶۰	"	ریاضی	
شرح قصیدہ بانت سعاد				۳۰	فارسی	ادب	
شرح رسالہ وضعیہ				۲۴	عربی	نحو	
حواشی بر لطف و نشر شرح جامی	مولانا صادق علی صاحب	غلام حسین	ربیع الثانی ۱۲۰۸ھ	۲	"	"	
" " "	خواجہ محمد طاہر	"	" "	۲	"	"	
" " "	میر صدر الدین محمد بن ابی الصفا الحسینی	"	" "	۵	"	"	

نام جماعت	مصنف	کتابت	سنہ کتابت	صفحات	زبان	فن	
حواشی برلف ونشر شرح جامی	میر محمد علی ابن میر عصمۃ اللہ صاحب	غلام حسین		۲	عربی	نحو	
اسرار الغیب			۱۵ رمضان ۱۲۱۱ھ	۲۰	فارسی	نجوم حساب	یہ مجموعہ فن ریاضی کی چار کتب پر مشتمل ہے لیکن تین کتابوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اس کے کل صفحات (۲۰۲) ہیں۔ یہ مجموعہ حکیم سید محمد بخش کے قلم سے ہے۔
حواشی برلف ونشر شرح جامی	محمد خلیل سہارنپوری			۲	عربی	نحو	
مفاتیح العقصاء	سہل بن بشر الہروی	خلیفہ محمد شفیع		۱۱۰	فارسی	ریاضی	
رسالہ سوال وجواب		" "		۴۰	"	نجوم	
معرفت تقویم	منجم طبیب ابراہیم دہلوی			۱۶	"	تاریخ	
حکایت دزد و قاضی بغداد				۱۸	"	نجوم حساب	
ترجمہ کتاب نجوم ہندی				۶	"	"	
اجزاء کتاب ریاضی نامعلوم الاسم				۳۲۰	"	ریاضی	
قواعد شریفیہ				۴۴	عربی	"	
احوال النحویین	محمد ابن الحسین ابن عمیر الیمنی		رجب ۱۲۳۰ھ	۲۲۶	فارسی	تاریخ	اس کتاب کا دوسرا نام اخبار النحویین بھی ہے۔
حاشیہ ملا جلال	جلال الدین محمد بن اسعد دوانی			۴۴	عربی	منطق	

دارالعلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کے موقعہ پر جامعہ مظاہر علوم نے اپنے یہاں مخطوطات و نوادرات کی علمی نمائش میں جو کتابیں منتخب کرکے رکھی تھیں ان میں پندرہ کتابیں وہ ہیں جو حکیم سید محمد اسحٰق صاحب نے مظاہر علوم میں وقف کی تھیں۔ ان کتابوں کا تعارف مظاہر علوم سہارن پور کی جانب سے جن الفاظ اور جس انداز میں کرایا گیا ہے، اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) فقہ۔ رسالہ انواع العلوم و دیگر رسائل۔ نمبر کتاب ۵۰/۱

پنجابی زبان میں عقائد و مسائل پر متعدد منظوم رسائل کا نادر کیاب ذخیرہ۔

(۲) فقہ فارسی۔ نمبر کتاب ۵۲/۱

مجموعہ رسائل شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین دہلوی۔ اس مجموعہ میں کئی نادر وغیر مطبوعہ رسائل ہیں۔ مخطوطہ ۱۲۳۷ھ۔

(۳) ادب ہندی۔ نمبر کتاب ۹/۱

ست سیتا، مؤلفہ بہاری لال، مخطوطہ ۱۲۴۵ھ

(۴) ریاضی۔ نمبر کتاب ۴۲/۱

تلخیص المفتاح۔ لم نعثر علیٰ اسم مؤلفہ۔ کتبہا العالم الکبیر عصمۃ اللہ بن محمد اعظم السہارنفوری سنۃ ۱۰۶۱۔ الاوراق (۳۰) السطور (۱۷)۔

(۵) منطق۔ نمبر کتاب ۵۴/۱

شرح سلم العلوم۔ تالیف احمد علی بن فتح محمد السندیلوی المتوفی سنۃ ۱۲۰۰ھ۔ کتبہ شریعۃ اللہ فی مدرسۃ الشیخ احمد ولی اللہ الدہلوی سنۃ ۱۱۴۷ھ۔ الاوراق (۹۶)۔ السطور ۲۲۔ ۲۳۔

(۶) تصوف فارسی۔ نمبر کتاب ۱۵/۱

مصباح الہدایہ (ترجمہ فارسی عوارف المعارف) مؤلفہ کمال الدین محمود بن علی ابن ابی طاہر کاشی۔ متوفی ۷۳۵ھ۔ مخطوطہ ۱۰۸۵ھ۔ یہ قیمتی نسخہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی خدمت میں بطور نذر ۲۶ھ جلوس عالمگیری میں پیش ہوا۔ اور محمد باقر کی تحویل میں دیا گیا۔ ہر ورق پر شاہی کتاب دار کی مہر ثبت ہے۔

(۷) ادب فارسی۔ نمبر کتاب ۶۸/۱، شاہنامہ حسین ابن اسحٰق بن شرف فردوسی المتوفی ۴۱۱ھ لائق دید مصور نسخہ۔

(۸) فقہ فارسی۔ نمبر کتاب ۵۲/۳

ترغیب الصلوٰۃ۔ مؤلفہ محمد احمد بن محمد زاہد۔ یہ قیمتی نسخہ ۱۰۶۰ھ میں شاہی کتب خانہ کے لئے خریدا گیا تھا۔ اور نو مرتبہ ملاحظہ شاہی میں پیش ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی مہر کے علاوہ دوسرے امراء و سلاطین کی مہریں مٹا دی گئیں۔

(۹) لغت فارسی، نمبر کتاب ۳۶/۲

نصاب الصبیان۔ مؤلفہ ابونصر فراہی۔ یہ نسخہ دارالسلطنت ہرات (کابل) میں لکھا گیا۔ کاتب شیر علی۔ سنہ کتابت ۹۴۶ھ۔

(۱۰) النحو۔ نمبر کتاب ۴۴/۱

احوال النحویین او اخبار النحویین۔ تالیف ابی عبداللہ محمد بن الحسین بن عمیر الیمنی، متوفی ۴۰۰ھ نسخۃ نادرۃ غیر مطبوعۃ۔ الاوراق (۱۱۵) السطور (۱۹)

(۱۱) الریاضی۔ نمبر کتاب ۲۸/۹

شرح الملخص فی الہیئۃ۔ تالیف موسیٰ بن محمد بن محمود قاضی زادہ الرومی، متوفی نحو ۸۴۰ھ نسخۃ عتیقۃ کتبت قبل سنۃ ۱۰۹۸ھ، الاوراق (۹۳) السطور (۲۰)

(۱۲) المنطق۔ نمبر کتاب ۱۸/۱۲

فوائد علی حاشیۃ تہذیب المنطق۔ لم نعثر علی اسم مولفہ۔ نسخۃ عتیقۃ کتبت سنۃ ۹۶۸ الاوراق (۳۹) السطور (۱۹)

(۱۳) المنطق۔ نمبر کتاب ۱۵/۱

حاشیۃ علی شرح الاشارات۔ لم نعثر علی اسم مولفہ۔ نسخۃ عتیقۃ کتبت بخط نسخ جمیل۔ کتبہا حسین بن عباس ابن علی العمیہ سنۃ ۹۹۹ھ۔ الاوراق (۵۹) السطور (۲۵)

(۱۴) تاریخ فارسی۔ نمبر کتاب ۹۸/۱

تاریخ کشمیر۔ مولفہ نرائن کول عاجز۔ سنہ تالیف ۱۱۳۰ھ۔ سنہ کتابت ۱۲۳۰ھ۔ کاتب کیسن کایت۔

(۱۵) لغت فارسی۔ نمبر کتاب ۱/۲

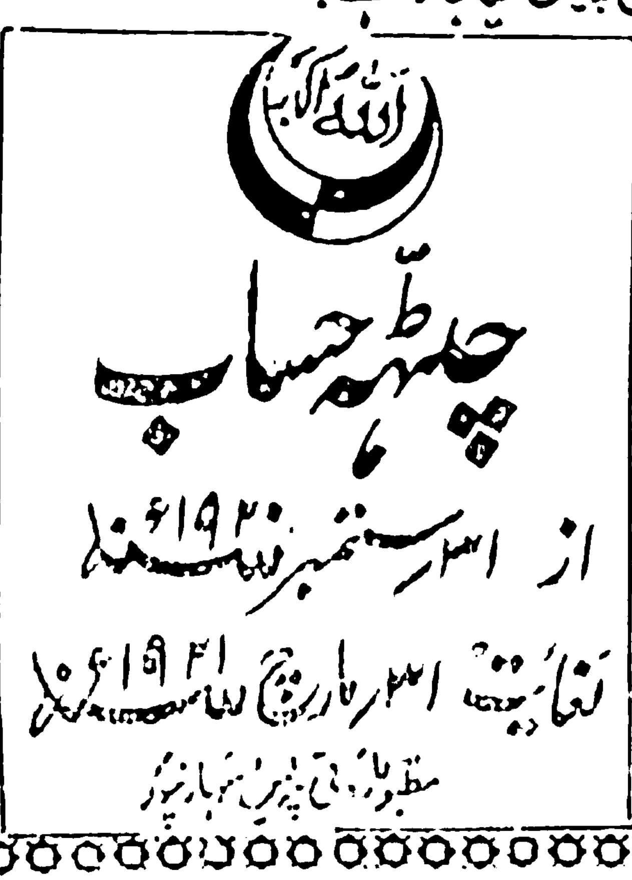
صراح۔ تالیف محمد بن عمر بن خالد المدعو بہ جمال الدین قریشی۔ اپنے انداز تحریر کی وجہ سے لائق دید ہے۔

تحریکِ خلافت میں آپ کی دلچسپی

حکیم محمد اسحٰق صاحب کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل تھی۔ اپنے مشغلۂ طبابت کی بنا پر ہر شخص تک ان کی رسائی تھی اور ہر طبقہ کے ساتھ آپ کے تعلقات تھے۔ خاندانی وجاہت و سیادت کی بنا پر معزز افراد سے شاعرانہ اور ادیبانہ مزاج ہونے کی بنا پر ادب نواز لوگوں سے اور باوقار دینی زندگی اور مظاہر علوم جیسے علمی و تہذیبی ادارہ کے ممبر و رکن شوریٰ ہونے کی حیثیت سے حضرات اہلِ علم و کمال سے آپ کے تعلقات بڑے مستحکم و مضبوط تھے۔

شہری معاملات اور اخلاقی، اصلاحی امور نیز سماجی و سیاسی مسائل میں بھی آپ برابر دلچسپی لیتے اور عوامی اجتماعات میں بھی شریک ہوتے۔ ۱۳۴۰ھ میں سہارنپور میں خلافت کمیٹی قائم ہوئی تو اس میں بھی آپ شامل ہوئے اور اس کے لئے جو کچھ آپ کرسکتے تھے اس کو بلا دریغ کیا۔ اس کے حساب وکتاب کو عام مجالس اور پبلک جلسوں میں پیش کرکے آپ عوام کو اس کی امداد و اعانت کی طرف متوجہ کرتے اور تحریک کے لئے مالیات کی فراہمی کرتے تھے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹی سہارن پور نے اپنا حساب وکتاب ایک کتابچہ کی شکل میں طبع کیا تو اس کی دو کاپی دفتر خلافت سے آپ کو بھیجی گئی تاکہ آپ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاکر کمیٹی کے لئے عوامی توجہات مبذول کرائیں۔ ایک ملی اور تاریخی یادگار ہونے کی بنا پر ذیل میں اس کتابچہ کے پہلے صفحہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے:


اللہ اکبر
چٹھہ حساب
از ۲۱ ستمبر ۱۹۲۰ء
لغایت ۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء
مطبوعہ [illegible] پریس سہارنپور

اس موقع پر جناب عبدالملک صاحب نائب معتمد خلافت کمیٹی ضلع سہارنپور کا ایک خط پیش کیا جارہا ہے جو آپ کو لکھا گیا تھا:

بخدمت اقدس جناب حکیم محمد اسحٰق صاحب بیاک محلہ مفتی از دفتر خلافت کمیٹی سہارنپور۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ التماس خدمت ہے کہ دو کاپی حسابات ضلع خلافت کمیٹی سہارنپور ارسال خدمت

ہے۔ مہربانی فرما کر آپ ایک جلسہ کر کے لوگوں کو سنا دیجئے اور رسیدات آمدہ مرکزی دفتر بھی سب کو دکھلا دیجئے اور اسکے پہنچنے کی رسید سے مطلع فرمائیں: نقطہ اسلام

نیاز مند۔ عبد المالک نائب معتمد ضلع: [illegible]

پنڈت بلدیو پرشاد سے آپ کا مناظرہ

ہندوستان میں ایک دور ایسا بھی گذرا ہے جب یہاں عوامی سطح پر مباحثے اور مناظرے کثرت سے ہوتے تھے۔ مختلف مذاہب کے افراد بڑے بڑے مناظرے کرتے اور اپنے مذہب کی برتری اور فوقیت ثابت کرتے ان میں عیسائیت، قادیانیت، آریت، یہ تین بڑے محاذ سر فہرست تھے جو اسلام کے مقابلہ میں محاذ آرائی میں مصروف تھے اور اپنی پوری قوت سے اسلامی بنیادیں منہدم کرنے میں مشغول تھے۔ علمائے حق ان تینوں محاذوں پر کفر سے برسر پیکار رہے۔ اور تحریراً و تقریراً مباحثوں و مناظروں کے ذریعہ اسلام کی حفاظت کر رہے تھے۔

عالی جناب حکیم محمد اسحٰق صاحب بھی اُن مخلصین اور داعیان حق میں ہیں جو تحریری اور تقریری طور پر دینی خدمت انجام دے کر اسلام کی پاسبانی کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔

دشمنان اسلام کی جانب سے وارد شدہ اعتراضات کے جوابات اور اسلام کی حقانیت اور اس کے کمالات پر آپ کے مضامین "شحنۂ ہند میرٹھ" میں گاہ بگاہ شائع ہوتے تھے۔

ہم یہاں ایک ایسے مناظرہ کی کاروائی پیش کر رہے ہیں جو حکیم محمد اسحٰق صاحب مرحوم نے پنڈت بلدیو پرشاد آریہ سے کیا تھا۔ مناظرہ کی یہ رپورٹ اخبار "منشور محمدی بنگلور" مجریہ ۲۵ شعبان ۱۳۰۱ھ نمبر (۲۲) جلد نمبر (۱۳) سے لی گئی ہے۔

خلاصۂ گفتگو پنڈت بلدیو پرشاد آریہ و حکیم محمد اسحٰق سہارنپوری

خدا کی شان ہے اہل اسلام کو کہ جن کا قدیم ایام سے علم صوری و معنوی میں پورا پورا حصہ ہے کقولہ تعالیٰ الرحمٰن علم القرآن. خلق الانسان و علمه البیان (ایسے اہل اسلام کو) کسی طرح کا حوصلہ نہ رہے اور لالا لوگ علمیت کا دم بھرنے لگے۔ ۵

ـــــــــــــــ

۵ اس اخبار کے مدیر مولانا محمد علی صاحب مونگیری بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو تھے۔ یہ مشہور مناظرانہ دینی روزنامہ اخبار بنگلور سے شائع ہوتا تھا۔ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ سے لیکر ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ تک کی یہ فائل مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے:

عجب تیری قدرت عجب تیرا کھیل چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل

لالہ کچوری مل اور ہندوستان کا راج اور سلطنت کے سزاوار ٹکڑے کو محتاج۔ ؎

زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت حور کی گود میں لنگور، خدا کی قدرت

اے اہل اسلام! خود کردہ را علاجے نیست۔ تم نے اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا جو ایسے نا بہنوں کو لکھا پڑھا کر کسی نا بل کر دیا۔ کیوں سر چڑھایا تھا اور کیوں منہ لگایا تھا۔؟ ؎

برہمن را کجا بود طاقت کہ رود با مبارزاں بہ قتال

کیا اُس وقت شیخ صاحب کا فرمان یاد نہیں تھا کہ۔ ؎

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

اور کیا تم یہ نہ جانتے تھے کہ "دوستی ناخرد دشمنی است" جب انھوں نے اپنے دیوتاؤں ہی کو طاق نسیاں پر اُٹھا رکھا تو پھر کسی کو کیا گلہ اور کیا شکوہ۔

لالہ صاحب! شاباش، ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ علمیت کا تو یہ حال اور اس پر غرہ کہ خالق باری پڑھنے کا اچھی طرح فہم نہیں اور جو ایسے ماہر کر کریما کے ترجمہ کا سلیقہ تک نہیں اور ہیں فاضل اور خود سر۔ جہاں دو چار کتابیں ناگری شاستر وغیرہ کی پڑھ لیں۔ جھٹ دھوتی سے دھوتی پرشاد باہر ہو گئے۔ اور گر بری بھلی کہنی آ گئی تو پھر کیا تھا، اب تو لالہ جی سا پنڈت کہاں۔؟

پنڈت پنڈتان ہو گئے اور روز بروز مذہب اسلام پر لگے اعتراض تراشنے۔ گو بید وید کا دفتر سب گاؤ خورد ہو جائے اور دہاراج کے بزرگاں پر بھی حرف کیوں نہ آئے۔ ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

یہ تو حوصلہ اور اس بنیاد پر تلیس کُشتی کا دعویٰ۔

مہاراج! مسلمانوں کی ٹوٹی ہوئی حالت پر نہ جائیے۔ ؎

دیکھ کر ہنستے تو ہو تم شکل پاک مومناں یہ بڑے پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اللہ جل شانہ کے فضل سے اب بھی سب کچھ موجود ہے (کیا ٹوٹی پھوٹی مونگری کمہار کے برتنوں سے بھی گئی گذری ہے)۔ ؎

اہل فطرت را سبک کے می کند دست تہی ظرف چینی گر ہمہ خالی است بے مقدار نیست

دیکھو! کل ہی کی بات ہے کہ پنڈت دیانند سرسوتی صاحب جن کے نام کا ڈنکا تمام ہندوستان میں بج رہا ہے۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کے مقابل نہ آئے، گفتگو کی تاب نہ لائے لیکن

نہ سدرہ۔ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی ‌‌ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

اب ذرا انصاف کیجئے۔ ہٹ دھرمی کی راہ نہ لیجئے۔ پھر آپ مہاجنوں کی فلسفیانہ گفتگو اور دقیانوسی خیالات تو کس شمار و قطار میں ہیں۔ اگر سچ پوچھئے ہو تو اسی پنڈت کی بولیاں بول رہے ہو۔

ع ‌‌ ایں کرمی ہیستم ہمہ غوغائے اوست

خدا معلوم یہ بات کیا ہے عجب طرح کا گورکھ دھندا ہے کہ ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اپنے کانوں سے سنتے ہیں کہ آج تک اہل اسلام پر گفتگوئے مذہبی میں کوئی غالب نہیں آیا۔ جو مقابل ہوا منہ کی کھائی۔ جب منہ آتے ہو منہ کی کھاتے ہو اور پھر باز نہیں آتے، یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور بچ کا نام لیکچر رکھا ہے۔ چنانچہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ پھر اس حرکت پر حد سے زیادہ ناز۔ خیر عبرت در از باد کہ ایں ہم غنیمت است۔

سچے اپنے اعتراضات کا جواب سنیئے — !

اعتراض ۱: چونکہ قبرستان سے تین تین میل تک آب و ہوا خراب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ مُردوں کو دفن نہ کیا کریں۔

الجواب: کہیں لالہ جی نے کسی مسلمان کی زبانی یہ شعر سن لیا ہوگا۔ ؎

برہمن از تو سخن بے دلیل می خواہم ‌‌ کہ اعتبار نہ باشد دلیل و برہاں را

جو بے سر الاپ رہے ہیں اور اس کی خبر نہ تھی۔ ؎

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار ‌‌ ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

شاید آپ نے انتصار الاسلام اور جواب ترکی بہ ترکی ملاحظہ نہیں کیا۔ پنڈت دیانند سرسوتی صاحب نے یہی یہی اعتراض کیا اور خوب ہی لے گئے۔ ہر چند یہ اعتراض مردود ہے گو لالہ جی کے بکاس میں ہی آتش موجود ہے اور یہ نہیں جانتے کہ تین تیانو میل تک کی آب و ہوا بباعث تعفن فاسد ہو جاتی ہے۔ ‌‌ ع ‌‌ تم ہم کو تو کہتے ہو کچھ اپنی خبر بھی ہے

قولہ: جب ہندوستان میں مسلمان صاحب تشریف نہ لائے تھے یہاں کی آب و ہوا ضرب المثل اور کل روئے زمین پر شرف رکھتی تھی۔

اقول: کل روئے زمین پر شرف رکھنے اور ضرب المثل ہونے کی بھی ایک ہی کہی جس سے تمام

بھرم کی قلعی اکھڑگئی۔ ماشاء اللہ لالہ جی علم ہیئت اور علم فلسفہ اور ملکیات اور طبعیات کے بھی ماہر ہیں، کچھ نرے پنڈت ہی نہیں۔ لیکن مہاراج برائی میں یا بھلائی میں ضرب المثل تھے۔ دیکھ کر بتلائیں گے۔

قولہ: چنانچہ تواریخ سے ثابت ہے۔

اقول: حضرت یہ مسئلہ کہیں دھرم شاستر میں لکھا ہوگا۔ تواریخ میں تو کہیں پتہ نہیں ملتا۔

ہوا یہ حال تیرے ہی سخن کا — چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

لوگو مرے مجنوں کو کوئے چرخ پر ڈھونڈو — شیریں کی یہ فریاد تھی کلکتہ کے اندر

لالہ جی! پہلے آپ اپنے گھر کی آب و ہوا کا حال دریافت کیجئے گا، زمین آسمان کے قلابے بعد میں ملانا۔

تو کار زمیں را نکو ساختی — کہ با آسماں نیز پرداختی

قولہ: اور ہند کے آدمی دانائی میں یکتا اور قوت میں بے ہمتا ہوتے تھے۔

اقول: یہ اس پر اور طرّہ ہے۔ مہاراج پہلے تو یہاں کے آدمی ایسے اور ایسے ہوتے تھے گستاخی معاف۔ آپ تو ایسے نہیں۔ یہ تمہارا ہی قول ہے۔

قولہ: جب سے یہاں مسلمان تشریف لائے اور مُردوں کو مدفون کرنے لگے ایک بات نہ رہی۔

اقول: پھر اُن کے قواعد میں ترمیم کرنا آپ کو سزاوار نہیں، کیونکہ ان سے زیادہ آپ ہوشیار نہیں۔

بجائے بزرگاں دلیری مکن — چو سر پنجہ ات نیست شیری مکن

ع زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجئے دہن بگڑا

خیر مہاراجہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت۔ لیکن یہ فرمایئے کہ آپ کو یہ کیونکر تحقیق ہوا کہ مُردوں کو ہی دفن کرنے سے آب و ہوا خراب ہوگئی، شاید مسلمانوں کے آنے سے ہی فاسد ہوگئی ہو۔

لیکن اس بات کا کچھ وہم نہ تھا — ورنہ ایسا بھی تو نافہم نہ تھا

قولہ: ان کا قد و قامت، ان کا ڈیل ڈول ستر گز سے بھی زیادہ ہوتا تھا، کثرت ولادت ان کی قوتوں کی پوری دلیل ہے۔ عمر بھی چار سو یا پانچسو برس سے کم نہیں ہوتی تھی۔

اقول: جب آپ کے ذہن میں یہ مسلّم ہوا کہ قوتوں کا زائل ہو جانا، عمروں کا گھٹ جانا، ڈیل ڈول کا کم ہو جانا، مُردوں کے دفن کرنے کا نتیجہ ہے اور یہ مسلمانوں کے یہاں قدیم سے چلا آتا ہے تو بلاشک مسلمان قدیم سے نہایت ضعیف القویٰ اور نحیف الجثہ ہوتے ہوں گے، پھر ایسے دیو بچوں پر کیونکر غالب آگئے، کیا بدّی اور کیا بدّی کا شوربہ۔

ہاں! پنڈت جی صاحب ذرا اُس آب دہوا کی اسلوبی اور غیر اسلوبی کو ملاحظہ فرمائیے۔
جب یہ امر مسلّم ہو گیا کہ آب دہوا کی عمدگی پر ہر ایک شے کی عمدگی منحصر ہے تو ذرا مہربانی فرما کر مُسلمانوں کے قبرستان اور غیر مُسلموں کے مرگھٹ کی آب دہوا کی سیر کیجئے۔ جہاں کہیں مسلمانوں کا مدفن ہے مزہ آ رہا ہے۔ برابر سبز سبز بادل لہلہا رہا ہے۔ اس لالہ زار کے آگے کشمیر میں زعفران کا کھیت زرد ہے۔ اور گرمی بہار کی وجہ سے خزاں تک کا دم سرد ہے۔ پھولوں کی میٹھی میٹھی خوشبو نے مشامِ جان کو معطّر کر رکھا ہے۔ ہر ایک جڑی بوٹی، درخت، پودا۔ اپنا الگ الگ رنگ جما رہا ہے۔ اندھیری رات میں سورج مکھی اور چاندنی کا پھول دن کا سماں دکھا رہا ہے۔ طرح طرح کے جانور پھولوں بھرے شاخ پر چہچہا رہے ہیں۔

مرگھٹ میں جائیے تو ایک جنگل سنسان میدان صفا چٹان پڑا ہے۔ یہاں سے وہاں تک راکھ کے ڈھیر اور جلی ہوئی لکڑیوں کے سوا روئیدگی کا نام ونشان بھی نہیں، اور بدبو کی وجہ سے دماغ پھٹا جاتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ چہچہاتے جانوروں کی جگہ بھوت پریت، ڈراونی صورتیں اور ہولناک مورتیں۔ جن کا منہ پھاڑ اور قد ہے تاڑ۔ ہاتھ شہتیر اور سر ہے پہاڑ۔ لمبے لمبے دانت نکالے، گلے میں کھوپڑیوں کی مالا ڈالے، ایک ہاتھ اس بغل میں، ایک اُس بغل میں دبائے، لال لال دیدے پھاڑے (جیسے چتا میں آگ) قطار باندھے ہوئے سب کے سب کھڑے ہنس رہے ہیں اور پیچھے غُل ہوتا چلا آتا ہے۔ بچیو، بچیو۔ مارو۔ مارو، جاتے نہ پائے۔ اُلّو اور گیدڑ اور کتے شور مچا رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اب فرمائیے کہ آب دہوا کی اسلوبی یہ ہے یا وہ۔

جب پنڈت جی موصوف کی چورن مرحن کی پڑیا تمام ہو گئی۔ عرقِ ندامت سے شمع کی طرح پانی پانی ہو گئے۔ مگر حضرت بے باک کے جوش کا شعلہ دھیما نہیں ہوتا تھا۔ برابر یہی آوازِ خدا ساز چلی آ رہی تھی۔ ؎

واعظ یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ ۔۔۔ جب تلک بس چل سکے چلتے رہے

اتنے میں پنڈت جی کو کھانا جیم نے کے واسطے بلایا گیا۔ جان بچانے کو خاصا بہانا ہاتھ آ گیا جی جی میں یوں کہتے ہوئے رُخصت ہوئے۔ خوب چھٹی ملی۔ سستے چھوٹے۔
اور اس پر یاروں نے وہ پھبتیاں کہیں کہ پنڈت جی کا من جانتا ہوگا۔

فقط۔ راقم بیباک۔ از سہارنپور

مطرقۃ الکرامہ کی اولین اشاعت اور آپ کے قلم سے اس کا تعارف | حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب

نور اللہ مرقدہٗ کی ایک مشہور تالیف مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامہ بھی ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس کتاب میں روافض کے اصول و معتقدات پر عالمانہ انداز میں گفتگو فرمائی ہے اور بتلایا ہے کہ اُنکے مسلک میں کیا کیا اور شریعتِ اسلامیہ سے تجاوز کئے ہوئے ہیں۔

جب یہ کتاب زیرِ تصنیف تھی تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد سے حکیم سید محمد اسحاق صاحب نے اس کا تعارف لکھا جو اشتہارات کی صورت میں شائع ہوا۔ اس اشتہار سے آپ کا مناظرانہ طرزِ تحریر اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ تعلق و عقیدت کا ایک مزید نمونہ سامنے آتا ہے۔ اسلئے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ:-!

"بعض شیعوں کی ابلہ فریبی نے جب میر کاظم علی صاحب کی سادہ لوحی پر اپنا رنگ جمایا تو نئے مذہب کی اوپری رسم و رواج سے مانوس بنانے اور جدید مذہبی راہ کی جھجک مٹانے کے واسطے باتفاق یک دیگر علماء امامیہ ہندوستان و عقلائے شیعان نے بانتخاب کتب متقدمین و متاخرین و صحائف ائمہ دین ایک کتاب مسمّٰی بہ "مراۃ الامام" میر صاحب کے نام سے نامزد فرماکر شائع کی اور رسالہ کی تصنیف و تالیف میں ماضی و حال کے مجتہدین امامیہ کی علمی و عملی و اعتقادی طاقتیں اور ان کا قیاسی و معقولی سرمایہ بلکہ اپنے زمانۂ استقبال کے آئندہ آنے والے علاموں کے متبحر و معلومات کا کل خزانہ (بطور پیش بندی و پیشین گوئی) مال مفت سمجھ کر بے رحمی کے ساتھ صرف کردیا۔

اس رسالہ مایۂ افتخار شیعاں و سرمایۂ ناز مجتہداں کا جواب مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامہ جو نرا جواب ہی نہیں بلکہ شیعوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے اسطے دینی و علمی بحث و مباحثہ کی قوت کو عملی طور پر سلب کرنے والا آلہ اور مذہبی ہیر پھیر کے مادہ کو امامیہ کے نفوس سے قاطبۃً باہر نکال ڈالنے والا اوزار ہے۔ حضرت مجیب (خلیل احمد) ایدہ اللہ بنصرہ کو بعد تامل الہامی اور یقیناً الہامی ذریعہ سے آئے دن ان کے مرد میدان بن جانے کا سبب یہ معلوم ہوا کہ آج تک جو رسائل قدیم و جدید ردِ شیعہ میں تصنیف ہوئے ہیں اُن میں شیعوں کے اعتراضات کے جواب دیدینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کبھی کسی نے کوئی مستقل کتاب اصول مذہب تشیع کے ابطال میں ایسی نہیں لکھی جو اس خاص

طریق سے اصول کا ابطال کرے، نہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف کماحقہ توجہ فرمائی اور نہ مولوی حیدر علی صاحب نے کبھی اس جانب التفات کیا۔ نواب محسن الملک صاحب کو حالانکہ ان کے گھر کا بھیدی ہونے کا اعتبار و فخر حاصل ہے، مگر اس بارہ میں وہ بھی اس وقت تک دوسرے مصنفین سے زیادہ حصہ لینے والے نہیں ہیں اوروں کا کیا ذکر۔ خود مصنف مطرقہ کو اپنے پہلے رسالہ ہدایات الرشید الی افحام العنید میں اس نرالے ڈھنگ پر تردید اصول شیعہ کا وسوسہ بھی نہیں گذرا۔

غرض ہمارے علماء کے اصول شیعہ کی طرف بے توجہی نے امامیہ کو یہ دھوکا دیا کہ وہ اپنے اصول کو نہایت مستحکم اور اٹل سمجھ بیٹھے۔ اور اسی خیال فاسد کی بنیاد پر انھیں گذشتہ مذمتیں پچھلی ناکامیاں، آئندہ کیلئے عبرت دلانے میں قاصر رہتی ہیں۔ لہٰذا حضرت مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسالہ مطرقہ کی تمہید میں جو بجائے خود ایک ضخیم اور مستقل کتاب ہے، مذہب تشیع کے تفصیلی اصول پر بحث کی ہے اور انکے استحکام کو ان اوهن البيوت لبيت العنكبوت۔ کا مصداق ثابت کرکے دکھلا دیا ہے اور جس متانت و تہذیب کے ساتھ دکھلایا ہے وہ قابل دید ہے۔ کیونکہ حضرت مجیب کی تحریر بخلاف اکثر مناظرین متین و پسندیدہ ہوتی ہے، طول لاطائل یا درشت کلامی سے بالکل پاک و صاف ہوتی ہے، چنانچہ آپ کا رسالہ سابقہ ہدایات الرشید اس امر کا شاہد عادل موجود ہے۔ اور اس رسالہ میں تو حضرت مولانا نے آیہ وجادلهم بالتي هي احسن کا پورا پورا اتباع فرمایا ہے۔ یہ رسالہ عنقریب عمدہ کاغذ پر خوشخط طبع ہونے والا ہے۔ ابھی تک اسکی ضخامت کا پورا اندازہ دشوار ہے۔ غالباً یہ کتاب تیس جز سے زائد ہوگی اور اسکی طبع ٹکڑے ٹکڑے ہوکر کرائی جائے گی۔ قیمت پیشگی خریداروں کیلئے سوا آنہ جز ہے۔ شائقین اول صرف درخواست بھیجیں کہ ہم خریدار ہیں اور قیمت اسکی بھیجنا چاہتے ہیں۔ جب درخواستیں ایکسو پچاس (۱۵۰) فراہم ہوجائیں گی اس وقت سب سے تین جز کی قیمت طلب کی جائے گی اور بعد فراہمی زر بیعہ کے رسالہ کی طبع شروع کی جائے گی اور بتدریج شائقین کی خدمت میں پہنچتا رہے گا۔ خط و کتابت مشتہر یا مصنف علام کے نام ہونی چاہیئے۔

المشتہر۔ حکیم سید محمد اسحٰق از سہارنپور۔ محلہ مفتی

ہدایات الرشید کا تعارف

اسی طرح حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب ہدایات الرشید الی افحام العنید ہے یہ بھی رد شیعہ میں ہے۔ حکیم صاحب موصوف نے اس کے تعارف میں جو اشتہار شائع کیا اس میں لکھتے ہیں :

"ہدایات الرشید الی افحام العنید یہ اٹھاسیؔ صفحہ کا رسالہ بھی شیعوں کی تردید میں ہے۔ اسکی خوبیٔ مضمون، صفائی بیان، طرز ادا اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ وہ علمار شیعہ (جن کو حضرت مولانا کے نام سے لرزہ آتا ہے اور بمجرد استماع اسم سامی ہذیانِ فاحش شروع ہو جاتا ہے) مگر اس رسالہ کی خریداری کے برابر متمنی اور اسکے مطالعہ کے بلا اکراہ شائق رہتے ہیں اور معقولیت اور مقبولیت اور حقانیت کی وجہ سے اس کی تردید میں قلم فرسائی نہیں کر سکتے۔

اس کی کثرتِ خریداری و خواستگاری کے سبب خیال کیا جاتا ہے کہ ہدایات الرشید کو شاید مکرر طبع کرانا پڑے۔ بالفعل اسکی قیمت تین روپیہ ہے۔ شائقین مشتہر یا مصنف سے طلب فرمائیں۔" المشتہر حکیم سید محمد اسحٰق "

سفر حج

آپ نے دو مرتبہ حج کیا۔ پہلا حج کب کیا معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ دوسرا حج ۱۹۱۲ء میں کیا سترہ ۱۷ اکتوبر کو آپ بمبئی پہنچے۔ اٹھارہ ۱۸ اکتوبر کو اپنا اور اپنے رفقاء کا ٹکٹ خسرو نامی جہاز کا خریدا جو چھ سو پچھتر (۶۷۵) روپے کا تھا۔ ۲۸ اکتوبر کو یہ جہاز بمبئی سے روانہ ہوا۔ حکیم محمد اسماعیل صاحب میر صادق علی اور آپ کے قدیمی خادم حاجی شریف آپ کے رفیق سفر تھے۔ حکیم محمد یعقوب صاحب اور جد محترم حکیم محمد ایوب صاحب دہلی تک اور حکیم محمد یامین صاحب بمبئی تک آپ کے ساتھ رہے۔

مکۃ المکرمہ پہنچ کر آپ نے متعدد خطوط اپنے اہل وعیال کو تحریر فرمائے جن میں اپنے سفر کی روداد۔ وہاں کے قیام وغیرہ کی تفصیل تھی۔ اس سلسلہ کا سب سے پہلا خط جو آپ نے حکیم سید محمد یعقوب صاحب کو تحریر فرمایا وہ یہ ہے !

"السلام علیکم۔ آج آپ کا خط ملا، موجب مسرت ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین کے صلاحِ دارین عطا کرے۔ "ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

ہم گذشتہ چہار شنبہ کو مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے۔ نہ راستہ میں کوئی تکلیف اور دشواری پیش آئی اور نہ یہاں۔ ہر طرح سے بفضلہ تعالیٰ امن و عافیت ہے۔ مکان چونکہ کو کرایہ پر لیا ہے۔ بھائی صاحب نے جدا ایک مکان چار گنی کو لیا ہے۔

امت الفاطمہ اور بھائی صاحب اور احسان الحق مبتلائے بخار ہیں۔

احسان الحق کو بخشش ہو رہی ہے۔ اس آٹھ روز میں صرف تین مرتبہ بھائی صاحب حرم شریف میں حاضر ہو سکے ہیں۔ میر صادق علی بھی ہم سے جدا ہو گئے ہیں عبدالغفار پہلے ہی علحدہ ہو گیا تھا وہ سلام کہتا ہے۔ حرم شریف میں ہمیشہ ملتا ہے مسجد حکیمان کی اچھی طرح خبر گیری کرنا چاہیے۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے سب کو دعا و سلام کہدینا۔ بخدمت حکیم محمد یعقوب صاحب محلہ مفتی سہارنپور۔ ملک ہندوستان

(مہر ڈاک خانہ ۸ ار دسمبر ۱۹۱۰ء)

آپ کا یہ مکتوب کارڈ کی شکل میں ہے اور براہ راست مکۃ المکرمہ سے سہارنپور پوسٹ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ترکی دور حکومت میں کارڈ بھی دونوں ملکوں کے درمیان ذریعہ مکاتبت و مخاطبت تھا، یہاں اس کا عکس بھی شامل کتاب کیا جاتا ہے۔



نکاح مسنونہ

آپ کا نکاح کھجناور (ضلع سہارنپور) کے مشہور سادات خاندان میں سید محمد حسین صاحب کھجناوری کی دختر مسماۃ شریف النساء سے ہوا تھا۔

حکیم سید مہدی حسن اور مولوی سید ہادی حسن حکیم محمد اسحٰق کی ان اہلیہ محترمہ کے حقیقی بھائی تھے، تقریب نکاح کے موقعہ پر حکیم اسحٰق صاحب ہاتھی پر سوار ہوکر اپنی سسرال گئے تھے۔

اس زوجہ سے آپ کے یہاں ایک لڑکا محمد الیاس اور تین لڑکیاں امۃ الدیان امۃ الشکور اور امۃ القدیر تولد ہوئیں، ان کا مختصر سا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

محمد الیاس ۱۳۱۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ ۱۳۳۰ھ میں بعمر ۱۲ سال اسکا انتقال ہو گیا تھا۔ حکیم اسحٰق صاحب نے اس موقعہ پر تمام اہلِ مدرسہ کی دعوت بھی کی تھی جیسا کہ مظاہر علوم کی روداد ۱۳۱۸ھ سے معلوم ہوتا ہے۔

امۃ الدیان کی شادی جلال آباد میں حکیم سید ناظر حسن ابن سید احمد حسن ابن میر سید حسن ابن سید مولی بخش سے ہوئی تھی۔ اس رشتۂ مناکحت کی یادگار رابعہ خاتون ہیں جو بعد میں حکیم محمد ایوب صاحب زاد مجدہٗ کی رفیق حیات بنیں۔

امۃ الشکور یہ حکیم اسحٰق صاحب کی دوسری لڑکی ہیں۔ ان کا نکاح حکیم اسمٰعیل صاحب کی فرمائش پر حکیم محمد صدیق ابن حکیم محمد عمر ابن حکیم احمد حسن سے ہوا تھا۔ شادی کے دو تین سال بعد ہی امۃ الشکور کا انتقال ہو گیا تھا۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مرحومہ کی وفات کے بعد حکیم اسحاق صاحب نے ان کا نقرئی و طلائی زیور مدرسہ میں داخل کر دیا تھا جس کی قیمت اس وقت کے اعتبار سے ایک سو چورانوے (۱۹۴) بنی۔ زیورات کے ساتھ مزید کچھ سامان بھی تھا جس کی تفصیل روداد ۱۳۱۷ھ کے صفحہ ۵۳ اور ۵۴ پر موجود ہے۔

امۃ القدیر یہ حکیم اسحٰق صاحب کی تیسری لڑکی ہیں۔ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں ان کا بعمر سترہ اٹھارہ سال انتقال ہوا۔ اس وقت تک مرحومہ کی شادی نہیں ہوئی تھی لیکن انتظامات مکمل ہو گئے تھے، انتقال کے بعد ان کا طلائی و نقرئی زیور جسمیں جگنی طلائی ایک عدد، ہار نقرئی ایک عدد۔ چنپا کلی طلائی سینتیس دانے، آرسی طلائی ایک۔ جوڑی بالا طلائی ایک، ٹیکہ طلائی ایک، بالیاں طلائی دس عدد۔ پری بند نقرئی ایک جوڑی شامل تھیں۔ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب نے جامعہ مظاہر علوم میں داخل کر دی تھیں۔ روداد مظاہر علوم بابت ۱۳۲۴ھ کے صفحہ (۹۵) پر یہ تمام تفصیل درج ہے۔

علالت اور حادثۂ وفات حکیم اسحٰق صاحب ورم جگر کے مریض تھے۔ لیکن پرہیز بالکل نہیں کرتے تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ کی ہنسلی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی جس کا قصہ یہ ہوا کہ سہارنپور میں بارو مل خاندان کا ایک رئیس ہلاس رائے تھا۔ یہ ہمیشہ حکیم صاحب سے اپنا علاج کراتا تھا۔ جب اسکے مکان پر جانا ہوتا۔ گھوڑا تانگہ آجاتا۔ اور آپ چلے جاتے۔ ایک مرتبہ اس کے مکان پر جانے لگے۔ گھوڑے کی رکاب میں پاؤں ڈالا تو وہ ایکدم

چل پڑا جس کی وجہ سے حکیم صاحب گرے اور ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، اولاً ڈاکٹری علاج ہوا لیکن انھوں نے تعصب سے کام لیکر قصداً ایسا رویہ اختیار کیا جس سے تکلیف بڑھتی گئی۔

اس صورت حال کی وجہ سے آپ واپس مکان پر آ گئے، اُس وقت سہارنپور میں کئی پہلوان ہڈیاں جوڑنے میں ماہر موجود تھے۔ محلہ کھالہ پار میں ایک شخص محمد علی تھے۔ ان کا علاج شروع ہوا انھوں نے ایسی بندش کی کہ بہت جلد آرام ہونے لگا۔ ان دونوں تکلیفوں کی وجہ سے آپ کی صحت پر گہرا اثر پڑا۔ انتقال سے کئی یوم قبل غفلت ہو گئی تھی۔ خون کی قے بھی متعدد مرتبہ ہوئی۔

میرے داداجان زاد مجدہٗ حادثۂ انتقال کی کیفیت اس طرح سُناتے ہیں کہ:-!

میرے پاس حکیم اسحٰق صاحب کی علالت کی خبر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ نے لکھنؤ میں بھیجی تھی۔ میں وہاں بہ سلسلۂ تکمیل طب گیا ہُوا تھا۔ اُس زمانہ میں لکھنؤ میں سیلاب آیا ہُوا تھا۔ براہِ راست ریلوں کی آمد و رفت بھی بند تھی۔ کئی کئی گاڑیاں بدلنی پڑتی تھیں۔ جب میں دو روز بعد سہارنپور پہنچا تو تایا صاحب پر غفلت طاری تھی۔ معلوم ہُوا کہ کئی مرتبہ خون کی قے ہوئی۔ اس قے سے پہلے ہی ان کو اپنے علم و تجربہ سے اپنی حالت کا اندازہ ہو گیا تھا، چنانچہ اپنے رفقاء و مصاحبین میں سے میر شاہ ابن میر جمعیت علی سے فرمادیا تھا کہ، بس ہم تو جارہے ہیں، بتلاؤ کون ہمارا ساتھ دے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ زاد مجدہٗ برابر عیادت و مزاج پُرسی کے لئے تشریف لاتے رہتے۔ حضرت شیخ تعجب کے ساتھ فرماتے تھے کہ حکیم صاحب پر کسی قسم کا کوئی خوف و ہراس نہیں تھا۔ نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر قے فرمادیتے اور پھر لیٹ جاتے۔

حضرت شیخ یہ بھی فرماتے تھے کہ حکیم صاحب پر اگرچہ غفلت طاری تھی لیکن ذکر کی ضرب اور کلمہ طیبہ کے ورد کی آواز آرہی تھی، شیخ نے اس کا تذکرہ حضرت اقدس سہارنپوری سے بھی کیا تھا۔

حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا میں نے بھی اس کو محسوس کیا کہ بہت زور سے سانس لیتے اور اس سے صاف طور پر لاالٰہ الا اللہ کی ضرب سُنائی دیتی تھی۔

یہ حالت چوبیس گھنٹے تک باقی رہی۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ہم پیٹ کا اپریشن کر کے علاج کر دیں گے۔ اس سے صحتیابی کی اُمید ہے۔ اور یہ ہوش میں آجائیں گے۔ لیکن ہم لوگوں کے خیال میں وہ بے ہوشی نہیں استغراق تھا۔ اور اگر کسی درجہ میں غفلت تھی تو اس کا سبب میرے نزدیک معدہ میں بقیہ خون کا انجماد تھا۔ کیونکہ طب کی کتابوں میں تصریح ہے کہ اگر معدہ میں خون یا دودھ جم جائے تو اس سے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

شب میں بارہ بجے سانس کی آواز کم ہونی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ بالکل بند ہو گئی اور سانس منقطع ہو کر زندگی ختم ہو گئی۔

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مسلسل تشریف لاتے رہے۔ غسل کے وقت بھی موجود تھے، مکان سے جنازہ کے ساتھ دارالطلبہ تشریف لے گئے، حضرت نے ہی نماز پڑھائی۔ اپنے باغ میں اپنے والد صاحب کے قدموں کی جانب قدیم بیری کے درخت کے متصل تدفین عمل میں آئی۔ (انتہی)

مرض الوفات میں آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے حضرت شیخ زاد مجدہٗ غسل دیں۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق المخدوم زاد مجدہٗ نے بڑے اہتمام سے آپ کو غسل دیا۔

آپ کے حادثۂ انتقال کی تاریخ آٹھ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق پانچ نومبر ۱۹۲۴ء شب پنجشنبہ ہے۔ عمر تقریباً چھتّر سال ہوئی۔ خاندانی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا۔ آپ بہت ذکی، فہیم اور جری تھے۔ قوی و توانا بھی خوب تھے۔ قد درمیانہ اور بدن بھاری تھا۔ رنگ قدرے سیاہ مائل تھا۔ وصیت کے مطابق آپ کی نمازوں کا فدیہ عالی جناب حکیم سید محمد ایوب صاحب نے مظاہر علوم میں داخل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے محامد و محاسن کے بہت سے مختلف پہلو آپ میں ودیعت فرمائے تھے۔ مزید برآں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ سے محبت و مودت اور مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہونے کی وجہ سے آپ کی شہرت دور دور تک ہو چکی تھی، اسلئے حادثۂ انتقال کی خبر پر دور و نزدیک کا بہت بڑا مجمع آپ کے دولت کدہ پر پہنچ گیا تھا جو تکفین و تجہیز کے آخری مرحلہ تک ساتھ رہا۔

آپ کی قبر پر سنگِ مرمر کا جو کتبہ نصب ہے، وہ یہ ہے۔!

قبر محسن خلق حکیم محمد اسحٰق صاحب مرحوم

۱۹ ۲۴

قطعہ تاریخ وفات مرحوم

چوں ایں یار دیرینہ کامل طبیب — شد از دار دنیا بدار النعیم
رقم کرد زاہد سنین وفات — کہ ہیہات بیباک حاذق حکیم

۱۳ ۔ ۴۳

آپ کی اہلیہ شریف النساء کا انتقال آٹھ ستمبر ۱۹۴۸ء ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ میں بوقت شب ہوا، عمر تقریباً نوے سال ہوئی۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب کے باغ میں جو قدیمی قبرستان ہے وہاں تدفین عمل میں آئی۔ آپ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری سے بیعت تھیں۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

تعزیت نامہ از حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی

حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کے وصال پر حضرت دہلوی نے جو تعزیت نامہ داداجان زاد مجدہٗ کو تحریر فرمایا تھا وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ اس تعزیت نامہ میں حکیم صاحب مرحوم و مغفور کیلئے جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہے وہ قابل دید ہے۔ یہ خط حضرت کا اپنے ہاتھ کا تحریر فرمودہ ہے۔

بخدمت عزیزی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہ اللہ بالصلاح والفلاح۔

بس از سلام مسنون آنکہ مولوی محمد زکریا سے وحشت اثر خبر معلوم ہو کر نہایت رنج و ملال ہوا۔ حقیقت میں اللہ پاک نے مرحوم میں بڑی خیریت اور اوصاف حمیدہ و فیض عام و کمالات عجیبہ مودع فرما رکھے تھے۔ ایسوں کی موت شب زفاف سے کم ہرگز نہیں۔

پسماندوں کو البتہ جس قدر اس خیر سے محرومی کا تعلق ہو وہ کم ہے اور بجا ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اپنا حقیقی ربط عنایت فرما کر منتفع ہونے کی توفیق عنایت فرمادیں تو بنظر الاجر علی قدر النصب اور بنظر ان فی اللہ خلفا عن کل تلف پسماندوں کو بھی ہر فائت سے بہترین سے بہترین عوض ملے گا۔ فقط۔

بندہ محمد الیاس عفی عنہ

جناب حکیم سید محمد ادریس صاحب

آپ کی پیدائش ۱۲۸۷ھ میں ہوئی، جناب سید حکیم احمد حسین صاحب کے آپ فرزند دوم ہیں، قرآن شریف اور اردو، فارسی کی تعلیم مکان پر رہ کر ۔۔۔

حاصل کی۔ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ عمر اس وقت سترہ اٹھارہ سال تھی۔ آپ مدرسہ میں تین چار سال سے زیادہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے، البتہ اپنے والد حکیم سید احمد حسین صاحب کی خدمت میں بڑے اہتمام سے رہے۔ اُن کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف پڑھتے رہتے۔ باغات کا انتظام و اہتمام بھی آپ کے سپرد تھا۔ فن طب اپنے والد محترم سے حاصل کرکے کچھ عرصہ مطب بھی کیا۔ ہماری بیٹھک میں جو سہ دری شمال کی جانب ہے وہ ان کا مطب تھا۔ آج کل جو بڑا تخت بیٹھک میں بچھا رہتا ہے وہ حکیم ادریس صاحب موصوف کے لئے ہی بنا تھا۔

آپ جسمانی اعتبار سے مضبوط تھے۔ ورزش کا بھی شوق تھا۔ مسجد حکیمان میں نماز جمعہ کی امامت آپ ہی کے سپرد تھی۔ مجموعی طور پر طبیعت کا میلان عبادت و ریاضت کی طرف تھا۔ نماز بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

حکیم محمد یعقوب صاحب کو آپ سے بڑا تعلق خاطر اور لگاؤ تھا۔ معاشی اور معاشرتی معاملات میں آپ ان کی بڑی اعانت اور مدد کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر حکیم محمد ادریس صاحب نے کسی جگہ سرکاری ملازمت کا ارادہ کیا۔ انگریزی دور حکومت تھا۔ حکیم یعقوب صاحب چونکہ حکام رس تھے اور ان کا اثر و نفوذ بہت زیادہ تھا۔ اسلئے حکیم ادریس صاحب نے اپنی ملازمت کے لئے حکیم یعقوب صاحب سے سفارش کرائی اور حکیم صاحب نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کرکے آپ کا اس جگہ پر تقرر کرایا۔

اس موقعہ پر حکیم یعقوب صاحب نے حکیم ادریس صاحب کو جو خط تحریر کیا وہ یہ ہے۔

"عزیزم محمد ادریس طول عمرہ۔ یہاں پر سب طرح خیریت ہے، اور سب لوگ تمہاری خیریت چاہتے ہیں۔ اکیس دسمبر کو بہت انتظاری کے بعد تمہارا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ یاد رکھو کہ اگر صاحب نے تم کو اچھا کام نہیں دیا ہے ضرور اسمیں بھی کچھ مصلحت ہوگی۔ تم ہرگز نہ گھبرانا۔ میں صاحب سے بڑے دن پر ضرور ملوں گا۔ اور سب کچھ کہدوں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ وہیں تم کو کام مل جائے گا جہاں تم نے لکھا ہے۔ اور شاید ان کے ساتھ میں بھی آجاؤں۔ مگر دیکھنا خبردار ایسا نہ کرنا کہ تم پہلے کی طرح گھبرا کر بھاگ آؤ۔ اور خط کھلا نہ بھیجا کرو۔ اور خط جو زرد نہ کیا کرو کسی غیر کے سامنے بھی

نہ لکھا کرو۔ وقتِ ملاقات کے یہ سب باتیں بتلا دوں گا۔ اور میرا خط جو آپ کے پاس پہنچا کرے اس کو بھی کسی کو نہ دکھانا بلکہ پھاڑ دیا کرو۔ اور تیسرے روز تو ضرور خط بھیج دیا کرو۔ خط کے بھیجنے میں دیری نہ کیا کرو۔ بہت فکر ہوتا ہے۔" والسلام

رقیمہ، محمد یعقوب، از سہارنپور۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۰ء۔

نکاح آپ کی شادی محلہ شاہ ولایت میں منشی مقبول احمد عرف زندہ حسن صاحب کی ہمشیرہ مسماۃ سعیدہ خاتون سے ہوئی۔ اس رشتۂ مناکحت سے آپ کے چار لڑکے حکیم محمد صالح، حکیم محمد سلیمان، حکیم سید احمد، حکیم سید محمد داؤد اور دو لڑکیاں مسماۃ صالحہ خاتون اور رقیہ خاتون تھیں جن کے مختصر احوال یہ ہیں۔

(۱) محمد صالح ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام حکیم اسحٰق صاحب نے کیا تھا، اردو فارسی کی تعلیم دے کر فنِ طب پر چند کتابیں پڑھائیں۔ مظاہر علوم کے تعلیمی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ (نومبر ۱۹۱۴ء) میں آپ نے گوہر طب رموز اعظم اور طب اکبر پڑھی ہے، بعدازاں حکیم اسحٰق صاحب نے آپ کو ———— موضع گھانہ بھیج دیا تاکہ وہاں طبابت کریں۔ کافی عرصہ تک وہاں رہے پھر رُڑکی بھیج دیئے گئے وہاں بھی مشغلۂ طبابت اختیار کیا۔ وہیں کے قیام میں استسقاء کی تکلیف ہوئی، واپس سہارنپور چلے آئے۔

آپ کی شادی محلہ شاہ ولایت میں مولوی عزیز الحسن[1] اور مولوی صدیق حسن صاحب کی ہمشیرہ مسماۃ ———— سے ہوئی۔ حکیم محمد صالح صاحب موصوف کے دو لڑکے محمد شعیب اور حافظ مولوی محمد لقمان ہیں۔ محمد شعیب انگریزی تعلیم پا کر فیکٹری میں ملازم ہوئے اور مولوی لقمان دینی تعلیم

---

[1] مولوی عزیز الحسن محلہ شاہ ولایت سہارنپور میں رہتے تھے۔ پھر جبل پور چلے گئے۔ غیر مقلدین ان کے معتقد تھے اسلئے ان کا رجحانِ طبع بھی اُدھر ہو گیا۔ جامع مسجد جبل پور کے آپ امام بھی تھے۔ دوسرے بھائی مولوی صدیق حسن بڑے وجیہ اور مضبوط آدمی تھے، وعظ کہا کرتے تھے۔ درمیان وعظ میں آنسو بہتے رہتے۔ تیسرے بھائی مولوی حافظ داؤد حسن تھے۔ ۱۳۲۰ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لے کر فارسی کتب صغریٰ کبریٰ شرح مائۃ عامل دستور المبتدی پڑھیں، فارسی نصاب اور ابتدائی عربی تعلیم کا اکثر حصہ مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کیا۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ ہمیشہ اچھے نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے۔ یومیہ دو قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ پانچ چھ سال قبل آپکی وفات ہوئی۔

حاصل کرکے عالم بنے۔ آپ نے ۱۳۵۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر یہ کتابیں پڑھیں بہار عجم، گلستاں، اخلاق محسنی۔ ہدایۃ النحو۔ شرح مأتہ عامل، علم الصیغہ، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن۔ کبریٰ۔ چار سال تک متواتر تعلیم حاصل کرتے رہے بعدازاں خارج میں اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ تکمیل کرکے دوسری مرتبہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ میں آپ نے داخلہ لیکر یہ کتابیں پڑھیں بشکوٰۃ شریف ہدایہ اولین، نخبۃ الفکر۔ بیضاوی شریف: ۱۳۶۳ھ میں آپ نے دورہ حدیث شریف پڑھ کر مظاہر علوم سے فراغت پائی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداؤد حضرت شیخ زادمجدہٗ سے بخاری جلد دوم۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے۔ مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے۔ ترمذی وشمائل ترمذی اور طحاوی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد حضرت مولانا اسعداللہ صاحب سے پڑھی ہے۔

دورۂ حدیث میں آپ کے خصوصی رفقاء یہ حضرات تھے۔ مولانا صدیق احمد صاحب ہتورا باندہ مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اسعداللہ صاحب زادمجدہٗ۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری (استاذ حدیث دارالعلوم کراچی (حال مقیم مدینہ منورہ) مولانا امداداللہ صاحب سہارنپوری سابق استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ مولانا سید محمود شاہ صاحب دیبالپوری بانی مدرسہ تعلیم القرآن وخطیب شاہی مسجد دیبالپور مجاز بیعت حضرت اقدس رائے پوری۔ مولانا محمد ثانی حسنی لکھنوی، مولوی محمد لقمان صاحب موصوف ۱۳۷۶ھ میں شہر سیونی (ایم۔ پی) چلے گئے۔ وہاں جاکر وہ دینی تعلیم اور قرآن مجید وغیرہ پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ جامع مسجد شہر سیونی کے پیش امام اور خطیب بھی بنائے گئے۔ شادی بھی موصوف نے وہیں کی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے روحانی تعلق تھا۔ ۳ صفر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۷۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

حکیم محمد صالح صاحب نے ۸، ۹ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء یوم دوشنبہ میں انتقال کیا۔ باغ جدید یعنی حکیم پورہ میں اپنے چھوٹے بھائی محمد داؤد کے برابر دائیں جانب دفن ہوئے۔ عمر تقریباً سینتالیس سال تھی۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ (۱۴ جولائی ۱۹۸۱ء) شنبہ کی شب میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا عمر تقریباً نوے سال ہوئی۔

(۲) حکیم محمد سلیمان ۱۳۱۵ھ یا ۱۳۱۶ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ میں آپ نے مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر فارسی نصاب شروع کیا۔ ۱۳۲۸ھ میں

تعلیم الدین، راہ نجات، فارسی کی پہلی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ میرے دادا جان حکیم سید محمد ایوب صاحب کے بچپن کے ساتھیوں میں تھے۔ ان کے ساتھ کھیل کود میں شریک رہے۔ جوانی میں پہلوانی اور ورزش خوب کرتے تھے۔ کسرتی بدن تھا۔ نماز باجماعت کا بہت اہتمام کرتے۔ انھوں نے بطور خود محلہ قاضی میں شادی کرلی تھی۔ آخر عمر میں صحت خراب ہوئی دمہ کا عارضہ ہوگیا تھا۔ ۴ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۵۷ء یوم یکشنبہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ ساڑھے ۵۵ سال آپ نے عمر پائی۔ آپ کی اہلیہ کا انتقال ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ (۴ اکتوبر ۱۹۷۴ء) میں ہوا۔ عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ قبرستان قطب شیر میں تدفین ہوئی۔

حکیم سلیمان کی اولاد میں سید محمد سلمان اختر ہیں جن کی شادی مسماۃ نادرہ بیگم دختر جناب نظر حسن صاحب محلہ مہندی سرائے سہارنپور سے ہوئی۔ تاریخ نکاح ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۱ء ہے۔

(۳) حکیم سید احمد انھوں نے اُردو فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر شعر و شاعری کا چسکہ پڑ گیا تو تعلیم پوری نہ کرسکے۔ عزیز و اقارب میں شادی ہوئی۔ ایک لڑکی زکیہ یادگار چھوڑی آخر عمر میں فتق کا عارضہ ہوگیا تھا۔ انتقال سے پانچ دن قبل شدت کے ساتھ یہ تکلیف ہوئی۔ ہر ممکن کوشش کے باوجود آنت اپنی جگہ پر نہ آسکی۔ آپریشن کرایا گیا۔ لیکن ڈاکٹر کی ناتجربہ کاری سے جو آنت کاٹی گئی تھی وہ اچھی طرح پیوست نہ ہوسکی۔ ورم بڑھتا گیا۔ بالآخر شب جمعہ ۱۴ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا۔ اپنے بھائی محمد داؤد کے برابر میں دفن ہوئے۔ عمر تقریباً ستائیس ۲۷ سال تھی۔

مسماۃ زکیہ کی شادی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ (۱۲ مئی ۱۹۷۲ء) میں جناب شرافت علی صاحب ساکن رڑکی سے ہوئی۔

(۴) حکیم سید محمد داؤد یہ حافظ قرآن تھے۔ کچھ عرصہ انھوں نے جامعہ مظاہر علوم میں فارسی پڑھی۔ حکیم محمد اسحق صاحب نے اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت کی، سیاسی مزاج ہونے کی وجہ سے کانگریس میں شامل ہوئے۔ سہارنپور اور اس کے نواح میں کانگریس کے جلسوں میں ہراول دستہ کے طور پر شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ گنگوہ میں ہونے والے جلسہ میں شریک ہوئے، انگریز کا دورِ حکومت تھا، یہ جلسہ خلاف قانون قرار دیا گیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا جس میں یہ بھی سخت مجروح ہوئے۔

ان کی شادی محلہ شاہ ولایت میں ماموں زندہ حسن صاحب کی لڑکی سے ہوئی۔ تقسیم کے بعد یہ خاندان پاکستان منتقل ہوگیا۔ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۳۷ء بوقت شب ۸ بجے آپ کا انتقال ہوا۔

حکیم سید محمد ادریس صاحب کی دو لڑکیاں صالحہ خاتون اور رقیہ خاتون بھی تھیں۔ صالحہ کی شادی شیخ انصار علی صاحب رئیس محلہ منڈی کے خاندان میں ماسٹر عبدالقیوم صاحب سے ہوئی، گیارہ اپریل ۱۹۳۰ء ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ میں صالحہ خاتون کا انتقال ہوا۔ عمر تقریباً بیالیس سال تھی۔

دوسری بیٹی رقیہ خاتون تھیں ان کی شادی جناب امیر احمد ابن مقبول حسین عرف زندہ حسن صاحب ساکن محلہ شاہ ولایت سہارنپور سے ہوئی تھی۔ رقیہ خاتون تقسیم کے بعد کراچی پاکستان منتقل ہوگئیں اور وہیں ۱۵ مئی ۱۹۹۶ء میں انتقال ہوا۔ عمر تقریباً پچھتر سال تھی۔

رقیہ خاتون مرحومہ کے ایک بیٹے ظہیر احمد تھے جن کی اولاد میں اب چار لڑکے محمد آصف، محمد عارف، محمد طارق، محمد جواد اور ایک بیٹی اسماء ظہیر ہے۔ محمد آصف بسلسلہ بکثرت تبلیغی جماعت میں وقت لگاتے رہتے ہیں، کپڑے کا کاروبار ہے۔ حضرت شیخ ؒ سے بیعت ہیں۔ یہ پورا خاندان رائل اپارٹمنٹ بی ۱ گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی میں مقیم ہے۔

حیات الملک جناب حکیم سید محمد یعقوب صاحب

یقینی طور پر آپ کا سنہ پیدائش اور تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ لیکن مظاہر علوم سہارنپور کے تعلیمی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں بعمر چودہ سال مظاہر علوم کے شعبۂ فارسی میں داخلہ لیا۔ اس بنیاد پر آپ کی ولادت کا سنہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء ہوتا ہے۔

خاندانی دستور کے مطابق آپ نے اولاً قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ کے قرآن شریف کے استاد جلال آباد قصبہ تھانہ بھون کے پٹھانوں میں سے تھے۔ بڑے مضبوط اور لحیم شحیم تھے۔ دونوں پاؤں نیچے سے کٹے ہوئے تھے، اسلئے ہر وقت پلنگ پر ہی لیٹے رہتے۔

پاؤں کٹنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کابل (افغانستان) کی مشہور جنگ میں انگریزوں کے وفادار بن کر شریک ہوئے وہ زمانہ سخت سردی کا تھا۔ اس موقعہ پر انگریزی فوج میں کوئی ایسی بیماری

ہیلی کر بیر اور پنڈلیاں بے جان ہو گئیں۔ جنگ کے بعد ان کو فوج سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور پانچ روپے پنشن متعین کر دیے گئے۔ حکیم سید محمد یعقوب صاحب حفظ قرآن پاک سے فارغ ہوکر ربیع الاول ۱۳۰۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے۔ درجۂ اُردو و فارسی میں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۰۵ھ میں درجہ ابتدائی عربی میں داخلہ لیکر صرف میر۔ نحو میر۔ میزان شروع کی۔ درجۂ فارسی کی تکمیل اور درجۂ ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھ کر اپنے والد محترم حکیم سید احمد حسین صاحب کے مشورہ سے ان کے ساتھ بوڑیہ چلے گئے۔ والد محترم نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یعقوب کیا تمھارا خیال یہ ہے کہ میں نواب یا کوئی خاندانی رئیس ہوں؟ میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ جب میں مر جاؤں گا تو تم کو بڑی دقت ہوگی اسلئے مجھ سے فن طب پڑھ لو! چنانچہ بوڑیہ کے قیام میں آپ نے میزان الطب پڑھی۔

دورانِ تعلیم ایک مرتبہ آپ نے والد صاحب سے کہا کہ میرا ذہن کمزور ہے۔ پڑھے ہوئے اسباق یاد نہیں رہتے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ تم روزانہ آگے سبق لے لیا کرو۔ اور جب تک کتاب ختم نہ ہوجائے پچھلا مت دیکھنا۔ کتاب ختم ہونے کے بعد تم خود سمجھ لیں گے۔ چنانچہ حکیم محمد یعقوب صاحبؒ نے ایسا ہی کیا۔ نصف کتاب جب پڑھ چکے تو گذرے ہوئے اسباق اور گذشتہ صفحات پڑھنے لگے۔ وہاں نہ مطلب یاد تھا نہ مفہوم۔ کبیدہ خاطر ہوکر آپ رونے لگے۔ والد محترم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بتلا دیا کہ پچھلا بالکل بھول گیا ہوں اُس کا غم ہے۔ اس پر والد محترم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے منع کر دیا تھا پھر کیوں دیکھا۔ پھر تاکیداً فرمایا کہ اب پچھلا مت پڑھنا۔ کتاب ختم ہونے کے بعد حکیم محمد یعقوب صاحب سے فرمایا کہ کتاب لیکر آؤ۔ وہ لیکر آئے تو آپ جگہ جگہ سے کتاب کھول کر مطلب اور مفہوم معلوم کرتے رہے اور یہ بتلاتے رہے۔

حکیم محمد یعقوب صاحب نے علم طب پر صرف یہی ایک کتاب پڑھی۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ فنی حذاقت اور طبی مہارت میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ انصاری گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ "حکیم یعقوب تو طب کے ہائی کورٹ ہیں۔ اللہ نے باپ کی دُعاء کی برکت سے ہاتھ میں شفاء رکھدی ہے"۔

آپ کو اپنے والد محترم سے بہت زیادہ تعلق خاطر تھا۔ جانی و مالی ہر دو اعتبار سے خدمت کرکے اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیا۔ بعض مواقع پر مالی اعتبار سے کچھ دشواریاں پیش آئیں تو انھوں نے بلا تامل گھر کا قیمتی سامان فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے والد صاحبؒ کی خدمت میں پیش کردی۔ ایک مرتبہ آپ پانی کے لئے بڑی رقم درکار تھی۔ والد محترم اتنی بڑی رقم کا انتظام نہ

فرما سکے تو انھوں نے سونے کے کڑے فروخت کر کے اسکی رقم والد محترم کو پیش کردی۔ اس نوع کی متعدد قربانیوں کی وجہ سے والد محترم (حکیم سید احمد حسین صاحب) آپ سے حد درجہ متاثر و مانوس تھے۔ اور ان تمام احسانات کا بدلہ، دُعاؤں کی سوغات، کے ساتھ ادا کرتے

حکیم محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ان دُعاؤں نے زندگی بھر میرا ساتھ دیا اور جتنا میں نے اپنے والد پر خرچ کیا تھا اللہ نے اس سے کہیں زیادہ پھر مجھ کو مرحمت فرما دیا۔

طبی حذاقت اور فن طب کیلئے آپ کی خدمات

آپ نے چونکہ کامل سولہ سال تک اپنے والد محترم کے پاس بیٹھ کر مطب کیا اور ہر قسم کے مریضوں کی دیکھ بھال کی۔ اسلئے اس فن پر آپ کا تجربہ بڑا گہرا اور پختہ ہو گیا تھا کوئی کیسا ہی اہم مریض آپ کے پاس آتا آپ پورے اعتماد اور کامل دلچسپی کے ساتھ اس کا علاج و معالجہ کرتے۔ اور اس کیلئے بہت مختصر اور کم قیمت نسخے تحریر کرتے۔ ورم جگر اور اس سے پیدا شدہ امراض و اثرات پر آپ خصوصی طور سے سند اور مستند سمجھے جاتے تھے اور اس نوع کا علاج آپ مختصر نسخوں سے کر دیتے۔

آپ کی حذاقت اور طبابت کا شہرہ بہت دور۔ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کثرت کے ساتھ آپ کی طرف لوگوں کا رجوع تھا۔ آپ کے محبین اور معتقدین میں غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں تھے۔ ایک مرتبہ محلّہ کے متموّل اور باا ثر غیر مسلم نے کہا تھا کہ اگر پانچ، چھ ڈاکٹر مل کر کوئی رائے پیش کریں اور حکیم محمد یعقوب صاحب اس کے خلاف بتلائیں تو میں حکیم صاحب کی بات کو ترجیح دوں گا۔

آپ خاندانی مرکبات، سفوف دوائیں وغیرہ بڑے اہتمام سے تیار کراتے اور ان کو مفت تقسیم کرتے۔ ڈاکٹری دواؤں سے کچھ زیادہ مانوس نہیں تھے۔ اپنے آخری مرض میں جب آپ بے ہوش ہوئے تو گھر والوں نے ڈاکٹری دوا کھلا دی۔ ہوش آنے پر جب معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے۔

یہاں سہارنپور میں کئی سال تک طاعون پھیلا۔ سردی کے موسم میں شروع ہو جاتا تھا۔ اُن دنوں میں آپ بے شمار مریضوں کے گھر گئے اور دوا دی۔ نسخہ میں وہی روزمرہ کے اجزا ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعہ شفا دیدیتا۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ وبائی امراض میں ایک سستا اور آسان نسخہ تجویز کر لیتے اور پھر عوام و خواص پر اسی کو استعمال کرتے۔ راہ چلتے ہوئے اگر کوئی کہہ دیتا کہ حکیم صاحب نبض دیکھ لیجئے تو وہیں کھڑے ہو جاتے۔ مرض کی تشخیص کرتے اور نسخہ لکھ کر آگے بڑھ جاتے۔ مریضوں کو دیکھنے کے لئے اکثر و بیشتر پیدل جاتے اور مصلحت اسمیں یہ ہوتی

تھی کہ راستہ میں کوئی مریض اگر ملنا چاہے تو آسانی سے مل لے۔

آپ کے زمانہ میں سہارنپور میں تین چار ہی ڈاکٹر تھے۔ ڈاکٹر برکت علی صاحب مرحوم، اور ڈاکٹر بنرجی دونوں نے اسی زمانے میں اپنے اسپتال کھولے تھے۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر برکت علی صاحب کسی بیمار بچے کو دیکھنے کے لئے گئے۔ کچھ وقفہ کے بعد حکیم محمد یعقوب صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب اپنے جدید آلات کے ذریعہ مرض کی تشخیص فرمارہے تھے۔ کافی دیر تک مرض کی تشخیص فرماتے رہے۔ جب معائنہ سے فارغ ہو گئے تو گھر والوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ آپ بھی بچہ کو دیکھ لیجئے اور اپنی رائے دیجئے۔ فرمایا میں نے یہیں سے بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا اس کو ورم جگر ہے۔

آگرہ کے ایک مشہور غیر مسلم تاجر یہاں محلہ چوہنا رمیں رہتے تھے۔ ان کے لڑکے کو کبھی کبھی سخت درد ہوتا۔ ڈاکٹر انجکشن لگا دیتے تو چوبیس گھنٹہ تک سکون رہتا۔ پھر شروع ہوجاتا۔ اس غریب کو درد کی تکلیف سے بچنے کے لئے روزانہ انجکشن لگوانا پڑتا۔ ایک مرتبہ وہ حکیم صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے اہتمام سے اس کے لئے خصوصی دوائیں تیار کرائیں اور گیہوں کے دانہ میں پکا کر انکو رکھ لیا۔ ایک دانہ روزانہ اس کو کھلایا جاتا۔ کافی طویل علاج اس کا چلا۔ الحمدللہ ٹھیک ہوگیا۔ ایک سال تک وہ اس انتظار میں رہا کہ مبادا پھر درد نہ ہوجائے۔ لیکن ہر طرح اطمینان ہوجانے کے بعد اس نے شاندار دعوت کی اور حکیم صاحب کو بیش قیمت انعامات دیئے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے سنکرف کا ناتمام کشتہ کھالیا جس کی بنا پر اس کو جنون ہوگیا۔ حالانکہ بڑا صحتمند اور طاقتور شخص تھا۔ آپ اس کے گھر گئے۔ اس کے فصد کھلوائی جس سے اُسے آرام ہوگیا مریضوں کو دیکھنے کے لئے آپ باہر بھی جاتے رہتے۔ جگادھری اور اس کے اطراف میں آپ کے قدردان زیادہ تھے۔

طب یونانی کی بقاء و ترقی کے لئے آپ مسلسل کوشش کرتے رہتے۔ اطباء اور حکماء کو متوجہ کرتے کہ وہ اس فن کی خدمت عوامی جذبہ کے ساتھ کریں تاکہ یونانی اور طبی طریقۂ علاج عوام میں زیادہ باوقار بن سکے۔ اپنے اسی جذبہ کی تسکین کے لئے آپ نے فن طب پر اولاً ایک مبسوط کتاب تصنیف کی جسمیں علاج معالجے، ادویہ اور پرہیز وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔ اس کے بعد ایک مبسوط کتاب اور مرتب کی جو ۴۲ چوالیس ابواب اور ۱۱ گیارہ سو تیس ذیلی عنوانات اور نسخہ جات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی چند ابتدائی سطریں یہ ہیں:

۔ الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
اما بعد۔ ایں ہیچمداں محمد یعقوب عفی عنہ نسخ جات مجرب اطبائے سابق وحال جمع
نمودہ دریں اوراق ثبت نمودہ ________ ۔ اللہ تعالیٰ باتمام رسانہ
بمنہ وکرمہ۔

واضح باد کہ دریں مختصر نسخہائے ہر مرض در ذیل ہر مرض بہ ترتیب و ترکیب
اعضاء و ترتیب حروف تہجی مسطور و مندرج ہستند تا متلاشی را د قتے در تلاش
پیش نیاید۔ (از مقدمہ کتاب صـ۲)

حکیم محمد یعقوب صاحب نے یہ کتاب ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ میں ترتیب دی۔ اس وقت انکی عمر تقریباً
پچیس ۲۵ سال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں عجیب شفا رکھی تھی، آپ کے مجوزہ نسخوں کی اثر انگیزی
نبض شناسی اور فنی مہارت کے تذکرے ان دور دور ، دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کی اس
مسیحانفسی کے چشم دید گواہ آج بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے ساتھ ہر دور اور ہر زمانے میں اس خانوادہ کا تعلق بڑا گہرا اور مضبوط
رہا ہے۔ حکیم محمد یعقوب صاحب کے ساتھ بھی آنمخدوم کے گہرے تعلقات تھے۔ آپ بیتی میں حکیم صاحب
کی طبابت اور رجوع عام کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

۔ حکیم محمد یعقوب صاحب فنی حیثیت سے تو بڑے بھائی (حکیم محمد اسحٰق صاحب) کا
مقابلہ بالکل نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ نے ہاتھ میں شفا عطا فرمارکھی
تھی ان کی طرف رجوعات اتنی کثرت سے ہوتی تھیں کہ شاید شہر میں کسی طرف
ہوتی ہوں :۔ (آپ بیتی ۵ صـ۱۰۱)

آپ کے مطب کا مقررہ وقت صبح نو بجے سے بارہ ۱۲ بجے تک تھا۔ لیکن شاذ و نادر ہی ایسا ہوا
ہوگا کہ آپ بارہ ۱۲ بجے اپنے مریضوں سے فارغ ہو گئے ہوں۔ عامۃً دو بجے تک آپ اُن میں گھرے
رہتے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا آپ کی حذاقت کا سکہ جمتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک دور وہ آیا
کہ تین تین نسخہ نویس آپ کے اردگرد اور سامنے بیٹھتے۔ آپ کمال عجلت کے ساتھ مریضوں کا
معائنہ کرتے۔ دوائیں بتلاتے اور یہ تینوں جلدی جلدی ان دواؤں کے اسماء اور ان کے اوزان
قلمبند کرکے نسخے مریضوں کے حوالے کرتے جاتے تھے۔

انجمن طبیہ کا قیام اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ

فنِ طب کی بقاء و ترقی کے سلسلہ میں آپ نے ایک اہم قدم اُٹھا کر شہر سہارنپور میں انجمن طبیہ قائم کی تاکہ اجتماعی طور پر منظم ہو کر جد وجہد کی جائے۔ یہ انجمن ۱۹۲۵ء کے شروع میں قائم ہوئی۔ باتفاق رائے آپ اس کے صدر منتخب ہوئے۔ اس کا ایک سہ روزہ اجلاس ۳۔۴۔۵ ستمبر میں منعقد ہوا۔ جسمیں عہدہ داروں کی تشکیل ہوئی۔ دوسرا اجلاس آٹھ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء میں حکیم سید محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے مکان پر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں انجمن کا دستور العمل مرتب ہوا جو پینتیس ۳۵ سے زائد اصول و دفعات پر مشتمل تھا یہ تمام اصول و ضوابط بعد میں۔ دستور العمل انجمن طبیہ ضلع سہارنپور کے نام سے شائع ہوئے۔ اس مطبوعہ دستور العمل کا پہلا صفحہ شاملِ کتاب ہے۔

دستور العمل

انجمن طبیہ ضلع سہارن پور یوپی

جو

انجمن مذکورہ کے جلسۂ عام منعقدہ ۲۷ ستمبر ۲۵ء بمقام محلہ مفتی صاحب بر دولت کدہ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب مرحوم سہارنپور کے اجلاس میں منظور ہوا

اور حسب ہدایت

حکیم محمد سید حسین صاحب آنریری سکریٹری انجمن طبیہ ضلع سہارنپور

سنہ ۲۵ء میں

باہتمام پرشوتم داس مطبع جینی لعل پرنٹنگ پریس سہارنپور میں شائع ہوا

دادا جان زاد مجدہ کا قیام اس زمانے میں لکھنؤ میں تھا۔ جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے آپ کو اس انجمن کے قیام اور اس کی مقبولیت کی خبر دیتے ہوئے ذیل کا مکتوب لکھنؤ تحریر کیا کہ:۔

"یہاں بحمد اللہ انجمن طبیہ اچھے طریق اور پیمانہ پر قائم ہوگئی۔ یونانیوں کا انضباط ضوابط بخشگی سے ہوتے جاتے ہیں۔ اب بعد کے جلسے اکثر با قاعدہ ہوئے ہیں حکیم (محمد یعقوب) صاحب مدظلہ صدر مسلمہ ہیں۔ حکیم محمد حسنین صاحب سکریٹری۔ ۳۔ ۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کی مجالس میں زائد عہدہ داروں کی بھی تکمیل ہوگئی:

(مکتوب حکیم خلیل احمد صاحب محلہ میر کوٹ سہارنپور مہر ڈاکخانہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۵ء)

اس انجمن نے طبی میدان میں بہت سی مفید خدمات انجام دیں۔ متعدد جلسے اور کانفرنسیں اس کے زیر اہتمام ہوئیں۔ حکیم محمد یعقوب صاحب کی شخصیت، خاندانی وجاہت اور ذاتی شرافت کی بنیاد پر اطباء اور وید صاحبان کی بہت بڑی تعداد اس انجمن میں شامل تھی، اور وہ باقاعدہ اسکے ممبر تھے۔

اس انجمن کے قیام کو ابھی پہلا ہی سال تھا کہ ہندوستان میں فنِ طب کی ترقی اور طبی مدارس کو منظم کرنے کیلئے حکومت نے ایک اسکیم تیار کی اور بیس سوالات مرتب کرکے صوبہ کے تمام اطباء کے پاس بغرض جوابات بھیجے تاکہ وہ اپنی تجاویز حکومت کو بھیجیں اور حکومت ان کو منظور کرکے قانون کی شکل دیدے۔ جوابات کی تیاری اور حکومت کی اس تجویز کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے جناب حکیم عبد المعید صاحب آنریری سکریٹری انجمن طبیہ صوبجات متحدہ لکھنؤ کے حکم پر جابجا جلسے منعقد ہونے۔ اور انمیں پاس شدہ جوابات حکیم صاحب موصوف کو لکھنؤ بھیجے گئے۔ خود لکھنؤ شہر میں حکیم عبد الحفیظ صاحب صدر انجمن طبیہ صوبجات متحدہ کی صدارت میں ۱۴ اگست ۱۹۲۵ء (۲۳ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ جمعہ) میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ حکیم عبد الحفیظ صاحب کی جانب سے حکیم محمد یعقوب صاحب کے نام بھی دعوت نامہ آیا۔ اطباء لکھنؤ کی تجویز پر سہارنپور میں بھی ایک جلسہ سات اگست ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوا حکیم سید محمد یعقوب صاحب اس جلسے کے صدر منتخب ہوئے۔

اس جلسہ کی جو کاروائی پمفلٹ کی شکل میں طبع ہوئی (وہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے) اس میں بتایا گیا ہے کہ:

"آج بتاریخ سات اگست ۱۹۲۵ء کو شہر سہارنپور خاص اور مفصلات کے اطباء یونانی

اور ویدصاحبان کا ایک جلسہ بصدارت جناب حکیم سید محمد یعقوب صاحب سہارنپوری برمکان حکیم سید محمد اسحٰق صاحب مرحوم منعقد ہُوا۔ تعداد کثیر اطبار و وید صاحبان نہایت دلچسپی و سرگرمی سے اپنے اپنے اوقاتِ عزیز صرف کرکے شریک جلسہ ہوئے اور تااختتام جلسہ بہت سرگرمی کے ساتھ مصروف کار رہے۔ سکریٹری انجمن طبیہ نے صاحب صدر کی تحریری افتتاحی تقریر پڑھ کر سنائی اور گورنمنٹ ممالک متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کے سوالات کا ذکر کرتے ہوئے انعقاد جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ اسکے بعد سوالات مذکورہ کے جوابات مفصلہ ذیل جو بعد بحث مباحثہ باہمی اور کثرت رائے سے سابقہ جلسہ میں پاس ہو چکے بغرض استصواب رائے پیش کئے جن پر تنقیدی نظر ڈالی گئی۔ اور قرار پایا کر روداد جلسہ ہٰذا کی ایک ایک نقل اخبارات ہمدم لکھنؤ و زمیندار لاہور کو بغرضِ اشاعت اور ایک نقل خدمت میں جناب سکریٹری صاحب انجمن طبیہ لکھنؤ جلسہ اطبار صوبجات متحدہ منعقدہ ۱۴ و ۱۵ اگست ۱۹۲۵ء میں پیش کرنے کے واسطے بھیجی جائے۔

جو اطبائے کرام اور ویدحضرات اس جلسہ میں شریک ہوئے وہ یہ ہیں۔

حکیم سید محمد یامین صاحب سہارنپوری	حکیم نورالحسن صاحب سہارنپور
حکیم سید محمد یٰسین " "	حکیم سلطان خاں صاحب "
حکیم سید محمد داؤد " "	حکیم احسان الحق " "
حکیم سید یادر حسین " "	حکیم خلیل احمد صاحب صدیقی "
حکیم نور احمد صاحب "	حکیم سید شریف احمد صاحب "
حکیم سید سراج الحق صاحب "	حکیم عبداللہ صاحب "
حکیم سید محمد حسنین " "	حکیم عبدالغنی " "
حکیم محمد ادریس " "	حکیم غلام مصطفےٰ " "
حکیم مولوی خلیل احمد " "	حکیم تحسین احمد " "
حکیم امیر حسن " "	حکیم خورشید حسن " "
حکیم محمد ایوب " "	حکیم محمد احمد " رامپوری
حکیم محمد حسن " "	حکیم محمد عثمان " سہارنپوری

حکیم سلطان حسین " "	حکیم سید حسن " سنسارپور
حکیم عبدالشکور " "	حکیم عبدالعزیز " "
حکیم صفدر علی " "	حکیم بشیر احمد " سرساوہ
حکیم ہرنام سنگھ " "	حکیم محمد اسمٰعیل " "
پنڈت پرشاد " "	حکیم جمال خاں " "
پنڈت رامیشور صاحب وید "	حکیم اعجاز حسین " منگلور
پنڈت کندرام " " "	حکیم دیوا سنگھ " روڑکی
پنڈت پرس رام " " "	حکیم مختار احمد " منگلور
پنڈت بشمبر داس " " "	حکیم صفت احمد " دیوبند
پنڈت عطر سین " "	حکیم نیاز احمد " منگلور
حکیم محمد عباس صاحب سہارنپور	حکیم حبیب احمد صاحب بہٹ
پنڈت کنہیا لعل صاحب وید "	حکیم عزیز احمد " بیٹھیڑ
پنڈت کرشن دت " " "	حکیم کُندن " "
پنڈت مول چند " " "	حکیم رشید احمد " "
حکیم عبدالحمید صاحب رامپور منہیاران	حکیم رشید احمد " دیوبند
حکیم مشتاق احمد " فتحپور	حکیم محمد صالح " سہارنپور
حکیم شمس الدین " "	حکیم محمد صدیق " "
حکیم محمد ابراہیم " رسولپور کلاں	حکیم محمد عارف " "
حکیم محمود خاں صاحب کھیڑہ افغان	

مندرجہ بالا اکسٹھ اطباء اور وید صاحبان کی اس فہرست سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہر و بیرونِ شہر کے یہ اطباء حضرات حکیم سید محمد یعقوب صاحب کی شخصیت اور ان کی صلاحیتوں کے کس درجہ معترف و قدردان تھے اور ان کو حکیم صاحب پر کس قدر بھروسہ اور اعتماد تھا۔

اس جلسہ میں جو تجاویز پاس ہوئیں اور سوالات کے جوابات مرتب ہوئے وہ صدر جلسہ حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے لکھنو روانہ فرمائے۔ جد امجد حکیم سید محمد ایوب صاحب (جو اُس وقت وہاں زیرِ تعلیم تھے) ان کے توسط سے یہ جوابات صدر انجمن طبیہ صوبجات متحدہ لکھنؤ تک پہنچائے گئے،

حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے اس موقعہ پر جو خط لکھنؤ بھیجا وہ یہ ہے -

سہارنپور - ۱۰ اگست ۱۹۲۵ء

برخوردار محمد ایوب صاحب طول عمرہٗ !

بعد سلام مسنون ! واضح ہو یہ کاغذات سوالات مع جوابات حسب مشورہ اطبائے شہر و ضلع سہارنپور پاس ہو گئے ہیں - روانہ کرتا ہوں - سکریٹری صاحب کے پاس پہنچا دیں -

محمد یعقوب

۱۵ اگست ۱۹۲۵ء میں انجمن طبیہ کی ایک کانفرنس لکھنؤ میں منعقد ہوئی اس میں ان جوابات پر بھی غور کیا گیا جو سہارنپور سے حکیم محمد یعقوب صاحب نے بھیجے تھے - حکیم محمد ایوب صاحب زاد مجدہٗ لکھنؤ سے اپنے والد ماجد کو اس سلسلہ میں اطلاع دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں - !

مخدوم و مطاع بندہ ادام اللہ ظلکم -

بعد سلام مسنون - عرض ہے کہ احقر بحمد اللہ خیریت سے ہے -

کل بروز یکشنبہ کارروائی جلسہ ختم ہو گئی - بعض بعض جوابات میں ترمیمیں بھی ہوئیں منجملہ ان کے آپ کے یہاں کی ترمیم لائسنس اور یہ کے متعلق بھی تھی جو پاس ہو گئی اصل جوابات بھی عنقریب جناب کی خدمت میں کمیٹی کی جانب سے پہنچ جائیں گے -

محمد ایوب - ۱۷ اگست ۱۹۲۵ء دوشنبہ

(پتہ) بعالی خدمت حضرت قبلہ حکیم سید محمد یعقوب صاحب مدظلہ العالی

سہارنپور - محلہ مفتی

حکیم سید محمد یعقوب صاحب کی فنی خدمات، طبی میدان میں ان کی مقبولیت اور ۱۵ اگست ۱۹۲۵ء میں منعقد ہونے والے جلسہ نے اس انجمن کو بڑی وقعت اور پذیرائی سے نوازا اور دور دور تک اس کا شہرہ اور تعارف ہو گیا -

اس شہرت اور تعارف پر بعض حضرات کو کبیدگی ہوئی اور انھوں نے مختلف تدابیر کے ذریعہ اس انجمن کی اہمیت کو ختم کرنا چاہا - لکھنؤ انجمن طبیہ صوبجات متحدہ کو بھی شکایتی خطوط لکھے گئے - لیکن عالی جناب حکیم سید محمد ایوب صاحب وہاں کے قیام میں اپنی خوش معاملگی و بلند اخلاق اور فن طب کے لئے اپنی خاندانی عظمت کا جو نقش حکمائے لکھنؤ کے دل و دماغ پر قائم کر آئے تھے، اس پر کوئی

اثر نہیں پڑا اور وہ اسی طرح تاباں و درخشاں رہا۔

نومبر ۱۹۲۵ء میں حکیم عبد المعید صاحب کا ایک خط سہارنپور جد امجد کے نام آیا۔ جس میں اُن تدابیر اور شکایات کا تذکرہ تھا۔ آپ نے جواباً تمام حالات تفصیل سے لکھدیئے اور اُن بعض حضرات کی کبیدگی کی وجوہ بھی تحریر فرمادیں۔ حکیم عبد المعید صاحب نے اُن حالات اور کبیدگی کی وجوہ سے مطلع ہونے کے بعد جو خط تحریر فرمایا۔ وہ یہ ہے!

دفتر انجمن طبیہ صوبجات متحدہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ۔

مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۲۵ء

جناب مکرم تسلیم!

خط موصول ہوکر کاشفِ حالات ہوا۔ آپ کی کمیٹی کے حالات معلوم ہوکر خوشی ہوئی میں نے تمام معاملات پر غور کیا۔ اور اندازہ کرلیا کہ یہ کام بغیر ایثار اور حکمتِ عملی کے نہیں چل سکتا۔ ضد اور اصرار اور زیادہ افتراق و اختلاف کا باعث ہوں گے۔

لہٰذا میں سکریٹری صاحب سے بھی عرض کروں گا کہ نہایت سکون اور اتفاق و ایثار سے کام لیں۔ اور کسی کی مخالفت کو حد سے زیادہ اہمیت نہ دیں۔

خاکسار۔ محمد عبد المعید عفی عنہ

آنریری سکریٹری انجمن طبیہ صوبجات متحدہ

(بخدمت شریف جناب حکیم محمد ایوب صاحب زاد لطفہ۔ محلہ مفتی شہر سہارنپور)

لکھنؤ کا سفر حکیم محمد اسحٰق صاحب کی حذاقتِ فن اور دادا جان زاد مجدہٗ کے تکمیلِ طب کیلئے لکھنؤ جانے کی وجہ سے وہاں ہمارے خانوادہ کا بہت کافی تعارف تھا ایک مرتبہ حکیم عبد الحمید صاحب نے دادا جان زاد مجدہٗ سے دریافت کیا کہ تمھارے خاندان میں کتنے اطباء ہیں؟ انھوں نے بہت سے شمار کرائے۔ حکیم صاحب کو اس پر بڑا تعجب ہوا کہ ایک ہی خاندان میں ایک ہی محلہ میں اتنے حکماء و اطباء ہیں۔ اطباء لکھنؤ قریباً سب سے ہی واقف تھے اسلئے حکیم عبد الحمید صاحب نے خاندان کے بڑے فرد ہونے کی بناء پر حکیم یعقوب صاحب کو لکھنؤ آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ ان کی دعوت پر لکھنؤ تشریف لے گئے۔ کئی دن وہاں قیام کیا۔ حکیم صاحب کے پاس ان کی نشست گاہ میں بھی بیٹھنے کا معمول رہا۔ مریض جب علاج و معالجہ کی غرض سے آتے تو حکیم یعقوب صاحب بھی اپنے قدیم تعلقات کی بناء پر کوئی مشورہ حکیم صاحب کو دیدیتے

ایک مرتبہ اسی موقعہ پر ایک مریض آیا۔ حکیم صاحب نے اس کو دیکھ کر کہا کہ مادہ درمعدہ موجود ضرورت اخراج ہست۔ حکیم یعقوب صاحب نے برجستہ فرمایا کہ بالکل صحیح تشخیص ہے، اسکے بعد دوا تجویز ہوئی تو صرف جوارش کمونی بتلائی۔ حکیم یعقوب صاحب نے اس پر اشکال کیا کہ اسمیں کوئی دوا مخرج نہیں ہے۔

حکیم خمد یعقوب صاحب کو حکیم عبدالحمید صاحب نے انجمن طبیہ کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا تھا۔

تکمیل الطب لکھنؤ کے سالانہ اجلاس میں بھی آپ شرکت کرتے اور گاہ بگاہ اس کا مالی تعاون بھی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ روداد تکمیل الطب لکھنؤ بابت ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۸ پر آپ کی جانب سے ۹ مارچ ۱۹۲۴ء میں مبلغ پچاس روپئے کے مالی تعاون کا تذکرہ ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۲۵ء میں جناب حکیم محمد یعقوب صاحب جناب حکیم محمد یامین صاحب، جناب حکیم محمد یٰسین صاحب انجمن طبیہ لکھنؤ کے باقاعدہ ممبر بنے اور ان تینوں حضرات نے مذکورہ تاریخ میں بذریعہ تار پندرہ ۱۵ روپے فیس ممبری لکھنؤ بھیجے۔

آل انڈیا طبی کانفرنس سہارنپور اور اسکی صدارت

سہارنپور میں متعدد کانفرنسیں حکیم سید محمد یعقوب صاحب کی زیرِ صدارت ہوئیں جن میں آپ نے پوری نیک نیتی کے ساتھ شرکت کی۔ مضبوط اور طاقتور استقبالیہ خطبے دیئے۔ متعدد قیمتی مشوروں سے کانفرنس کو نوازا۔ اسی نوع کی ایک چار روزہ کانفرنس ۱۹۳۶ء میں "آل انڈیا طبی کانفرنس سہارنپور" کے نام سے منعقد ہوئی۔ پورے ملک کے نمائندہ افراد نے اسمیں شرکت کی، یہ کانفرنس آپ کی زیرِ صدارت ہوئی۔ کانفرنس کیلئے جو دعوتنامہ شرکاء کو بھیجا گیا۔ وہ اُردو اور ہندی دونوں زبانوں میں طبع ہُوا۔ اور اس کا متن یہ تھا۔

"آیورویدک و یونانی طبی ضلع کانفرنس۔

برادر مکرم۔ تسلیم!

۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء کو طبیہ کالج سہارنپور میں آیورویدک و یونانی طبی کانفرنس کا اجلاس دس بجے دن کے بصدارت جناب حکیم حاجی سید محمد یعقوب صاحب رئیس سہارنپور ہوگا جسمیں آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کے عہدہ دار و ممبر مجلس استقبالیہ

اور صدارتیں تجویز ہوں گی۔ آل انڈیا طبی کانفرنس کے اجلاس چار یوم رہیں گے اور اجلاس آٹھ ہوں گے۔ اسلئے اپنے ضلع کے وید اور حکیموں سے نہایت ادب کے ساتھ درخواست کی جاتی ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۶ء کی شام تک طبیہ کالج میں بطور مہمان تشریف لے آدیں۔

۲۸ دسمبر کی صبح کا کھانا ویدوں اور طبیبوں کا بذمہ ویدک و یونانی طبی کانفرنس سہارنپور ہو گا۔ اسلئے جن جن حضرات کو اس ضلع کانفرنس کی اطلاع ملے وہ صاحب ۲۷ دسمبر کی شام تک طبیہ کالج محلہ کھالہ پار سہارنپور میں تشریف لے آدیں۔ اور اپنے فنی بھائیوں کو ہمراہ لادیں۔ ہندو اور مسلمانوں کے کھانے کا انتظام علٰحدہ علٰحدہ کیا جائے گا۔

نوٹ :۔ جلسہ ساڑھے چار بجے تک رہے گا۔

نیازمند :۔ حکیم سید محمد حسنین پرنسپل آیورویدک طبیہ کالج سہارنپور

اعلان کے مطابق یہ کانفرنس عمدہ پیمانے پر منعقد ہوئی۔ خطبۂ صدارت جناب حکیم سید محمد حسنین صاحب نے پڑھا۔ آپ اس موقعہ پر صدر مجلس استقبالیہ تھے۔ حکیم سید محمد حسنین صاحب نے جو خطبۂ صدارت اس موقعہ پر پڑھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں نقل کر دیا جائے، کیونکہ حکیم صاحب موصوف بھی اس خانوادہ کے معزز اور باوقعت افراد میں سے تھے جس کی یہ تاریخ آپ کے سامنے ہے۔

خطبۂ صدارت منجانب صدر مجلس استقبالیہ ویدک طبی کانفرنس ضلع سہارنپور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ حکیم علی الاطلاق کا بے شمار فضل و احسان ہے کہ اس نے ہم سب کو اپنی اصلاح و ترقی کے احساس سے نوازا۔ اور اپنی فلاح و بہبودی پر غور و فکر کرنے اور اقدام و عمل کے فیصلے کے لئے یہاں جمع ہونے کی توفیق عنایت فرمائی۔

مہمانانِ محترم و حاضرین ذوی الاحترام اس مسرت و شادمانی کا کن الفاظ میں اظہار کروں جو آپ کو یہاں رونق افروز دیکھ کر اپنے قلب میں موجزن پا رہا ہوں۔

اس ممتاز مجلس کا نظارہ جو حضار جلسہ کی روشن دماغی، روشن ضمیری، آیورویدک یونانی طبی قدردانی کا بہترین نمائندہ ہے، ایک ایسا نظارہ ہے جو ہندوستان کے ہر ایک بہی خواہ کا دل خوش کر دے گا۔ اسلئے کہ طب ویدک کا

ہندوستان کی فلاح و بہبودی کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔

حضرات! میں اپنے واسطے اس کو مایۂ فخر و ناز سمجھتا ہوں کہ اس موقعہ پر آپ حضرات کے خیر مقدم کی خدمت میرے سپرد ہوئی ہے۔ اور میں ان لمحات کو جن میں آپ کے خیر مقدم کا خوشگوار فرض ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ اپنی زندگی کا بہترین حصہ تصور کرتا ہوں۔

میں اس پُرانے شہر سہارنپور میں جس کی بنیاد شاہ ہارون چشتی علیہ الرحمہ کے دستِ مُبارک سے آج سے آٹھ سو سال قبل رکھی گئی اور جس کو پُررونق دیکھنے کے لئے شاہ مرحوم ہمارے درمیان امن و سکون کی نیند وسط شہر میں سو رہے ہیں، آپ حضرات کا بجانب استقبالیہ کمیٹی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے ہماری استدعا قبول فرمائی۔ اور اپنے دور دراز مقامات سے تشریف لاکر ہماری عزت افزائی فرمائی۔

مجلسِ استقبالیہ آپ کے ان دلی جذبات کی دل سے قدر کرتی ہے جو آپ کے سینوں میں علم الابدان کو زندہ رکھنے کے لئے موجزن ہیں جس کا وجود انسانی وجود کے لئے جزو لاینفک ہے۔

لیکن حضرات میں مجلس استقبالیہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے بغیر تصنع و تکلف اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ نہ آپ کی شان کے موافق خیر مقدم کا اہتمام ہو سکا اور نہ راحت و آسائش کا انتظام مگر اظہار ندامت و افسوس کے بجائے میں آپ کے لطف و کرم سے اس بات کی توقع رکھنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کشادہ دلی کے ساتھ ہماری کوتاہیوں اور خامیوں کو نظر انداز کرکے خیال فرمائیں گے کہ بہر حال اس کارِ عظیم کی انجام دہی کا ہم نے بیڑا تو اُٹھایا ہے۔

حضرات! اس سے قبل کہ میں دیگر امور کی نسبت کچھ عرض کروں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ علم یونانی طب و ویدک، دینی و دنیاوی حیثیت سے کس مرتبہ کا مالک ہے۔ علم طب کو صحت کا محافظ ہونے کی حیثیت سے دینی، دنیاوی فلاح کا وسیلہ کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے العلم علمان علم الابدان و علم الادیان۔

یہی وجہ ہے کہ یہ علم بھی دیگر مذہبی علوم کی طرح قدیم علم ہے۔ چنانچہ سندیدی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ بیمار ہوئے، تو انھوں نے دوا سے انکار کیا اس پر حضرت حق سبحانہٗ نے ان کو طب کی طرف متوجہ فرمایا۔

اس پرانے علم کی بتدریج ترقی ہوتی گئی۔ لیکن ہر کمالے را زوالے کے مطابق آخر طب یونانی و ویدک پر زمانہ سلف میں ایک ایسا وقت آیا کہ اس کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کے قریب ہو گیا۔ لیکن خاندان عباسیہ کے چشم وچراغ ہارون رشید کے عہد خلافت میں طب وویدک کو نہ صرف عربی و فارسی میں منتقل کیا گیا بلکہ اس کے متعلق ایک مستقل ادارہ قائم کیا گیا جس کی وجہ سے طب و ویدک کو دوبارہ زندہ ہونے کے بعد چار چاند لگ گئے۔

اس کے بعد مسلمان اور ہندو بادشاہوں کی قدر دانی کی وجہ سے طب و ویدک کو دن دونی رات چوگنی ترقی حاصل ہوتی گئی۔ آخری زمانہ سلطنت مغلیہ تک طب وویدک کا آفتاب اپنی پوری عالمگیر آب وتاب کے ساتھ روشن رہا۔ لیکن جب مغربی آندھیوں نے مغلیہ خاندان کے آخری ٹمٹماتے چراغ کو گل کر دیا تو دشمنوں کو موقعہ ملا کہ وہ طب یونانی پر دست درازیاں شروع کر دیں۔ چنانچہ یورپ کی طب نے جو حقیقت میں طب یونانی کی خوشہ چیں تھی اپنی پوری قوت کے ساتھ اس بات کا تہیہ کر لیا کہ طب یونانی کو کسی طرح دنیا سے نیست ونابود کر دیا جائے۔ قدیم روایات کے حامی اور قدیم صنعت وحرفت کی ترقی چاہنے والے اس کو بھلا کب گوارا کر سکتے تھے کہ طب یونانی سیلاب یورپ کی نذر ہو جائے۔ چنانچہ خاندان شریفی دہلوی۔ جیراتی ٹولہ، لکھنوی وغیرہ نے اپنی انتھک کوششوں سے مخالفین کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ طب یونانی کی نشر واشاعت اور اس کی ترقی میں اپنی عمریں صرف کر دیں مگر اس کے تباہ کرنے کی کوششوں کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اب اس کو قانون کے ذریعہ تباہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ سب سے پہلے میڈیکل رجسٹریشن ایکٹ بمبئی کونسل میں پاس ہوا۔ اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً دیگر قوانین پاس ہوتے رہے۔ یہ اسلئے کیا گیا کہ جہاں ریلوپیتھی کو ترقی دی جائے۔ وہاں یورپ کی تجارت کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ اس غریب

پبلک کا کروڑ ہا روپیہ تہذیب و انسانیت کے نام پر ممالک غیر کو بھیجا جا رہا ہے

اور طب یونانی کی کساد بازاری کی وجہ سے ملک کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔

سہارنپور نے جس طرح کبھی اپنے مذہبی فرض کو فراموش نہیں کیا۔ اسی طرح اس نے اپنے طبی فرائض کو بھی نہیں بھلایا۔ اگر اسمیں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور جیسے منبع علوم جاری رہے۔ اور ان سے اقصار عالم کے افراد بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ وہاں سہارنپور میں ہمیشہ ایسے اطبار و حکمار کا گروہ موجود رہا جو اپنے طبی فرائض کی ادائیگی میں کسی سے پیچھے نہ رہا۔ اور اس سلسلہ میں وہ قابل تذکرہ ہیں جنھوں نے طب یونانی کے ہر دور میں اپنی انتھک کوششوں سے اس کو زندہ رکھا اور اپنے کام کو آئندہ آنے والوں کے سپرد کر دیا۔

سہارنپور کی گذشتہ طبی خدمت کو دیکھتے ہوئے اسپر اب بھی طب یونانی کے مذکورہ بالا برباد کرنے والوں کے مقابلہ میں اپنی خدمات پیش کرنا فرض ہے اور اطبار ضلع سہارنپور کا فرض ہے کہ وہ کوشش کریں کہ ضلع سہارنپور میں طب یونانی کو فروغ ہو۔

مگر یہ کام ایسا ہے کہ انفرادی حیثیت سے اس کا پورا ہونا مشکل ہے اسلئے بعض عزیز حضرات نے ضلع کی ایک منتظمہ کمیٹی طبیہ کالج کی تجویز کی جو آپ کے سامنے اس جلسہ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ اب اس منتظمہ کمیٹی کو کامیاب بنانا آپ کے اختیار میں ہے۔ منتظمہ کمیٹی طبیہ کالج کے مالہ وما علیہ پر صدر محترم اپنے خیالات کا اظہار کرینگے۔

پیش کردہ۔ حکیم سید محمد حسنین۔ صدر مجلس استقبالیہ

ویدک اینڈ یونانی طبی ضلع کانفرنس سہارنپور۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

خطبۂ صدارت پڑھے جانے کے بعد عالی جناب حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے ایک جامع تقریر فرمائی۔ جس میں فن طبیہ کی تاریخ۔ مختلف ادوار میں اس کا عروج و زوال۔ مختلف احوال و اماکن میں اسکی قوت تاثیر کے مختلف واقعات بیان فرما کر۔ میڈیکل رجسٹریشن ایکٹ کی پُرزور مخالفت کی۔ اسکے نقصانات اور اس سے پیدا شدہ مضر اثرات پر روشنی ڈالی۔ آخر میں اطبار حضرات پر زور دیا کہ وہ ماحول کے گرم و سرد سے ہوشیار اور چوکنا رہتے ہوئے اس فن کی خدمت

بھی کریں اور حفاظت بھی کریں "

بیعت و معمولات اور عادات و صفات

آپ کا ارادہ اپنے والد ماجد (حکیم سید احمد حسین صاحب) سے بیعت ہونے کا تھا۔ لیکن والد صاحب نے مشورہ دیا کہ دیوبند میں حضرت حاجی عابد حسین صاحب سے بیعت ہو جائیں اور پھر خود آپ کو اپنے ہمراہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں دیوبند لے گئے اور بیعت کرایا۔

ابتداء میں آپ کو حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے ذہنی بُعد تھا۔ حضرت کی سہارنپور تشریف آوری پر بھی ملاقات اور حاضرِ خدمت ہونے کا کچھ زیادہ اہتمام نہیں تھا لیکن اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بہت زیادہ عقیدت، وارفتگی اور محبت تھی۔ بکثرت ذکر تذکرہ اور ایصالِ ثواب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر حضرت حیات ہوتے تو ان سے ضرور بیعت ہوتا۔ اسی زمانے میں توفیقِ الٰہی نے دستگیری کی کہ خواب میں اعلیٰ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ضرور بیعت کرلوں گا مگر اس شرط پر کہ مولوی اشرف علی سے اپنا بعد اور حجاب ختم کرنا ہوگا۔ آپ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت منامی سے مشرف ہوئے۔ اسکے بعد پھر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے مودت و محبت کا تعلق قائم ہوا جس میں یوماً فیوماً اضافہ ہی ہوتا رہا۔

حضرت مولانا ابوالحسن صاحب سہارنپوری مہتمم جامع مسجد سہارنپور و ممبر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مجاز بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری سے آپ کو بڑا تعلق خاطر تھا۔ اُن کی بتلائی ہوئی بارہ تسبیحات کا ورد بڑے اہتمام سے بعد عشاء کرتے تھے۔ جب ذکر و فکر میں طبیعت کا رجحان بڑھا تو چالیس سال کی قضا نمازوں کے ادا کرنے کا اہتمام کیا۔ اور اس کیلئے ایک بہت مفصل چارٹ بنایا جس میں پنج وقتہ نمازوں کی تعداد تحریر کی۔ اسی چارٹ میں ادا کی ہوئی نمازوں اور قضا نمازوں کا اندراج کرتے تھے اس طرح چالیس سال کی نمازیں پوری کیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا بڑا اہتمام تھا۔ اسی کے ساتھ صدقاتِ نافلہ میں بھی کشادہ دل تھے۔ باغ کی اجناس (آم، لیچی، آلوبخارا، کٹھل وغیرہ) جب فروخت ہوتیں اور اس کی رقم آتی تو اسمیں سے عشر بھی نکالتے۔ اور اسی وجہ سے باغ کی اجناس، انکی فروختگی و وصولیابی کا حساب بہت صاف اور پختہ رکھتے تھے۔ لین دین، خریدو فروخت کرنے والوں کے نام بیع و شراء کی تواریخ قلم بند کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ زکوٰۃ اور عشر کی رقوم جامعہ مظاہر علوم میں علٰحدہ علٰحدہ

داخل فرماتے۔ ۱۳۴۳ھ کی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سال مبلغ چالیسؔ روپے عشر کے مد میں داخل کئے۔ ہمارے پاس محفوظہ خاندانی ذخیرہ میں باغات سے متعلق کاغذات اور یادداشتیں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہاں ۱۹۳۵ء میں ہونے والے ایک معاہدہ کی نقل پیش کی جاتی ہے۔

آمدنی بہار باغ۔ حکیم پورہ ۱۹۳۵ء۔

"آج بتاریخ ۱۳ مئی ۱۹۳۵ء بہار ثمر لیچی، آلو بخارا، امرود کٹھل خورد باغ حکیم پورہ بابت فصل موجودہ بدست محمد ابراہیم پسر عبداللہ ساکن نیا بانس سہارنپور بقیمت دو سو دس روپیہ (۲۱۰) کہ جس کے نصف مبلغ ایکسو پانچ روپیہ ہوتے ہیں۔ فروخت کردی ہے اور حسب ذیل جنس مقرر ہوئی۔ فی الحال ایکسو پانچ روپیہ وصول ہو گئے ہیں۔ بقیہ رقم پانچ، چھ روز میں ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے جو وصول ہونے پر ذیل میں کردی جائے گی۔

تفصیل جنس مقررہ۔ لیچی دسؔ دھڑی بختہ۔ آلو بخارا، ایک من بختہ، امرود کٹھل خورد دسؔ دھڑی۔ فقط

ہدایا۔ اور مطب کی روزمرہ کی نقد آمدنی میں سے دسؔ روپے فیصد نکال کر غرباء پر تقسیم کرنے کا معمول تھا۔

مزاج میں بڑی سادگی اور انکساری تھی۔ اچھا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ معمولی لباس کو ترجیح دیتے تھے۔ قرآن پاک بہت اچھا یاد تھا بعد نماز ظہر لب سڑک چھجہ پر بیٹھ کر بلند آواز سے پڑھنے کا معمول تھا انتقال کے موقعہ پر عالی جناب مولانا قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم جامعہ مظاہر علوم تعزیت کیلئے تشریف لائے تو پسماندگان سے بطور تعزیت یہی فرمایا کہ حکیم صاحب کا بلند آواز سے کلام مجید پڑھنا اور دور تک اس کا سنائی دینا مجھے ہمیشہ یاد آتا رہے گا۔

آپ کی عالی ظرفی اور بلند کرداری کی بناء پر غیر مسلم بھی آپ کی شخصیت کے معترف و قدردان تھے۔ شہر کے سیاسی افراد جن میں مسلم و غیر مسلم دونوں ہی ہوتے تھے کثرت کے ساتھ آپ سے ملاقات کرتے رہتے۔ الیکشن کے موقعہ پر ہر فریق چاہتا تھا کہ آپ کی حمایت حاصل کرے تاکہ عوام کی اکثریت اس کے ساتھ ہو جائے۔ ایسے نازک موقعوں پر آپ پوری سنجیدگی اور بصیرت کے ساتھ فیصلہ کر لیتے اور جس فریق کی حمایت کرتے آخر تک اس پر جمے رہتے اور اس کے ساتھ پورا تعاون کرتے۔ ایسے مواقع پر آپ کو سیاسی ہدایا اور چاندی کے سکے بھی پیش کئے گئے لیکن آپ کے پائے استقلال

اور غیرتِ ایمانی نے اُن سب کو ٹھکرا دیا۔ اور دنیٰ نفع کے لئے کسی لالچ یا دباؤ کو قبول نہیں کیا۔

ایک مرتبہ سہارنپور میں میونسپلٹی کا الیکشن ہوا۔ دو غیر مسلم فتح چند اور لالہ مُرلی دھر اُمیدوار تھے مقابلہ بڑے زوروں کا تھا۔ حکیم محمد یعقوب صاحب نے فتح چند کی حمایت کی اور اُن کے حق میں ووٹ دینے پر اپنا بیان جاری کر دیا۔ شام کو ایک شخص آیا اور ایک بڑی رقم پیش کی اور کہا کہ یہ رکھ لیں اور اپنا بیان واپس لے لیں۔ آپ نے بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ جواب دیا کہ میں فتح چند کی حمایت کا وعدہ کر چکا ہوں اسلئے اس سے نہ ہٹ سکتا ہوں اور نہ یہ رقم لے سکتا ہوں اس الیکشن میں فتح چند بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئے۔

اس قصہ میں وعدہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ اُن کی ذاتی حیثیت اور کردار کی پختگی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مالی اور اقتصادی حیثیت سے مضبوط رہنے کے لئے آپ کا نظریہ یہ تھا کہ روپے کو فارغ کر کے نہ رکھا جائے بلکہ اس کو باغات خریدنے اور جائداد بنانے میں لگا دیا جائے کہ اس طرح رقم محفوظ بھی رہتی ہے۔ اور منافع بخش بھی۔ اسی نظریہ کے ماتحت آپ نے مختلف صحرائی و سکنائی جائدادیں خریدیں۔ متعدد باغات خرید کر ان کی از سر نو ترتیب قائم کی۔ بڑی نہر پر دیسی آموں کا باغ خریدا جو کلو کپتان کا بہت مشہور باغ تھا۔ اسمیں دیسی آم کے بڑے پُرانے درخت تھے۔ یہ باغ اپنی بہن امۃ السلام کو دیدیا تھا۔ میرکوٹ میں جانب غرب بھی ایک مکان خریدا تھا۔

سات شوال ۱۳۴۷ھ مطابق اٹھارہ مارچ ۱۹۲۹ء میں آپ نے ایک قطعہ زمین (دو بیگھہ چودہ بسوہ پختہ) مظاہر علوم سہارنپور کو اس نیت کے ساتھ وقف فرمایا تھا کہ وہاں اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی دفن ہو سکیں جو مظاہر علوم سے تعلق و انتساب رکھتے ہوں۔

اس وقف کا تذکرہ مظاہر علوم سہارنپور کی روداد میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

"عالی جناب حکیم محمد یعقوب صاحب رئیس محلہ مفتی شہر سہارنپور نے اراضی صحرائی واقع درہ کوٹ تلہ سواد سہارنپور قبرستان مدرسہ کے لئے وقف فرمائی" (روداد ۱۳۴۷ھ ص۱۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادی اسماء مرحومہ کا انتقال نو عمری میں ۲۶ شوال ۱۳۶۴ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ہوا تھا وہ بھی اسی جگہ مدفون ہیں۔ یہ مرحومہ مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں۔

آپ کی جسامت درمیانی اور رنگ گندمی تھا۔ وضع کے بہت پابند تھے، صفائی ستھرائی اور سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ ظہر کے بعد ہمیشہ قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا۔ داڑھی پوری بھری ہوئی تھی۔ عمامہ باندھنے کا اہتمام تھا۔ ڈاکٹر سید محمد طاہر صاحب کے پاس آپ کا فوٹو محفوظ ہے۔

اپنا روزنامچہ بھی آپ اہتمام کے ساتھ تحریر کرتے تھے جس میں روزانہ کی آمد و خرچ اور باغ کے مصارف وغیرہ تفصیل سے لکھتے تھے۔ جنوری ۱۹۰۱ء سے یکم اگست ۱۹۰۷ء تک کا روزنامچہ ہماری خاندانی فائل میں بھی محفوظ ہے۔ اسی روزنامچہ سے معلوم ہوا کہ ۱۹۰۲ء میں ہمارے باغ کے بیج اور گٹھلی وغیرہ بطور نمونہ سرسہ، مظفر نگر وغیرہ کے باغات میں بھیجے گئے تھے۔

اکابر کے ساتھ تعلق و ارادت

یہ پہلے گذر چکا کہ آپ حاجی عابد حسین صاحب سے بیعت اور مولانا ابوالحسن صاحب سہارنپوری کے معتقد و نیازمند تھے۔ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بھی آپ کو عقیدت و محبت تھی۔ دُعا، اور ملاقات کی غرض سے جب آپ پہلی مرتبہ تھانہ بھون تشریف لے گئے تو مولانا حکیم محمد ایوب صاحب زاد مجدہٗ نے اپنے قدیمی تعلقات کی بناء پر ایک تعارفی خط حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی کے نام تحریر فرما کر دیا۔ اس تعارفی خط اور مولانا شبیر علی صاحب کی معیت کی وجہ سے بڑی سہولت رہی۔ حکیم محمد یعقوب صاحب نے اس موقعہ پر خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو بیعت فرمالیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے حاجی صاحب سے بیعت ہونا کافی بتلایا۔ البتہ اوراد و وظائف تلقین فرمائے۔

آپ گاہ بگاہ اپنے احوال اور خصوصی واقعات سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو مطلع فرماتے رہتے اہم امور میں حضرت نے متعدد مرتبہ آپ کو مشورے دیئے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے سونے کے چند زیورات آپ کے پاس امانت رکھوائے۔ آپ نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے رکھ لیے اور تحریری طور پر کوئی ایسا وثیقہ نہیں لکھا جو وقت ضرورت کام دیتا اور سند بنتا۔ امانت کی ادائگی کے موقعہ پر اس نے فریب دہی سے کام لیکر کہا کہ ایک زیور کم ہے وہ بھی لائیے۔ معاملہ بڑھتے بڑھتے عدالت اور کچہری تک پہنچا۔ مقدمہ کے دوران ایک دوست نے مشورہ دیا کہ شاملی میں ایک فقیر۔ حبیب نامی۔ رہتے ہیں ان کے تعویذات زود اثر ہوتے ہیں۔ اُن سے مقدمہ میں کامیابی کے لئے تعویذ لے آیئے۔ آپ شاملی گئے جا کر دیکھا ایک ملنگ داڑھی مونچھ منڈی ہوئی بیٹھے ہیں کچھ اور بھی خلاف شریعت باتیں دیکھیں چنانچہ اس حلیہ میں

اس کو دیکھ کر بے ساختہ فرمایا ایسے بددین سے میں کبھی تعویذ نہیں لوں گا۔ یہ کہہ کر آپ واپس ہونے لگے تو اس فقیر نے آواز دے کر کہا۔ یعقوب تعویذ لیئے بغیر مت جانا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ آپ نے پھر بھی اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور بغیر تعویذ لیئے آ گئے۔ بعد میں آپ نے حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کو اس واقعہ کی اطلاع کی تو فرمایا۔ تم نے اچھا کیا کہ اس سے تعویذ نہیں لیا۔ وہ حبیب نہیں بلکہ اس کے نام کے نقطوں میں تغیر و تبدل کر کے ح کو خ سے اور ب کو ث سے بدل دو:

شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ بھی آپ کا گہرا نیاز مندانہ تعلق تھا حضرت خود بھی کثرت سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے رہتے۔ ایک مرتبہ سہارنپور تشریف لائے تو حکیم محمد یعقوب صاحب اپنے یہاں بیٹھک میں لے آئے اور چائے کی پیش کش کی۔ حضرت نے عدم خواہش اور بھوک نہ ہونے کا عذر کیا تو حکیم یعقوب صاحب نے برجستہ فرمایا کہ چائے سے کوئی پیٹ تھوڑا ہی بھرتا ہے۔ اس پر حضرت مدنی نے چائے نوش فرمالی۔ اسکے بعد حکیم یعقوب صاحب نے حضرت کو اپنا خواب سُنایا کہ میں نے اپنے والد (حکیم سید احمد حسین صاحب) کو دیکھا کہ تشریف لائے اور ایک بڑا مجمع ساتھ ہے۔ جب اپنی مسجد "مسجد حکیمان" کے پاس آئے تو اپنا منہ کھولکر اس میں سے کوئی سفید چمکدار چیز نکال کر لوگوں کو دکھلائی اور پھر منہ میں رکھ لی۔ خواب سُن کر حضرت نے فرمایا عجیب

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے ساتھ بھی آپ کا تعلق بڑا مضبوط اور قدیم تھا کثرت کے ساتھ آمد و رفت رہتی۔ طرفین کے ان ہی تعلقات کی بنا پر میرے دادا جان زادمجدہٗ حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے خصوصی شاگردوں میں تھے اور حضرت شیخ زادمجدہٗ حکیم محمد یعقوب صاحب کی مسجد حکیمان میں تراویح پڑھانے کیلئے مخصوص تھے۔ جب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا وصال ہوا

اور تدفین کے لئے جگہ کا تقرر ہونے لگا تو حکیم محمد اسحٰق صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب نے حضرت شیخ زادمجدہٗ سے اپنے باغ میں تدفین کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اس خواہش اور پیش کش کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حکیم اسحٰق صاحب اور حکیم یعقوب صاحب سے میرے والد صاحب کے بہت ہی خصوصی مراسم تھے۔ اُن کی تمنا و خواہش یہ تھی کہ اپنے باغ میں تدفین عمل میں آئے مگر ہمارے اہل محلہ بالخصوص جناب الحاج فضل حق صاحب جو بانیان مدرسہ میں ہیں اُن کے صاحبزادے جناب شیخ حبیب احمد صاحب اور اُن کے رفقاء لٹھ لیکر

تشریف لے آئے کہ تدفین حاجی شاہ میں ہوگی ورنہ یہاں معرکہ ہو جائے گا۔

(آپ بیتی جلد سوم ص۵۵)

آپ بیتی نمبر ۵ میں اس واقعہ کا تذکرہ مزید وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں ہے:

"حکیم صاحبان کی رائے تمنا اصرار کے ساتھ یہ تھی کہ اُن کے باغ میں اُن کے جدی قبرستان کے اندر تدفین عمل میں آئے۔ اور ہمارے محلہ کے چند احباب جن میں جناب الحاج شیخ حبیب احمد صاحب ولد اکبر جناب الحاج فضل حق صاحب (جو اعلیٰ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص اور مظاہر علوم کے محسن اعلیٰ تھے) اُن کا اور اُن کے چند دوستوں کا اصرار یہ تھا کہ محلہ کے قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئے گی۔ حکیم صاحبان متین، صاحب وقار لوگ تھے، اور شیخ حبیب احمد صاحب مع اپنے رفقاء کے لمبی لمبی لاٹھیاں لیکر مکان کے دروازہ پر آگئے کہ تدفین حاجی شاہ میں ہوگی ورنہ لٹھ بازی ہو جائے گی"

(آپ بیتی نمبر پانچ ص۱۰۹)

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے ساتھ بھی حکیم یعقوب صاحب کے روابط و تعلقات بڑے گہرے تھے، بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ گھر کے تعلقات تھے۔ انہی قدیمی روابط کا یہ اثر تھا کہ حضرت شیخ کو انکے صاحبزادے مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب سے انتہائی محبت و مودت تھی (جسکی تفصیلات آگے آرہی ہیں)۔

اپنے ابتدائی دور میں دونوں حضرات حکیم یعقوب صاحب اور حضرت شیخ زاد مجدہٗ) کثرت سے ایک دوسرے سے قرض بھی لیتے رہتے تھے۔ ہماری خاندانی فائل میں اس نوع کی متعدد یادداشتیں موجود ہیں جو طرفین نے ایک دوسرے کو لکھیں یہاں بطور نمونہ ایک یادداشت پیش کی جاتی ہے یہ حکیم محمد یعقوب صاحب کی جانب سے حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے نام ہے۔

مولوی صاحب، السلام علیکم چار سو دس روپیہ کا انتظام دو تین روز کے اندر کر دینا۔ کچھ حصہ بھائی صاحب کے مکان کا خریدنا ہوگا، اطلاعاً عرض کر دیا ہے۔ فقط محمد یعقوب

اس یادداشت کی پشت پر حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں۔

"بدست نصیر خچہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ کو بوقت دوپہر ارسال کیے گئے"

زکریا ۶ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

——— ایک مرتبہ حکیم محمد یعقوب صاحب اپنے دو صاحبزادوں (حکیم یامین و حکیم یسین صاحبان) سے کبیدہ خاطر ہوئے اور کافی دوری پیدا ہو گئی۔ اسی دوران حکیم صاحب کے صاحبزادے مبشر کا انتقال ہو گیا تو حکیم سید محمد ایوب صاحب نے حضرت شیخ زاد مجدہٗ سے فرمایا کہ یہ وقت رجوع الی اللہ کا ہوتا ہے۔ قلوب بھی نرم ہوتے ہیں۔ آپ میرے والد صاحب کو نصیحت فرمائیں کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں سے راضی ہو جائیں اور لڑائی ختم کر دیں چنانچہ حضرت شیخ ان کے پاس بیٹھک میں تشریف لے گئے اور گفتگو فرمائی۔ حکیم یعقوب صاحب نے پوری بات سن کر فرمایا۔ مولوی زکریا آپ کے تو دونوں جوتے بھی اپنے سر پر رکھنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں پھر کیسے آپ کی بات ٹھکرا دوں۔ اس پر حضرت شیخ شدتِ تاثر سے آب دیدہ ہو گئے بہت دعائیں دیں، اور باپ بیٹوں میں صلح ہو گئی۔

اکابر اور بزرگانِ دین سے تعلق و ارادت کے ساتھ ساتھ شہر کے سر برآوردہ اصحاب سے بھی آپ رابطہ رکھتے تھے اور ان کے ذریعہ عام لوگوں کے ذاتی اور سماجی معاملات بھی حل کرالیا کرتے تھے۔

آپ کے خواص اہلِ تعلق میں جناب سجاد حسین صاحب میرٹھی بھی تھے جو ۱۹۲۴ء میں سہارنپور پولیس لائن میں صوبے دار تھے۔ حکیم محمد یعقوب صاحب سے ان کے بڑے مراسم تھے۔ سجاد صاحب کی شادی ۱۳ مارچ ۱۹۳۴ء میں ہوئی، بارات سہارنپور سے میرٹھ گئی تھی۔ حکیم محمد یعقوب صاحب بھی شہر کے دیگر معززین کے ساتھ شاملِ بارات تھے۔

آپ کے فرزند جناب شاہد حسین[1] صاحب میرٹھی (ذاکر نگر دہلی) بیان کرتے ہیں:

"میرے والد صاحب مرحوم کی حاضری اکثر و بیشتر حضرت حکیم

---

[1] شاہد حسین صاحب کوآپریٹیو سوسائٹی میرٹھ میں وائزر رہے ۱۹۹۵ء میں ریٹائرڈ ہونے کے بعد دہلی آگئے اور اب ذاکر نگر میں مقیم ہیں۔ جماعت تبلیغ کے فعال اور ذمہ دار افراد میں سے ہیں۔

یعقوب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ہوا کرتی تھی۔ وقت ضرورت وہ آپ سے علاج و معالجہ بھی کرالیا کرتے تھے والد صاحب کا ذہن ہمیشہ دین داری کا رہا اس لیے دینی حضرات سے ہی تعلق رکھتے تھے اور اسی وجہ سے حضرت حکیم یعقوب صاحب سے بھی تعلق تھا۔ میری والدہ صاحبہ جب شادی کے بعد پہلی مرتبہ میرٹھ سے سہارنپور آئیں تو حکیم یعقوب صاحب کے گھر میں اتریں اور کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد پولیس لائن کے مکان میں منتقل ہوئیں۔ والد صاحب مرحوم بتلاتے تھے کہ حکیم صاحب کو جب کہیں جانا ہوتا تو تانگہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب تانگہ سے گر گئے جس کی وجہ سے کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی' والد صاحب کو پولیس لائن میں جب یہ اطلاع ملی تو عیادت کے لیے حکیم صاحب کے پاس آئے اور عیادت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتلائیں۔ حکیم صاحب نے جواباً فرمایا کہ آپ کے لیے بس یہی خدمت ہے کہ آپ کہیں سے بھی جتنا ہو سکے بتھوا منگوادیں، یہ جیٹھ بیساکھ کا زمانہ تھا اس لیے بتھوا آسانی کے ساتھ کہیں نہیں ملتا تھا۔ والد صاحب نے اپنے ماتحت رنگروٹوں کو اس کی تلاش کا حکم دے دیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ڈھمولہ ندی کے کنارے کنارے خودرو بتھوا کھڑا ہوا ہے' والد صاحب وہ سب منگوا کر حکیم صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ حکیم صاحب نے گھر والوں کو تاکید کی کہ مجھے بتھوا ہی کھلایا جائے اور اس

کو پکا کر گرم گرم چوٹ پر باندھا جائے۔ ایک عرصہ تک حکیم صاحب سنبھوا کھاتے رہے اور سنبھوا ہی ہڈی پر باندھتے رہے اس کی تاثیر سے اللہ پاک نے ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑ دی۔

سفرِ حج

حج و زیارت کا شوق آپ کو بچپن ہی سے تھا۔ بڑے اہتمام سے اپنے اس سفر کیلئے دعائیں کرتے، اور اخراجاتِ سفر جمع کر کے حضرت شیخ مدظلہٗ کے پاس جمع کراتے۔ بالآخر ۲۲ شوال ۱۳۴۹ھ (۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء) جمعہ کے دن آپ اس مبارک سفر پر روانہ ہوئے۔ حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ بھی اس سال سفرِ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرتؒ کی روانگی انیس ۱۹ شوال سہ شنبہ مدینہ ہوئی۔

۲۴ مئی ۱۹۳۱ء کو آپ حج و زیارت سے فارغ ہو کر سہارنپور پہنچے۔ اپنی آمد کی کسی شخص کو اطلاع نہیں دی۔ اسلئے کوئی شخص بغرضِ استقبال اسٹیشن پر نہ جا سکا۔ سہارنپور پہونچکر اپنے محلہ کی مسجد مسجد موچیان میں تشریف لے گئے اور نوافل میں معروف ہو گئے۔ اعزہ اقارب کو جب اچانک معلوم ہوا تو سب مسجد میں گئے اور وہیں ملاقات کی۔

نکاح اور اولاد

حکیم محمد یعقوب صاحب نے دو نکاح کیے۔ پہلا مساۃ امۃ الرحمٰن سے، اور ان کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح مساۃ نزہت الٰہی سے کیا۔

امۃ الرحمٰن محلہ قاضی (سہارنپور) کی رہنے والی تھیں۔ ان کے والد ماجد مشہور نامی گرامی خلیفہ مجید الدین ابن شیخ معز الدین بن شیخ امین الدین انصاری ابن شیخ روشن علی خوشنویس فنِ ریاضی و اقلیدس اور علم الحساب کے بہت باکمال اساتذہ میں تھے اور اس فن کے ایسے زبردست ماہر تھے کہ اس دور کے اونچے عہدوں پر رہنے والے انگریز بھی آپ سے اس فن کو سیکھنے کے لیے آتے اور آپ کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے تلامذہ کے لیے مستقل طور پر ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا جہاں علم الحساب سکھایا جاتا تھا۔ اس مدرسہ کا نام "مدرسہ حلقہ خاص سہارنپور" تھا۔ خلیفہ صاحب موصوف کا مزاج صوفیانہ تھا، صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن مجید کے پابند تھے منشی نول کشور (مشہور مطبع کے مالک) سے خلیفہ مجید الدین کے گہرے تعلقات تھے، ان ہی کی تحریک پر منشی صاحب نے ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ (دسمبر ۱۸۷۶ء) میں مدرسہ قدیم کی تعمیر کے

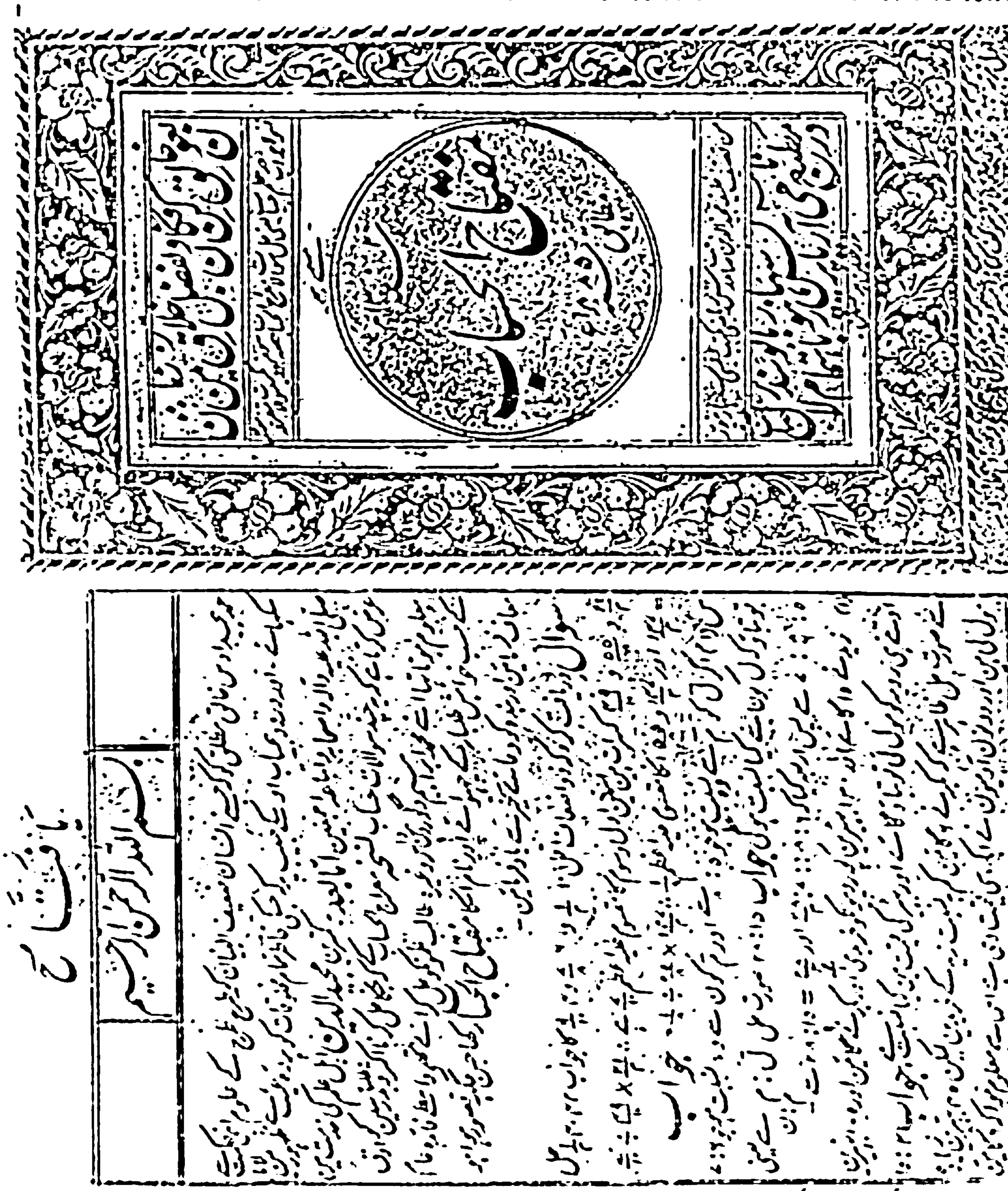
لیے مبلغ پچاس روپیے مدرسہ میں داخل کیے تھے۔
خلیفہ مجید الدین کی حساب اور ریاضی پر متعدد تصانیف ہیں جن میں مندرجہ ذیل تین کتابیں ہمارے علم و مطالعہ میں آچکی ہیں۔

۱۔ سوالات جبر امقابلہ۔ یہ ۱۸۶۰ء/۱۲۷۷ھ میں آپ نے ترتیب دی تھی۔ اس تصنیف کے دوران ۷ رجون ۱۸۶۲ء میں آپ کی جو خط و کتابت ڈائرکٹر آف تعلیمات سے ہوئی تھی وہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب مطبع وکٹوریہ گزٹ سہارن پور سے شائع ہوئی اور مسٹر فلر ڈائرکٹر آف پنجاب کی دلچسپی اور توجہ سے محکمہ تعلیم نے بڑی تعداد میں خریدی۔

۲: مراۃ الحساب ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں مسٹر میور لیفٹیننٹ گورنر بہادر اور ہنری اسٹورٹ ریڈ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ممالک مغربی و شمالی کے عہد میں یہ کتاب لکھی اور شائع کی گئی اور انھیں دونوں افسران کی جانب منسوب ہے۔ یہ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع ضیاء الشمس سہارنپور میں اس کی طباعت ہوئی۔ یہاں اس کے پہلے صفحہ کا عکس دیا جاتا ہے۔ اصل کتاب ہمارے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۳، آپ کی تیسری کتاب مفتاح الحساب ہے جو ۱۸۸۵ء مطابق ۱۳۰۲ھ میں پہلی مرتبہ مطبع نامی آریا پریس سہارن پور سے شائع ہوئی۔ اس ایڈیشن کا ایک نسخہ ہمارے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے یہاں اس کے پہلے اور دوسرے صفحہ کا عکس دیا جاتا ہے۔

خلیفہ مجید الدین کے ایک بھائی وحید الدین تھے جو پہلوانی اور شجاعت میں مشہور تھے۔ جمبو داس رئیس اُن کے بڑے معتقد تھے۔ بہت کثرت سے دودھ پھل اور تحائف انکو بھیجتے رہتے۔ یہ وحید الدین بڑے جری اور طاقتور تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بھائی (خلیفہ مجید الدین) کے مکان پر گئے۔ وہاں کسی مسئلہ پر گرم گفتاری ہوئی تو یہ غصہ میں اُٹھ کر چلے آئے۔ شب میں جب خلیفہ مجید الدین اپنے مکان کے کواڑ بند کرنے لگے تو زنجیر نہ لگ سکی۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ زنجیر کی تمام کڑیاں آپس میں جڑی ہوئی اور ملی ہوئی ہیں۔ اسلئے وہ کنڈے میں نہیں آتیں۔ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وحید الدین آج مکان سے نکلتے ہوئے اپنے ہاتھ کی قوت سے ملا کر چلے گئے۔ بعد میں لوہار



سے اس کو درست کرایا۔

حکیم محمد یعقوب صاحب کی زوجۂ اولیٰ (امۃ الرحمٰن) کے تین بھائی تھے۔ منشی محمد تقی، سلطان احمد اور جناب مولائے سخن منشی نیاز احمد صاحب اقبال۔

منشی محمد تقی صاحب قد آور آدمی تھے۔ جسامت کچھ زیادہ نہیں تھی۔ موضع سمرالہ (پنجاب) کی عدالت میں اہلمد تھے۔ تیئیس ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ مطابق پانچ اپریل ۱۹۳۵ء یوم جمعہ میں ان کا انتقال ہوا۔

سلطان احمد نے شادی نہیں کی۔ تجرد کی زندگی گذاری۔ مسجد النبی میں رہتے تھے، وہیں ۱۴؍ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۰؍ اگست ۱۹۵۱ء میں انتقال ہوا۔ عمر تقریباً پچھتر سال ہوئی۔

جناب منشی نیاز احمد صاحب اقبال، بہت باوقار اور وضع کے پابند تھے۔ سہارنپور کے بلند پایہ

اللّٰهم حاسبني حسابًا يسيرا

الحمد للّٰه که بفیض محاسب علی الاطلاق این نسخهٔ لاجواب در علم حساب المسمّٰی

اول مرتبه ۵۰۰ جلد قیمت ۶/

از مؤلفات شریف گل دستهٔ محاسبان زمان زبدهٔ مهندسان آوان خاتم کمال
حساب فرزند [illegible] در حلقهٔ خاص [illegible] تسلیم و تصحیح ما لا کلام

باهتمام بنده [illegible] در مطبع ضیاء الشمس [illegible] طبع یافت

مخدوم بخش [illegible]

شعرا ہیں تھے[۱] ۔ آپ فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے تلامذہ میں تھے ۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند نفاست پسند اور زبردست نعت گو تھے مسجد جمیل کے آخر تک متولی رہے ۔ اس کا حساب

---

[۱] تحریک خلافت کے دوران انتہائی ذوق وشوق سے پڑھی جانے والی ایک نظم ۔ بولیں اماں محمد علی کی ۔ جان بیٹا خلافت پہ دیدو کے متعلق مولانا محمد علی جوہر کے سوانح نگاروں نے تلاش وجستجو کے بعد چار نام پیش کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ان اشعار کے لکھنے اور ترتیب دینے والے یہ ہو سکتے ہیں ۔ ان میں ایک نام طاہر مرادآبادی کا دوسرے نور لدھیانوی ۔ تیسرے نیاز احمد اقبال سہارنپوری اور چوتھے لیسین لکھنوی ہیں ۔

پروفیسر خواجہ اسرار احمد نے اپنے ایک تحقیقی مضمون میں (جو بعنوان ۔ تحریک خلافت کی چند نایاب اور غیر مطبوعہ نظمیں ۔ مجلہ علم وآگہی کراچی کے خصوصی نمبر موسومہ ۔ مولانا محمد علی سوانح وخدمات ۔ میں شائع ہوا ہے) یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ معرکۃ الآرا اور دلوں کو گرما دینے والی نظم جناب منشی نیاز احمد صاحب اقبال سہارنپوری کی ہے ۔ اس دعوے کے ثبوت میں آپ نے چودہ[۱۴] صفحات پر مشتمل جو مقالہ ترتیب دیا ہے اس کی جستہ جستہ عبارات اور مختلف اقتباسات یہاں پیش کئے جاتے ہیں ۔

(۱) ۔ نیاز احمد اقبال کے ایک شاگرد رشید احمد سہارنپوری نے استاد کی وفات کے بعد شائع ہونے والے اپنے مختصر مجموعہ کلام ۔ درِ معرفت ۔ (حصہ دوم) کے آخر میں ایک مضمون ۔ ڈھول کا پول ۔ میں جو ایک متنازعہ مضمون ہے ۔ تحریر کیا ہے ۔ ۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت کے وقت استاد مرحوم کی آٹھ کتابیں شائع ہوئیں ۔ کتابیں کیا چھوٹے چھوٹے رسالے یا کتابچے ہوتے تھے جو چار پانچ نظموں پر مشتمل ہوتے تھے ۔ اس کی تصدیق خواجہ مسعود حسن ریٹائرڈ سب انسپکٹر سی ۔ آئی ڈی کراچی سے بھی ہوئی ۔ خواجہ صاحب ان بستیوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے بعض رفقاء کے ساتھ اس نظم اور تحریک سے متعلق دوسری نظموں کو جمعیۃ العلماء اور کانگریس کے جلسوں میں پڑھا ہے ۔ پھر مولانا ماجد دریاآبادی کی گرانقدر تصنیف ۔ محمد علی ۔ ذاتی ڈائری کے چند ورق ۔ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نظم ۲۲-۱۹۲۱ء کے دوران میں شہرت پا چکی تھی ۔

(۲) اقبال ایک علاقائی شاعر تھے ۔ ایک مخصوص حلقے میں خوب اچھی طرح جانے پہچانے جاتے ۔ اس سے زیادہ کیلئے نہ انھوں نے کوشش کی اور نہ شاید تمنا ۔ طبیعت میں بے نیازی تھی ۔ یادگار داغ تھے ۔ تمکین کاظمی نے سلسلۂ داغ دہلوی کو یکجا کرنا چاہا ان سے خط وکتابت بھی کی ۔ مگر اقبال نے درخور اعتناء نہ سمجھا ۔ انھوں نے یہ نظم اپنے علاقہ ہی کے لئے لکھی تھی ۔ مگر اس کی شہرت کو پر لگ گئے ۔ اس سے وہ متاثر ہوئے بغیر رہے ہوں ۔ ممکن ہی نہیں ۔ اسکے بعد انھوں نے پھر ایک طویل نظم لکھی جس کا ٹیپ کا مصرعہ دہی تھا ۔ " جان بیٹا خلافت پہ دے دو "

(۳) دارالعلوم اور مظاہر العلوم عظیم دینی درسگاہوں کی موجودگی نے اس سرزمین کو چھڑے دیگر بنا دیا ہے ۔ اقبال صوفی منش شخص تھے ۔ میلاد کی محفلیں تھیں ۔ ۲۶، ۲۷ رجب المرجب کی راتوں میں خصوصی اہتمام ہوتا ۔ سماع کی محفلیں منعقد کی جاتیں مگر

بہت صاف ستھرا رکھتے ان کے یہاں رجبی کا ہر سال اہتمام ہوتا تھا، مٹھائی تقسیم کراتے اپنے پیر جناب گولے شاہ صاحب کو ہر سال بڑے اہتمام سے ایصالِ ثواب کرتے، اس کے لیے مجلس منعقد کرتے۔ آپ بہت خوش پوشاک اور خوش خوراک تھے

ان بزرگانِ دین کا احترام ان کے دل میں بہت زیادہ تھا۔ مولانا مدنی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سے ان کی عقیدت کا عالم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(۴) - لبریز - پندرہ روزہ پرچہ ہے جو نئی دہلی سے خضر برنی کی ادارت میں نکلتا ہے، ۱۵/ اکتوبر ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں اس نظم کے متعلق یہ تحریر دی گئی ہے۔

"بہت سے قارئین ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ "بولیں اماں محمد علی کی" نظم کس نے لکھی ہے۔ ایسے قارئین کی دلچسپی اور معلومات کیلئے ہم نے کتب کا مطالعہ کیا۔ چند ضروری معلومات درج کی جا رہی ہیں۔

"اس نظم کے خالق نیاز احمد اقبال بتائے جاتے ہیں۔ یہ ایک اردو پرائمری اسکول میں معلم تھے۔ چونکہ شاعر نے اس میں اپنا تخلص استعمال نہیں کیا ہے۔ غالباً اسی لئے یہ نظم اپنی معاصرانہ اہمیت کی وجہ سے مقبول ہو گئی۔ نیاز احمد اقبال سہارنپور کے رہنے والے تھے اور خلافت کے دنوں میں اپنے علاقے میں کافی مقبول تھے۔

(۵)
یہ نظم اسلئے مشہور ہو گئی کہ اس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال نہیں کیا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ اگر تخلص ہوتا تو بھی یہ نظم معروفیت سے ہمکنار ہوتی۔ یہ بات قطعی صحیح ہے کہ خلافت کے دنوں میں اقبال نے اپنے علاقے میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ ان کی دوسری مشہور نظم "کراچی کے قیدی" ہے۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں۔ "ادھر محمد علی جیل گئے؛ ادھر بچے بچے کی زبان پر "کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی" کا ترانہ آگیا" یہ نظم بھی محمد علی جی کی طرح مشہور ہوئی۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کا تعلق محمد علی سے بالواسطہ تھا۔ محمد علی ان میں سے ایک تھے جن سے یہ نظم متعلق تھی۔ اس کے بعض بند آج تک بے پایاں شہرت کے حامل ہیں۔ پوری نظم اس طرح ہے

کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی ... ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو ... آبرو حق کے رستے پہ دے دی ... ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
بے سزا بے گناہوں نے پائی ... آنے ہوتی ہے تم سے جدائی ... سارے ہندو مسلمان بھائی ... ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
قید سے ہم جو جیتے بچیں گے ... جا نہ ہو تم سے پھر آ ملیں گے ... صبر سے شکر سے ہم رہیں گے ... ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
تم ہمیں یاد کر کے نہ رونا ... آنسوؤں سے نہ دامن بھگونا ... مل کے سوراج کا بیج بونا ... ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
کام مل کر خلافت کا کرنا ... جز خدا کے کسی سے نہ ڈرنا ... حق کے رستے پہ کچھ کر گزرنا ... ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
بات قرآن کی جو سنائی ... یہ سزا اس کے بدلے میں پائی ... مل کے سب دو خدائی دہائی ... ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
بات ہم نے کہی تھی جو سچی ... اس کے بدلے میں پیسیں گے چکی ... کس کی تقدیر ہم سے ہے اچھی ... ہم تو جاتے ہیں۔ دو۔ دو برس کو

اعلیٰ قسم کی چھڑی ہاتھ میں رکھتے۔ اسکی موٹھ بڑی خوشنما ہوتی۔ شیروانی اور ترکی ٹوپی لباس تھا۔ قدوقامت کے اعتبار سے کشیدہ اور متوسط الجسم تھے۔ کچھ دنوں جامع مسجد قدیم کے متولی بھی رہے۔ آپکا کلام اور سوانح حیات جناب عبدالشکور صاحب شاکر "حیات اقبال" کے نام سے ترتیب دیکر شائع کر چکے ہیں۔

ہائے دین محمدؐ کے خادم ہائے سچی شریعت کے عالم کافروں کے بنے تیغ مجرم ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
ہیں مسلمان سیتیان کھوتے آسماں پر فرشتے ہیں روتے صبر کرلیں بڑے اور چھوٹے ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
کچھ نہیں بال بچوں کا غم ہے پر خلافت کا ہم کو الم ہے۔ بس اسی واسطے چشم نم ہے ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
ہم اگر یاد بچوں کے آئیں آپ جاتی ہے ان کو لگائیں پیاری اماں پر رونے نہ پائیں ہم تو جاتے ہیں دو۔ دو برس کو
جرم ہم نے بس اتنا کیا تھا دین احمدؐ کا فتویٰ دیا تھا کیا حکومت کا ہمیں برا تھا ہم تو جاتے ہیں۔ دو۔ دو برس کو

(۶) ان کے علاوہ بھی اقبال کی بہت سی نظمیں ہیں جو تحریک خلافت سے متعلق ہیں اور شخصیات تحریک سے متعلق ہیں۔ بقول رشید احمد انور سہارنپوری انکی آٹھ کتابیں اس دوران شائع ہوئیں۔ اگر ہر کتاب میں چار نظمیں بھی شامل ہوئیں تو نظموں کی کم از کم تعداد تیس چالیس بنتی ہے۔ ان نظموں کی شہرت اتنے وسیع پیمانہ پر نہیں ہوئی۔ مگر اپنے علاقے میں ان نظموں نے دھوم مچائی ہوئی تھی۔ ذیل میں چند نظموں سے اقتباس دیے جاتے ہیں، اس سبب سے بھی کہ سند رہے۔

کہہ رہی ہے یہ گوری حکومت حکم کالوں پہ کرنا روا ہے ظلم کرلو ارے ظلم کرلو صبر والوں کا ساتھی خدا ہے
جیل میں اب بھرو گے سپاہی ہے جہاں نہ نئی کپڑے کا کھانا آدمی سی ہے اور آدھا آٹا ظلم کالوں پہ کرنا روا ہے
ہم نہیں کھائیں گے بھائی بیٹی پیٹ سے اپنے باندھیں گے پٹی تم ہو ضدی تو ہم بھی ہیں ہٹی صبر والوں کا ساتھی خدا ہے
حکم گوروں پہ کالے کرینگے راج اب ہند والے کرینگے غمزدوں کا بھی دل شاد ہوگا تخت دہلی کا آباد ہوگا

اے رسولِ خداؐ کے دلارے شیخ حسین احمدؐ حق کے پیارے اے خلافت کی آنکھوں کے تارے شیخ حسین احمد حق کے پیارے
شیخ محمود حسن کی نشانی اہل اسلام کا تو ہے جانی سب کے دل پر ہوئی حکمرانی شیخ حسین احمد حق کے پیارے
جب پولیس شام کے وقت آئی ہوگئی جمع ساری خدائی جان سب دشمنوں کی بچائی شیخ حسین احمد حق کے پیارے
چڑھ گئے آپ کوٹھے کے اوپر ساری خلقت کو باہر بلاکر سب کو ٹھنڈا کیا وعدہ لیکر شیخ حسین احمد حق کے پیارے
ڈپٹی، تحصیل دار، انسپکٹر سب کو تہ خانے میں چھپاکر تم نے باہر نکالا بچاکر شیخ حسین احمد حق کے پیارے

فیض لے خسیتان والے مولوی آن والے مولوی اور شان والے مولوی دین والے مولوی ایمان والے مولوی مولوی محمود حسن عرفان والے مولوی
آپ شیدا تھے خلافت کے مبارک کام پر آپنے تن من دے ڈالی خدا کے نام پر آپ قرباں ہوگئے ایمان پر اسلام پر آپ پر قرباں سب ایمان والے مولوی
بے خطا بے ذات بے الزام بے جرم و قصور مالٹا کے قید خانے میں تیری حضور سعا بر نالہ پڑھی گوشہری میں تیرے واہ رے اللہ کی پہچان والے مولوی
جبر نے کھویا عیش دنیا جب روز کیلئے بخت کی ایمان کی دولت نہ ملتی کیلئے بھیجے والے جنت اقبال دنیا کیلئے تو ہیں ہرتے ہیں اطمینان والے مولوی

نیز آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "گلستان معرفت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

قرابت اور رشتہ داری کے اعتبار سے آپ جناب حکیم محمد یامین صاحب، حکیم محمد یٰسین صاحب اور حکیم محمد ایوب صاحب کے حقیقی ماموں تھے۔ منشی نیاز احمد صاحب موصوف کی خوشدامنہ مسماۃ نیاز خاتون حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپور کی صاحبزادی تھیں۔ بچانوے سال کی عمر میں مسماۃ نیاز خاتون کی وفات بارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ بارہ [۱۲] اکتوبر ۱۹۶۲ء یوم جمعہ میں ہوئی۔ جناب منشی نیاز احمد صاحب کا انتقال چھبیس [۲۶] رمضان ۱۳۷۴ھ میں ہوا۔ [۱]

بہرحال تذکرہ حکیم محمد یعقوب صاحب کی زوجۂ اولیٰ جنابہ امۃ الرحمٰن صاحبہ کا تھا۔ اس زوجۂ اولیٰ سے آپ کے ایک لڑکی مسماۃ امۃ السلام اور تین لڑکے مولانا حکیم محمد یامین صاحب، مولانا حکیم محمد یٰسین صاحب اور مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب تولد ہوئے۔ مسماۃ امۃ الرحمٰن کا انتقال شدید بخار ہو کر سرسامی کیفیت میں ہوا۔ حکیم محمد یعقوب صاحب اس وقت الٰہ آباد تشریف فرما تھے۔ وہاں سے آپ کو بلایا گیا۔ الٰہ آباد سے آ گئے

---

[۱] داداجان زاد مجدہٗ نے اپنے روزنامچہ میں منشی نیاز احمد صاحب اقبال کے انتقال اور وراثت وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "۲۶ رمضان ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۵۵ء بیس ماموں نیاز احمد کا انتقال ہو گیا تھا چونکہ وہ لاولد فوت ہوئے تھے اور کسی شرعی وارث کا ہمیں علم نہیں تھا اسلئے ان کا اثاث البیت حکیم محمد یامین و حکیم محمد یٰسین و محمد ایوب نے ہمشیرہ زادہ ہونے کی حیثیت سے اور نعمت الٰہی والدہ محمد طاہر وغیرہ نے برادر زادی ہونے کی حیثیت سے بموجب حکم شرعی باہم تقسیم کر لیا تھا۔

اور مکان مسکونہ واقع محلہ قصاب اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ ہمیں ایک مولوی صاحب کو بلا کر کرایہ پر رکھ چھوڑا تھا۔ لیکن ایک ماہ بعد معلوم ہوا کہ مرحوم کے دادا کے بھائی کے پوتے محبوب حسن، مقصود حسن اور مختار احمد موجود ہیں، اور ان کی موجودگی میں شرعاً ہم لوگوں کو کچھ نہیں پہنچتا۔ چنانچہ میں نے جملہ اثاث البیت جو میرے حصہ میں لگایا گیا تھا بتمامہ واپس کر دیا اور دیگر اشخاص نے اکثر حصہ جو موجود تھا واپس کر دیا۔ ہم لوگ مکان میں والدہ مرحومہ امۃ الرحمٰن کا حصہ اور نعمت الٰہی اپنے والد مرحوم محمد تقی کا حصہ سمجھتے رہے اور محمود حسن وغیرہ اور ہم لوگ مکان کے فروخت کرنے کی فکر میں رہے اور دو سال سے زائد عرصہ اسی فکر میں گزر گیا۔ تقریباً ایک ہفتہ ہوا بعض دستاویزات کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ ہم ہر سہ نفر اور نیز نعمت الٰہی کا مکان میں کوئی حصہ نہیں چنانچہ اسی روز ہم نے مولوی صاحب سے مکان خالی کر دینے کیلئے کہا اور مولوی صاحب نے دوسرے مکان کی تلاش شروع کر دی۔ اور ہم نے مکان مذکور وارثان شرعی یعنی مقصود حسن، مختار احمد، اور محمود حسن (جو پاکستان میں ہیں) کے مختار کے سپرد کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔" (روزنامچہ ص ۹۰)

تین چار یوم بعد آپ انتقال کر گئیں، تاریخ انتقال ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ (دسمبر ۱۹۰۸ء) ہے۔ حکیم سید احمد حسین صاحب کے قریب آپ دفن ہوئیں۔ زوجۂ اولیٰ سے ہونے والی اولاد کی تاریخ آئندہ اولاد و پسماندگان کے ذیل میں لکھی جائے گی۔ **نکاح ثانی**:۔ نکاح اولیٰ کے بعد آپ نے دوسرا نکاح مسماۃ نعمت الٰہی سے کیا۔ یہ منشی محمد تقی ابن جناب خلیفہ مجید الدین کی لڑکی تھیں:

۱۷ ستمبر ۱۹۵۸ء (۳ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ) یوم چہارشنبہ میں مسماۃ نعمت الٰہی کا انتقال ہوا۔ عمر تقریباً اڑسٹھ سال ہوئی۔ حکیم سید احمد حسین صاحب کی قبر کے دائیں جانب آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ غفر اللہ لہا۔

مظاہر علوم کے روداد نویس اس موقعہ پر لکھتے ہیں،

"ربیع الاول ۱۳۷۸ھ کو محترمہ اہلیہ حکیم محمد یعقوب صاحب مرحوم نے جان جان آفریں کے سپرد کی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس خاندان کو مدرسہ سے جو تعلق ہے وہ اظہر من الشمس ہے، اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے۔ آمین:" (روداد ۱۳۷۸ھ ص۱۵)

حکیم سید محمد یعقوب صاحب کی دوسری اہلیہ محترمہ مرحومہ سے ایک لڑکی مسماۃ امۃ السبحان اور سات لڑکے محمد زکریا۔ محمد یوسف۔ حافظ محمد میاں۔ محمد احمد۔ محمد مبشر، محمد طاہر۔ محمد مظاہر اختر۔ تولد ہوئے امۃ السبحان۔ محمد زکریا، محمد یوسف اور محمد مبشر اور حافظ محمد احمد ان پانچوں کا انتقال تو نو عمری میں ہی ہو گیا تھا۔ زندگی کی چند ہی بہاریں انھوں نے دیکھیں۔ محمد مبشر کے انتقال کی تاریخ یکم جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ ۲۷ جون ۱۹۴۱ء یوم جمعہ ہے۔ حافظ محمد احمد نے قرآن مجید جناب قاری عبد الخالق صاحب کے پاس حفظ کیا تھا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۸ء چہارشنبہ میں حفظ قرآن کی تقریب منعقد ہوئی تھی۔ ان کی تاریخ انتقال حضرت شیخ زاد مجدہٗ نے اپنے روزنامچہ میں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء دوشنبہ تحریر فرمائی ہے۔ بقیہ اولاد میں تین صاحبزادگان نے بھرپور عمر پائی۔ ان کے مختصر احوال و وقائع یہاں لکھے جاتے ہیں۔

حکیم حافظ سید محمد میاں صاحب

بچپن میں کلام پاک حفظ کر کے جامعہ عربیہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے اردو فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد فن طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ یکم شوال ۱۳۵۶ھ میں آپ نے طب اکبر شروع کی۔

بعد ازاں اسی فن کی دوسری اہم کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔

۱۹۴۲ء میں فن طب کی تعلیم آپ نے یوسہ کالج دہلی میں حاصل کی۔ اپنی تعلیمی کیفیت کی اطلاع آپ گاہ بگاہ حضرت شیخ زادہ مجدہٗ کو بھی دیتے رہتے تھے۔ اسی سلسلہ کے ایک خط میں آپ نے لکھا تھا کہ!

"میں نے یہاں پر سال اول کی تعلیم کے علاوہ سال دوم کی تعلیم بھی خارج میں شروع کر رکھی ہے۔ کالج کے ہی ایک پروفیسر صاحب پڑھا رہے ہیں۔ اس صورت سے امتحان میں کامیاب ہونے پر ایک سال کی تعلیم کی کمی ہو جائے گی۔ لہٰذا دعا کی مؤدبانہ درخواست ہے کہ خدائے تعالیٰ حقیقی کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آپ رجسٹرڈ پریکٹیشنر کلاس اے اور مستند دہلی ہیں۔ تکمیل فن کے بعد آپ نے یونانی ڈسپنسری نئی دہلی میں قابل قدر خدمات انجام دیں اور سہارنپور میں قائم شافی دواخانہ اور زنانہ شفا خانہ کی بھی سرپرستی کی۔ اس موقع پر پونے دوسو سالہ خاندانی مطب کی ممتاز ہستیوں کے ذکر پر مشتمل جو اشتہار شافی دواخانہ نے شائع کیا تھا اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے:

ہمارے پونے دوسو سالہ خاندانی مطب کی ممتاز ہستیاں اور

شافی دواخانہ

عالی جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم وعالیجناب حکیم سید احمد حسن مرحوم دعرف حکیم پاٹھے، عالیجناب مولوی حکیم سید محمد ابراہیم صاحب مرحوم وعالیجناب مولوی حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم شہرۂ آفاق عالیجناب مولوی حاجی حکیم سید محمد اسحٰق صاحب مرحوم پیلاکھ عالیجناب حیات الملک حاجی حکیم سید محمد یعقوب صاحب مرحوم، عالیجناب حیات الملک کے فرزند جانشین حکیم حافظ سید محمد میاں صاحب رجسٹرڈ ومستند دہلی نے تکمیل فن کے بعد یونانی ڈسپنسری نئی دہلی میں نہایت قابل قدر خدمات

انجام دیں اور اب اپنے والد ماجد (حیاۃ الملک) کی جگہ پر مطب کر رہے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اسکے ساتھ ساتھ حکیم صاحب موصوف نے شافی دواخانہ اور زنانہ شفاخانہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی۔ دواخانہ میں علاوہ پرانے خاندانی مجربات کے وہ سائنٹفک مرکبات بھی ہیں جو حکیم صاحب موصوف نے قدیم وجدید تحقیق کے بعد ترتیب دیئے، بعض دواؤں کی اعلیٰ کامیابی پر دہلی کے ماہر اساتذہ نے نہایت خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ نیز شافی دواخانہ نے بہت سے کرم فرماؤں کی درخواستوں پر حکیم صاحب کی منظوری کے بعد بچوں اور عورتوں کے مخصوص معالجہ کیلئے زنانہ شفاخانہ میں ایک تجربہ کار نرس کا انتظام کیا ہے جو مطب کے علاوہ ان خواتین کو گھروں پر بھی دیکھتی ہیں جو مطب میں حاضر نہیں ہو سکتیں۔ ان تمام خوبیوں کے بعد ہم اب وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ شافی دواخانہ کی خدمات ملک اور فن کے لیے بہت اہم ہیں۔

المشتہر:-

ایچ، ایم کاظمی منیجر شافی دواخانہ محلہ مفتی سہارنپور

۲۲ربیع الاول ۱۳۶۳ھ (۱۸ مارچ ۱۹۴۴ء) میں آپ کی شادی مسماۃ سرور(ی) صاحبہ دختر جناب بابو خورشید حسن صاحب ساکن محلہ قضات سے ہوئی۔ آپ کے خسر بسلسلۂ ملازمت اسوقت لاہور مقیم تھے۔ اسلئے بارات وہیں گئی۔

آپ کے ایک لڑکے فاضل الطب والجراحۃ ڈاکٹر محمد جاوید اقبال صاحب اور ایک لڑکی شاہانہ خاتون حیات ہیں۔ ایک لڑکی مرحومہ فرزانہ بھی تھی جن کا انتقال بس کے ایکسیڈنٹ میں ہوا۔ ڈاکٹر جاوید صاحب نے اپنا ایک مطب رازی کلینک مارکیٹ ۳۲/۶/۵ نیو کراچی کے نام سے قائم کر رکھا تھا۔

پیش نگاہ کتاب "تذکرہ دانشوران سہارنپور" مرتب کرتے وقت راقم سطور نے چچا حکیم محمد میاں صاحب سے گذارش کی تھی کہ وہ خاندانی بزرگوں کے کچھ حالات مرتب کر کے مجھے ارسال فرمائیں تاکہ ان کو شاملِ کتاب کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا آمدہ مکتوب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے،

" عزیزی میاں مولوی محمد شاہد سلمہ اللہ تعالےٰ !

بعد دعا، ترقی درجات کے تمہارا خط ملا، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنے خاندانی حالات لکھ رہے ہو، اس سے پہلے تمہاری بھیجی ہوئی ایک کتاب ملی تھی جس کا حاشیہ تم نے لکھا تھا، میں نے اس کو بہت شوق سے پڑھا تھا اب یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے بہت اہم ہے اور ضروری بھی۔ مگر اس کے لیے مواد تم کو کہاں ملے گا، بجز بھائی محمد ایوب صاحب کے، جن بزرگوں کے حالات تم قلم بند کر رہے ہو وہ تو ایسے فرشتہ صفت تھے کہ انھوں نے کوئی ایسی چیز چھوڑی ہی نہیں کہ جس میں نام و نمود کا شائبہ بھی ہو۔ غالباً حکیم احمد حسن صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ راستہ میں کسی نے آواز دے کر کہا کہ اے میاں نعل بند میرے گھوڑے کے نعل لگا دینا آپ نے جواب دیا کہ بہت اچھا لگا دوں گا، ایک شخص جو ساتھ تھا، اس نے اس کو ٹوکنا چاہا تو آپ نے منع کر دیا کہ کوئی بات نہیں کوئی نعل بند میرا ہم شکل ہوگا۔ ایک صاحب نے شکرانے کی دعوت کی، خشک چاولوں پر گھی ڈال دیا اور بجائے بورے کے غلطی سے آٹا چھڑک دیا، آپ وہی کھا کر چلے آئے بعد میں اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے آکر معذرت کی، تو جواب میں کہا کہ نہیں، میں نے جو چاول کھائے وہ تو میٹھے تھے۔ خود حکیم صاحبؒ نے حج کے موقع پر دعا کی کہ اے اللہ یہ حج میں تیرے لیے کر رہا ہوں لوگ مجھے حاجی کہہ کر نہ پکاریں۔ میں نے تو حکیم صاحبؒ ہی کو دیکھا ہے اور خوب دیکھا ہے، مجھے تو ان جیسی خوبیاں اور کہیں نظر نہیں آئیں، یہاں

کچھ لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست ہے جو ہندوستان کے مختلف مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک روز شجرہ نسب اور خاندانی حالات کا تذکرہ ہو گیا، میں نے ان سے پوچھا کہ اس آٹھ دس سال کے عرصہ میں آپ نے میرے منہ سے کوئی گالی یا کوئی فحش گفتگو سنی ہے؟ کہنے لگے کہ یہی چیز تو ہماری جستجو کا سبب ہے۔

تذکرۃ الرشید کی ترتیب کے وقت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے کہا گیا، آپ تو حضرت گنگوہیؒ کے خاص خادم تھے، ان کے متعلق کچھ لکھئے۔ تو مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے جواب دیا کہ میاں میں تو بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ حضرت گنگوہی خود بھی اللہ کے لیے مرمٹے اور دوسروں کو بھی مرمٹنے کی تعلیم دے گئے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ آج آسمان پر اداسی ہے، کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ آج کوئی نیک ہستی اس دنیا سے اٹھ گئی ہے، شام کو یا اگلے روز کسی نے آکر کہا کہ سہارنپور میں حکیم سید احمد حسین صاحبؒ کا انتقال ہو گیا ہے تو مولانا گنگوہیؒ نے کہا کہ بے شک وہ ایک نیک ہستی تھی۔ مولانا گنگوہیؒ دادا صاحب کے زیر علاج بھی رہتے تھے یہاں میرے پاس دادا صاحبؒ کی لکھی ہوئی قلمی میزان الطب ہے جس پر سن تحریر ۱۲۶۱ھ لکھا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ انھیں کی لکھی ہوئی ایک بیاض ہے جس میں کچھ نسخے ہیں باقی اور قلمی کتابیں میں وہیں چھوڑ آیا تھا اب کہاں باقی ہوں گی، البتہ بھائی ایوب صاحب کے پاس سے بہت کچھ

حاصل ہوسکتا ہے میں تو خود اس کا متمنی ہوں کہ اپنے خاندانی حالات معلوم کروں۔ اور اس کا مصدقہ ذریعہ بھائی محمد ایوب صاحب ہی ہیں، خدا ان کو تادیر سلامت رکھے آمین ثم آمین۔

فقط محمد میاں کراچی، مہر ڈاکخانہ ۲۴/۵/۸۹۔

(۶) حکیم ڈاکٹر سید محمد طاہر صاحب ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ (مارچ ۱۹۳۱ء) میں آپ کی پیدائش ہے۔ قرآن پاک جناب حافظ منظور صاحب کے پاس پڑھ کر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے درجۂ فارسی میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے مولانا مکرم صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری سے اُردو، فارسی پڑھی اور مشق املاء و تحریر کی۔ ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء میں آپ اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور میں داخل ہوئے۔ یہاں آٹھ کلاس تک پڑھ کر دہلی طبیہ کالج میں داخلہ لیا۔ اور وہاں طب قدیم و طب جدید کا کورس مکمل کیا۔ ۱۹۵۲ء میں تکمیل طب کرکے دہلی سے واپس آئے۔ ۱۹۵۲ء میں انڈین میڈیسن بورڈ یو۔پی سے سند حاصل کرکے ریڑھی تاجپورہ میں اپنا مطب قائم کرلیا۔ تقریباً ۱۹۶۰ء میں آپ نے اپنا مطب سہارنپور بازار نخاسہ میں قائم کیا۔ یہاں آپ یونانی اور ڈاکٹری دونوں علاج کامیابی اور نیک نامی کے ساتھ کر رہے ہیں۔

۱۹۶۷ء میں جب پہلی مرتبہ سہارنپور میں مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کیلئے آپ نے جانی و مالی تعاون دے کر سہارنپور میں اس کو ترقی دی۔ آپ اوّلاً صدر مسلم لیگ شہر سہارنپور منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں پورے ضلع کے صدر بنائے گئے۔ دو اکتوبر ۱۹۷۴ء میں گرفتار ہوئے۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ آپ جیل میں رہے۔ حکام شہر کی خواہش یہ تھی کہ مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنے مکانات اور دکانوں سے مسلم لیگ کے جھنڈے اُتار دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے رفقاء و احباب سمیت اس خواہش کا احترام نہیں کیا۔ اس پر یہ گرفتاری عمل میں آئی۔

اس زمانہ میں مولانا درویش محمد صاحب انصاری جنرل سکریٹری سٹی مسلم لیگ، جناب سید خلیق احمد صاحب صدر سٹی مسلم لیگ، جناب راؤ فرحت سعید خاں جنرل سکریٹری ضلع مسلم لیگ، آپ کے مخصوص رفقاء اور احباب میں تھے۔

۱۹۷۴ء کے بعد آپ مسلم لیگ یو۔پی کے صدر بنائے گئے۔ انڈین یونین مسلم لیگ کے صدر جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ نے آپ کو ۱۹۷۴ء میں ایم۔ ایل۔ اے کا ٹکٹ سہارنپور سے دیا۔ اس

موقع پر تینتیس ہزار ووٹ آپ کو ملے جو سہارن پور کی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہے۔
۱۹۸۰ء میں میڈیکل ویلفیر سوسائٹی قائم ہوئی تو آپ اوّلاً اس کے نائب صدر اور پھر ۱۹۸۱ء میں صدر اعلیٰ بنائے گئے۔ مسلمانوں کی متعدد سماجی اصلاحی تنظیموں کے ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بیت المال سہارن پور کے سرپرست، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی الیکشن کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔
۱۵ نومبر ۱۹۵۷ء (۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ) میں آپ کا نکاح جناب الحاج رشید احمد صاحب انبہٹوی ریکے از خاندان حضرت شاہ ابوالمعالی انبہٹوی) کی صاحبزادی مسماۃ خالدہ خاتون سے ہوا۔ مولانا علیم اللہ صاحب ناظم کتب خانہ مدرسہ مظاہر علوم نے یہ نکاح پانچ ہزار روپیہ مہر پر پڑھایا۔
اس تقریب کے موقع پر آپ کے برادر اکبر جناب حکیم سید محمد میاں صاحب نے کراچی (پاکستان) سے جو منظوم سہرا بھیجا تھا وہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

سہرا

بہ تقریب شادی خانہ آبادی حکیم ڈاکٹر سید محمد طاہر میڈیکل پریکٹشنر خلف عالی جناب حیات الملک حاجی حکیم سید محمد یعقوب صاحب مرحوم محلہ مفتی، سہارن پور

مبارک ہو عزیزوں کو یہ رشک گلستاں سہرا
نوید شادمانی دے رہا ہے شادماں سہرا

خوشا طالع محمد طاہر اس عظمت کا کیا کہنا
ادب سے جھک گیا تعظیم کو خود ناگہاں سہرا

مشام غنچہ عطر آگیں، دہانِ گل ہے پُر افشاں
ہجوم رنگ و بُو سے بن گیا عنبر فشاں سہرا

خوشی بے انتہا ماں کو ہے بہنوں کو مسرت ہے
مبارکباد کے غل سے ہے خط کہکشاں سہرا

نہیں پھولے سماتے اختر و فرزانہ جامے میں
خوشی بکھرا رہا ہے ہر طرف گوہر فشاں سہرا

ادھر جاوید بھی شاداں اُدھر احبا بھی خنداں
مبارکباد دینے کو ہے سب کا ہمزباں سہرا

عزیز و اقربا، اپنے پرائے شاداں سب ہیں
عدو کے واسطے لیکن ہے یہ تیر و سناں سہرا

نگاہیں دیکھنے والوں کی یہ کہتی ہیں رہ رہ کر
مجسم بوستاں سہرا سراپا گلستاں سہرا

حقیقت میں خوشی یہ حاصل صد زندگانی ہے
عزیزوں کو سناتا ہے خوشی کی داستاں سہرا

رُخِ تابانِ طاہر دیکھنے والے یہ کہتے ہیں
نظارہ کس طرح ہو ہے حجابِ درمیاں سہرا

خدا رکھے وقار و عظمتِ نوشاہ کیا کہنا
جھکا جاتا ہے قدموں پر پئے تعظیم یاں سہرا

نہالِ آرزو پھولے پھلے گلزارِ عالم میں
تمنائیں ہوں سب پوری یہ کرتا ہے بیاں سہرا

رہیں خوش کام، شاد، آباد، دولہا اور دلہن یارب
کریں سب یہ دعا آمین کہے گا بے گماں سہرا

پیش کردہ:-

حکیم سید محمد میاں، از کراچی، پاکستان

ڈاکٹر صاحب کی اولاد میں محمد اطہر، شاہین، یاسمین، نازنین، مہ جبین، اسماء، محمد شارق سلمہم اللہ ہیں۔

۷ رجب ۱۴۲۱ھ ۶ راکتوبر ۲۰۰۰ء یوم جمعہ میں مختصر علالت کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف کا وصال ہوا۔

(۷) جناب محمد مظاہر اختر صاحب۔ سہارنپور میں آپ کی پیدائش ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ قرآن مجید جناب حافظ منظور احمد صاحب کے پاس پڑھ کر اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے انٹر پاس کیا۔ اسکے بعد ذاتی مطالعہ اور باغات کی دیکھ بھال میں مشغول ہو گئے۔

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ (۲۵ جون ۱۹۵۹ء) میں آپ کی شادی مولانا مشتاق احمد صاحب میرٹھی کے خاندان میں حافظ ظہور احمد صاحب کی لڑکی مسماۃ شمیم اختر سے ہوئی۔

شوال ۱۳۸۱ھ میں آپ کی علالت کا آغاز ہوا۔ اس وقت قیام میرٹھ میں تھا۔ سہارنپور سے اہل خاندان متعدد مرتبہ گئے۔ ڈاکٹری اور یونانی متعدد علاج ہوئے۔ لیکن بخار، تشنج اور دورہ میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ بالآخر یکم ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۵ رمارچ ۱۹۶۵ء جمعہ کی شب میں انتقال ہوا۔ میرٹھ میں تدفین عمل میں آئی۔ کوئی اولاد آپ سے نہیں تھی۔

حادثۂ وفات حکیم محمد یعقوب کی صحت آخر تک بہت اچھی رہی۔ مرضِ وفات بھی کچھ ایسا نہیں تھا جس سے یہ سمجھا جاتا کہ وقتِ موعود قریب ہے۔ حضرت شیخ زادمجدہٗ نے اپنے روزنامچہ میں ان کی مختصر علالت کی کیفیت اس طرح تحریر فرمائی ہے کہ۔

"شب سہ شنبہ ستر ۱۷ رمضان ۱۳۶۱ھ (انتیس ۲۹ ستمبر ۱۹۴۲ء) میں شب کے بارہ بجے شدید سردی کے ساتھ بخار ہوا جو صبح تک رہا۔ پھر سہ شنبہ کی دوپہر کو دوبارہ سردی سے بخار ہوا۔ جسمیں ضعف بہت ہوگیا۔ غفلت بھی رہی:

ڈاکٹری دواؤں سے چونکہ آپ کو مناسبت نہیں تھی، اسلئے ہمیشہ یونانی علاج کرتے تھے۔ اس غفلت اور بخار کے پیشِ نظر گھر والوں نے ڈاکٹر کو بلا کر اس سے مرض کی تشخیص و تحقیق کرائی۔ غفلت دور ہو جانے پر جب آپ کو ڈاکٹر کی آمد کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے۔

۲۹ ستمبر کی صبح کو وہ اپنے مطب میں معمول کے مطابق تشریف لائے۔ مریضوں کا معائنہ کیا، نسخے تجویز کئے۔ اُن کے قلم کا تحریر کردہ آخری نسخہ ہمارے یہاں قدیم کاغذات میں اب بھی محفوظ ہے۔ میرے داداجان زادمجدہٗ نے اس نسخہ کی پشت پر یہ عبارت تحریر کر رکھی ہے۔

"یہ نسخہ جناب حکیم محمد یعقوب صاحب نے ۲۹ ستمبر ۱۹۴۲ء یوم سہ شنبہ کو جو آخری یوم مطب ہے لکھا تھا۔ اس کے چار روز بعد یعنی چار اکتوبر کی شب میں انتقال فرمایا"۔

بخار اور غفلت کی شدت آپ کو آخر تک رہی۔ بالآخر شب یکشنبہ چار اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور صبح گیارہ بجے خاندانی باغ میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

دو تعزیتی مکتوب جدِ محترم مولانا حکیم محمد ایوب صاحب نے حکیم محمد یعقوب صاحب کے انتقال پر حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کو جو خط تحریر فرمایا وہ مع جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"مخدوم العالم ادام اللہ ظلکم۔ بعد سلام مسنون معروض خدمت والا آنکہ کل شب جناب والد صاحب حکیم محمد یعقوب کا انتقال ہوگیا۔ حضرت والا اقدس سے دعاءِ مغفرت کی درخواست ہے۔

والسلام۔ محمد ایوب سہارنپور ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

جواب!

السلام علیکم۔ رنج ہوا۔ اللّٰھمّ اغفرلہ واللّٰھمّ ارحمہ۔

(۲)۔ محترم و مکرم بندہ جناب حکیم محمد ایوب صاحب زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بوقت سحری کے چار بجے تقریباً انتقال پُر ملال حکیم صاحب معلوم ہو کر خاص اثر طبیعت پر ہُوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حق تعالیٰ ان کو اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ بندہ معتکف ہے اسلئے شرکت اور حاضری سے معذور رہا۔

موقع ملے تو والدہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون مضمونِ تعزیت بندہ کی طرف سے عرض کر دیں۔

العبد الضعیف عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ، اکتوبر ۱۹۴۲ء۔

اولاد و پسماندگان

حکیم محمد یعقوب صاحب کے ہر دو نکاح کی مختصر تاریخ اور آپ کی اولاد و پسماندگان کا تذکرہ اجمالاً اوپر کیا جا چکا۔ اب یہاں زوجۂ اولیٰ سے ہونے والی اولاد کی تفصیل اور ان کی تاریخ لکھی جاتی ہے۔

مسماۃ امۃ السلام :۔ یہ حکیم محمد یعقوب صاحب کی تمام اولاد ذکور و اناث میں سب سے بڑی تھیں۔ ان کی شادی مولوی سید نذیر احمد پسر حافظ محمد اسمٰعیل صاحب سے ہوئی۔ اس رشتۂ مناکحت سے پانچ لڑکیاں حمیدہ خاتون، جمیلہ خاتون، حسینہ خاتون، رئیسہ خاتون، عابدہ خاتون اور ایک فرزند قاری سید محمد ابراہیم تولّد ہوئے۔

۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ (۲۱ نومبر ۱۹۴۷ء) کی شب میں مسماۃ امۃ السلام کا انتقال ہُوا۔ عمر تقریباً ساٹھ سال ہوئی۔ باغ حکیم پورہ میں اپنے والد صاحب کی قبر کے قریب دفن ہوئیں۔ مولوی سید نذیر کا انتقال ۱۲ رجب ۱۳۶۲ھ، ۱۷ جولائی ۱۹۴۳ء میں ہو چکا تھا۔ عمر تقریباً ۶۵ سال ہوئی۔

(۱) **حمیدہ خاتون** :۔ کی شادی ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ ۹ مئی ۱۹۴۱ء یوم جمعہ میں مولانا مشیت اللہ صاحب (برادر جناب مولانا قاری محمد سلیمان صاحب اُستاذ تجوید و قرأت مظاہر علوم) سے ہوئی۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری نے بمہر پانچ ہزار روپیہ یہ نکاح پڑھایا۔ حضرت شیخ زادمجدہ نے اس موقعہ پر تہنیت و تبریک پیش کرتے ہوئے جناب قاری محمد سلیمان صاحب کو درج ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

بگرامی خدمت جناب قاری صاحب زادت مکارمکم۔

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے بھائی صاحب کی خدمت اقدس میں ہدیۂ تبریک کے ساتھ احد من ثلاث لا تُرد یعنی ایک عنصر شیشی عطر کی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اُمید کہ

قبول فرماکر ممنون فرمائیں گے۔ فقط زکریا ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ۔

جواب خط:۔

حضرت نے بہت ہی کرم فرمایا۔ بصد شکریہ کے ساتھ قبول ہے:

سلیمان عفرلہٗ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ۔

مولانا مشیت اللہ صاحب نیک صالح اور ذی علم تھے۔ کتب بینی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ پاؤں پر کسی جانور کے کاٹنے سے ورم ہوا جو زخم کی شکل اختیار کر گیا اور پھر یہی زخم جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۰ رجب ۱۳۶۱ھ ہے۔ حمیدہ خاتون سے آپ کے ایک لڑکی تولد ہوئی تھی جس کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

مولانا مشیت اللہ صاحب کے انتقال کے بعد مسماۃ حمیدہ خاتون کا نکاح ثانی منشی سید اللہ رکھا پسر عزیز الدین صاحب ساکن قصبہ انبہٹہ سے ۲۶ رجب ۱۳۶۷ھ (۴ جون ۱۹۴۸ء) میں ہوا۔ مولانا الحاج قاری مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی نے مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھایا۔ اس نکاح ثانی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حمیدہ خاتون کا انتقال ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ (۱۶ مئی ۱۹۷۱ء) روز یکشنبہ میں ہوا۔ عمر تقریباً پینسٹھ سال ہوئی۔ دو سال بعد مورخہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ (۱۴ جولائی ۱۹۷۳ء) میں منشی اللہ رکھا صاحب کا بھی وصال ہو گیا۔

(۲) **جمیلہ خاتون**:۔ ۶ صفر ۱۳۶۳ھ (۲ فروری ۱۹۴۴ء) میں ان کا نکاح منشی ظفر احمد صاحب ساکن محلہ قاضی سے ہوا۔ مولانا زکریا صاحب قدوسی نے نکاح پڑھایا۔ مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر متعین ہوا۔ جمیلہ خاتون صوم وصلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ باوجود ضعف و پیری کے نفل روزوں کا بڑا اہتمام کرتی تھیں۔ آخر عمر میں بالکل نابینا ہو گئی تھیں۔ آپریشن بھی کرایا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ یہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد گاہے ہمارے یہاں اور گاہے حکیم محمود حسین صاحب کے یہاں رہتی تھیں۔ آخر عمر میں مستقلاً قاری سید محمد ابراہیم کے یہاں رہنے لگیں تھیں۔ وہیں انتقال ہوا۔

(۳) **حسینہ خاتون**۔ آپ کی شادی قصبہ جلال آباد میں حضرت مولانا عابد حسین صاحب سے ہوئی تھی۔ نیک سیرت نیک صورت اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مشکلات اور پریشانیوں میں ثابت قدم رہ کر ان کو برداشت کرتی تھیں۔ گھر میں محلہ اور قصبہ کی مستورات کی آمدورفت کثرت سے تھی۔ ان سے خندہ پیشانی سے ملتیں اور اپنے حالات یا پیش آمدہ کسی مشکل کا احساس تک نہ ہونے دیتی تھیں۔ اپنے شوہر نامدار کی وفات کے بعد گھر کی تمام ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے

سکھایا، اولاد کی تربیت کی۔

موصوف کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد عاقل صاحب نے راقم سطور کی درخواست پر آپ کے حالات مرض اور وفات وغیرہ کے متعلق یہ تحریر کیا ہے۔!

"والد ماجد کے وصال کے بعد کھانا میرے ساتھ کھانے کا معمول بنا لیا تھا چونکہ مہمانوں کی آمد ورفت رہتی تھی۔ اسلئے مجھے اکثر مکان پر پہنچنے میں دیر لگ جاتی۔ دن کا کھانا دو بجے اور رات کا گیارہ بجے تک مؤخر ہو جاتا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی انتظار کرتی رہتیں میں نے متعدد مرتبہ درخواست بھی کی کہ میرا انتظار نہ کیا کرو مگر وہ اپنی مادرانہ شفقت کے آگے مجبور تھیں۔ حیات کے آخری دن دوپہر کے کھانے تک تندرست تھیں۔ اس دن ہمارے یہاں سالن وغیرہ نہیں پکا تھا۔ سب نے چٹنی سے کھانا کھایا تھا میں کھانے کے وقت گھر پہنچا اور ان سے دسترخوان پر آنے کی درخواست کی، تو انھوں نے بھوک نہ ہونے اور طبیعت خراب ہونے کا عذر کردیا۔ چھوٹی بہن نجمہ عرف (بھوری) نے بھی اصرار کیا مگر کھانا نہیں کھایا۔ تھوڑی دیر بعد طبیعت متلائی اور خون کی قے ہوئی اور پھر بے ہوش ہوگئیں۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے معمولی علالت اور گرمی کے اثرات بتلا کر دوا دیدی۔ لیکن بیہوشی کی کیفیت صبح تک باقی رہی اور دس گیارہ بجے اسی عالم میں انتقال ہو گیا۔ تاریخ انتقال ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ مطابق تیس جون ۱۹۷۵ء ہے آپ نے چار لڑکے، مولانا عاقل صاحب بھائی خالد، بھائی راشد بھائی آصف اور چار لڑکیاں نسیمہ خاتون، کشور خاتون، راشدہ خاتون، نجمہ عرف بھوری یادگار چھوڑیں۔

مزید تعصیلات کے لیے کتاب کا باب سوم دیکھیں

(۴) رئیسہ خاتون :- ۱۷ شعبان ۱۳۷۳ھ (۲۱ اپریل ۱۹۵۴ء) میں ان کا نکاح جناب سید افضال احمد پسر منشی اللہ رکھا صاحب کے ساتھ ہوا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے نکاح پڑھایا۔ پانچ ہزار روپیہ مہر متعین ہوا۔ تقسیم ہند سے بہت قبل یہ گھرانہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) منتقل ہوگیا۔ اور ۲۳ کاغذی ٹولہ تھانہ سترہ پور پوسٹ صدر گھاٹ ڈھاکہ کو اپنی اقامت گاہ بنایا۔

(۵) عابدہ خاتون :- دو صفر ۱۳۷۴ھ یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء میں ان کا نکاح جناب محمد اقبال

صاحب سے ہوا تھا۔

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ (۳۱ مئی ۱۹۷۳ء) میں جناب محمد اقبال کا انتقال ہوا۔ یہ گھرانہ بھی تقسیم ہند سے قبل ڈھاکہ (بنگلہ دیش) منتقل ہوگیا۔ عابدہ خاتون کی وفات ۱۷ دسمبر ۱۹۹۲ء میں ہوئی اور جرین قبرستان ڈھاکہ میں تدفین ہوئی۔

ہمارے خاندان کی یہ شاخ انگریزی دورِ حکومت میں ڈھاکہ منتقل ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں مشرقی پاکستان بننے کے تمام مراحل اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان ٹوٹ کر بنگلہ دیش بنا تو تاریخ کا انتہائی ہولناک ظلم وتشدد بھی اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اللہ جل شانہ نے اس سنگین وقت میں بھی پوری پوری حفاظت فرمائی اب الحمدللہ یہ شاخ پھل پھول رہی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ راقم الحروف کا متعدد مرتبہ بنگلہ دیش جانا ہوا مگر طرفین کو ایک دوسرے کا علم نہیں ہوسکا۔ جنوری ۱۹۹۳ء میں جب ـــــــ بنگلہ دیش کے سالانہ تبلیغی اجتماع میں جانا ہوا تو محبت و تعلق کے ملے جلے جذبات کے ساتھ تقریباً چالیس سال ـــ بعد پہلی ملاقات ہوئی میری اس ملاقات سے چار ماہ قبل پھوپی رئیسہ صاحبہ کے شوہر جناب سید افضال صاحب کی وفات ہوچکی تھی اور صرف ۱۵۔ ۲۰ یوم قبل ۱۷ دسمبر ۱۹۹۲ء میں دوسری پھوپی عابدہ خاتون وفات پاچکی تھیں۔

(۶) **قاری سید محمد ابراہیم صاحب**: آپ کی پیدائش ۱۳۲۸ھ میں ہوئی۔ مظفر حسن تاریخی نام ہے۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں آپ نے تعلیم کا معتدبہ حصہ مکمل کیا، تجوید بروایۂ حفص اور قرأت سبعہ کی تکمیل عالی جناب قاری محمد سلیمان صاحب سابق رئیس القراء جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے کی۔

آپ نے دو سال تک سہارنپور میں درس قرأت دیا۔ ۱۳؍ شوال ۱۳۶۵ھ میں آپ بالشاہرہ مظاہر علوم سہارنپور کے معین استاذ تجوید منتخب ہوئے۔ آپ کو اس تقرری کی اطلاع اس وقت کے ناظم مولانا عبداللطیف صاحب نے تحریری طور پر اس طرح دی تھی۔

"قاری محمد ابراہیم صاحب سہارنپوری آپ کو اطلاعاً تحریر ہے کہ آپ کی درخواست بابت تعلیم درجۂ تجوید لوجہ اللہ تعالیٰ پیش ہوکر تجویز ہوا کہ آپ کی یہ خدمت مدرسہ قبول کرتا ہے، بشرطیکہ آپ پابندی سے یہ کام انجام دیں اور اس خدمت حسبۃً للہ کو آئندہ ملازمت کی تمہید نہ قرار دیا جائے۔ تعلیم شروع ہونے پر آپ کو اطلاع کردی جائے گی اور درس گاہ بھی اسی وقت تجویز کردی جائے گی۔

العبد عبداللطیف ناظم مدرسہ

۱۳ر شوال ۱۳۶۵ھ"

دوسال بعد خود ارباب مدرسہ کی تجویز پر صفر ۱۳۶۷ھ سے بارہ[۱۲] روپے آپ کا مشاہرہ مقرر ہوا۔ یہاں آپ نے تقریباً پینتیس[۳۵] سال تک فن قراءت و تجوید کی خدمت کی۔ اور سینکڑوں طلبہ کو خوش آوازی اور مصری الب و لہجہ میں قرآن پاک پڑھنا سکھایا۔ فن تجوید پر آپ نے ایک کتاب بھی مرتب کی اور مظاہر علوم کی طرف انتساب کرتے ہوئے اس کا نام "مظاہر التجوید" رکھا۔

قاری صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

"میں نے اس رسالہ میں تجوید کے وہ مسائل بیان کئے ہیں جن کا جاننا قرآن شریف پڑھنے والے کیلئے ضروری ہے اور وہ مخارج حروف وصفات حروف۔ اور انکے متعلقات ہیں۔ اسی کے ساتھ مختصراً اوقاف کو بھی ذکر کردیا گیا ہے کہ لوگ وقف وابتداء میں سخت غلطی کرتے ہیں۔"

(مقدمہ کتاب ص۲)

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۶۹ھ میں شائع ہوا تھا بعد کے ایڈیشنوں میں کچھ اضافے ہوئے اور پوری کتاب میں عنوانات لگائے گئے۔

کتاب کے پہلے صفحہ کا عکس یہاں دیا جاتا ہے:

قاری سید محمد ابراہیم صاحب نے دو شادیاں کیں، پہلی شادی ۲۴ صفر ۱۳۶۶ھ / ۷ جنوری ۱۹۴۷ء چہار شنبہ میں جلال آباد میں چچا ولایت صاحب کی لڑکی مسماۃ ضمیر بیگم سے ہوئی، یہ تقریباً آٹھ نو سال قاری صاحب کے نکاح میں رہیں۔ ۶ رجب ۱۳۷۹ھ / ۶ جنوری ۱۹۶۰ء میں آپ کی زوجۂ اولیٰ کا انتقال ہوا۔

بعد ازاں آپ کی دوسری شادی حکیم سید رشید احمد صاحب ساکن پٹھیڑ کلاں ضلع سہارنپور کی دختر مسماۃ اقبال فاطمہ سے ہوئی۔ یہ نکاح ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ (۵ جون ۱۹۶۱ء) میں ہوا جو حضرت مولانا الحاج قاری مفتی مظفر حسین صاحب زاد مجدہٗ نے پڑھایا، ۵ ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا، یکم محرم الحرام ۱۳۸۱ھ (۱۶ جون ۱۹۶۱ء) جمعہ کے دن آپ اول مرتبہ اپنی اہلیہ محترمہ کو لینے کی غرض سے پٹھیڑ گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلا

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ رسالہ مختصر جامع قواعد تجوید برائے طلبہ مبتدی

مسمّٰی بہ

مظاہر التجوید

مؤلفہ

جناب حافظ القاری المقری سید محمد ابراہیم صاحب مدفیوضہم سہارنپوری

مدرس تجوید مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ مظاہر علوم سہارن پور

باہتمام

خادم القراء والعلماء محمد مرغوب و محمد الیاس عفا اللہ عنہما سہارنپوری مظاہری

بار اول ایک ہزار —— قیمت ۲۰/

دونوں بیویوں سے آپ کے متعدد لڑکے اور لڑکیاں ہیں، ان میں بڑے لڑکے قاری محمد طیب (ولادت ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۶۸ھ / ۶ اپریل ۱۹۴۹ء) ہیں جو خوش الحان قاری ہیں۔ دوسرے لڑکے محمد اسلم کا نوجوانی میں انتقال ہو گیا۔ تیسرے لڑکے محمد اعظم مظاہر علوم درجۂ وسطیٰ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۲ رجب ۱۳۹۹ھ (۲۹ مئی ۱۹۷۹ء) منگل کی شب میں قاری محمد ابراہیم صاحب کا وصال ہوا۔ قبرستان حاجی شاہ میں اپنے والد صاحب کے قریب دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

عماد القراء جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی، اے نے اپنی مشہور تالیف "تذکرہ قاریانِ ہند میں جناب قاری محمد ابراہیم صاحب کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

"وطن سہارنپور، والد کا نام سید نذیر احمد تاریخی نام مظفر حسن ہے ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ عمر ۳۹ سال مظاہر العلوم میں تعلیم پائی ہے، تجوید بروایت حفص اور پھر قرارت سبعہ کی تکمیل شیخ القراء محمد سلیمان دیوبندی سے ۱۳۶۰ھ میں کی۔ بہاول پور میں دو سال تک تعلیم دی ہے۔ سہارنپور میں ۱۲ سال سے یعنی ۱۳۶۵ھ سے تجوید کی تعلیم دے رہے ہیں، ایک رسالہ بھی تجوید میں تالیف کیا ہے۔ مخارج اچھے ہیں، صفات پر پورا عبور ہے، مستعد و کارگذار، ذہین و ہوشیار معلم ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور قرارت بھی سنی ہے"[1]

جناب مولانا حکیم سید محمد یامین صاحب

تقریبی اندازہ کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) کی ہے۔ اپنے دادا جان حکیم سید احمد حسین صاحب کے وصال کے وقت آپ کی عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ آپ بچپن میں ان ہی کی تربیت میں رہے، ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ دادا جان روزانہ باغ میں یا مریضوں کو دیکھنے کے لئے دیہات و قصبات میں جب جاتے تو آپ کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن پاک ناظرہ جناب قاری نیاز احمد صاحب سے پڑھا۔ بعد ازاں حضرت مولانا ثابت علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ یہاں آپ نے اردو املا نویسی کی تعلیم لی۔ آپ کا اکثر و بیشتر وقت حضرت مولانا کی ہی خدمت میں گذرتا تھا۔

مظاہر علوم سہارنپور میں آپ کا داخلہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ اس اولیں سال میں آپ نے فارسی نصاب سے اپنی تعلیم شروع کی۔ ۱۳۲۰ھ میں آپ نے عربی نصاب کا آغاز کرتے ہوئے

---

[1] تذکرہ قاریانِ ہند ص ۲۶ جلد دوم مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

ہدایۃ النحو، شرح مائۃ عامل، صغریٰ کبریٰ، زنجانی، منیۃ المصلی پڑھی۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ نے کافیہ قدوری، صغریٰ، اصول الشاشی، ۱۳۲۸ھ میں کنز الدقائق ۱۳۳۰ھ میں شرح وقایہ وغیرہ پڑھی۔ اسکے بعد کی روداد وں میں آپ کا نام نہیں ملتا۔ غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے کنز الدقائق تک تعلیم حاصل کی، اسکے بعد آپ اپنے والد ماجد حکیم محمد یعقوب صاحب کی تربیت میں رہ کر ان کے پاس تعلیم بھی حاصل کرتے رہے، اور مطب میں اُن کے معاون بھی رہے۔ تاہم مظاہر علوم کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے علم طب کے حصول کے لیے دوبارہ یہاں داخلہ لیا جس کی تفصیلات قارئین ابھی ملاحظہ کریں گے۔

فنِ طب کی تعلیم اور اسمیں آپ کی بصیرت

۱۳۳۵ھ میں حکیم محمد یعقوب صاحب کا ارادہ ہوا کہ حکیم محمد یامین صاحب اور مولانا حکیم ایوب صاحب کو فن طب باقاعدہ پڑھایا جائے۔ اسلئے آپ ان دونوں کو اپنے ہمراہ لیکر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے پاس تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ میں اپنے ان بچوں کو طب پڑھانا چاہتا ہوں۔ مدرسہ میں ان کو داخل فرما لیجئے اور میں ہر ماہ پانچ روپے مدرسہ میں جمع کرادیا کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا عبد الوحید سنبھلی کو میں متعین کردیتا ہوں، وہی پڑھادیا کرینگے اور تم پانچ روپے ماہانہ اُن کو ہی دے دینا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ میں داخل ہوگئے۔ اور موصوف سے موجز القانون، نفیسی، اقصرائی اور سدیدی پڑھی۔ یہ تینوں کتابیں آپ نے دو سال میں پڑھیں۔ تیسرے سال ۱۳۳۸ھ میں آپ نے سدیدی دوبارہ پڑھی۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کے بھائی مولانا حامد حسن آپکے رفیق درس تھے۔

تعلیم کے زمانہ میں آپ حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب، حضرت مولانا ثابت علی صاحب کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوتے رہتے۔ والد محترم حکیم محمد یعقوب صاحب کی بھی یہی تاکید تھی کہ اسباق و مطالعہ کے بعد جو وقت فارغ ملے۔ اسمیں ان حضرات کی خدمت کی جائے اور قریب رہا جائے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ سے جنگ بلقان کے موقعہ پر دریافت کیا کہ سلطان عبد الحمید مرحوم کی تصویر دیکھنا کیسا ہے؟ حضرت نے فرمایا تصویر دکھلاؤ۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو بہت بڑی ہے اسکو مت رکھو۔ آپ کا معمول تھا کہ مولانا ثابت علی صاحب کے ساتھ عصر بعد روزانہ سیر و تفریح کرنے

کیلئے جاتے۔ ایک مرتبہ مولانا ثابت علی صاحب نے اپنے سفرِ حج کے موقعہ پر دو روپے حکیم یامین صاحب کے ذریعہ مولانا عنایت الٰہی صاحب کو یہ کہہ کر بھیجے تھے کہ میں کبھی کبھی مدرسہ کے ملازم سے ذاتی کام لیتا ہوں۔ یہ دو روپئے اس مد میں جمع کرلو۔

سند:۔ تکمیلِ طب کے بعد مظاہر علوم نے آپ کو جو سند دی وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سند نمبر ۵۲۸

نحمد اللہ العظیم و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مولوی حکیم سید محمد یامین پسر حکیم محمد یعقوب صاحب متوطن شہر سہارنپور محلہ مفتی متصل مدرسہ عالیہ اسلامیہ مظاہر علوم۔ ۱۳۳۶ھ میں قانونچہ پڑھتے ہوئے داخل مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ہوئے۔ کتب مفصلہ ذیل سماعۃً و قرأۃً اس مدرسہ میں تحصیل کیں۔

علم طب میں حمیات قانون، کلیات نفیسی، اور اقصرائی و موجز القانون شرح اسباب۔ سدیدی۔ چونکہ مدرسہ ہٰذا کا تمام نصاب عربی زبان میں ہے اسلئے مذکورہ بالا تمام کتب عربی زبان میں پڑھائی گئی ہیں۔ لہٰذا۔ اب موافق طلب ان کی کے سند دی جاتی ہے۔ اور وصیت کی جاتی ہے کہ ہمیشہ ظاہرا اور پوشیدہ اتقا و سنۃ کا اتباع کریں اور بدعت سے اجتناب رکھیں اور لذاتِ دنیا کی طرف رغبت نہ کریں اور تعلیم علم دین میں مشغول رہیں، اور دعا میں مدرسہ اور اُستادوں کو نہ بھولیں۔

والحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ فقط۔ تحریر بتاریخ ۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ

العبد عبد اللطیف ناظم مدرسہ العبد عبد الرحمٰن غفرلہ کاملپوری محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی

العبد عبد المجید نائب مہتمم شعبہ تعلیم مدرسہ ہٰذا۔

مظاہر علوم سہارنپور سے تکمیل طب کے بعد آپ اپنے والد حکیم سید محمد یعقوب صاحب اور اپنے نانا حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کے پاس رہے اور اُن سے فنِ طب میں مزید رسوخ اور کمال حاصل کیا۔ حکیم اسحٰق صاحب نے آپ کو دیوبند بھی بھیجا تھا تاکہ وہاں آپ مزید تعلیم و تربیت حاصل کرسکیں۔ اس موقعہ پر تمامی اخراجات حکیم اسحٰق صاحب نے برداشت کئے۔ دیوبند سے واپسی پر آپ نے

اپنا مطب قائم کیا جو محلہ کی مسجد ، مسجد موچیان - کی ایک دوکان میں تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ جگہ ناکافی ہونے لگی تو اپنے والد صاحب کے بنائے ہوئے جدید مکان میں منتقل ہو گئے اور وہاں بڑے عمدہ اور اونچے پیمانہ پر طبابت شروع کی ۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں شفا اور نسخہ میں تاثیر شفا مرحمت فرمائی تھی ۔ اسلئے کثرت کے ساتھ آپ کی طرف مریضوں کا رجوع ہوا ۔ میرٹھ ، مظفر نگر مرادآباد ، جگادھری ، انبالہ سے لوگوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی ۔ عوام و خواص ملی وسیاسی سربرآوردہ حضرات کو آپ پر بڑا اطمینان تھا ۔ اور وہ آپ کی نبض شناسی کے قائل تھے حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ، حافظ محمد یوسف صاحب نواسہ حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مراقدہم ۔ کنور جمشید علی خاں صاحب راؤ قربان علی خاں صاحب بین بین نرسری والے ۔ جناب مقصود علی خاں ۔ محمود علی خاں وودو علی خاں کیلاشپوری ، میر حسن عباس صاحب مجسٹریٹ ، میر علی عباس صاحب وکیل ، جناب محمد حسین ، اجمل حسین صاحبان دہلوی ، حکیم حسنین احمد صاحب سہارنپوری ، بابو اجیت پرشاد صاحب وزیر خوراک حکومت ہند ۔ ٹھاکر پھول سنگھ صاحب وزیر پلاننگ حکومت یو۔پی ، وغیرہ کو آپکی طبی مہارت پر پورا پورا اعتماد تھا ۔ کسی بھی نازک بیماری اور پیچیدہ مرض میں یہ حضرات آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کی نباضی اور فنی صلاحیت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ۔

مریضوں کو دیکھنے کے لئے چونکہ آپ کثرت سے جاتے رہتے تھے ۔ اسلئے سہولت و راحت کی غرض سے ایک گھوڑا تانگہ خرید لیا تھا ۔ پھر کچھ عرصہ بعد ایک موٹر کار خرید لی ۔ اسی میں قرب وجوار کے مریضوں کا معائنہ کرنے جاتے تھے ۔

شہر سہارنپور کے مشہور و معروف طبیب جناب حکیم ناظر حسن صاحب شمیمؔ نے ایک طبی ادارہ پراکٹیکل طبیہ اسکول سہارنپور کے نام سے قائم کیا تھا جس کا مقصد طب یونانی کی ترویج واشاعت اور اس کی مکمل علمی وعملی تعلیم دینا تھا ۔ اس ادارہ کے اراکین میں جناب حکیم محمد یامین صاحبؒ حکیم محمد یسین صاحبؒ اور جناب حکیم محمد ایوب بھی تھے ۔

حکیم محمد یامین صاحب کی شخصیت اور آپ کے مطب کی شہرت اور تعارف کا سبب موثر ذریعہ حضرت اقدس مدنی ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی تھے کہ یہ حضرات بہت کثرت سے حکیم صاحب کے

پاس تشریف لاتے رہتے اور ان کی تشریف آوری پر ارکان جمعیۃ العلماء، معززین شہر، اور مختلف جماعتوں کے سرکردہ افراد بڑی تعداد میں جمع ہو جاتے۔ آپ بڑی فراخدلی کے ساتھ ان حضرات کی ضیافت کرتے انواع و اقسام کے کھانے تیار کراتے۔ یہ سب کچھ حکیم محمد یامین صاحب اپنے دلی جذبات اور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے قوی تعلق کی بناء پر کرتے تھے۔ نمونہ کے طور پر یہاں حضرات اکابر جمعیۃ علماء ہند کے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن سے آپ کی مضبوط شخصیت ان حضرات اکابر کے یہاں حسن اعتماد اور علم طب میں آپ کی حذاقت اور مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

(۱) حضرت اقدس مدنی ایک مرتبہ حضرت شیخ زادمجدہٗ کے پاس تشریف لائے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہر کر حضرت شیخ سے فرمایا۔ طبیعت خراب ہے حکیم یامین صاحب کے پاس نبض دکھانے جا رہا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا ان کو یہیں بلاتا ہوں آپ جانے کی زحمت نہ فرمائیں۔ فرمایا نہیں وہیں جاؤں گا۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔ جب حکیم صاحب کو معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں اور راستہ میں ہیں تو خود آگے بڑھ کر استقبال کیا اور اپنے نہ بلائے جانے پر اظہار ندامت کیا۔ اور مطب میں لاکر اپنی مسند پر حضرت کو بٹھانا چاہا تو برجستہ فرمایا، میں آج مریض کی حیثیت سے آیا ہوں۔ مریضوں کی ہی جگہ بیٹھوں گا۔ چنانچہ اسی جگہ بیٹھ کر نبض دکھلائی۔

مولانا ارشد صاحب مدنی اپنی نوعمری میں جب علیل ہوئے تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی تجویز پر ان کا علاج حکیم صاحب نے کیا۔ اس موقعہ پر مولانا موصوف کا قیام حکیم صاحب کے مکان پر رہا۔

(۳) سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب آپ کو حاذق الاطباء کہا کرتے تھے مکاتیب میں بھی یہی لکھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ علیل ہوئے۔ دہلی میں علاج ہوتا رہا۔ افاقہ نہ ہونے پر کسی دوسرے معالج کی تحقیق کی گئی تو احباب نے حکیم محمد یامین صاحب کا نام پیش کیا۔ آپ نے منظور فرمالیا اور بغرض علاج سہارنپور تشریف لائے۔ حکیم صاحب نے بڑی تندہی و جانفشانی سے علاج کیا جس پر آپ پوری طرح شفایاب ہو گئے۔ اس صحت یابی کا تذکرہ آپ اپنی مجلسوں اور تقریروں میں اکثر کرتے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو تو سہارنپور جاکر حکیم یامین صاحب کے علاج سے مکمل صحت ہو گئی اور دوبارہ زندگی مل گئی۔ الیکشن کے موقعہ پر آپ نے سہارنپور میں ایک معرکۃ الآراء تقریر کی جو مسلم الیکشن بورڈ اور سینٹرل مسلم پارلیمنٹری بورڈ دہلی کی طرف سے ہزارہا کی تعداد

میں شائع ہوکر تقسیم ہوئی۔ اخبارات نے بھی اس کو طبع کیا۔ اس تقریر کی ابتدا آپ نے درج ذیل جملوں سے کی تھی:۔

• صدر محترم اور معزز حاضرین!

غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ میں ایک عرصہ سے علیل ہوں نہ کہیں تقریر کرتا ہوں اور نہ کوئی سفر کرتا ہوں۔ یہاں بھی علاج کی غرض سے آیا ہوں۔ میرے معالج آپ کے شہر سہارنپور کے مشہور طبیب حکیم سید محمد یامین صاحب ہیں۔ ہر چند کہ میں علاج کی غرض سے آیا تھا۔ لیکن یہاں کی جمعیت کے بعض ارکان نے تقریر پر اصرار کیا۔ لیکن جس قدر میں عذر کرتا رہا۔ اسی قدر یہ لوگ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں مجبور ہوگیا۔" (بحوالہ معرکۃ الآراء تقریر مولانا احمد سعید دہلوی ناشر سنٹرل مسلم پارلیمنٹری بورڈ دہلی)

اپریل ۱۹۵۳ء مطابق شعبان ۱۳۷۲ھ میں آپ سہارنپور تشریف لائے۔ جامع مسجد میں آپ نے تقریر فرمائی۔ اس موقعہ پر معززین شہر، علمائے مظاہر علوم اور قومی کارکنان بڑی تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں پچھلی غلطیوں کا جائزہ لیتے اور اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے پر زور دیا۔ استقلال و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے حضرات انبیاء کرام بالخصوص حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے کا مشورہ دیا۔

اس جلسہ سے فارغ ہوکر آپ حکیم صاحب موصوف کے یہاں تشریف لائے اور چائے کی مجلس میں شرکت کی۔

اخبار الجمعیۃ دہلی نے اس مجلس کی رپورٹ دیتے ہوئے لکھا تھا کہ "جلسہ سے فارغ ہونیکے بعد آپ پرانے قومی ورکر اور مشہور طبیب حکیم محمد یامین صاحب رئیس سہارنپور کے مکان پر تشریف لے گئے جہاں آپ کے اعزاز میں ایک پُر لطف عصرانہ دیا گیا جسمیں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور وصدر جمعیۃ علماء شہر سہارنپور، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا حکیم محمد ایوب صاحب، مولانا زاہد حسن صاحب اور دیگر علمائے کرام و قومی کارکنان نے بھی شرکت کی۔ حضرت مولانا پانچ بجے شام کی گاڑی سے دہلی کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپ کو الوداع کہنے کے لئے بہت سے لوگ اسٹیشن تک آئے۔

(اخبار الجمعیۃ دہلی ۱۰ شعبان ۱۳۷۲ھ ۲۵ اپریل ۱۹۵۳ء)

حضرت مولانا احمد سعید صاحب گاہ بگاہ خطوط کے ذریعہ بھی آپ سے مشورہ کرتے تھے، انکے معالجین میں کوئی صاحب اگر کوئی نسخہ تجویز کرتے تو مولانا موصوف حکیم صاحب سے بھی اس سلسلہ میں ضرور استصواب رائے کرتے۔ اس نمونہ کا ایک خط یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

محترم حکیم سید محمد یامین صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم۔

ایک نسخہ تحریر کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرماکر اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔

پوست ہلیلہ زرد ایک تولہ۔ پوست ہلیلہ کابلی ایک تولہ۔ نمک سیاہ ایک تولہ زنجبیل ایک تولہ۔ فلفل دراز ایک تولہ۔ فلفل سیاہ ایک تولہ۔ زیرہ سیاہ دو تولہ برگ سنا مکی چھ ماشہ، انار دانہ تین ماشہ۔ پوست ہلیلہ ایک تولہ۔ آملہ خشک ایک تولہ قرنفل ایک تولہ۔

کھانے کے بعد چھ ماشہ کی خوراک ہے۔ دہلی کے مشہور حکیم نواب جان کے صاحبزادے حکیم قاسم جان کا نسخہ ہے۔ اس کا استعمال صحیح ہوگا یا نہیں، رمضان سے پہلے میں نے اس کا استعمال کیا تھا۔ اب رمضان میں قبض ہو گیا تو ایک دو دن استعمال کیا تو دو دست ہو گئے۔ کمزوری معلوم ہوئی۔ پیاس معلوم ہوئی۔ آخر روزہ افطار کیا۔ اور آج بھی روزہ نہیں رکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل روزہ رکھوں گا۔

مہربانی فرماکر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں، اور اگر کچھ رد و بدل کرنا ہو تو کر دیں۔ وہ جوارش عود ملین والی دوا میں نے منگالی ہے۔ مگر اسکے استعمال کا وقت نہیں معلوم۔ افطار کرنے کے بعد استعمال کروں یا سحری کے وقت استعمال کروں۔

حکیم ذوالنون، مولانا محمد ایوب، حکیم محمد یسین، حضرت شیخ الحدیث صاحبان کی خدمت میں سلام مسنون۔ محمد یوسف کو دعا۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔

جناب سید ضمیر حسن صاحب دہلوی نے حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے خطوط کا جو مجموعہ مرتب کیا ہے اسمیں بھی حکیم محمد یامین صاحبؒ کے نام تحریر کردہ سولہ خطوط درج ہیں۔ یہ خطوط اگست ۱۹۵۶ء سے نومبر ۱۹۵۹ء کے دوران لکھے گئے ہیں۔ یہاں ان خطوط کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کتاب کے قارئین ان دونوں حضرات کے درمیان بے تکلفی اور الفت و تعلق کا اندازہ ان اقتباسات سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

(۱) السلام علیکم۔ یہ مرحوم وہی بھائی ہے جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا تھا۔ صرع کے دورے پڑتے تھے۔ ایک دفعہ کسی زہریلے سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ یہ دونوں کی تکلیف میں عرصہ سے مبتلا تھا۔ آخر ایک روز دورہ پڑا۔ پلنگ پر سے نیچے گرا۔ اور قلب کی حرکت بند ہوگئی۔ آپ سے اسکی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

ہم آپ کے اچھی حالت میں ملے۔ اور پورے چار دن کے بعد کھانے کے قابل ہو سکے۔ شکریہ، میاں یوسف کا اللہ تعالیٰ اقبال بلند فرمائے اور ان کو حافظ قرآن فرمائے۔

(۲) زندگی نام ہے پریشانیوں اور آسانیوں کے مجموعہ کا۔ حضرت حق جل جلالہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ زبانی حال معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔ پریشانیوں کی حالت میں صبر کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور مسرت کے موقعہ پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ وسط نومبر تک تشریف لانا ہو تو آجائیے ورنہ شروع دسمبر میں رکھیئے۔ اس لئے کہ ۲۰ نومبر سے آخر ماہ تک بہت ہی مشغول ہوں، شاید کھل کر ملاقات کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

(۳) گرامی نامہ کا شکریہ، انشاء اللہ روغن بادام استعمال کروں گا۔ سردیاں شروع ہیں۔ کل سے بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ میں ایک روز کے لئے مرادآباد گیا تھا پرسوں ڈیڑھ بجے واپس آیا ہوں۔ وہاں طبیعت خراب ہوگئی۔ صرف ایک شب قیام کیا۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں۔ قبض سے خدا جانے آپ کب تشریف لا رہے ہیں:

(۴) الحمد للہ آپ مع الخیر سہارنپور پہنچ گئے۔ مہمان نوازی میں جو کوتاہی ہوئی ہو اسے معاف فرمائیے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی کمزوری اور ضعف کے باعث یہ بھی نہیں معلوم کر سکا کہ حویلی میں سے کیا آیا اور آپ نے کیا کھایا۔ میں اپنی پرہیزی غذا کی وجہ سے آپ کے ہمراہ کھانا بھی نہیں کھا سکا جو مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا یا نہیں!

بہر حال امید ہے کہ آپ میری کوتاہی کو نظر انداز فرمائیں گے۔

(۵) گرامی نامہ کا شکریہ، الحمد للہ رات کو اچھی بارش ہوگئی۔ عید کی رات کیسی مبارک رات تھی۔ رات کو بارش اور صبح کو عید۔ اس مقام کا نام تو میں نہیں پڑھ سکا۔ جہاں آپ تشریف لے گئے تھے۔ لیکن بہر حال احتیاط چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا اور خیریت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔ میری جانب سے عید کی مبارکباد قبول کیجئے۔

(۶) آموں کی دعوت کا شکریہ۔ آج کل پھنسیوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ ایک ٹانگ میں دو پھنسیاں تو رو بصحت ہیں۔ ایک میں تکلیف زیادہ ہے۔ صاحبِ فراش ہوں۔ کہیں جانے آنے کے قابل نہیں ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے اور کلیر شریف کی حاضری کا پروگرام بنا۔ اور آموں کی فصل باقی رہی تو انشاء اللہ حاضر ہو کر نیاز حاصل کروں گا ورنہ معذوری ہوگی۔ الحمد للہ کہ آپ بخیریت ہیں۔ اور آپ کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی صحت عطا فرمائے۔

(۷) آپ کا گرامی نامہ آیا تھا۔ تو منڈی سے کوئی لیموں لانے والا ملا اور نہ ہی کوئی سہارنپور جانے والا ملا۔ لیموں آئے مگر تین دن کے بعد میں اپنے کام میں لے آیا۔ اب پھر کہہ رکھا ہے۔ میرا بازار میں ایسا جانا نہیں ہوتا۔ کوئی آدمی سہارنپور جانے والا قابلِ اعتماد میسر نہیں آیا۔ کوئی آدمی مل جائے تو اڑھائی سیر لیموں خرید کر دیدوں۔ مگر کوئی آدمی میسر نہیں آتا۔ آپ کا کوئی واقف کار ہو تو آپ اس کو ہدایت کر دیں کہ وہ میرے پاس سے آکر لے جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔

اپنا اچار مجھ کو تھوڑا سا بھیج دیں تاکہ میں اس کو دیکھ لوں کہ آپ کا اچار کیسا ہوتا ہے۔ بہر حال آدمی کا انتظار ہے۔

(۸) آپ کی دعاؤں کی برکت سے زندہ ہوں۔ بڑھاپے میں نئی نئی تکلیفیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جیسے ڈھوئی کا درخت ہوں۔ دور سے ہرا بھرا معلوم ہوتا ہوں۔ ہاتھ لگاؤ تو بے کار ہوں۔

اسی وجہ سے سفر کرنے سے گھبراتا ہوں۔ بہر حال اگر زندہ رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری آرزو پوری کی تو گنگوہ شریف اور کلیر شریف کا حاضر ہونا منظور ہو گیا تو انشاء اللہ سہارنپور ضرور حاضر ہونگا اگرچہ چند گھنٹوں کیلئے حاضری ہو۔"

(۹) ۷ر نومبر کے گرامی نامہ کا شکریہ۔ جی ہاں مراد آباد ہو آیا۔ بیٹھے بیٹھے تقریر بھی کر آیا رات کو قلب کا دورہ بھی پڑ گیا۔ ایک حکیم صاحب ہمراہ تھے۔ انھوں نے رات کے چار بجے گرم چائے بنوا کر پلوائی۔ چائے کے بعد تھوڑی دیر کھانسی ہوتی رہی۔ اسکے بعد ایک دم آنکھ لگ گئی ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد صبح ہو گئی۔ نماز پڑھی چائے پی کر موٹر میں گھر آ گیا۔ جو تکلیف مقدر میں تھی وہ بھگت آیا۔ یہ خلاصہ ہے مراد آباد کے سفر کا۔

آپ نہ ڈاک تشریف لائیں گے اور میں زندہ رہا تو تفصیل عرض کروں گا۔ کیجئے باغ کا کیا حال ہے۔ خدا کرے آپ کا باغ خوب پھلے پھولے۔"

(۱۰) آپ کا اور صاحبزادہ بلند اقبال کا خط ملا۔ گھبرانے کی بات نہیں نہ اپنے مرنے کی کوئی اطلاع ہے۔ نہ میں اُن بزرگوں میں سے ہوں جن کو ان کے موت کی اطلاع قبل از وقت مل جاتی ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ بڑھاپے اور موت کے درمیان کوئی اور منزل نہیں۔ اَللّٰہُ الَّذِی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفاً وّ شیبۃ۔ یہی دنیا دو راہیں اور میں تیسرے دور میں ہوں۔ جس کے آگے موت ہی کی گھاٹی ہے اگر میں نے اس کا ذکر کر دیا تو اس سے گھبرائیے نہیں اور نہ ڈریئے۔ بس اللہ تعالیٰ سے انجام بخیر اور خاتمہ علی الایمان کی دُعا کیجئے۔

جتنی جلدی آپ فرما رہے ہیں۔ اس قدر جلدی تو ممکن نہیں۔ البتہ میں اپنا پروگرام تجویز کر کے مطلع کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جمعہ کے بعد کوئی پروگرام تجویز ہو گا۔ اور آپ کو اطلاع دی جائیگی۔

(۱۱) گرامی نامہ کا شکریہ۔ چربی گھٹانے کے لئے ڈاکٹر چکنائی کو منع کرتے ہیں۔ اس لئے مکھن سے بچتا ہوں۔ البتہ انڈے کھاتا ہوں اور صبح کو کھاتا ہوں۔ شام کو شکتن میں شکر ملا کر کھانے سے کیا مراد ہے۔ وہی گڑ کی شکر یا کھانڈ یا چینی جس کو قند کہتے ہیں۔ شکر کو میں نہیں سمجھ سکا اگر روغن بادام کا استعمال مناسب ہو تو اس کی ترکیب تحریر فرما دیجئے۔ بہرحال آج کل تو نزلہ سخت ہو رہا ہے۔ کل سے یہاں سردی بڑھ گئی ہے۔

(۱۲) گرامی نامہ کا شکریہ۔ کیا عرض کروں کئی مہینے سے حاضری کا قصد کر رہا ہوں مگر حضرت حق جل مجدہٗ کو منظور نہیں۔ کوشش تو یہی ہے کہ آموں کی فصل باقی رہے۔ لیکن کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ پھنسیوں کو اب آرام ہو رہا ہے۔ چلتا پھرتا ہوں لیکن سفر نہیں کر سکتا۔ میں نے آپ کا گرامی نامہ محمد سعید کو دیدیا تھا کہ وہ سید محمد احمد صاحب کو پہنچا دیں۔ خدا جانے انھوں نے کیا کیا میں دوبارہ دریافت نہیں کر سکا۔ میرا جانا آنا نہیں ہوتا جو میں اُن سے خود ملاقات کروں۔ میں نے عرض کیا کہ کئی بار پروگرام بنائے۔ مگر ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن کا مضمون ہے۔ بہرحال جو انکی مشیت ہو گی وہ ہو گا۔

(۱۳) طبیعت کئی دن سے خراب ہے۔ قبض ہے۔ کرسکن سالٹ صبح کو پیتا ہوں۔ قبض اتنا سخت ہے کہ اجابت کا ابتدائی حصہ بالکل خشک ہوتا ہے۔ برز زخمی ہو جاتا ہے۔ کبھی خون بھی نکل آتا ہے۔ نہیں کہہ سکتا کہ مراد آباد جا سکوں گا یا نہیں۔ اگر باغ کے پھل آنے تک زندہ رہا تو انشاء اللہ ضرور آپ کے باغ کے پھل کھاؤں گا ورنہ تو خیرات کر کے ثواب پہنچا دیجئے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے باغ کو سرسبز تروتازہ اور ثمر آور رکھے جب آپ باغ میں داخل ہوا کریں تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ضرور کہہ لیا کریں اور فصل پر مساکین اور غرباء کا حق بھی مقرر کردیں انشاء اللہ برکت ہوگی۔

(۱۴) میں نے ایک عریضہ آپ کے تشریف لیجانے کے بعد لکھا تھا۔ اسکے بعد آپ کا خط آ گیا۔ میاں یوسف کی ٹوپی کہیں باوجود تلاش کے نہیں ملی۔ کہیں تو کسی نے بتایا جو شخص یہاں رات کو رہے تھے اور وہ بعد میں گئے تھے وہ لے گئے ہیں۔ اور ٹوپی کا تو کوئی اتنا پتہ بھی نہیں دیتا۔ واللہ اعلم۔ عجیب قصہ ہے۔ مردانے مکان کا یہی قصہ ہوتا ہے۔ پھر بھی میں تلاش میں ہوں اور آتے جاتے سے پوچھتا ہوں لیکن اس وقت تک میری سعی ناکام ہے۔ وہ جوارشات مع اوزان اور اسکے استعمال کا وقت مجھ کو لکھ کر بھیجدیجئے۔ پانچ چھ دن سے برابر دورے پڑ رہے ہیں۔ تقریباً تین چار بجے سوتے سوتے سردی لگتی ہے۔ سانس تیز ہو جاتا ہے اور تقریباً ایک گھنٹہ اور کبھی پون گھنٹہ طبیعت بے چین رہتی ہے۔ اسکے بعد آنکھ لگ جاتی ہے۔

(۱۵) گرامی نامہ رمضان میں موصول ہوا تھا۔ دماغی کام کرنے والوں کو عام طور سے نزلہ کی شکایت ہوا کرتی ہے۔ آپ نے غالباً پچھلے دنوں مریضوں پر دماغ بہت صرف کیا۔ رمضان میں سب حضرات کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ اگرچہ میں خود دعاؤں کا بہت محتاج ہوں۔ اگر آپ نے یاد فرمایا۔ اور موسم قابل برداشت ہوا۔ تو کچھ عجب نہیں فقیر ایک دو دن کے لئے حاضر ہو جائے۔ بشرطیکہ آپ یہ بھی وعدہ کریں کہ کلیر شریف اور گنگوہ شریف اپنے ہمراہ اپنی موٹر میں لے چلیں گے۔ تیل میرا ہوگا اور موٹر آپ کی ہوگی۔ اگر آپ کی موٹر صحیح نہ ہو تو پھر آپ اپنے کسی معتقد مریض کی موٹر لے کر مجھ کو لیجائیں گے بہرحال زندگی میں یہ خواہش پوری ہو جائے۔ اوّل تو پہلے بھی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور اب تو بڑھاپے میں سوائے موت کے کسی دوسری چیز کا انتظار نہیں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ اس عالم کی سیر تو کرلی۔ اب اللہ تعالیٰ دوسرے عالم کی سیر کرائے اور اپنے اکابر سے ملاقات کرائے۔ وَمَا هٰذِهِ الحیوٰۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان۔

(۱۶) گرامی نامہ کا شکریہ، عید کی مبارکباد قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ سال ترقی۔ امن عافیت کا سال لائے۔ حکیم صاحب ریاحی بواسیر کی تکلیف ہے۔ برز پر کھجلی ہوتی ہے۔ مسوں میں کھجلی پیٹ میں جھٹکے۔ غرضکہ پوری تفتیش اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ اسکے بعد کوئی نسخہ تجویز کیا جائے۔

حکیم الیاس کی چٹنکی۔ ہمدرد کی پودینے کی گولیاں اور قرص جدید کھا کر زندگی گذار رہا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ آپ ملاحظہ فرمالیں۔ یا تو چند گھنٹوں کے لئے میں سہارنپور حاضر ہو جاؤں۔ یا آپ تشریف لائیں۔ بہرحال صحیح تشخیص کرنے کے بعد کوئی دوا تجویز ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ باقی جیسی رائے عالی ہو اس سے مطلع فرمائیں۔

(۱۷) سردی کے موسم میں آپ کو معلوم ہے سردی کے دورے پڑتے رہتے ہیں۔ میں سردی میں کب کوئی سفر کر سکتا ہوں۔

سردی میں بند مکان میں وہاں ہیٹر کا انتظام ہو تب کہیں وہاں رات گذار سکتا ہوں۔ اسلئے موسم سرما میں بالکل سفر کرنے سے قاصر ہوں۔ مولوی منظور النبی صاحب کا ایک دعوت نامہ آیا تھا۔ اس کا میں نے نہایت افسوس کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے جواب دیدیا۔ اس سے زیادہ میری حاضری کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور اگر اتفاقاً حاضر ہوا بھی تو پھر میرا ٹھکانا سوائے آپ کے مکان کے اور کہاں ہے آپ نے تو دہلی میں کئی ٹھکانے آہستہ آہستہ پیدا کرلیے۔ لیکن میرا تو سہارنپور میں سوائے آپ کے کوئی ٹھکانا نہیں۔ کل رات گھر کا تکیہ ایک دستی میں لپٹا ہوا مجھے نظر آیا۔ عجب نہیں کہ وہ دستی آپ کی ہو۔ بہرحال کوئی آتا جاتا ہو تو میں اسکے ہاتھ وہ دستی بھیجدوں تاکہ آپ اس کو دیکھ لیں یہاں تو کوئی ایسا نہیں ملا جو کہے کہ میری دستی ہے۔ اگر آپ کی نہ ہو تو واپس کردیں ورنہ رکھ لیں۔ البتہ تکیہ کا کئی مرتبہ مکان سے تقاضہ آیا لیکن مجھ کو وہ تکیہ بھی نہیں ملا۔ اتفاقاً ایک دستی میں تکیہ لپٹا ہوا ملا تو مجھ کو یہ عرض کرنے کی جرأت ہوئی۔

حکیم ذوالنون صاحب حکیم ایوب صاحب، حکیم محمد یٰسین صاحب، حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں محمد یوسف کو دعا۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی وفات شب شنبہ، پانچ دسمبر ۱۹۵۹ء میں ہوئی۔ اس وقت عالی جناب حکیم محمد یاسین صاحب کے صاحبزادے جناب حکیم محمد ذوالنون صاحب شہر سہارنپور کی جمعیۃ علماء کے نائب ناظم تھے۔ آپ کے زیر اہتمام ایک تعزیتی جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ حکیم محمد ذوالنون صاحب کی تحریک پر اس جلسہ کی صدارت مولانا زاہد حسن صاحب نے فرمائی۔ مختلف حضرات کی تقریروں کے بعد مندرجہ ذیل تعزیتی تجویز پاس ہوئی۔

"مسلمانان ضلع سہارنپور کا یہ عظیم الشان جلسہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند کے انتقال پُرملال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے۔ جنھوں نے ملک و ملت کی بے انتہا خدمات انجام دیں اور زبردست قربانیاں

(۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جب اپنی آخر حیات میں شدید بیمار ہوئے تو آپ کے اعزہ واقارب نے حکیم سید محمد یامین صاحب کو دہلی بلایا۔ آپ تشریف لے گئے تشخیص اور معائنہ کے بعد آپ نے حضرت مفتی صاحب کے احباب و خدام سے علیحدگی میں بتلادیا کہ اب مفتی صاحب کا پیمانۂ حیات لبریز ہوچکا لیکن علاج کرنا اپنی سعادت ہے۔ اسلئے میں مفتی صاحب کی شخصیت اور اپنی دلی تمنا کی بنا پر آپ کا پورا پورا علاج کروں گا۔

(۴) حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سے بھی آپ کے قلبی روابط تھے۔ مولانا اکثر و بیشتر تشریف لاتے رہتے۔ کبھی بغرض علاج اور کبھی جمعیۃ علماء سہارنپور کی طلب پر اور کبھی آپ کی خصوصی طلب پر۔ غالباً ۱۹۴۷ء یا ۱۹۴۹ء میں سہارنپور کے چیرمینی الیکشن کے موقعہ پر ایک امیدوار آپ کو خصوصی طور پر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے پاس لیکر گئے۔ مولانا حکیم صاحب کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا بڑا اچھا کیا آپ تشریف لے آئے میں تو خود آپ کو دہلی بلانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کیونکہ ایک عرصہ سے میری اہلیہ بیمار ہیں۔ پہلے آپ ان کا معائنہ کر لیجئے۔ اسکے بعد میں آپ کو ناشتہ کراؤں گا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں تو ان امیدوار صاحب کے ساتھ آیا ہوں۔ پہلے ان کی بات سُن لیجئے۔ چنانچہ امیدوار صاحب نے اپنے آنے کا مقصد سامنے رکھا اور کہا کہ میں سہارنپور سے کانگریسی امیدوار کے مقابلہ میں چیرمینی کے الیکشن کے لئے کھڑا ہوں۔ آپ سے اپی

پیش کیں۔ ان کی جادو بیانی سے لاکھوں اور کروڑوں عوام اور خاص طور پر مسلمان متاثر ہو کر انگریزوں کے خلاف قومی آزادی کی جنگ میں شریک ہوئے اور ان کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے عمر بھر قومی اتحاد کیلئے کام کیا اور ہندوستانی قوم کی تشکیل میں نمایاں حصہ لیا۔ ہندوستانی عوام کبھی ان کارناموں کو نہیں بھلا سکتے۔ مولانا احمد سعید صاحبؒ مرحوم کی موت تمام ہندوستانیوں کیلئے عموماً اور مسلمانوں کیلئے خصوصاً ایک زبردست صدمہ ہے۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی وفات حسرت آیات نہ صرف ملک بلکہ دنیائے اسلام کیلئے ایسا ناقابلِ تلافی نقصان ہے جس کا غم دلوں سے دور کرنا محال ہے۔ اس جانکاہ حادثہ میں ان تمام پسماندگان اور متوسلین سے دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ رب اکبر حضرت مرحوم پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے اور انھیں جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ اور اعزاء و اقربا کے مغموم دلوں کو صبر جمیل کی نعمت سے نوازے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔"

(منقول از اخبار بیباک سہارنپور ۱۲ دسمبر ۱۹۵۹ء)

درخواست ہے کہ وہاں تشریف لاکر آپ میرے خلاف کوئی تقریر نہ فرمائیں۔ مولانا کو غصہ آگیا اور فرمایا، حکیم صاحب جیسی شخصیت کو اپنے ساتھ لاکر تم نے ناحق مجھ پر دباؤ ڈالا۔ میں بارہا حکیم صاحب کے مکان پر آیا تو وہاں آپ سے کبھی ملاقات نہ ہو سکی۔ ہمارے اکابر وہاں جاتے رہتے ہیں۔ کبھی اُن سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی اور آج مجھ سے یہ توقع رکھنے آگئے کہ میں تمہاری حمایت کروں گا۔ کافی دیر تک اظہار ناگواری فرماتے رہے۔ اسکے بعد فرمایا، چونکہ تم حکیم صاحب کو لیکر آئے ہو اسلئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ سہارنپور آکر تمہارے خلاف کوئی تقریر نہیں کروں گا۔ اسکے بعد آپنے مریضہ کا معائنہ کراکر نسخہ تجویز کرایا۔ اور ان دونوں مہمانوں کے لئے ناشتہ کا نظم فرمایا۔ رخصتی مصافحہ کے وقت حکیم صاحب نے عرض کیا کہ آپ ان کے خلاف کسی بیان پر بھی دستخط نہ فرمائیں۔ اس پر مولانا نے ان اُمیدوار صاحب کو اطمینان دلایا کہ خلوت میں، جلوت میں، تحریر میں، بیان میں آپ کہیں بھی مجھے ان کے خلاف نہیں پائیں گے۔

(۵) رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی سے بھی آپ کو تعلق و محبت اور خصوصی مودت و عقیدت تھی۔ مولانا جب سہارنپور تشریف لائے تو طرفین سے ملاقات کا اہتمام ہوتا۔ تشریف آوری پر گاہ بگاہ دعوت بھی حکیم صاحب کی جانب سے ہوتی جسمیں شہر کے خواص اور معزز حضرات بھی مولانا کے استقبال میں مدعو کیئے جاتے۔ کبھی کبھی یہ مجلس احباب اپنے وسیع و عریض باغ میں منعقد کرتے اسی طرح حکیم صاحب اپنے سفر دہلی کے دوران حضرت مولانا کے یہاں اہتمام سے جاتے۔ کئی کئی یوم وہاں قیام کرتے۔ رئیس الاحرار کے حادثۂ انتقال پر حکیم صاحب نے جو تعزیتی خط صاحبزادگان کے نام تحریر فرمایا اس سے ان کی قلبی محبت اور تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ تعزیتی خط سوانح رئیس الاحرار سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

سہارنپور، ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء۔ عزیزان محترم، سلام مسنون۔ آج کئی روز اسی کشمکش میں گذر گئے کہ خود دہلی جاکر تعزیت کروں یا خط لکھوں۔ اسی شش و پنج میں رہا اور خیال کیا کہ اگر دہلی گیا اور وہ صورت جس کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوجاتا تھا نہ پایا تو بجز ملال و صدمہ کے کیا ہوگا۔ افسوس کہ مولانا کے مرنے کے ایک روز قبل خط ملا کہ اب بحمد اللہ اچھا ہوں اور مکان کے صحن میں ٹہل لیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ خدا کا شکر کیا اور اطمینان ہوگیا کہ آپریشن خدا نے کامیاب کیا۔ کمزوری ہے وہ بھی خدا چاہے جلد دور ہوجائے گی اگلے دن شیخ الحدیث سے تار کا حال جب معلوم ہوا سُن کر ششدر رہ گیا۔ اور انا

لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر سوچتا رہا کر کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ کبھی میں یہ کہتا خدا کرے یہ خبر آئے کہ تار غلط تھا۔ کسی نے دیدیا کبھی کچھ سوچتا رہا۔ آپ لوگوں کے صدمے میں میں بھی شریک ہوں۔ مگر تحریر کچھ نہیں کر سکتا۔ بجز صبر کے کیا کیا جاسکتا ہے

مولانا محمد یحییٰ صاحب تشریف لائے ہیں۔ دور سے دیکھ کر یہ سمجھا کر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آنے پر دیکھا کہ مولانا یحییٰ صاحب ہیں جب یہ سوچتا ہوں تو مولانا کی یاد دل میں زیادہ آجاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جو جو تکالیف اس مجاہد نے برداشت کیں اور ان پر صبر کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ مجھ کو کئی کئی گھنٹے اور دہلی کے قیام میں بعض مرتبہ کئی کئی دن مولانا کے ساتھ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ مگر استقلال کے سوا کوئی بھی ناشکری کا لفظ زبان سے نہیں سنا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے خاص میں شمار فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آپ سب حضرات کو اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب غالباً تشریف رکھتے ہوں گے۔ سلام کے بعد عرض ہے کہ اگر یہاں سے کبھی گذر ہوا کرے تو غریب خانہ کو بھولا نہ کیجئے۔ والسلام

بندہ محمد یامین طبیب سہارنپور

(رئیس الاحرار در حدیث دیگراں ص۱۹۹)

(۶) موضع آبہ کے نواب محمد سعید خاں کی اہلیہ طویل عرصہ سے بیمار تھیں۔ سہارنپور کے سول ہسپتال اور بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کے بعد یہ حکیم محمد یامین صاحب کے پاس آئے۔ آپ نے مریضہ کا معائنہ کیا اور کہا کہ ان کے پیٹ میں پھوڑا ہے اور اسی کی وجہ سے یہ ساری بے چینی اور تکلیف ہے یہ کہہ کر آپ نے ایک دوا دی اور بتلایا کہ اس کے استعمال سے وہ پھوڑا شب میں پھوٹ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگلے دن آپ نے صبح کو تنقیہ اور اس مادہ کے اخراج کے لئے مزید دوائیں تجویز کر دیں۔ چند روز میں مریضہ بالکل شفایاب ہو گئی۔ اس موقعہ پر نواب صاحب نے اپنے یہاں ایک تقریب صحت منعقد کی جس میں بہت سے لوگوں کو مدعو کیا۔ حکیم صاحب کو اپنے یہاں خصوصی طور پر لے گئے اور بہت عمدہ بھینس اور ایک بڑی رقم نقد پیش کی۔

(۷) ایک مرتبہ آپ کسی مریض کو دیکھ کر واپس آرہے تھے۔ راستہ میں لالہ لال چند (جو یہاں شہر میں تانبہ۔ پیتل کے برتنوں کے بڑے تاجر ہیں) ملے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ آثار د

قرائن سے معلوم ہورہا ہے کہ تمھیں تھوڑی دیر بعد لقوہ ہوگا اور اگر جلدی مکان پر پہنچ کر منا سب تدابیر نہ کی گئیں تو فالج کا حملہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ کہہ کر حکیم صاحب آگے بڑھ گئے اور وہ صاحب تیزی سے اپنے مکان پر پہنچے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ان کو لقوہ ہوگیا۔ مریض نے حکیم صاحب کو اطلاع بھجوائی کہ آپ کا خیال بالکل درست نکلا۔ اب آپ ہی میرا علاج کیجئے۔ چنانچہ آپ نے مختلف تدابیر سے ان کا علاج کیا۔

مطب طبابت کیساتھ آپ اس موضوع کی بنیادی کتابوں کا درس بڑے اہتمام کے ساتھ دیتے۔ مظاہر علوم کے متعدد طلبا نے اپنی تعلیم کے دوران آپ سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ سہارنپور میں حکیم سوم تیرشد محلہ کھالہ پار اور حکیم عبدالرشید صاحب محلہ لکھی گیٹ اور پاکستان میں حکیم محمد نکی صاحب .... آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔

اکابر کے ساتھ تعلق ومودت

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمارے خاندان کو یہ شرف بھی نصیب فرمایا ہے کہ ہر دور میں اسکے تعلقات اکابر اولیاء اللہ، بزرگانِ دین اور صلحائے اُمت سے وابستہ رہے۔ معاف کیجئے۔ میں نے لفظ "وابستہ" لکھنے میں غلطی کی۔ اصل اور صحیح یہ ہے کہ یہ گھرانہ ہمیشہ ان اکابر حضرات کا سچا معتقد اور عاشق زار رہا۔ اور اس نے اپنا دامن ان حضرات کے دامن کے ساتھ اس مضبوطی سے باندھا کہ بڑے بڑے واقعات، تغیر پذیر عالم کے بڑے بڑے حادثات اس بندش اور گرہ کو نہ کھول سکے۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی نوراللہ مرقدہ سے لیکر حضرت سہارنپوری، حضرت مدنی، حضرت تھانوی، حضرت رائپوری اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہم تک کوئی بھی دینی وروحانی شخصیت ایسی نہیں ہوگی جس سے اس خاندان کے حضرات نے نیازمندی کا تعلق نہ رکھا ہو۔ اس طویل تاریخ میں قوموں کے نظریات بدلے انکے سوچنے سمجھنے کا انداز بدلا۔ جمعیۃ علمائے ہند اور مسلم لیگ میدان میں اتری۔ پرانے رشتے ٹوٹے اور نئے رشتے جڑے۔

انگریزی دورِ حکومت ختم ہوکر ملک کو نیا قانون اور نیا طرز فکر دیا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن اکابر اہل حق کے ساتھ تعلق ومودت کا جو سلسلہ حضرت سید احمد شہید بریلوی نوراللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات سے شروع ہوا تھا۔ اس کی اثر انگیزی اور تابناکی کسی وقت کمزور اور مدھم نہ ہونے پائی۔

مولانا حکیم سید محمد یامین صاحب بھی اسی گھرانہ کے ایک فرد ہونے کی بناء پر بزرگوں سے دلی

ربط و تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو جن مشائخ سے عقیدت تھی اُن میں سر فہرست حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ تھے۔ آپ بہت کثرت کے ساتھ دیوبند جاتے رہتے۔ حضرت کی تشریف آوری جب بھی سہارنپور ہوتی تو بغرض ملاقات مکان پر ضرور تشریف لاتے۔

حکیم صاحب کا معمول تھا کہ ہر سال آم، لوکاٹ اور لیچی کے موسم میں اپنے وسیع وعریض باغ میں ایک محفل نشاط اور بزم سرور منعقد کرتے جس میں معزز حضرات شریک ہوتے تھے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے متعدد مرتبہ اس محفل میں شرکت فرمائی۔ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی شرکت اس محفل کو اور بھی زریں اور تابناک بنا دیتی۔ وہیں کھانا پکتا اور وسیع شامیانے کے نیچے کھلایا جاتا۔ اس سلسلہ میں حضرت کی تشریف آوری متعدد مرتبہ ہوئی۔ ایک مرتبہ اپنی صاحبزادی (یعنی والدہ محترمہ عزیز مولوی اخلد مظاہری سلمہٗ) کو بھی لیکر آئے جن کی عمر اس وقت ۵-۶ سال تھی۔

دعوت کے مد میں ایک مرتبہ کی تشریف آوری کا تذکرہ حضرت شیخ رح نے اپنے روزنامچہ میں اس طرح کیا ہے:

"۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ ۱۴ اپریل ۱۹۴۱ء میں آمد حضرت مدنی از دیوبند ڈیڑھ بجے ـــــ بعد دعوت لوکاٹ حکیم یامین، قیام، مکتبہ زکریا۔ واپسی ۶ بجے شام وعدم زیارت زکریا بوجہ سفر"

حکیم محمد یامین صاحب کے صاحبزادے حکیم محمد ذوالنون صاحب ایسی ہی محفل نشاط کا ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ الاسلام ایک مرتبہ حکیم صاحب کے باغ میں تشریف لیگئے۔ حضرت کے دست مبارک میں رات کے باسی پھول تھے۔ والد صاحب نے تازہ پھول توڑ کر خدمت مبارک میں پیش کیئے۔ ارشاد فرمایا آپ کے پھولوں سے میرے پھولوں میں خوشبو زیادہ ہے۔ حضرت والد صاحب نے برجستہ عرض کیا ـــــــــــ ـــــــــــ حضرت اس کی خاص وجہ ہے۔ ارشاد فرمایا کیا؟ والد صاحب نے شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم

بردگفتم کہ مشکے یا عبیری
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

شیخ اور تمام حضرات اس جواب سے بہت مسرور ہوئے۔
(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۶)

حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلوی بھی تین دفعہ حکیم صاحب کے باغ میں تشریف لیگئے ایک مرتبہ باغ میں جاکر فرمانے لگے کہ آج تو کھانا یہیں کھائیں گے۔ چنانچہ وہیں تیار ہوا۔ اور وہیں سب نے کھایا۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔ حضرت مولانا یحیٰ صاحب کے انتقال کے بعد حضرت شیخ زاد مجدہٗ بھی کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ باغ میں جاکر چارپائی پر لیٹ گئے۔ حکیم محمد یامین صاحب نے آپ کے پاؤں دبانے شروع کردیئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہاں مت دباؤ یہاں تمہارے ملازمین کھڑے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے کہ کچھ حرج نہیں اور پھر اسی طرح دباتے رہے۔

اپنے قدیمی باغ کے علاوہ آپ نے جب دوسرا باغ مزید لگایا تو اس کا نام "نیا باغ" تجویز کیا اور حضرت شیخ مدظلہٗ سے اس کا افتتاح کرایا۔ کچھ پودے حضرت مخدوم زاد مجدہٗ نے اپنے دست مبارک سے بھی نصب کیئے۔

روزنامچہ حضرت شیخ میں اس موقع پر یہ لکھا ہوا ہے:

"حکیم یامین صاحب نے اپنے باغ کے متصل زمین خریدی ہے، اس میں اشجار کے افتتاح کے لیے شدید اصرار زکریا پر کیا۔ آج ۱۹ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۹ء پنجشنبہ میں بعد ظہر متصلاً رکشہ میں جاکر صلوٰۃ عصر کے قریب واپسی ہوئی۔ حکیم ایوب کا بھی عرصہ سے اصرار تھا اس میں بھی جانا ہوا، واپسی پر بخار ہوگیا۔"

ایک دوسرے موقعہ پر اس دعوت میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی حضرت شیخ زاد مجدہٗ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔

مکاتیب حضرت اقدس مدنی

حکیم صاحب کی حضرت سے خط و کتابت بھی رہی جسمیں بے تکلفی کا رنگ جھلکتا تھا۔ افسوس ہے کہ خطوط کا یہ ذخیرہ محفوظ نہ رکھا جا سکا تاہم چند خطوط جو دستیاب ہو سکے وہ یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ، مزاج شریف۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ یاد آوری کا شکر گذار ہوں۔ آپ کا بوقت روانگی تشریف نہ لانا کبھی بھی باعث خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کی بے غایت عنایات کیا کم رہیں تھیں جو اسکے بعد کسی قسم کا خیال کیا جا سکے۔

حسب ارشاد کلکٹر صاحب کو عریضہ لکھدیا ہے۔ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل پتہ پر مندرجہ پودے کمپنی باغ یا قربان خاں صاحب کی نرسری سے حاصل فرما کر جلد ارسال فرما دیں مگر اس شرط پر کہ جملہ مصارف لینے ہوں گے۔

حسن حنا۔ دیسی چمپا۔ چینی چمپا۔ ہنی شکل۔ چیکو۔ لیچی قلمی۔
۲ عدد ۲ عدد ۲ عدد ایک عدد ایک عدد ایک عدد

پتہ حسب ذیل ہے۔ حسین احمد ٹانڈہ اوٹ ایجنسی اسٹیشن اکبر پور۔ ای۔ آئی۔ آر۔

اگر ٹانڈہ کی بلٹی نہ کریں تو اکبر پور ہی کی بلٹی کرا دیں اور فوراً مجھ کو اطلاع دیں۔ یہ بھی لحاظ رہے کہ زمین میں دیمک زیادہ ہے۔ اسکے ضرر سے پودوں کے تحفظ کا نسخہ وہاں کے ماہر باغبانوں سے دریافت فرمالیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب اور دیگر واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

صاحبزادوں اور متعلقین و احباب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد

محلہ الہداد پور ۔ ۱۲ رمضان ۶۷ھ

(۲) محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ اسی اتوار کو کمپنی باغ کے چودھری کو یہاں دیوبند بھیجدیں۔ ضروری کام ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ از دارالعلوم دیوبند ۱۸ ۱/۱۱ ھ

بشرف ملاحظہ جناب فیض مآب حکیم محمد یامین صاحب زید مجدہم
متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

(۳) محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مزاج شریف۔ والا نامہ دربارہ تحقی

باعث سرافرازی ہوا تھا۔ اس کا جواب اسی وقت قاری صاحب سے لکھوا دیا تھا۔ غالباً پہنچا ہوگا۔ اس وقت ایک تکلیف دیتا ہوں۔ پہلی مرتبہ جو پودے چودھری عزیز خاں صاحب کی نرسری سے لیے گئے تھے وہ بجز شمام کے سب خشک ہو گئے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان پودوں کو گملوں سے نکال دیا گیا تھا اور ٹوکرے میں محفوظ طریقہ پر نہیں رکھا گیا تھا ان میں سے بعض پودے راستہ میں چوری بھی ہو گئے تھے۔ نیز اس وقت گرمی اور خشکی بھی زیادہ تھی۔ اسلئے مہربانی فرماکر عزیز خاں صاحب سے مندرجہ ذیل پودوں کو ان کے گملوں ہی میں لیکر حفاظت سے ٹوکرے میں رکھ کر بھجوا دیں یہ موسم ہے وقت گذر جانے پر ان کا پنپنا دشوار ہوتا ہے۔

بابیریا اودے پھول والا خوشبو دار۔ زرد چنبیلی، زرد جوہی۔

۲ عدد دو عدد دو عدد

اس ٹوکرے کو مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوا دیں (مولوی فضل الرحمٰن۔ ٹانڈہ آؤٹ ایجنسی وای اکبر پور ای۔ آئی۔ آر)۔ اور بلٹی اس پتہ پر (مولوی فضل الرحمٰن محلہ الہداد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد) بھجوا دیں عزیز خان صاحب پودوں کی جو قیمت طلب کریں وہ دیدیں اور پارسل اور بلٹی میں جو کچھ خرچ ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ اور اگر گولڈن نرسری یا دوسری نرسریوں میں وہ دیسی چمپا جس کے پتے بڑے آب کے پتوں جیسے ہوتے ہیں مل جائے تو دو پودے اسکے بھی رکھدیں۔ گھر میں اور دوسرے واقفین سے سلام مسنون عرض کردیں۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ از دارالعلوم دیوبند

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ۔

(۴) محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج مبارک۔ میں انشاء اللہ بیس اکتوبر کو شام کی ساڑھے چار والی گاڑی سے سہارنپور پہنچوں گا۔ اور سہروار پسنجر سے جو کہ ۳۵-۱۸ پر چلتی ہے روانہ ہوجاؤں گا۔ اسمیں دو ڈبے لکھنؤ کے لئے لگتے ہیں ان ہی میں لکھنؤ جاتا ہے۔

مہربانی فرماکر دریافت فرمالیجئے یکم اکتوبر سے اسمیں کوئی تغیر تو نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہو تو مہربانی فرماکر اطلاع دیجئے تاکہ پروگرام مناسب بنایا جائے۔

اگر لوکاٹ کے پودے تیار ہوں تو ان میں سے تین پودے اور دیسی خوشبودار گلاب کے تین پودے ایک ٹوکری میں پیک کردیجئے تاکہ ساتھ لیتا جاؤں۔ یہ دیسی گلاب چودھری مقصود صاحب سے لیجئے۔ والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳۰ محرم ۱۳۷۳ھ

بیعت | حکیم یاسین صاحب کی آمد و رفت حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں کثرت سے تھی۔ خط و کتابت بھی طرفین سے ہوتی رہتی۔ ایک مرتبہ آپ نے خط کے ذریعہ بیعت فرما لینے کی درخواست کی جواب آیا کہ چونکہ تم اپنے طبیب ہونے کی وجہ سے بے تکلف ہو۔ اس لئے مشورہ یہ ہے کہ پہلے میری کتابیں اہتمام سے پڑھو۔ پھر دریافت کرنا۔ آپ نے تعمیل ارشاد میں تصنیفات و مواعظ کا ایک معتد بہ حصہ دیکھا اور خط کے ذریعہ اطلاع کی۔ اس پر جواباً تحریر فرمایا کہ تم نے لفافہ پر پتہ لکھنے میں بے احتیاطی کی۔ صفائی و نظافت کا خیال نہیں رکھا۔ کیونکہ تمھارے قلم سے روشنائی کا قطرہ لفافہ پر گر گیا ہے۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ مظاہر علوم میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے بیعت ہو جاؤ۔ اس پر آپ تعمیل ارشاد میں مولانا کاملپوری سے بیعت ہو گئے۔ اور ان کے بتلائے ہوئے معمولات وظائف پڑھنے لگے۔ تقسیم ہند کے موقعہ پر مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری پاکستان تشریف لے گئے اور ہندوستان واپس آنے کی کوئی صورت نہ رہی تو آپ نے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے رجوع کر لیا اور ان سے بیعت ہو گئے۔ اس طور پر آپ کا تعلق حضرت تھانوی اور حضرت مدنی دونوں سے ہو گیا جو آخر تک باقی رہا۔ لیگ اور کانگریس کی آویزش کے باوجود اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ جس قدر اہتمام کے ساتھ دیوبند جاتے اتنے ہی اہتمام کے ساتھ تھانہ بھون بھی حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے جناب حکیم محمد ذوالنون صاحب کو لیکر تھانہ بھون گئے، اور حضرت سے عرض کیا کہ اس کیلئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے۔ حضرت نے اوپر سے نیچے تک دو مرتبہ غور سے دیکھ کر فرمایا، علم تو کچھ زیادہ نظر نہیں آتا لیکن سمجھ اور ذہانت کافی معلوم ہوتی ہے۔

تحریکِ خلافت میں آپ کی شمولیت اور اس سے آپ کی دلچسپی | حکیم محمد یاسین صاحب کا مزاج ابتداء سے ہی سیاسی تھا۔ سیاسی مجلسوں اور کانفرنسوں میں بڑے اہتمام سے شرکت کرتے تھے۔ سیاسی لوگوں سے بھی ان کے تعلقات ہمیشہ گہرے رہے۔ اپنے اسی جذبہ کی خاطر انھوں نے تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ آپ اپنے ضلع کی خلافت کمیٹی کے رضا کاروں کے ضابطہ اور پھر ناظم بنے۔ علی الصباح رضا کاروں کو پریڈ کراتے اور ان کی تربیت کرتے۔

اس موقعہ پر آپ نے اپنے لئے ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا بھی خریدا تھا۔ فوجی لباس پہن کر آپ اس پر بڑی شان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

رضا کارانِ خلافت شہر سہارنپور کی خفیہ فائل میں (جس کا حوالہ حکیم محمد عیسیٰ صاحب کے حالات میں بھی آچکا) آپ کو نمبر چھ پر لیا گیا ہے۔ اسمیں آپ کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے

نمبر ۶:۔ محمد یامین پسر حکیم محمد یعقوب صاحب، سید عمر پچیس سال محلہ مفتی حلقہ شمالی شہر سہارن پور طباعت کرتے ہیں، اہلیہ و لڑکا موجود ہیں، اردو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ سابق انجمن رضا کاران میں عہدہ ضابطہ پر متعین تھے اسی عہدہ پر جمعیۃ رضا کاران میں شریک کیے گئے۔ سولہ جولائی ۱۹۲۱ء میں ممبر جمعیۃ رضا کاران منظور کیے گئے اور تین ماہ کے لیے آزمائشاً ناظم مقرر کیے گئے۔

(فائل رضا کاران خلافت شہر سہارنپور ص۶)

تحریک خلافت کے دوران آپ گھر میں چکی پیسا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر جیل جانا ہوا اور وہاں یہ خدمت سپرد کر دی گئی تو دقت نہیں ہوگی۔

جمعیۃ علمائے ہند سے تعلق و وابستگی

جمعیۃ علمائے ہند سے آپ کو ہمیشہ مخلصانہ تعلق رہا، جمعیۃ علما سہارنپور کی مختلف ذمہ داریاں بھی آپ کے سپرد ہوئیں جن کو آپ نے بہت دوراندیشی کے ساتھ نبھایا۔ نومبر ۱۹۴۸ء کے خطرناک ماحول میں جمعیۃ کی ممبر سازی کی مہم میں آپ نہ صرف پیش پیش تھے بلکہ مجلس انتظامیہ جمعیۃ علمائے ہند نے پورے شہر کی ممبر سازی کے لیے ہر حلقہ کی جو کمیٹیاں بنائی تھیں اس میں آپ اپنے حلقہ کی کمیٹی کے انچارج تھے ــــ یہاں وہ اطلاع نامہ شائع کیا جاتا ہے جو دفتر جمعیۃ علمائے شہر سہارنپور سے آپ کو موصول ہوا تھا۔

۱۳، نومبر ۱۹۴۸ء میں حضرت شیخ زادمجدہ نے حکیم صاحب ہی کے توسط سے جمعیۃ کی فیس رکنیت ادا کرکے اس کی ممبری قبول فرمائی تھی۔

اکتوبر ۱۹۵۲ء میں جمعیۃ علما ضلع سہارنپور کو مضبوط اور متحرک بنانے کے قصد سے مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہاں پوری سہارنپور تشریف لائے اس موقع پر جو عمومی

دعوت نامہ تقسیم ہوا وہ حکیم صاحب موصوف کا مرتب کردہ تھا اور اس پر آپ کے علاوہ دیگر ذمہ داران جمعیۃ علماء کے بھی دستخط تھے۔ یہاں اس دعوت نامہ کا عکس شائع کیا جاتا ہے۔

حضرات السلام علیکم گذارش ہے کہ ہمیں یہ عرض کرتے ہوئے انتہائی تکلیف ہوتی ہے کہ ہمارے ضلع میں جمعیۃ علماء کا نظام بالکل معطل ہو چکا ہے حالانکہ ہمیں زندگی کے ہر ہر قدم پر جمعیۃ علماء کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہے۔ ہم نے اور آپ نے جب ۱۹۴۸ء میں کاندھے سے کاندھا ملاکر جمعیۃ علماء کا کام کیا تھا تو ہمارا ضلع اول نمبر پر تھا اور ضلع کا دفتر پوری مستعدی اور بیدار مغزی کے ساتھ کام کر رہا تھا جس کا اعتراف مرکزی جمعیۃ کے اعلیٰ عہدہ داران تک نے کیا ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی سے ایسے حالات پیش آگئے کہ پھر ضلع میں نظام جمعیۃ بالکل معطل ہو گیا اور ہمارا تعلق نہ صوبہ سے رہا اور نہ مرکز سے۔ جس کی وجہ سے مسلمانان ضلع سہارنپور کی مشکلات ہمارے قابل صد احترام رہنمایانِ کرام تک نہیں پہونچتیں اور ہمارے ہزاروں جماعتی کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ ہماری اس بدبختی کو محسوس فرماتے ہوئے ہمارے صوبہ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہانپوری سہارنپور تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ سے ان حالات پر مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے آپ سے نہایت ادب کے ساتھ درخواست ہے کہ آپ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء جمعرات کے دن ۲ بجے مدرسہ فیضان القرآن محلہ بنجاران میں ضرور تشریف لے آئیں تاکہ مولانا محمد قاسم صاحب آپ سے مشورہ فرماکر ضلع سہارنپور کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار فرماسکیں۔ توقع ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ بھی شرکت فرمائیں گے۔ امید ہے کہ آپ ہماری درخواست کو قبول فرمائیں گے۔ ہم ہیں آپ کے قدیم خادم:۔ محمد اسمٰعیل۔ محمد اسحٰق۔ زاہد حسن انصاری حکیم محمد یامین حکیم ذوالنون حکیم عبدالخالق محمد ہاشم خاں بھائی محمد حسین محمد کامل خاں نورالٰہی۔ عبدالحفیظ ([illegible])

حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے تعلق و مودت ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ مزاج میں بڑی دلیری اور شجاعت تھی جس کی بناء پر ملکی و ملی خدمات میں خوب حصہ لیتے۔ جب ہندوستانی علمائے انگریزی حکومت کی ملازمت کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا اور وہ ہزاروں کی مقدار میں شائع ہوا تو حکیم محمد یامین صاحب نے اس کو بہت بڑی تعداد میں تقسیم کیا۔ اسٹیشن پر چلے جاتے اور مسافروں کو ایک ایک فتویٰ دیدیتے۔ یہاں تک اگر اسٹیشن پر کوئی گورکھا فوجی نظر آتا تو اسکو بھی دیدیتے لاٹھی اور بلم چلانے کے خوب ماہر تھے۔ اسلئے حفاظت کی غرض سے ہمیشہ بلم ساتھ رکھتے تھے جوانکے کسرتی بدن اور اونچے قدوقامت کے اعتبار سے بڑا خطرناک بن جاتا تھا۔

مولانا ظفر علی خاں اور دوسرے شعراء کا انقلابی کلام آپ کو خوب یاد تھا۔ باقاعدہ نشستگاہ میں مجلس جمتی تھی جس میں میر حسن عباس صاحب۔ میر علی عباس صاحب۔ حکیم حسنین صاحب وغیرہ خاص طور پر شریک ہوتے۔ آپ اس مجلس کے صدر ہوتے اور ان شعراء کا کلام سُناتے تھے۔

دینی اور روحانی رشتہ کے علاوہ سیاسی اعتبار سے بھی آپ چونکہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ مربوط تھے اسلئے جو جماعتیں یا افراد حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بغض و عناد کا معاملہ کرتے تھے آپ ان سے حد درجہ ملول خاطر رہتے اور بعض مرتبہ متنفر ہو کر قانونی طور

پر اس کا سدباب بھی کرتے۔ مجلس احرار سہارن پور کے توسط سے احتجاجی جلسے منعقد کرکے ریزرولیوشن پاس کراتے اور حکومت کو اپنے جذبات و احساسات سے خبردار کرتے۔

ایک ایسے ہی احتجاجی جلسے کی خبر دیتے ہوئے مجلس احرار اسلام کا ترجمان ۔ ہفت روزہ احرار سہارنپور" رقمطراز ہے۔

"۱۲، اگست ۱۹۳۹ء میں محلہ ڈھولیکھال (سہارنپور) میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ ہوا جس میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی اور سخت لب ولہجہ میں ان حضرات کو مطعون کیا گیا۔ مجلس احرار سہارنپور کی جانب سے اس کا سخت نوٹس لیا گیا اور بیس سے زائد مقامات پر احتجاجی جلسے منعقد ہوئے جس میں اس واقعہ کو افسوسناک اور تکلیف دہ بتلاتے ہوئے ریزرولیوشن پاس کیے گئے۔

محلہ مفتی میں یہ احتجاجی جلسہ حکیم محمد یامین صاحب کی زیر صدارت ہوا، اس جلسہ میں جو ریزرولیوشن پاس ہوا وہ یہ تھا۔ "مسلمانان محلہ مفتی کا یہ جلسۂ عام حکومت یو۔پی اور کلکٹر صاحب سہارن پور اور دیگر حکام شہر کو ۱۲، اگست ۱۹۳۹ء میں محلہ ڈھولیکھال میں شریف الرحمٰن صاحب نے جو تقریر کی اس کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب کی شان میں نہایت گستاخانہ کی گئی ہے۔

لہٰذا احکام بالا سے پُرزور استدعا ہے کہ ایسے گالی گلوچ دینے والے مقرروں کو کیفر کردار تک پہنچایئے۔ اگر مناسب کارروائی نہ ہوئی تو سخت بلوہ کا اندیشہ ہے کیونکہ مسلمان کبھی علماء دین کی توہین برداشت نہیں کر سکتے، بلوہ کی ذمہ داری حکامِ شہر پر ہوگی۔" (اخبار احرار ۲۴، اگست ۱۹۳۹ء ص ۔)

۱۹۴۶ء کا الیکشن اور خواجہ اظہر حسن صاحب کی حمایت

۱۹۴۶ء میں مسلم پارلیمنٹری بورڈ اور جمعیۃ علمائے ہند کے باضابطہ منتخب کردہ امیدوار خواجہ اظہر حسن صاحب سہارنپور اور نواح سہارنپور سے جب الیکشن میں کھڑے ہوئے تو ضلع سہارنپور کی جمعیۃ علماء کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ۲۲، فروری ۱۹۴۶ء میں منعقد

ہوا جسمیں متفقہ طور پر طے پایا کہ خواجہ صاحب کی پوری پوری حمایت اور مدد کی جائے ، حضرت اقدس مدنی، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب ، مولانا بشیر احمد صاحب سکریٹری مرکزی مسلم پارلیمنٹری بورڈ اسی مقصد کے لئے ۲۶ فروری ۱۹۴۶ء میں سہارنپور تشریف لائے اور بعد نماز عشاء جُبلی باغ میں ان حضرات کی تقاریر ہوئیں ۔

چونکہ حکیم سید محمد یامین صاحب بھی سہارنپور کی جمعیۃ علماء کے ممتاز اور فعّال افراد میں سے تھے اسلئے آپ نے ان کی پوری امداد و اعانت کی ، اس موقعہ پر فریق ثانی کی جانب سے اکابر جمعیۃ علماء (حضرت اقدس مدنی ،حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب) کو خواجہ صاحب کے متعلق غلط معلومات پہنچائی گئیں جن سے متاثر ہو کر ان حضرات نے خواجہ صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ آپ اس الکیشن سے دست بردار ہو جائیں ۔

اس پر حکیم محمد یامین صاحب نے ایک وضاحتی خط حضرت اقدس مدنی اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کو تحریر کیا اور لکھا کہ خواجہ صاحب کے متعلق جو کچھ آپ کو بتلایا گیا ہے وہ غیر واقعی ہے ، اور اسمیں مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی حیثیت بڑی مضبوط ہے ان ہر دو حضرات کی طرف سے جو جوابات حکیم محمد یامین صاحب کے نام آئے وہ آپ نے اشتہارات کی شکل میں طبع کرا کر تقسیم کرائے ۔ یہاں پر وہ دونوں اشتہارات نقل کئے جاتے ہیں ۔

اشتہار نمبر ایک ۔

"امیر الہند شیخ الاسلام ، مجاہد اعظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی کا آخری اور قطعی فیصلہ ۔

۔ میں نے خواجہ صاحب کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ تحصیل سہارنپور سے دست بردار ہو جائیں اور اصل یہ مشورہ تھا حکم اور فیصلہ نہ تھا جو کہ جماعتی تصادم کے خطرہ سے دیا گیا تھا مگر اب بتلایا جاتا ہے کہ واقعات اسکے خلاف ہیں اسلئے مجھ کو خواجہ صاحب اور انکے رفقاء کار کی جدو جہد سے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو کامیاب فرمائے ۔ ۲۷ فروری کو میری سہارنپور کی حاضری کی اشاعت جمعیۃ العلماء کے مرکزی دفتر کی غلطی سے ہوئی ۔ مجھ کو اس کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی ۔ اسلئے مجھ کو سخت افسوس ہے ۔"

ننگ اسلاف ۔ حسین احمد غفرلہٗ ۲ مارچ ۱۹۴۶ء

المشتہر۔ حکیم محمد یامین دکارکنان جمعیۃ علماء ضلع سہارن پور

اشتہار نمبر دو :۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے تردید کردی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محترمی حکیم محمد یامین صاحب زاد عنایتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ مزاج گرامی ۔ میں نے بھائی محمد یٰسین صاحب اور اشتیاق احمد صاحب کو میٹنگ ایک پرچہ خواجہ اطہر حسن صاحب کے نام اس مضمون کا لکھ کر دیا تھا کہ آپ موجودہ تصادم کی شکل میں دست بردار ہو جائیں۔ لیکن آپ جن حالات کو میرے سامنے پیش فرما رہے ہیں ان کے پیش نظر میں آپ کو اور کارکنان جمعیۃ علماء سہارن پور کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ جو طریقہ اس سلسلہ میں مناسب تصور فرمائیں اختیار فرمائیں، مجھ کو کچھ اختلاف نہ ہوگا۔ میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ خواجہ صاحب کو مسلم پارلیمنٹری بورڈ کا ٹکٹ نہیں دیا گیا : محمد حفظ الرحمٰن ۲۰ فروری ۱۹۶۲ء۔

کانفرنس کمپنی باغ سہارنپور اور اسمیں آپ کی شرکت

۲۰ محرم ۱۳۸۳ھ (۱۴ جون ۱۹۶۳ء) میں سہارنپور کے مشہور قدیمی باغ ،کمپنی باغ، میں ایک وسیع کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شہر سہارنپور کے ممتاز افراد، زمیندار اور مالکان باغات خصوصی طور پر مدعو کئے گئے۔ ایگریکلچر کے ذمہ داروں نے بھی اسمیں شرکت کی۔ مختلف وزراء بھی یہاں موجود تھے۔ مشہور طبیب اور شہر کے ممتاز اور باوقار رئیس ہونے کی حیثیت سے حکیم سید محمد یامین صاحب بھی اسمیں مدعو تھے۔

اس کانفرنس میں باغات سے متعلق اپنے اپنے تجربات مختلف لوگوں نے بیان کئے۔ اور باہمی طور پر تبادلہ خیالات کیا گیا۔ ایک مفصل میمورنڈم بھی پیش کیا گیا۔ دادا جان زادمجدہٗ اپنے روزنامچہ میں اس کانفرنس کی تفصیلات اس طرح تحریر فرماتے ہیں —!

کمپنی باغ میں آج صبح ۹ بجے ایک کانفرنس منعقد ہوئی جسمیں ایگریکلچر کے وزیر صاحب آئے اور صوبہ کے دور دراز مقامات کے لوگوں نے شرکت کی۔ بہت سے لوگوں نے باغات کے متعلق اپنے تجربات بیان کئے۔ نیز اپنی اپنی ضروریات کا اظہار کیا۔ حکیم محمد یامین صاحب و حکیم محمد ذوالنون و حکیم محمد اسرائیل بھی گئے اور ایک میمورنڈم ہم سب کی طرف سے پیش کیا۔ جسمیں شہر کے اُن باغات کو جو شمال میں واقع ہیں۔ ماسٹر پلان کے

تحت کٹوا دینے کی تجویز اور بجائے باغات کے مکانات بنا دینا اور اس کو شہر کی آبادی میں شامل کر دینے کی جو اسکیم مرتب ہوئی ہے اسکے خلاف حکومت کو توجہ دلائی گئی اور زبانی بھی ان کے بارے میں اظہار خیال کی اجازت چاہی۔ چنانچہ ان کو اپنی شکایات زبانی بیان کرنے کی اجازت دی گئی۔ انھوں نے کہا کہ ایک طرف تو حکومت باغات کو ترقی دینے اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے محکمہ قائم کر رہی ہے، اور جابجا کانفرنس منعقد کر کے لوگوں کو ان کے فروغ دینے اور نئے نئے طریقوں اور جدید آلات کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ سرعت کے ساتھ ان کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتی ہے اور دوسری طرف سو۔سو سال کے پرورش شدہ سرسبز باغات کٹوا دینے کی اسکیمیں بناتی ہے۔

اسکے بعد ایک بوڑھے غیر مسلم نے تقریر کی اور غصہ میں یہ بھی کہدیا کہ اگر حکومت ایسا کرنا چاہتی ہے تو اوّل ہمیں گولی مار کر ختم کرے پھر باغات کٹوائے۔ اس پر منسٹر نے ناگواری کا اظہار کیا اور کہا کہ گولی کیوں ماری جائے۔ آپ اس اسکیم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کیجئے۔ ان کے بعد تین چار لوگوں نے مزید تقریریں کیں جن میں ایک نوعمر لڑکے نے بہت سلجھی ہوئی تقریر کی۔

آخر میں منسٹر نے دو گھنٹہ تقریر کی جسمیں ہر ہر شکایت کا جواب دیا۔ سب سے آخر میں ہمارے پیش کردہ میمورنڈم کا جواب مختصر لیکن بہت زوردار الفاظ میں دیا کہ باغات نہیں کٹیں گے اور میں اس کے متعلق پوری کوشش کروں گا۔"

(ماخوذ روزنامچہ جدمحترم مرحوم)

نکاح اور اولاد آپ کا نکاح حکیم سید محمد اسحٰق صاحب نے مسماۃ حسینہ خاتون[۵] سے کرایا تھا، ان کے والد کا نام پیرجی محمد شفیع اور والدہ کا نام نیاز بیگم تھا، مولانا حکیم محمد ایوب صاحب اس نکاح کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ:۔

۵۔ مسماۃ حسینہ خاتون کی ایک ہمشیرہ مسماۃ نجیب النساء تھیں جن کی شادی رامپور منیہاران میں جناب محمد مظہر صاحب سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکی خورشیدہ تولد ہوئیں، خورشیدہ بیگم کی شادی جناب اور سید الطاف حسین صاحب رامپوری سے ہوئی، اب زاہدہ خاتون ان کی یادگار ہیں جو آجکل پور قاضی ضلع مظفرنگر میں ہیں۔

۔ جب بڑے بھائی حکیم محمد یامین صاحب کا نکاح ہوا تو مولانا محمد یحییٰ صاحب کو حکیم۔ اسحٰق صاحب نے یہیں بیٹھک میں بلوالیا۔ جمعہ کا دن تھا اور فرمایا کہ اس کا نکاح ہو رہا ہے، آپ پڑھائیں گے، مولانا یحییٰ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ (حضرت مولانا) زکریا سے میرے کپڑے لے آؤ، چنانچہ میں مکان پر گیا اور کپڑے لے آیا۔ مولانا نے وہ صاف اور اُجلے دھلے ہوئے کپڑے پہن کر پھر نکاح پڑھایا۔ اگلے دن ولیمہ میں تشریف لائے چونکہ بھائی محمد یامین کا آنا جانا مولانا محمد یحییٰ صاحب کے پاس کثرت سے تھا، اسلئے مولانا نے بہت بے تکلفی سے دریافت کیا کہ، ارے یامین۔ بیوی پسند بھی آئی۔

مسماۃ حسینہ خاتون شروع سے ہی دینی مزاج رکھنے والی نیک سیرت صالحہ تھیں عبادت کا ان کو بڑا ذوق اور اہتمام تھا۔ صبح بعد نماز فجر تلاوت قرآن شریف اور شب میں تہجد کی پابند تھیں قرآن شریف کی تلاوت کا اتنا ذوق اور شوق تھا کہ جب آخر عمر میں بینائی ختم ہو گئی تو اپنے لڑکے جناب حکیم سید محمد ذوالنون صاحب سے کہا کرتی تھیں کہ میری آنکھ کا اس حد تک آپریشن کرادو کہ میں قرآن پاک کی تلاوت کرسکوں اس سے زائد کی مجھے حاجت اور ضرورت نہیں لیکن میں ہسپتال نہیں جاؤں گی گھر پر ہی بنواؤں گی، کیونکہ وہاں بے پردگی ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ سہارنپور کے مشہور ماہر چشم ڈاکٹر رام پرشاد کے ذریعہ اپنی والدہ کا آپریشن کرایا، اولاً ایک آنکھ اور پھر چند ماہ کے وقفہ کے بعد دوسری آنکھ کا ہوا۔ تاکہ ضعف اور تھکاوٹ زیادہ نہ ہو۔

آپریشن ہوجانے کے بعد جب پہلی مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت کی تو بہت خوش ہوئیں، اللہ کا شکر ادا کیا اور بیٹے کو دُعائیں دیں۔

امور خانہ داری اور گھر کی صفائی ستھرائی کا بڑا سلیقہ تھا۔ خاندانی تقاریب اور دعوتوں میں ان کے حسنِ انتظام ونظم وضبط سے اپنے خاندان کی تمام مستورات فائدہ اُٹھاتیں، ایسے موقعوں پر عام طور سے کھانا کھلانے کی ذمہ داری ان ہی کو سونپی جاتی تھی۔

یکم مئی ۱۹۷۷ء مطابق گیارہ[۱۱] جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ صرف بارہ[۱۲] گھنٹے بیمار رہیں۔ سینہ کا درد سبب وفات ثابت ہوا۔

جناب مولانا اطہر حسین صاحب استاذ ادب جامعہ مظاہر علوم سہارن پور نے آپ کی تاریخ وفات یہ کہی ہے:

تاریخ وفات والدۂ ماجدہ حکیم ذوالنون صاحب

مادر ذوالنوں چوں حق را جاں سپرد — خوں چکید از دیدۂ دل غم بخورد
بر فراقش خویش و بیگانہ حزیں — وز تحمل ناتواں برنا و گرد
ایں چنیں آمد تاثیر ایں فراق — صبر را گم کرد و دانش را ببرد
بود آں خاتون فرزبد و پارسا — وز لباس اتقا پوشیدہ مُرد
پاک بازو پاک باطن نیک خو — خلق حق اُو را چوں شعواز شمرد
حق بہ بخشد در جناں عالی مقام — ہم مئے صافی بنوشاند نہ دُرد
فوقیت یابد ز مردانِ جہاں — وصف شاں آمد حدیث جرد مُرد
چوں پے تاریخ پیدا شد خیال — وز دنور غم طبیعت گشت خرد

گفت اطہر سال فوت ہجریش
زیب حجلہ مادر ذوالنون مُرد

۱۳۹۷ھ

مسماۃ حسینہ خاتون صاحبہ مرحومہ سے حکیم سید محمد یامین صاحب کے دو لڑکے تولد ہوئے، بڑے لڑکے کا انتقال بالکل نوعمری میں ہوگیا تھا۔ دوسرے لڑکے جناب حکیم سید محمد ذوالنون صاحب ہیں آپ کی ولادت چودہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ والدین نے آپ کا نام محمد یونس اور جد محترم حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے محمد ذوالنون تجویز کیا۔ تعارف اور شہرت دوسرے نام کو ہوئی۔ آپ نے قرآن پاک عالی جناب حافظ منظور احمد صاحب کے پاس حفظ کیا۔ جو آپ کو پڑھانے کے لئے مکان پر تشریف لائے تھے، آپ نے قرآن پاک کا کچھ حصہ مظاہر علوم میں داخل ہوکر بھی حفظ کیا ہے، جیسا کہ ۱۳۴۹ھ اور ۱۳۵۲ھ کی روداد سے معلوم ہوتا ہے۔

مولانا مفتی سید محمد یحیٰی صاحب، مولانا سید محمد ہارون صاحب، جناب الحاج حکیم آفتاب صاحب آپ کے ہم جماعت تھے۔ پہلی محراب آپ نے اپنی خاندانی مسجد۔ مسجد حکیمان۔ میں سُنائی۔ حفظ قرآن شریف کے بعد آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیکر اُردو، فارسی، حساب، املا کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی کی بعض کتابیں آپ نے حکیم سید محمد ایوب صاحب سے بھی پڑھی ہیں۔

اسی زمانے میں کچھ عرصہ نظام الدین دہلی گزارنے کی نوبت آئی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب

نور اللہ مرقدہ سے بھی بعض کتب عربی فارسی پڑھیں۔

مظاہر علوم میں تعلیم کے دوران آپ کا زیادہ ربط وضبط حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے رہا۔ اُردو فارسی کے جملے اور ان کی مشق وترکیب حضرت موصوف ہی کے پاس ہوتی تھی۔ ۱۳۵۷ھ میں آپ کو جامعہ عربیہ مظاہر علوم کی جانب سے جو سند دی گئی وہ یہ ہے :

" نحمدُ اللہ العظیم ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد باعثِ تحریر ایں کہ حافظ محمد ذوالنون بن حکیم سید محمد یامین صاحب ساکن سہارنپور بمدرسۂ عالیہ اسلامیہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور در جماعت فارسی داخل شدہ وکتب ذیل موافق نصاب مروجہ مدرسہ ہٰذا سبقاً وسماعاً دریں مدرسہ بمطالعہ آورد۔ سکندر نامہ، کیمیائے سعادت، بوستاں، انوار سہیلی، رقعات امان اللہ حسینی، خطوط نویسی اُردو، لہٰذا موافق طلبش ایں نسخہ بطور سند باد سپردکنیم دمی گوئیم کہ در ظاہر وباطن اتقاء اختیار کند۔ اتباع سنت را شعار خود گرداند واز بدعت بے پرہیزد۔ دوامِ تعلیم وتعلم علم دین مشغول باشد ودر دعا ہائے خود مدرسہ واساتذہ را فراموش نسازد۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ فقط

عبداللطیف ناظم مدرسہ، ۷ صفر ۱۳۵۷ھ ۔ اکبر علی عفا اللہ عنہ مدرس اوّل فارسی مدرسہ ہٰذا
بندہ عبدالرحمٰن مدرس فارسی مدرسہ ہٰذا ، عبدالمجید غفرلہٗ نائب مہتمم شعبۂ تعلیم مدرسہ ہٰذا

۱۹۴۲ء / ۱۳۶۰ھ میں آپ نے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیکر فن طب حاصل کیا اور سرجری دپوسٹ مارٹم وغیرہ کی عملی مشق کی۔ ڈاکٹر نذیر الدین صاحب اور خواجہ رضوان احمد صاحب وہاں آپ کے خصوصی استاذ تھے۔

حضرت شیخ رحمہ سے آپ کو بچپن سے ہی لگاؤ وتعلق تھا۔ سہارنپور کے قیام میں بہت کثرت سے آپ کی مجالس میں حاضر رہتے۔ طبیہ کالج دہلی کے زمانہ قیام میں بڑی کثرت کے ساتھ آپ کی خط وکتابت حضرت سے ہوتی تھی ـــــــ ہماری خاندانی فائل میں آپ کے متعدد خطوط بنام حضرت شیخ رحمہ محفوظ ہیں۔ بطور نمونہ یہاں ایک مکتوب نقل کیا جاتا ہے جو رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ میں لکھا گیا اور جس میں آپ:

وقت کے ایک اہم خطرناک دینی فتنہ " خاکساریت کا بھی تذکرہ ہے۔

قبلہ محترم جناب شیخ الحدیث صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بعد آداب کے گذارش یہ ہے کہ پچھلے مہینہ جناب کا شفقت نامہ صادر ہوا تھا' جس کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، فوراً جواب دینے کی ضرورت اس لیے نہ سمجھی کہ جس مسجد میں میں نے سنانے کی درخواست دے رکھی تھی وہ کمیٹی میں پیش ہو رہی تھی اس کی منظوری کا انتظار تھا' اسی وجہ سے حافظ مقبول صاحب کے پاس بھی نہ جا سکا' آج ۲۰ پارے ہوگئے ہیں میرے۔ انشاءاللہ ۲۰ر رمضان المبارک کو ختم کر کے حاضر خدمت ہوں گا۔

خاکساری فتنہ نے تمام دہلی اور قرول باغ میں بہت زور پکڑا ہے' غول کے غول آتے ہیں اور طبیہ کالج کے سامنے ہفتوں پڑے رہتے ہیں، تمام شیدی پورہ کو خاکساری بنا ڈالا اور دوسرے محلوں میں بھی بہت کافی اثر ہو چلا' تمام لوگ علماء کو گالیاں دینے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے لگے' خدا کے لیے اس کا کوئی جلد تدارک کیجئے اور دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو بہت جلد تباہ و برباد کرے، زیادہ نوشتن بے ادبی ہست فقط

محمد ذوالنون مظاہری ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

طبیہ کالج دہلی سے واپس آنے کے بعد آپ نے فن طب کی متعدد کتابیں سبقاً سبقاً عالیجناب حکیم سید محمد ایوب صاحب سے پڑھیں۔ سیاسی مزاج ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سیاسی لوگوں سے میل جول رہا۔ ایک زمانہ میں جمعیۃ علماء ہند سے خصوصی تعلق اور گہرا لگاؤ تھا۔ ضلع سہارنپور کی جمعیۃ علماء کے آپ نائب صدر بھی رہے۔

نومبر ۱۹۴۵ء (ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ) میں لیگی اخبارات میں جمعیۃ علماء ہند اور مسٹر محمد علی جناح کے متعلق بعض اعلانات جامعہ مظاہر علوم سے منسوب ہو کر شائع ہوئے تھے۔ حکیم سید محمد ذوالنون

صاحب موصوف نے ذمہ داران مظاہر علوم سے تحقیق احوال کے بعد انکی تردید بر صورت اشتہارات کی شکل میں شائع کر کے ایک بڑے فتنہ کا سدباب کیا تھا۔ اس اشتہار کا مکمل متن شامل کتاب کیا جاتا ہے :

۱۲- لیگی اخبار منشور کا گمراہ کن پروپیگنڈہ اور علماء مظاہر علوم کا تردیدی بیان

محترم قبلہ جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب وقاری مفتی سعید احمد صاحب زید مجدکم

گذارش یہ ہے کہ میں نے کل منشور اخبار دہلی مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۴۵ء مطابق — ۳ ر ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ صفحہ اول کالم ۳ ر پر مولوی — رنگونی کی طرف سے ایک اعلان پڑھا جو علمائے مظاہر علوم کی طرف منسوب تھا اور اس میں شرکت جمعیۃ العلماء ہند کو معصیت اور دوزخ کا مستحق بتلایا گیا اور پاکستان کو اسلامی تحریک ثابت کیا گیا۔ نیز مسٹر جناح پر مکمل اعتماد ظاہر کیا گیا اور جمعیۃ العلماء ہند کو قطعی مضر اور مسلمانوں کے لیے سم قاتل تجویز کیا گیا اور مسلم لیگ کو ترک کر کے مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کا مصداق بتایا گیا۔ کیا واقعی یہ تجویز علمائے مظاہر کی طرف سے ہے۔ امید ہے کہ جواب سے تسلی فرمائیں گے۔ فقط۔

ذوالنون پسر حکیم محمد یامین صاحب محلہ مفتی سہارنپور

۹ ر نومبر ۴۵ء

جواباً نگارش ہے کہ منشور کا یہ مضمون ہم نے بھی انتہائی حیرت و استعجاب سے پڑھا۔ ہمارا خیال ہے کہ مولوی — صاحب رنگونی نے ہرگز یہ مضمون نہ بھیجا ہوگا۔ بہرحال مدرسہ مظاہر علوم نے کوئی تجویز نہ قائد اعظم صاحب کے متعلق پاس کی اور نہ جمعیۃ علماء ہند کے متعلق کوئی رائے ظاہر کی۔

۱۹۴۵ء کے اس مطبوعہ اشتہار کی اصل کاپی ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔

آپ کا پہلا نکاح حکیم سید محمد ایوب صاحب کی صاحبزادی مسماۃ امّ ہانی سے ہوا۔ حضرت اقدس دہلوی نے یہ نکاح جمعہ ۲۳ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء میں سات ہزار روپیہ مہر پر پڑھایا ان سے ایک لڑکا محمد عادل تولّد ہوا جس کی تاریخ ولادت ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ ۱۹ فروری ۱۹۴۱ء ہے اس نومولود کا انتقال ایک سال بعد ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ ۴ مئی ۱۹۴۲ء میں مسماۃ امّ ہانی کا انتقال ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ (۲۳ جنوری ۱۹۴۳ء میں بعمر ۲۲-۲۳ سال بعارضہ ورم جگر ہوا۔

آپ کا دوسرا نکاح ۲۳ شوال ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۴ء میں حکیم سید محمد ایوب صاحب کی دوسری صاحبزادی مسماۃ زبیدہ خاتون سے بمہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ ہوا۔ یہ تقریب مسجد حکیمان میں منعقد ہوئی۔ ۲۴ شوال ۱۳۶۳ھ / ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۴ء میں ہونے والے ولیمہ کا قلمی دعوت نامہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔

اہلیہ ثانیہ سے ایک لڑکا محمد یوسف اور تین لڑکیاں شمیم نیرّ، نسیم نیرّ، ثریّا۔ تولّد ہوئیں، محمد یوسف عالم شباب میں مفقود الخبر ہوئے اور مسماۃ شمیم نیرّ جوان عمر میں عالم آخرت کو سدھاری اور ایک لڑکی فرحانہ یادگار چھوڑی۔

معمولات، عادات وصفات حکیم محمد یامین صاحب کے یہاں درود شریف کا بہت اہتمام تھا۔ مطب میں جو مریض آتے ان کو یونانی دوا کے ساتھ اس روحانی دوا کی بھی تلقین فرماتے تھے۔ چلتے پھرتے بالخصوص باغ میں آمدورفت کے موقعہ پر بہت پڑھتے تھے۔ کئی مرتبہ زیارت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ اپنے خوابوں کی تعبیر حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے لیا کرتے تھے۔ گاہ بگاہ دوسرے حضرات حضرت شیخ مدظلہ اور حضرت اقدس رائے پوری سے بھی رجوع فرمالیتے۔

ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا کہ راقم سطور کی دادی صاحبہ ایک بچے کو گود میں لیکر بیٹھی ہوئی ہیں اور اس کی پرورش کا بہت اہتمام کررہی ہیں۔ خواب میں ہی ان کو خیال ہوا کہ یہ بچہ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ حکیم صاحب نے بلند آواز سے درود شریف پڑھنا شروع کردیا

آپ نے اپنا یہ خواب حضرت اقدس مدنی کو سُنایا۔ حضرت نے تعبیراً ارشاد فرمایا کہ تمہارے خاندان میں کوئی ایسا شخص ہوگا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرے گا۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے کہا کہ مجھ جیسے عامی آدمی کو کئی مرتبہ کیسے زیارت ہوگئی۔؟ حضرت نے فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کا معمول صبح کو نہر کی پٹری پر چہل قدمی کرنے کا تھا۔ حکیم صاحب جب رائے پور خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ بھی کبھی کبھی اس موقعہ پر حاضر رہتے۔ ایک مرتبہ اسی چہل قدمی اور سیر کے موقعہ پر حضرت سے یہی سوال کیا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ تم کثرت سے درود شریف پڑھتے ہو اسی کی وجہ سے زیارت ہوتی رہتی ہے۔ اپنے خاندانی حضرات اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنے کا ہمیشہ اہتمام کرتے تھے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے حادثۂ انتقال پر تن تنہا ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ کا ورد کرکے ان کو بخشا۔

جب تک جوانی اور صحت باقی رہی آپ کا معمول رہا کہ روزانہ علی الصباح پیدل اپنے باغ میں جاتے اور وہاں ڈیڑھ ہزار ڈنڈ اور ڈیڑھ ہزار بیٹھک لگاتے۔ اس ورزش سے بدن بڑا مضبوط اور ٹھوس بن گیا تھا۔ ایک طویل عرصہ تک دارالطلبہ قدیم کے صحن میں لاٹھی کھیلنے کا بھی معمول رہا، عالیجناب مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی آپ کے شریک درمشق ہوتے تھے۔ ان سب معمولات اور عادات کے علاوہ شکار کا بے حد شوق رکھتے تھے، نشانہ بڑا پکا اور پختہ تھا۔ ایک مرتبہ انگریز کلکٹر مسٹر گل، میجر مبارک علی خاں اور حاجی شفیق محمد، رفیق محمد صاحبان کے ساتھ شکار میں گئے، ضلع کے اعلیٰ سرکاری حکام اور سول فوجی افسران بھی اس شکار میں موجود تھے۔ شکار گاہ میں ہی آپ نے کھانے کا انتظام کیا جو اعلیٰ پیمانہ پر تھا۔ جب انگریز کلکٹر مسٹر گل نے اس دعوت سے متاثر ہو کر آپ کو ریوالور کے لائسنس دیئے جانے کی خوشخبری دی تو انکار کرتے ہوئے برجستہ فرمایا۔ اب انگریز ہندوستان چھوڑنے والے ہیں۔ لہٰذا ایسا لائسنس نہیں چاہیئے جو ان کے جانے کے بعد ہمارے لئے عار بنے اور ہم سے واپس لے لیا جائے۔

آزادی کے بعد جب جناب رامیشور دیال سہارنپور کے کلکٹر بنائے گئے تو انھوں نے آپ کو اور آپ کے صاحبزادے حکیم محمد ذوالنون صاحب کو بندوق و ریوالور کے چار لائسنس الگ الگ دیئے آپ کو اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں (مولانا حکیم محمد ایوب، جناب حکیم محمد یسین صاحب) سے بڑی محبت و شیفتگی تھی۔ اپنے ان دونوں بھائیوں کی تربیت اور نگرانی بھی کی۔ لیکن کبھی ہاتھ سے تنبیہ

نہیں کی صرف زبانی نصیحت کردیا کرتے تھے ۔ عمدہ عادات اور پاکیزہ صفات کی بنا پر آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا جسمیں مختلف طرزِ فکر کے اصحاب جمع رہتے ، کھجاور ، آبہہ ، رامپور ۔ دہلی میں آپ کے محبین و معتقدین بکثرت تھے ، اسلئے ان علاقوں کے سفر بھی کرتے رہتے تھے ۔

جناب حسن عباس ابن میر احسان علی صاحب (جن کی شادی آغا حیدر جج ہائی کورٹ کے یہاں ہوئی تھی) کی آمد و رفت کثرت سے آپ کے پاس رہتی ۔ طرفین سے دعوتیں بھی ہوتی رہتی تھیں ۔ یہ میر حسن عباس صاحب بہت نیک دل اور شریف الطبع تھے ۔ گاہ بگاہ دارالطلبہ قدیم میں نماز پڑھنے کے لئے آجاتے ۔ عیدین کی نماز مدرسہ ہی میں ادا کرنے کا معمول تھا ۔

عالیجناب حکیم حسنین صاحب سے بھی بہت بے تکلفانہ تعلقات تھے ، جو ساری عمر بڑی موزونیت کے ساتھ قائم رہے ۔

علالت اور وفات حکیم سید محمد یامین صاحب کی صحت آخر تک بہت اچھی رہی ، بے تکلف چلتے پھرتے اور باغ میں جاتے رہے ۔ حافظہ اور قوت یادداشت بھی درست رہی ۔ آخری رمضان کے روزے بڑے اہتمام کے ساتھ رکھے ۔ آپ کے مرض وفات کا آغاز ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۷۵ء سے ہوا ۔ اس تاریخ میں عصر سے قبل ہلکا سا دماغی دورہ پڑا ۱۲ ۔ ۱۳ روز تک یونانی علاج اور اسکے بعد ڈاکٹری علاج ہوا لیکن صحت گرتی چلی گئی ، بارہ جنوری کو دوائیں بند کردی گئیں ۔ صرف آب زمزم اور شہد دیا جاتا رہا جو بمشکل حلق سے نیچے اترتا تھا ۔ ہوش و حواس گیارہ جنوری تک اس درجہ میں رہے کہ آواز دینے پر ہاں یا نہیں کہدیتے ۔ البتہ جب کوئی شخص قریب کو ہوکر اللہ اللہ کہتا تو خود بھی دیر تک اچھے خاصے جہر کے ساتھ کہتے رہتے ۔

اس موقع پر عم محترم مولانا محمد عاقل صاحب نے حضرت شیخ رح کے نام ایک مفصل خط مدینہ منورہ ارسال کیا تھا جسمیں حکیم صاحب کی علالت اور وفات کا تفصیلی تذکرہ تھا ، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط یہاں پیش کردیا جائے ۔

المخدوم المکرم حضرت اقدس دامت برکاتہم و مدت فیوضہم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
خدا کرے حضرت والا مع رفقاء و خدام بخیر و عافیت ہوں ۔

دس محرم کی شب یعنی شب عاشورا میں پون بجے بڑے نانا حکیم محمد یامین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و یغفر اللہ لنا ولہ کا انتقال ہوگیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

انیس[۱۹] روز تک بستر علالت پر رہے۔ بیماری کی ابتدا یوم پنجشنبہ کو اسطرح ہوئی کہ اپنی بیٹھک کی چھت پر بیت الخلاء گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر چکرا کر گر گئے، اس وقت کوئی آدمی پاس نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے خود ہی تنہا اوپر سے نیچے اترے اور نیچے بیٹھک میں تخت پر آکر لیٹ گئے اس وقت تک بھی کوئی نہیں آیا۔ تھوڑی دیر بعد تنفس بمشکل تمام گھر آگئے اور ضعف بہت بڑھ گیا، اور پو نمونیا بڑھتا ہی گیا۔ انتقال سے ۴-۵ روز پہلے بائیں طرف فالج کا اثر بھی ہو گیا۔ علاج یونانی ہی حکیم جی کے مشورہ سے ہوتا رہا۔ لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا

آخر میں دو روز ڈاکٹر اصغر صاحب کا بھی علاج رہا۔ دوشنبہ نو محرم کی شام سے حالت غیر ہو چلی۔ مغرب عشاء کے درمیان حکیم ذوالنون صاحب کو جب خطرہ محسوس ہوا تو انھوں نے مجھے بلا کر بھیجا۔ اسی وقت سب اعزہ، بھتیجے، بندہ سلمان، حماد، عمار، بھائی الیاس، فاضل، عزیز ماشاء اللہ چھ سات حافظ قرآن تھے۔ سب نے سورۂ یٰسین شریف پڑھی اور عشاء تک پڑھتے ہی رہے عشاء کی نماز کے بعد پھر جمع ہو گئے۔ بیماری کیفیت بدستور رہی، چت لیٹے تھے اور سانس چلنے کی آواز جاری تھی، اللہ اللہ کی تلقین کی تو کئی مرتبہ اللہ اللہ کہا۔ اور کوئی بات کوئی لفظ زبان سے نہیں کہتے تھے۔ بول بات تو کئی روز سے بند تھی اور اس سے پہلے بھی خاموش لیٹے رہتے تھے۔ بات اگر کچھ کرنا بھی چاہتے تو الفاظ صاف ادا نہیں ہوتے تھے۔ کچھ لفظوں سے اور کچھ اشاروں سے بات کو سمجھانے تھے؛ اس انیس[۱۹] روز کی بیماری کے زمانے میں کسی بات پر ناگواری یا ترش روئی کا اظہار بالکل نہیں کیا۔ بہرحال عشاء کے بعد سب کو بیٹھے ہوئے ایک ڈیڑھ گھنٹہ گذر گیا اور تایا صاحب کی نزع کی سی کیفیت رہی، سب بیٹھے دعاء و درود میں مشغول رہے۔ والد صاحب اپنی معذوری کی وجہ سے چونکہ نہیں آسکتے تھے اور نہ اس عرصہ میں کبھی آنا ہوا۔ وہیں سے حالات دریافت کراتے رہتے تھے۔ انھوں نے عشاء کے بعد تقریباً ۱۱ بجے حماد کے ذریعہ پیام بھجوایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے یہ کیفیت دیر تک رہے گی۔ لہٰذا جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ آرام کریں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد سب منتشر ہو گئے اور بھائی ذوالنون، بھائی مرغوب

عزیز ان تین کا رات کو وہیں سونا تجویز ہو گیا۔ باقی ہم سب اپنے گھر چلے آئے۔ صبح کو اذان کے بعد نماز سے پہلے عزیز آیا اور اس نے آکر کہا کہ رات پون بجے انتقال ہو گیا، اس نے بیان کیا کہ ہم لوگ بارہ بجے کے قریب لیٹے تھے، اسکے آدھ گھنٹہ بعد سانس کی آواز میں کمی ہونی شروع ہوئی۔ اس پر ہم چونکے اور اٹھے دیکھا تو پیشانی پر کافی پسینہ تھا اور اسی وقت ہمارے سامنے روح پرواز کر گئی۔

غسل کے وقت مفتی مظفر حسین صاحب بھی موجود تھے۔ غسل دینے والے تین چار طلبہ تھے۔ مولوی اظہار الحق بن مولانا ظہور الحق صاحب بھی شریک تھے۔ منشی رفیق صاحب بھی موجود تھے اور دیگر اعزہ قاری ابراہیم وغیرہ بھی، حکیم حسنین صاحب بھی کئی مرتبہ آئے، غسل کے وقت بھی آئے اور کہنے لگے کہ میرا پرانا ساتھی آج چلدیا۔ تقریباً سوا دس بجے غسل اور تکفین سے فراغت ہو گئی۔" فقط۔

(مکتوب محررہ ۱۳ر محرم ۱۳۹۶ھ (۱۶ر جنوری ۱۹۷۶ء)

اس موقع پر داداجان زاد مجدہٗ اپنی بیاض خصوصی میں تحریر فرماتے ہیں ــ!

"۹ - ۱۰ ر محرم الحرام ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۲ - ۱۳ ر جنوری ۱۹۷۶ء شب میں بوقت ایک بجے حکیم محمد یامین پسر حکیم محمد یعقوب کا انتقال ہوا۔ انیس روز قبل چکر آنے سے گر پڑے اسکے بعد بھوک بند ہو گئی جس سے ضعف بڑھتا گیا۔ ہوش آخر تک قائم رہے، اللہ اللہ کہنے پر خود بھی کہنے لگتے۔

انتقال کے وقت باوجود سخت سردی کے پیشانی پر خوب پسینہ آیا۔ ۴ - ۵ گھنٹے قبل سب اہلِ خانہ سے رخصتی مصافحہ کیا۔"

پہلی نماز جنازہ مسجد حکیمان کے برابر میں مولانا محمد سلمان صاحب نے پڑھائی تاکہ خاندان کے معمر حضرات شامل ہو سکیں، دوسری مرتبہ دار الطلبہ قدیم میں عالی جناب مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب نے پڑھائی، آپ کی تدفین اپنے باغ میں عمل میں آئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

تاریخ وفات

مظاہر علوم سہارنپور کے اُستاذ ادب جناب مولانا حافظ اطہر حسین صاحب نے حکیم صاحب

مرحوم کے انتقال پر تاریخ وفات کہی تھی اسمیں حکیم صاحب کے اوصافِ جمیلہ، آپ کی حذاقت اور فنی مہارت کا تذکرہ بڑے دقیق اور عمدہ الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ اسکو بھی شامل کتاب کر دیا جائے۔

تاریخ وفات

عالی جناب معالج باکمال حکیم محمد یامین صاحبؒ شہر سہارنپور

طبیب خاص یامیںؔ کرد رحلت — بشد قائم زغم یوم التنادی
فغاں آورد گردوں وزمیں ہم — نمودہ گم قرار و صبر و شادی
دل ہر پیر و برنا مضطرب شد — بہرگوش چوں خبر داد و منادی
بہر سو آہ وزاری شد ہویدا — بگشتہ خوں چشماں سیل وادی
زد نیا رفت آں حاذق حکیمے — کہ ذاتش بود معقول اعادی
مریضاں را نمودے راہ صحت — طبیبانِ زماں را بود ہادی
خوشا علمش بادزان دوا ہا — چہ مُشک و زعفران ستُ چہ کادی
مجرب بود در تشخیص و تجویز — مسیح الملک محی للبلاد
فلاطونِ زماں در فنِ حکمت — محقق در مسائل ہم مبادی
باخلاقِ حمیدہ متصف بود — بآدابِ شریعت بود عادی
بجیبِ حق مراد قولِ حافظ — غریق العشق فی بحر الوداد
در اوصافش کلام ایں زمانہ — فیجری ذکرہٗ فی کل نادی
عدیم المثل معدوم المثال — علا واللہ قدرًا عن مرادی
بگفتہ ہر کہ دیدش اے خداوند — تو اورا حسن سیرت خوب دادی
ولکن للہ من لطف خفی — یدق خفاہ عن فہم العباد
خدا بخشد ز الطافش خطاہا — ویرحم نفسہٗ یوم المعاد
پئے تاریخ چوں کردم تتبع — زحق آمد بگوشم ایں منادی

بگو اطہرؔ ہجری سال فوتش
ثوی فی الخلد یامینؔ براد

۱۳۵۹۶

تاثرات اور تعزیتی پیغامات

آپ کے انتقال پر بڑی تعداد میں تعزیتی پیغامات اور تاثرات موصول ہوئے ان میں سے چند یہاں نقل کئے جاتے ہیں

(۱) جناب ڈپٹی حنیف صاحب کھڑکی علی بیگ فیض آباد

مکرمی حکیم صاحب ! زادعنایتہ ۔ سلام علیکم ۔ آج محترم حکیم صاحب کے انتقال کی خبر ملی، شدید صدمہ ہوا۔ اس اچانک اطلاع سے انتہائی تکلیف پہنچی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ، آمین ، براہ کرم مفصل حالات سے مطلع فرمایئے ۔

(۲) جناب الحاج حکیم سید محمد میاں صاحب کراچی پاکستان ۔

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بڑے بھائی جی کے اچانک انتقال کی اطلاع سے جو صدمہ ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں انکو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمایئے ۔ آمین ثم آمین ۔

کیا آپ ان کی بیماری اور زندگی کے کچھ حالات مجھے لکھ کر بھیج سکیں گے ؟ فقط

(۳) جناب مولانا عبد الرؤف صاحب عالی مجلس معارف القرآن (اکیڈمی قرآن عظیم) دار العلوم دیوبند

محترم جناب حکیم صاحب زیدت محاسنکم ، سلام مسنون اخلاص مقرون ۔

احقر پچھلے دنوں سفر میں رہا۔ دیوبند حاضری پر معلوم ہوا کہ محترمی والد گرامی قدر جناب حکیم محمد یامین صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

یہ اطلاع پاکر سخت ملال ہوا۔ حکیم صاحب موصوف کی بزرگانہ شفقتیں اور پچھلے دنوں کا وقت اور ان کی محبت آمیز باتیں سب تازہ ہوگئیں ۔ اللہ اکبر ۔

کاش وقت پر اطلاع ملتی اور جنازہ میں شرکت ہوسکتی، انشاء اللہ کسی قریبی وقت میں حاضر ہوکر حق تعزیت ادا کروں گا۔ آپ پر جو ذمہ داریاں آگئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے باحسن وجوہ عہدہ برآ کرے ، اور آپ کو نیز جملہ پسماندگان کو صبر وسکون عطا فرمائے ۔

والدہ ماجدہ کی خدمت میں بھی سب گھر والوں کی طرف سے مضمون تعزیت پیش ہے ؛ فقط

(۴) تعزیتی قرارداد طبیہ کالج سہارنپور

بتاریخ ۴ جنوری ۱۹۷۶ء ایک جلسہ تعزیت بروفات حکیم محمد یامین صاحب زیر صدارت جناب حکیم ناظر حسن صاحب منعقد ہوا جو اساتذہ وطلبار طبیہ کالج پر مشتمل تھا جسمیں حسب ذیل ریزرولیوشن باتفاق رائے منظور ہوا۔ یہ جلسہ حکیم صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات کو اہل سہارنپور کیلئے نقصان عظیم

تصور کرتا ہے۔ مرحوم طب یونانی کے ماہر دلدادہ اور قدیم اہل فن کی مقدس روایات کے حامل تھے۔
خداوند قدوس مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

محرک حکیم مشرف مظاہری

مؤیدین :۔ حکیم ڈاکٹر محمد علی جامی ، حکیم نذرالحسن فاروقی ڈاکٹر بالا ناتھ

(اخبار محقق سہارنپور ۲۵ فروری ۱۹۷۶ء)

(۵) جناب اقبال حسنین صاحب کاظمی ، پرنسپل فیض عام کالج میرٹھ

جناب بھائی ذوالنون صاحب ۔ سلام مسنون ۔ نانا آبا کے انتقال پُرملال کی خبر سُن کر بے حد افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ۔ آمین ۔

نانی صاحبہ محترمہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون میری اور اہلیہ کی طرف سے اظہار تعزیت کر دیجئے۔

(۶) جناب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ندوۃ المصنفین دہلی ۔

برادر عزیز ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ پچھلے دنوں سفر میں تھا۔ حکیم صاحب مرحوم کی رحلت کی خبر اخبار میں دیکھی یا کسی نے سنائی تھی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ افسوس ایک مخلص دوست اور حاذق طبیب ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا ۔

پچھلے چند ماہ سے نہ آپ سے ملاقات ہوئی نہ کوئی خاص خبر معلوم ہوئی ۔ میں شروع نومبر سے اواخر دسمبر تک ، بیمار رہا یا سفروں میں رہا ۔ اس عرصہ میں دو دفعہ بمبئی جانا ہوا ۔ ان مہینوں میں آپ کا اور حکیم صاحب مرحوم کا بار بار خیال آیا ۔ لیکن تحریر خط کی توفیق نہ ہوئی ۔ اُس لڑکے کا تو شاید پتہ ہی نہیں چلا ۔ یہ حادثہ ہی کیا کم تھا کہ حکیم صاحب بھی رخصت ہو گئے ۔ بہت یاد آرہے ہیں ۔ اُن کا اخلاص ناقابل فراموش ہے ۔ کب سے زیادہ علیل تھے اور کیا مرض تھا ؟ اپنی غفلت کار رہ کر خیال آتا ہے ۔ آپ کبھی کبھی آجایا کرتے تھے ۔ بہت دنوں سے نہیں آئے ۔

میں نے مرحوم کے لئے ایصال ثواب بھی کیا ہے اور دعائے مغفرت بھی ۔ حکیم صاحب سے ملاقات سہارنپور کے سفر کا داعیہ خاص ہوا کرتا تھا ۔ کتنی ہی مشغولیت اور بے فرصتی ہوتی ان کے پاس حاضری ضرور ہوتی ۔

آپ کیلئے یہ صدمہ جانکاہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر و رضا سے نوازیں ۔ مرحوم کی قبر پر حاضری کو جی چاہتا ہے ۔ دیکھئے کب موقعہ ملتا ہے ۔ اب آپ ہی مرحوم کے جانشین ہیں اور ماشاء اللہ قدیم وضع کے پابند ہیں ۔ آپ کی صحت و عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں ۔

محترم حکیم محمد ایوب صاحب کی خدمت میں سلام مسنون اور مضمون واحد۔
عتیق الرحمٰن عثمانی ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء۔

سہارنپور کے مشہور طبیب حکیم محمد یامین صاحب کا انتقال

سہارنپور (بذریعہ ڈاک) دس محرم کو رات پون نبجے شہر کے مشہور طبیب عالی جناب حکیم محمد یامین صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف تقریباً بیس یوم سے بیمار تھے، اور مختلف تکالیف کے مدوجزر سے گذر رہے تھے۔ انتقال سے قبل فالج کا حملہ ہوا۔ آخر وقت میں بھی اللہ اللہ زبان پر جاری تھا۔

آپ دیندار و وضعدار افراد میں سے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سے آپ کے خصوصی تعلقات اور مراسم تھے۔ حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کے تو آپ معالج بھی رہ چکے تھے۔ موصوف جنگ آزادی میں ان حضرات کے خیالات کے زبردست حامی تھے۔ موصوف کے انتقال کی خبر سنتے ہی متعلقین کے قلوب پر حزن والم کے بادل چھا گئے۔

مظاہر علوم کے حضرات اور شہر کے بہت سے اصحاب موصوف کی نشست گاہ پر آپ کے صاحبزادے جناب حکیم ذوالنون صاحب کے پاس تعزیت کے لئے پہنچ گئے۔

سوا گیارہ بجے دارالطلبہ قدیم مظاہر علوم میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم مظاہر علوم نے نماز جنازہ پڑھی جس میں علماء و طلباء مظاہر علوم اور شہر کے کثیر تعداد افراد نے شرکت فرمائی اور خاندانی باغ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ جناب حکیم صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائے۔

الجمعیۃ دہلی ۲۱ جنوری ۱۹۷۶ء۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

۱۰ محرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۷۶ء کو جناب حکیم محمد یامین صاحب ساکن محلہ مفتی سہارنپور نے جو حضرت مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب سرپرست مدرسہ ہذا کے بڑے بھائی تھے، عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ حکیم صاحب انتہائی وضعدار اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، مولانا احمد سعید صاحب دہلوی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی سے خصوصی مراسم رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ

عطا فرمائے۔ (رروداد مظاہر علوم بابت ۱۳۹۶ھ و ۱۳۹۷ھ ص ۱۴)

جناب حکیم سید محمد یٰسین صاحب

متحقق طور پر آپ کی ولادت کی تاریخ معلوم نہ ہوسکی، آپ نے قرآن پاک ناظرہ جناب میاں جی عبداللہ صاحب سے پڑھا۔ بعد ازاں ۱۳۲۶ھ میں آپ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اس اولیں سال میں آپ نے حمد باری، تیسیر المبتدی، تعلیم الدین پڑھی۔ حساب جمع تفریق املاء بھی سیکھا۔ شعبان ۱۳۳۱ھ تک آپ شعبہ فارسی میں تعلیم لیتے رہے۔ مولانا حکیم محمد ایوب صاحب درجہ فارسی میں آپ کے رفیق و شریک تھے۔ آپ نے فارسی کا نصاب چھ سال میں اس لیے مکمل کیا کہ آپنے اس نصاب کی متعدد کتب دو دو مرتبہ پڑھی ہیں۔

فارسی نصاب کی تکمیل کر کے آپ فن طب کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اپنے تایا جناب حکیم محمد اسحٰق صاحب اور والد ماجد حکیم سید محمد یعقوب صاحب سے اس فن کی تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ بعد حکیم اسحٰق صاحب نے آپ کو میرٹھ حکیم محمد مصطفٰے صاحب کے پاس بھیجدیا، انکے پاس کافی عرصہ رہے۔ طب کی کچھ کتابیں ان سے پڑھیں اور انکے طویل تجربات سے فائدہ اٹھایا۔

حکیم یٰسین صاحب مرحوم شفاء الملک حکیم احمد عثمانی[1] الہ آبادی کو بھی فن طب میں اپنا استاذ مانتے ہوئے بکثرت ان کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تلمذ کا یہ تعلق کب ہوا، اور کیسے ہوا۔ ڈاکٹر سعد عثمانی نے اپنی کتاب شفاء الملک کے تذکرہ حیات میں حکیم یٰسین صاحب کا تعزیتی خط بھی شائع کیا ہے۔

میرٹھ سے واپس آکر دادا جان زاد مجدہ کی بیٹھک میں مطب شروع کیا، جب والد صاحب مرحوم نے مستقلاً ایک مکان ان کو دیدیا تو وہاں منتقل ہوگئے اور وہیں اپنا مطب قائم کیا۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ان کے جانشین بنائے گئے۔ آپ کی طرف رجوع بہت تھا۔

---

[1] حکیم احمد عثمانی لکھوپور ضلع الہ آباد کے تھے۔ تاریخ ولادت جولائی ۱۸۹۸ء اور وفات مئی ۱۹۶۲ء ہے۔ ۱۹۰۹ء میں مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ سیاسی، سماجی، دینی، مذہبی شخصیت کے مالک تھے۔ (تذکرہ خاندان عثمانی ص ۷۷)

صبح سے مریضوں کی آمد ورفت شروع ہوتی جس سے بمشکل دوپہر تک فراغت ملتی۔ کیلاش پور، ہسری، گھانا، رائے پور، بہٹ، چکروتہ وغیرہ سے مریض بڑی تعداد میں آتے تھے۔

حکیم یسین صاحب مرحوم کی شان بالکل نرالی تھی۔ جتنی آمدنی ہوتی شام کو سب اہل وعیال پر ہنسی خوشی کردیتے۔ غرباء پر خرچ کرتے رہنے کا معمول دائمی تھا۔ کھانے پینے کا اگرچہ آپ کو کچھ زائد شوق نہیں تھا۔ لیکن عمدہ اور بہترین کپڑا ضرور پہنتے تھے۔ تلاوت قرآن مجید کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ روزانہ تلاوتِ کلام پاک اہتمام سے کرتے۔ ماہ رمضان المبارک کا اہتمام ماہ شعبان سے ہی شروع کردیتے تھے۔ محلّہ کے گھروں میں اور دوکانوں پر افطاری بھیجنے کا ہمیشہ معمول رہا۔ عصر کے بعد ہر ایک کے لئے افطاری تیاری کراکر گھر کے بچوں کے ہاتھ بھیجتے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری سے آپ بیعت تھے، اشراق، تہجد کا اہتمام تھا۔ کثرت سے رائپور جاتے رہتے۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے لئے اپنے باغ کے پھل لیجانے کا بڑا اہتمام کرتے۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ کی عصر بعد کی مجلس میں بھی شرکت کا اہتمام تھا۔

حضرات اکابر کے ساتھ تعلق کا یہ ثمرہ تھا کہ مزاج میں یکسوئی اور استغنا بہت تھا۔ حقوق کی ادائیگی کا بڑا اہتمام کرتے۔ اس کی پوری کوشش کرتے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رہے۔ اس معاملہ میں انھوں نے ایک اتنا بڑا کارنامہ اپنی زندگی میں انجام دیا جو ممکن ہے ان کے دیگر اعمال حسنہ پر بھاری ہوجائے۔ مختصر قصّہ اُس کا یہ ہے کہ حکیم محمد یامین صاحب کی ملکیت میں جو باغ ہے۔ سرکاری کاغذات اور سندات میں اس کا اندراج حکیم محمد یسین صاحب کے نام پر چل رہا تھا گویا بحیثیت مالک ہونے کے جو باغ بڑے بھائی حکیم محمد یامین صاحب کا تھا وہ قانونی اور سرکاری قواعد ضوابط کے لحاظ سے حکیم محمد یسین صاحب کا تھا۔ لیکن تعلقات کی خوشگواری اور طرفین کی حسن اعتمادی کی بنا پر کبھی ان دونوں بھائیوں کو اس باغ کے متعلق تصفیہ کا خیال بھی نہ آیا ہر ایک اپنی جگہ پر مطمئن تھا کہ ہم میں سے کسی کے دل میں کوئی غیر مناسب اور ناجائز خیال نہیں آسکتا چنانچہ حکیم محمد یامین صاحب کی حیات تک باغ اسی مذکورہ حالت پر باقی رہا۔ ان کے انتقال کے

بعد جب صاحبزادہ حکیم محمد ذوالنون صاحب نے چاہا کہ باغ کی صحیح کیفیت سرکاری کاغذات میں بھی آجانی چاہیئے تو انھوں نے اپنے چچا حکیم محمد یسین صاحب سے کہا کہ یہ باغ کاغذات میں میرے والد صاحب کے نام پر نہیں ہے۔ آپ کے نام پر ہے لہٰذا آپ مجھے لکھ کر دیدیجئے کہ اس باغ سے تیرا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ میرے بڑے بھائی حکیم محمد یامین صاحب کا ہے۔ یہ سُن کر برجستہ فرمایا کہ

مجھے تیس سال سے یہ بات معلوم ہے کہ اس باغ پر میرے بھائی یاسین کا نام نہیں ہے لیکن تم بے فکر رہو۔ یہ باغ تمہارا ہے اور تمہارا ہی رہے گا۔ میرا یا میری اولاد کا اس سے کوئی تعلق نہیں" اور پھر تحریری طور پر بھی واضح الفاظ میں یہی لکھ کر دیدیا۔ اُن کی اس خدا ترسی اور ادائیگی حقوق کے جذبہ نے ہمارے خاندان کو عدالت وکچہری اور طویل مقدمات کی نحوست اور آفت سے بچالیا۔ اللہ جل شانہٗ اُن کو اس حسنِ عمل کا اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت کے باغات میں انکو سکون وطمانیت مرحمت فرمائے۔

آپ نے اپنے والد حکیم سید محمد یعقوب صاحب کے ترکہ سے مکان اور ایک سادہ خالی زمین لی تھی۔ اسمیں بعد میں باغ لگایا۔ ابتداءً امرود اور پھر آم، لوکاٹ، لیچی، ناشپاتی مختلف قسمیں لگائیں۔

اس باغ کا افتتاح حضرت شیخؒ اور دیگر اکابر مظاہر علوم کے ہاتھوں ہوا۔

تھا حضرت شیخؒ اس موقع پر اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"۱۲ر جمادی الثانیہ ۵۹ھ / ۱۹ر جنوری ۴۰ء بروز جمعہ افتتاح باغ حکیم یاسین بعد عصر ابتدائی پود لگانے کے لیے صدر مدرس (مولانا عبدالرحمٰن صاحب) زکریا، مولانا اسعد اللہ — مولانا عبداللطیف صاحب بوجہ مشغولی نہیں جاسکے۔"

نکاح اور اولاد آپ کا پہلا نکاح قصبہ بہٹ ضلع سہارن پور میں مسماۃ منیبہ خاتون بنت سید الفت حسین صاحب سے ہُوا۔ مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی اُستاد مظاہر علوم نے نکاح پڑھایا۔ اکیس ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ یوم جمعہ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۲۰ء میں یہ نکاح منعقد ہُوا۔ خاندان اور شہر کے اکثر حضرات اس نکاح میں شریک ہونے کیلیے بہٹ گئے نکاح کے بعد آپ نے ایک گھوڑا تانگہ خرید لیا تھا۔ اسی میں بہٹ آمدورفت ہوتی تھی۔

۲۲ر نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ یکشنبہ میں مسماۃ منیبہ خاتون کا بمرض ذیابیطیس انتقال ہُوا۔ درج ذیل اولاد یادگار چھوڑی۔

(۱) مولوی حکیم محمد ہارون صاحب :۔ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ (نومبر ۱۹۲۱ء) میں آپ کی ولادت قصبہ بہٹ ضلع سہارن پور میں ہوئی۔ آپ نے قرآن پاک ناظرہ جامع مسجد

میں حضرت حافظ منظور احمد صاحب کے پاس پڑھ کر ۱۳۵۵ھ میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سہارن پوری، مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری۔ مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی، مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی۔ وغیرہم سے ابتدائی اُردو، عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ قاری محمد سلیمان صاحب اُستاذ تجوید قرأت سے دو سیپاروں کی مشق کی اور ضیاء التجوید، جمال القرآن، جزری پڑھی۔ آپ نے نور الانوار مولانا الحاج مفتی محمود صاحب گنگوہی زاد مجدہٗ سے کنز الدقائق مولانا ظریف احمد صاحب سے ہدایہ اوّلین۔ فصول اکبری حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ۔ مشکوٰۃ شریف مولانا الحاج مفتی سعید احمد صاحب سے، جلالین، شرح وقایہ مولانا عبدالشکور صاحب کاملپوری سے پڑھی ہے۔

۱۳۶۳ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا، اس سال دورہ کے اسباق کی ترتیب یہ تھی بخاری جلد اوّل نزد حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب۔ بخاری جلد ثانی ابوداؤد و مسلسلات نزد حضرت شیخ زاد مجدہٗ۔ ترمذی و طحاوی نزد حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری۔

دورۂ حدیث میں آپ کے خصوصی رفقاء یہ حضرات تھے۔

مولانا مفتی محمد وجیہہ صاحب ٹانڈوی حال شیخ الحدیث و مفتی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہیار حیدرآباد سندھ، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب ناظم مدرسہ عربیہ ہتورا باندہ ________ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم کراچی و مفتی دارالافتاء دارالعلوم کراچی، مقیم مدینہ منورہ، مولانا سید آفاق صاحب فتحپوری اُستاذ سرسید گورنمنٹ ہائی اسکول پاکستان۔

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد اکتوبر ۱۹۴۴ء میں آپ نے یونانی میڈیکل کالج الہ آباد میں داخلہ لیکر پانچ سالہ کورس پورا کیا۔ اسی پانچ سالہ عرصہ میں حضرت مولانا سراج احمد امروہی خلیفہ حضرت اقدس تھانوی سے ہدایہ ثالث پڑھی۔

۱۹۴۶ء میں آپ حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ سے اور اُن کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ ایک طویل عرصہ آپ نے حضرت شیخ زاد مجدہٗ کی تعمیل ارشاد میں خانقاہ قادریہ رائے پور میں بھی گذارا ہے۔

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کے حادثۂ انتقال کے بعد آپ نے حضرت شیخ

نور اللہ مرقدہٗ سے رجوع کرتے ہوئے بیعت لی۔ حضرت مخدوم کو آپ سے بہت تعلق خاطر تھا۔ ایک مکتوب میں حضرت نے آپ کی شرافت، نیکی اور دینداری کا ذکر بہت اچھے پیرایہ میں فرمایا ہے۔

۲۱ر نومبر ۱۹۵۰ء مطابق ۱۰صفر ۱۳۷۰ھ میں آپ کا نکاح ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت شیخ زادمجدہٗ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آج بعد ظہر کارسے ناظم (مولانا عبداللطیف) صاحب، حکیم یامین صاحب، حکیم یٰسین متین، شیخ جمیل ٹال والے گسولی گئے اور حکیم ہارون کا نکاح بنت الاخ مولوی ظہیر الحسن صاحب بعبارۃ ناظم صاحب ہوا۔ سہ شنبہ کو مغرب کے وقت کار میں زوجین مع حکیم یامین پہنچے۔ بقیہ آٹھ بجے شب میں ریل سے پہنچے چہارشنبہ کو ولیمہ طویلہ ہوا۔ حضرت رائپوری کی بھی شرکت ہوگئی"

حضرت شیخ زادمجدہٗ نے جیسا کہ تحریر فرمایا یہ ولیمہ واقعی بہت طویل اور وسیع ہوا۔ اس موقعہ پر مدعوئین کی جو فہرست بنائی گئی تھی وہ ہماری خاندانی فائل میں اب بھی محفوظ ہے۔ اسکے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک سو ستر گھرانے مع اپنے اہل وعیال، صاحبزادگان اور مستورات کے اس دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے تھے۔

بچپن میں آپ قرآن پاک حفظ نہیں کرسکے تھے، اسلئے حضرت شیخ زادمجدہٗ کی ترغیب پر تعلیم سے فارغ ہوکر حفظ شروع کیا جس کا اختتام ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ (۲ فروری ۱۹۵۰ء) بروز جمعرات الہ آباد میں ہوا۔

حضرت شیخ زادمجدہٗ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آج حکیم ہارون سہارنپوری کا الہ آباد میں قرآن پاک حفظ ختم ہوا۔ جو عرصہ ہوا زکریا کی ترغیب پر شروع ہوا تھا۔ اور طب کی تعلیم کے ساتھ جاری تھا"

تکمیلِ حفظ کی خبر پر حضرت شیخ زادمجدہٗ نے اظہارِ مسرت اور دعاؤں کے بعد بتاریخ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ بیس روپے بمد مٹھائی بذریعہ منی آرڈر الہ آباد ارسال فرمائے۔ مولانا ہارون صاحب موصوف نے اس عطیۂ عالیہ کے شکریہ میں یہ خط خدمت والا میں لکھا:

"مرشدنا ومولانا دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

احقر بحمداللہ بخیریت ہے۔ حضرت والا کی خیر و عافیت مع جملہ متعلقین کے نیک مطلوب ہے
پرسوں حضرت والا کا عطیہ مبلغ بیس۲۰ روپے کا منی آرڈر حاصل ہو کر باعث مسرت
ہوا۔ مگر حضرت اب عرض یہ ہے کہ اس قسم کی خدمات تو مجھ کو حضرت والا کی کرنی چاہئیں
کیونکہ حضرت والا کی بدولت تو میں نے اسکو یاد کرنا شروع کیا تھا۔ غرض آپ حضرات
کی بدولت نیک کاموں کی توفیق ہوتی ہے جو آخرت کیلئے ذخیرہ ہوتا ہے، پھر اوپر سے
یہ کہ اس قسم کے عطایا عنایت فرماکر آپ شرمندہ کرتے ہیں۔ میرا ارادہ حضرت والا کا
والا نامہ پڑھ کر فوراً ہی ہوا تھا کہ جناب کو خط لکھوں کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں، کیونکہ
آپ حضرات کے احسانات یونہی بہت ہیں مگر پھر یہ سوچا کہ خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت منی آرڈر روانہ فرما چکے لہٰذا اب وصولیابی پر ہی عریضہ لکھوں گا۔
اب حضرت کا عطیہ قبول کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور واپس کرنے میں بھی
اسلئے کہ ایک خدا کی نعمت اور پاک کمائی کا پیسہ ہے۔ تاہم حضرت والا کے بہت بہت
شکریہ کے ساتھ ساتھ بسر و چشم ہدیہ و عطیہ قبول ہے۔" فقط والسلام۔ احقر ہارون
(دہرہ ڈاکخانہ ۴ مارچ ۱۹۵۰ء مطابق ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ)

مولوی محمد ہارون صاحب موصوف کا قیام ایک طویل عرصہ تک شہر الٰہ آباد میں رہا یہاں آپ ریڈر اسٹیٹ یونانی میڈیکل کالج کے عہدے پر رہے ــــ اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد آپ مع اہل و عیال سہارنپور واپس ہو گئے۔ الٰہ آباد کے زمانۂ قیام میں حضرت شیخؒ سے برابر روحانی رابطہ رہا، بکثرت خطوط لکھتے رہے، حضرتؒ بھی آپ کو اصلاحی و تربیتی خطوط تحریر فرماتے رہتے تھے کبھی کبھی خط کے ذریعہ طبی سوالات اور استفسارات بھی فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ نے آپ کو لکھا کہ اپنے کالج کے پرنسپل اور اطبا سے معلوم کر کے لکھو کہ شہد میں اگر چھپکلی یا چوہا گر جائے تو طبی نقطۂ نگاہ سے اسکا استعمال (خارجی یا داخلی طور پر) کرنا کیسا ہے؟ چنانچہ مولانا ہارون صاحب نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے ذیل کا جواب حضرتؒ کو لکھا:

"حضرت والا شہد کے مسئلہ کے متعلق تحقیق کر کے جواب دینے

میں محض میری کاہلی اور سستی کی وجہ سے تاخیر ہوئی، جناب کو انتظار رہا ہوگا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔

کالج کے پرنسپل اور ان کے چھوٹے بھائی یہی دو شخص یہاں کے بڑے اور ذی علم طبیبوں میں سمجھے جاتے ہیں۔ میں نے انھیں سے دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ چھپکلی اگر گری ہے تو اس شہد کا استعمال کسی صورت سے بھی جائز نہیں، نہ خارجاً اور نہ داخلاً۔ خارجاً ضماد کے طور پر اگرچہ جائز ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ وہ استعمال نہ کیا جائے کیوں کہ جلد وغیرہ پر اگر کہیں ذرا بھی خراش وغیرہ ہوگا یا لگانے کے بعد کھجانے وغیرہ سے خراش ہو گیا تو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہے البتہ اگر چوہا گر کر مر جائے تو اس صورت میں ضماداً استعمال کر سکتے ہیں کوئی حرج نہیں البتہ کھایا اس کو بھی نہیں جا سکتا، شرعی مسئلہ کا آپ حضرات زیادہ علم رکھتے ہیں۔"

(مکتوب محررہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ)

محمد مطلوب، محمد مسعود، محمد سعود، فاطمہ خاتون، سعیدہ خاتون، طاہرہ خاتون اور عزیزہ خاتون آپ کی اولاد ہیں۔ ۲۰ صفر ۱۴۲۳ھ / ۴ مئی ۲۰۰۲ء میں مولوی محمد ہارون صاحب نے وفات پائی۔

(۲) **مولوی محمد مرغوب صاحب** : ۲۲ نومبر ۱۹۲۵ء یوم یکشنبہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ قرآن پاک حافظ منظور صاحب کے پاس پڑھ کر جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ اوّل سے آخر تک درس نظامی کی تکمیل آپ نے یہاں کی۔ اور ۱۳۷۰ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر فراغت پائی۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداؤد حضرت شیخ زادمجدہ سے بخاری جلد ثانی، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد صاحب سے، طحاوی نسائی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے ترمذی مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب سے پڑھی، درس نظامی سے فراغ پر آپ فن طب کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اور ۲ صفر ۱۳۷۱ھ میں موجز القانو

شروع کی۔ آپ نے طب کی اکثر و بیشتر کتابیں عالی جناب حکیم محمد ایوب صاحب زاد مجدہٗ سے پڑھی ہیں۔ تقریباً بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال تک اپنے والد محترم کے پاس رہ کر طبی تجربات سے فائدہ اٹھایا اور نسخہ نویسی کی۔ بورڈ آف انڈین میڈیسن اتر پردیش میں یو. پی انڈین میڈیسن ایکٹ کی دفعہ نمبر ۵ (۱) کے تحت حکماء اور اطباء کی فہرست میں آپ کا نام جون ۱۹۶۴ء میں شامل کیا گیا اور مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ کو اس کی اطلاع دی گئی۔

بورڈ آف انڈین میڈیسن اتر پردیش

سندِ رجسٹریشن

یو پی انڈین میڈیسن ایکٹ ۱۹۳۹ء کے سیکشن ۵ کے تحت رجسٹریشن

یونانی سند نمبر ۳۹۷۹۔

(۱)۔ حکیم مرغوب احمد (۲) ولد حکیم محمد یٰسین (۳) محلہ مفتی سہارنپور

(۴) قابلیت۔ پانچ سال سے زیادہ مدت کا دواؤں کا تجربہ

(۵) تاریخ پیدائش۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۵ء

(۶) مطب کا پتہ۔ محلہ مفتی سہارنپور

(۷) تاریخ درخواست رجسٹریشن۔ ۳۰ جون ۱۹۶۴ء

تصدیق کی جاتی ہے کہ بورڈ آف انڈیا میڈیسن اتر پردیش کے دفتر میں یو پی انڈین میڈیسن ایکٹ کی دفعہ نمبر ۵ (۱) کے تحت حکیموں کی فہرست میں شری مرغوب احمد کا نام رجسٹرڈ کیا گیا۔ دستخط و مہر رجسٹرار

مہر

کٹیسرہ ضلع مظفرنگر میں آپ کی شادی مسماۃ شکیلہ خاتون سے ستائیس ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۷۱ھ (۲۲ فروری ۱۹۵۲ء) میں ہوئی۔ ناکح مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی تھے۔

راشدہ خاتون، محمد نعمان، محمد رضوان، محمد سفیان، ماجدہ خاتون اور محمد عدنان آپ کی

اولاد نہیں ہیں۔

(۳) حافظ محمد مزمل :- ۸ رجب ۱۳۴۸ھ ۱۹ اگست ۱۹۲۹ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ قرآن پاک حافظ منظور احمد صاحب اُستاذ جامع مسجد کے پاس حفظ کیا۔ پہلی محراب مسجد حکیمان میں سُنائی۔ اسکے بعد جامع مسجد رائے پور، مسجد موچیان اور مکان پر بھی سُناتے رہے۔

آپ جید حافظ قرآن پاک تھے بکثرت تلاوت کا معمول تھا حضرت شیخ اور حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے تعلق وارادت رکھتے تھے۔ ماہ رمضان المبارک حضرت رائے پوری کی خدمت میں رائے پور گذارتے ـــ اور وہاں سے اپنے معمولات حضرت شیخ کو تحریر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں :

"آج ۲۸ رمضان ہے بفضلہ تعالےٰ ۴۳ ویں قرآن کی سورۃ زخرف چل رہی ہے۔ تین اس کے علاوہ ہیں ایک سنانے، دوسرا خود پڑھنے کا، تیسرا دور کا۔"

حافظ مزمل مرحوم کا ادبی ذوق بہت پختہ تھا۔ عرش تخلص تھا، مشاعروں میں کلام بھی سناتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں جناب راؤ محمود علی خاں صاحب کی کوٹھی پر مشاعرہ ہوا، وہاں آپ نے اپنا کلام سنا کر زبردست داد تحسین وصول کی، اس کے علاوہ آپ کی تحریر بہت خوشخط اور پاکیزہ تھی۔ قدیم وجدید اردو رسم الخط کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ہمارے خاندانی ذخیرے میں ان کے اپنے قلم کے چند خطوط بنام حضرت شیخ محفوظ ہیں۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ، ۲۵ جولائی ۱۹۵۲ء جمعہ میں بعمر بائیس تیئیس سال بعارض حرارت جگر وغیرہ انتقال ہوا۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی جو اتفاق سے سہارنپور تشریف فرما تھے، شریک جنازہ ہوئے۔ حضرت شیخ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۴) ہاجرہ خاتون :- ۶ صفر ۱۳۵۰ھ میں یہ تولد ہوئیں۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ان سے چھوٹے محمد تین ہیں۔ ان کا مشغلہ بھی طبابت ہے۔ خاندانی تجربات تیار کرتے رہتے ہیں۔ آخر میں ایک عرصہ تک دماغ متاثر رہا اور طویل علالت کے بعد

انتقال کر گئے۔

(۶) **سارہ خاتون**:۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ میں ان کی پیدائش ہوئی، ۲۱ رجب ۱۳۶۴ھ میں حکیم محمد ایوب صاحب زاد مجدہٗ کے صاحبزادے حکیم محمد اسرائیل صاحب کے عقد میں آئیں۔ حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے نکاح پڑھایا۔ بچپن میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا تھا، ساتّ سیپارے حفظ کرلئے تھے۔ اسی درمیان حضرت اقدس رائے پوری تشریف لے آئے۔ انھوں نے حضرت کو قرآن پاک سنایا، بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ لڑکیاں شادی کے بعد خانہ داری کے مشاغل میں لگ جاتی ہیں۔ پھر حفظ کا یاد رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اسلئے بجائے حفظ کے ناظرہ پڑھادیا جائے۔ چنانچہ حضرت کے اس مشورہ پر عمل کیا گیا۔

۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ ۱۸ اگست ۱۹۶۴ء کو بعارضہ بخار و سرسام ان کا انتقال ہوا۔ غفراللہ لہا۔ تیس یوم تک شدید علالت رہی۔ خاندانی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

(۷) **ناصرہ خاتون**:۔ بعمر اٹھارہ سال انتقال ہوا۔

(۸) **حافظ محمد کامل**:۔ سات مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۱۸ صفر ۱۳۶۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۳۷۰ھ میں حافظ منظور صاحب کے پاس حفظ کرکے مسجد حکیمان میں پہلی محراب سنائی، بعدازاں مظاہر علوم کے شعبۂ اردو و فارسی میں داخل ہوئے، دو سال پڑھ کر طبی کتب کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے ادیب کا اور ۱۹۶۲ء میں ادیب ماہر کا امتحان دیا۔ ادبیات نثر اردو۔ ادبیات نظم اردو۔ تاریخ ادب، اردو فارسی نثر و نظم، قواعد اردو و ہندی، انشاء، معلومات عامہ، تنقید ادب اردو آپ کے مضامین امتحان تھے۔ بیس شعبان ۱۳۹۷ھ ۷ اگست ۱۹۷۷ء میں آپ کا نکاح سماۃ نکہت خاتون دختر جناب زمرد الحق صاحب سے قاضی شہر عالیجناب قاضی محمد زین الحق صاحب نے پڑھایا۔ انعم، شبانہ اور محمد ندیم آپ کی اولاد ہیں۔

زوجۂ اولیٰ سماۃ منیبہ خاتون کے انتقال کے بعد حکیم یٰسین صاحب نے ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ (۱۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء) میں دوسری شادی سماۃ عالیہ خاتون سے کی، ان کے والد کا نام محمد اعلیٰ تھا جو تھانہ بھون کے رہنے والے تھے۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم نے نکاح پڑھایا ڈھائی ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا۔

مسماۃ عالیہ خاتون قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری کے نانہال سے تھیں، یہ بیوہ تھیں اور پہلے شوہر سے دو لڑکے محمد شکیل و محمد جمیل رکھتی تھیں۔ محمد شکیل کو حکیم یٰسین صاحب اپنے ساتھ لے آئے تھے خود ہی اس کی تربیت و پرورش کی۔ محمد جمیل آج کل کوئٹہ پاکستان کے اسکول میں ماسٹر ہیں۔ مسماۃ عالیہ خاتون سے حکیم محمد یٰسین صاحب کے ایک لڑکا بتاریخ ۱۶ محرم ۱۳۷۱ھ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۱ء یوم جمعہ پیدا ہوا جن کا نام محمد لقمان ہے۔ ماشاء اللہ نیک طبیعت اور صاحب اولاد ہیں۔ محمد لقمان سلمہٗ کی شادی سعدیہ خاتون بنت مولانا الحاج عبد الحفیظ صاحب پشاوری استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے بارہ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ ۵ اگست ۱۹۷۱ء کو مسجد حکیمان و مفتیان میں بموجودگی حضرت شیخ زید مجدہٗ ہوئی۔ نکاح مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب زاد مجدہٗ نے پڑھایا۔[1]

---

[1] حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اس نکاح کے سلسلہ میں اس خانوادہ کے ساتھ تعلق و مودت کی بنیاد پر بھرپور امداد و اعانت فرماتے ہوئے خصوصی اہتمام و انتظام فرمایا۔ اس موقعہ پر جو مکتوب گرامی حضرت نے مولانا عبد الحفیظ صاحب مرحوم کے والد ماجد کو لکھا وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

مکرم و محترم عالی جناب قاضی صاحب مد فیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ اس ناکارہ پر کئی سال سے مولانا عبد الحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سعدیہ کے نکاح کے سلسلہ میں کئی جگہ سے پیام آتے رہے۔ مگر میں ہر شخص کو یہی جواب دیتا رہا کہ اسکے ولی اسکے دادا ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر میں کسی جگہ کی منظوری نہیں دے سکتا۔ تقریباً ایک سال سے مولانا مرحوم کی اہلیہ کا بھی مجھ پر شدید اصرار تھا کہ میں حکیم محمد یٰسین صاحب کے صاحبزادے لقمان سے اس کی شادی کی منظوری دیدوں۔ مگر میں اسکو بھی یہی جواب دیتا رہا کہ اسکی ولایت کا حق نہ مجھے ہے نہ تمہیں۔ نہ ان کے ماموں کو بلکہ دادا کو ہے وہاں سے منظوری منگالو۔ میں تمہیں اجازت دے دونگا۔ اسکے بعد گذشتہ سال ذیقعدہ میں یہ ناکارہ سفر حج کو چلا گیا۔ اب تقریباً دو ماہ ہوئے ربیع الثانی میں واپسی ہوئی۔ میری واپسی پر مولانا مرحوم کی اہلیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جناب والا نے یہ فرمایا ہے کہ جہاں زکریا منظور کرے ہمیں بھی منظور ہے۔ اور لڑکی کے ماموں عقیل نے بیان کیا کہ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے بھی یہی فرمایا تھا، اسلئے اس ناکارہ نے کئی وجہ سے حکیم یٰسین صاحب کے لڑکے کی منظوری دے دی تھی۔ بڑی وجہ تو یہ کرتے ہیں، دوسرے اس واسطے کہ ان کا مکان مولانا مرحوم کے مکان کے بالکل قریب ہے۔ ہر وقت آنے جانے میں بہت سہولت تھی۔ تیسرے اس وجہ سے کہ سعدیہ کی والدہ اور لقمان کی والدہ کے تعلقات چند سالوں سے ایسے ہو گئے کہ جیسے رشتہ داروں کے ہوتے ہیں اسلئے ستائیس جمادی الثانی کو بعد عصر مفتی صاحب مد ظلہٗ نے نکاح پڑھ دیا۔ مولانا عبد الحفیظ صاحب کے دوست احباب نے ہمارا بہت مدد کی اور کپڑے زیورات اندازے سے بہت زیادہ ہدیہ میں آئے، اللہ تعالیٰ مبارک فرما دے۔ اور زوجین

اولاد یہ ہے۔

سیّد محمد صفوان، سید محمد عبدالسبحان، سید محمد احمد، صفوانہ خاتون، فاطمہ خاتون، عارفہ خاتون، عاصمہ خاتون۔

سید محمد صفوان کا نکاح مسنونہ دو، اکتوبر ۲۰۰۱ء میں مسماۃ سمیہ خاتون بنت جناب مولانا زبیر احمد صاحب مرحوم مدنی مسجد دیوبند سے ہو چکا۔

مسماۃ صفوانہ خاتون کا نکاح مسنونہ ۷، ۸ سال قبل جناب راحت صاحب پسر پٹواری خلیل صاحب محلہ گڈی واڑہ دیوبند سے ہو چکا ہے۔ سدرۃ خاتون محمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ، محمد یوسف، اولاد ہے۔

وفات ۲، ۳، صفر ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۲ و ۱۳، جنوری ۱۹۷۸ء کی درمیانی شب میں ایک بجے حکیم سید محمد یٰسین صاحب کا وصال ہوا۔ عمر تقریباً چوراسی سال تھی۔ بعد نماز جمعہ دار الطلبہ قدیم میں نماز جنازہ ہوئی جس کی امامت مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب نے فرمائی۔ اس عمومی نماز سے قبل ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد حکیمان کے متصل بھی ہوئی، دادا جان زاد مجدہٗ اور دیگر حضرات نے (جو مسافت کی وجہ سے دار الطلبہ نہیں جا سکتے تھے) یہیں نماز ادا کی۔ مولانا عاقل صاحب نے امامت کی۔

آپ کی تدفین خاندانی قبرستان میں عمل میں آئی۔ قبر کے سرہانے جو کتبہ نصب ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

میں محبت پیدا فرما کر اولاد صالح عطا فرمائے۔ آپ کی خدمت میں اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کی خدمت میں اور جملہ عزیز و اقربا کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ تو آپ نے سن لیا ہوگا کہ عزیز عبدالرحیم کے پیر میں چوٹ لگ گئی تھی اور پاؤں کی ہڈی میں شگاف آگیا جس کی وجہ سے پلاسٹر باندھا گیا تھا۔ اب وہ الحمد للہ کھل گیا اب وہ چلنے پھرنے لگا۔ اس ناکارہ کے پیر میں مدینہ منورہ میں چوٹ آگئی تھی اور ہندوستان واپس آنیکے بعد اس پر پلاسٹر بندھا ہوا تھا۔ مگر عبدالرحیم ماشاء اللہ بچہ تھا جلد ہی نمٹ گیا مگر یہ ناکارہ ابھی صاحب فراش ہے۔ فقط
حضرت شیخ الحدیث صاحب۔ بقلم احمد گجراتی۔ ۲۳، جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ

"قطعہ تاریخ وفات فخر طب حکیم محمد یٰسین خلف ارسطوئے زماں
حکیم محمد یعقوب صاحبؒ

از تاثرات: عامل کامل حافظ جمیل احمد صاحب جمیل

خاندانی طبیب تھے یٰسین — فنِ طب میں تھے کامل و فاضل
خدمت خلق ان کا شیوہ تھا — خلق تھی ان کے خلق پر مائل
دار فانی سے دل جو گھبرایا — اپنے مولا سے ہو گئے واصل
کیجئے گا دعائے بخشش اب — چشم گریاں سے کچھ نہیں حاصل
سال رحلت جمیل یہ لکھ دو — ہو گیا گل چراغ طب کامل

۹۸ ۱۳ھ

حکیم صاحب موصوف کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ مسماۃ عالیہ خاتون مستقلاً بیمار رہیں یہاں تک کہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷ اپریل شب جمعہ میں ان کا بھی وصال ہو گیا۔ بعد نماز جمعہ دارالطلبہ قدیم میں بامامت حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ نماز جنازہ ہوئی، اپنے باغ میں تدفین عمل میں آئی۔

عالیجناب مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب زاد شرفہ

آپ حکیم محمد یعقوب صاحب کے تیسرے فرزند ہیں۔ والدہ ماجدہ کا نام امۃ الرحمٰن ہے۔ تقریبی اندازہ کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ جد امجد حکیم سید احمد حسین صاحب کے وصال کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی، جد امجد صاحب علیہ الرحمۃ کو آپ سے بڑی محبت و شیفتگی تھی۔

دادا جان زاد مجدہٗ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا تھا، اسلئے حکیم عبدالحق صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب آپ کی پوری پوری دلداری و دلبستگی کرتے ہوئے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جائے پیچئے وقت آپ کو اپنے پاس بٹھا لیتے اور ایک گوشہ

خود پیتے، دوسرا آپ کو پلاتے۔ جدامجد حکیم سید احمد حسین صاحب نے آپ کے متعلق بچپن ہی میں کہا تھا کہ اس بچہ کو علم دین سے گہرا حصہ ملے گا۔

قرآن مجید اور اُردو تعلیم ۱۳۲۵ھ میں سات سال کی عمر میں آپ مکتب میں بٹھائے گئے۔ یہ مکتب گنگوہ والوں کی مسجد میں تھا۔ ایک معتدبہ حصہ یہاں پڑھ کر ایک دوسرے مکتب میں منتقل ہو گئے۔ یہ جدید مکتب ڈپٹی محمد عمر صاحب ڈپٹی انہار نے اپنے بچوں کیلئے کھولا تھا۔ ڈپٹی صاحب بہت باوقار آدمی تھے رئیسانہ شان و شوکت سے رہتے تھے۔ پنشن ہو جانے کے بعد اپنے مکان پر آگئے تو اپنے پوتے بشیر کے لئے انھوں نے یہ مکتب قائم کیا تھا۔ قاری نیاز احمد عرف قاری نیازی ابن منشی امین الدین صاحب ساکن محلہ مطربان ——— یہاں استاذ تھے ——— والد ماجد حکیم محمد یعقوب صاحب ماہانہ ایک روپیہ آپ ——— کو دیا کرتے تھے۔ شوال ۱۳۲۶ھ میں جب قرآن پاک ناظرہ مکمل ہو گیا تو والد ماجد نے حفظ قرآن کی ترغیب دی اور شوق و رغبت میں اضافہ کرنے کے لئے یہ حدیث سنائی کہ حافظ کو اور اس کے باپ دادا کو قیامت میں ایک ایسا تاج دیا جائے گا جس کی چمک دمک کے آگے چاند سورج بھی ماند ہوں گے۔ اس حدیث کو سن کر آپ نے برجستہ فرمایا کہ بس میں اپنی اولاد کو حفظ کرا دوں گا، مجھے بھی تاج مل جائیگا اور آپ کو بھی۔ والد صاحب یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ حفظ قرآن پر آپ اسلئے تیار نہ ہو سکے کہ حافظ صاحب کا ڈر بہت تھا اور ان کے چہرہ سے بھی خوف اور رعب ہوتا تھا۔

رمضان ۱۳۲۹ھ میں گیارہ سال کی عمر میں آپ نے پہلا روزہ رکھا۔ موسم سخت گرمی کا تھا۔ والد صاحب نے بڑے اہتمام کے ساتھ رشتہ دار و متعلقین کی دعوت کرتے ہوئے روزہ کشائی کی تقریب منعقد کی۔

جامعہ مظاہر علوم میں آپ کا داخلہ اور تحصیل علم شوال ۱۳۲۷ھ مطابق نومبر ۱۹۰۹ء میں آپ مظاہر علوم کے شعبہ فارسی میں داخل ہوئے منشی فیاض علی صاحب "ساکن محلہ قاضی" سے آپ نے فارسی کی تعلیم حاصل کی، داخلہ کے موقع پر والد صاحب مرحوم نے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے عرض کیا کہ میں مدرسہ میں ماہانہ ایک روپیہ داخل کر دیا کرونگا آپ

محمد ایوب کو داخل فرمالیں۔ حضرت نے مدرسہ میں داخلہ کا حکم فرمادیا اور دو روپیہ کے متعلق فرمایا کر براہِ راست منشی نیاض صاحب کو دیدیا کرنا۔ چنانچہ آپ ہر ماہ ان کو بطور انعام یا بطور تنخواہ ایک روپیہ دیتے رہے۔ منشی نیاض علی صاحب پستہ قد اور بھاری بدن کے تھے۔ شب بیدار اور تہجد گذار تھے۔ منشی صاحب موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جگہ منشی عزیز احمد کا تقرر ہوا۔ یہ ریٹائرڈ پٹواری اور فارسی کے ماہر تھے۔ بڑی نیک طبیعت تھی۔ نصائح بہت کیا کرتے تھے۔ ان ہی دنوں میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو منشی عزیز احمد صاحب اس دن بطور نصیحت کہنے لگے۔ دیکھو ہمت والے ایسے ہوتے ہیں۔ ابھی بیٹے کو دفن کرکے آئے ہیں اور ابھی سبق پڑھا رہے ہیں۔ دادا جان زاد مجدہٗ فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ ہماری بالکل نوعمری کا تھا۔ ہم حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو جانتے بھی نہ تھے۔

فارسی پڑھنے کے زمانہ میں والد المحترم کی جانب سے دو آنہ نقد ملتے اور تاکید تھی کہ ان کے بادام لیکر کھانا۔ چنانچہ ہمیشہ معمول رہا کہ عطّار کے یہاں سے دو آنے کے بادام جو ۵۵-۵۶ عدد ہوتے تھے خرید لیتے۔

والد صاحب مرحوم کا دستور تھا کہ آپ کے اساتذہ کی خدمت میں تحفے اور ہدایا بھیجتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ داداجان زاد مجدہٗ کے ذریعہ منشی عزیز احمد صاحبؒ کو دودھ بھیجا تو بہت زور سے انکار کرکے کہا کہ اب تو میں نے تو برکری میں نہیں لونگا (وہ یہ سمجھے کہ یہ کسی چیز کی رشوت میں بھیجا گیا ہے اسلئے انکار کیا)۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کی خدمت میں

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے تعلقات ہمارے گھرانہ سے بہت قدیمی ہیں، اسی بنا پر حکیم محمد یعقوب صاحب آپ کو ان کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ محمد ایوب کو آپ اپنی شاگردی میں قبول فرمالیں اور یہ ایسا ہے کہ جہاں بٹھاؤ گے وہیں بیٹھا رہے گا، مولانا نے منظور فرمالیا اور آپ اگلے روز مدرسہ قدیم میں مولانا کے پاس چلے گئے۔ مدرسہ قدیم میں غربی جانب جو جگہ ہے وہ ہی مولانا کی قیام گاہ تھی، تجارتی کتابیں بھی وہیں رکھی رہتی تھیں۔ بہر حال آپ کی تعلیم وہاں شروع ہوگئی۔ شیخ انوار برادر شیخ ابرار الحسن صاحب، شیخ حامد ابن شیخ زندہ حسن صاحب ابن شیخ حافظ محمد فضل حق صاحب مرحوم مغفور آپ کے ساتھیوں میں تھے۔ یہ پوری جماعت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھتی تھی۔ جب آپ پہلے دن مولانا یحییٰ صاحب کی خدمت میں گئے تو مولانا نے سب کو

مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھیو اس کا نام مت لینا یہ سید ہے بلکہ حکیم جی کہا کرنا۔ حضرت شیخ بھی وہاں بیٹھے ہوئے مطالعہ کر رہے تھے وہ لفظ سید سُن کر فوراً چونکنا ہو کر بیٹھ گئے اور مطالعہ چھوڑ کر دادا جان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم سید ہو۔؟

مولانا یحییٰ صاحب کے یہاں حدیث شریف کا درس بھی ہوتا تھا۔ اس زمانے میں قاری اللہ بندہ صاحب، مولوی عبدالرحمٰن گنگوہی، مولوی سید احمد، حکیم سید محفوظ علی دیوبندی، مولوی مظہر علی خاں وغیرہم بھی آپ کے پاس پڑھتے تھے۔

مولانا یحییٰ صاحب کا طرزِ تعلیم بالکل جدا گانہ تھا۔ لیکن تعلیم بڑی پختہ اور ٹھوس ہوتی تھی۔ صرف میر، پنج گنج، ترجمہ پارہ عم، قدوری، مقامات حریری آپ نے حضرت مولانا سے پڑھی۔ پارہ عم میں سورۂ اذا زلزلت کا ترجمہ امتحان کے موقعہ پر تمام ساتھیوں میں سے کسی کو بھی یاد نہیں تھا اس پر حضرت مولانا نے سب کی خوب پٹائی کی۔

تعلیمی ریکارڈ مظاہر علوم سہارن پور میں آپ نے جتنے سال تعلیم حاصل کی اور جو کتابیں پڑھیں ان کو سنین کی تعیین و تفصیل کے ساتھ یہاں لکھا جاتا ہے۔ مدرسہ کی روداد میں پہلی مرتبہ آپ کا نام ۱۳۲۷ھ میں ملتا ہے۔ اس سال آپ نے فارسی کی پہلی کتاب اور تعلیم الدین پڑھی۔ حساب ضرب و تقریق کی بھی مشق کی۔ اس کے بعد ۱۳۲۸ھ میں مفتاح القواعد، گلزارِ دبستاں تعلیم الدین، تیسیر المبتدی فارسی کی پہلی کتاب (مکرر) املا، عبارت، حساب تقسیم ۱۳۲۹ھ میں انشائے دلکشا، احسن المسائل، تاریخ حبیب اللہ، پندنامہ عطار، املا، حساب، کریما، کاغذات کاروائی، ۱۳۳۰ھ میں گلستاں اخلاق محسنی، احسن القواعد، احسن المسائل (مکرر) رقعات عالمگیری ۱۳۳۱ھ میں میزان الصرف میزان منشعب، صرف میر، پنج گنج، انوار سہیلی، رقعات امان اللہ حسینی، بوستاں ۱۳۳۲ھ میں نحو میر، دستور المبتدی، کیمیائے سعادت، سکندر نامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

آپ نے نحو میر، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی سے پڑھی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ اس وقت مظاہر علوم میں اُستاذ تھے۔ ۱۳۳۲ھ میں آپ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کی تربیت و نگرانی میں آ گئے۔ اور ان کے تیار کردہ قواعد اور ان کے تجویز کردہ نصاب کے مطابق ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے لگے۔

ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں جب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب وصال فرما گئے تو پھر آپ نے حضرت

دہلوی اور حضرت شیخ زادمجدہٗ سے اپنا رشتۂ تعلق و تلمذ استوار کیا۔ ان ہر دو حضرات نے آپ کی علمی و دینی تربیت فرمائی۔

کنزالدقائق اور شرح جامی آپ نے حضرت دہلوی سے پڑھی۔ شرح جامی کے بارے میں حضرت نے فرمادیا تھا کہ روزانہ ایک صفحہ کا مطالعہ ایسا دیکھ کر لایا کرو کہ بے تکلف تقریر کرسکو اور اس کا مطلب بتلاسکو۔ چنانچہ آپ شرح جامی لیکر قبرستان چلے جاتے اور حضرت مولانا یحییٰ صاحب کی قبر کے پاس بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرتے اور پھر حضرت دہلوی کے پاس پہنچکر اسکی توضیح و تقریر کردیتے۔ ۲۵۔ ۳۰ صفحات پڑھنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب دوسری کتاب شروع کرلو اور شرح جامی چھوڑدو۔ ہدایہ اولین آپنے خارج میں مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھی۔ مولانا عبدالشکور صاحب کیمبل پوری آپ کے رفیقِ درس تھے۔ مولانا مرحوم ہدایہ کا تکرار بھی کرایا کرتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ آپ نے اسی عرصہ میں حضرت شیخ مدظلہٗ سے پڑھا۔ مقاماتِ حریری بھی آپ نے حضرت شیخ زادمجدہٗ سے پڑھی جسمیں مولانا نصیرالدین صاحب رفیقِ درس تھے۔ ۱۳۳۶ھ میں آپ دوبارہ مظاہرعلوم میں داخل ہوئے، اس سال آپ نے فنِ طب کی دو اہم کتابیں موجز اور اقصرائی پڑھیں۔ ۱۳۳۷ھ میں دیوان متنبی، سدیدی، اقصرائی (مکرر) ۱۳۳۸ھ میں مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی سے، جلالین شریف، سدیدی (مکرر) پڑھ کر ۱۳۳۹ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب اورنگ آبادی (نومسلم مہاجر اسلام) سابق اُستاذ مظاہرعلوم سہارنپور وحال سرپرست مدرسہ مظاہرعلوم لطیف آباد حیدرآباد پاکستان، مولانا محمد اسحٰق ابن مولانا محمد ابراہیم صاحب سہارنپوری، مولانا سید عبدالکریم صاحب گمتھلوی آپ کے دورۂ حدیث کے خصوصی رفقاء میں ہیں۔

آپنے بخاری شریف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے مسلم شریف حضرت مولانا ثابت علی صاحب سے، ترمذی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے اور ابو داؤد حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے پڑھی۔ ۱۳۴۰ھ میں آپ نے فنون کی یہ کتابیں پڑھیں۔ بیضاوی، مدارک، ہدایہ اخیرین حضرت مولانا ثابت علی صاحب نے ان کتابوں کا امتحان لیا۔ مولانا امتحان لینے میں بڑے سخت اور نمبرات دینے میں بہت محتاط تھے۔ دادا جان کو ہدایہ اخیرین میں انھوں نے اٹھارہ نمبر دیئے۔ اس سے زائد نمبر کسی اور کے نہیں تھے۔ مولانا نے حکیم اسحٰق صاحب سے اس کامیابی پر مطالبہ کرکے مٹھائی کھائی۔ مظاہرعلوم کی طرف سے اس کامیابی پر آپ کو قلمی کنزالدقائق دی گئی۔

مظاہرعلوم میں تعلیم کے دوران آپ نے انجمن ہدایت الرشید میں داخلہ لیکر متعدد تقریریں کیں

ایک مقالہ سچ اور جھوٹ کے موضوع پر بھی پڑھا تھا جو عربی رسم الخط میں بہت خوبصورت لکھا ہوا تھا اس مضمون پر بطور انعام آپ کو فتوح الشام دی گئی جواب تک ہمارے یہاں محفوظ ہے۔ حضرت شیخ مدظلہٗ نے بھی اسی موقعہ پر اپنا ایک مضمون سُنایا تھا۔

سند ۱۳۳۶ھ میں آپ کو جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کی جانب سے سند دی گئی۔ جس پر اکابر میں سے حضرت اقدس سہارنپوری۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب حضرت شیخ نادمجدہٗ۔ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نے دستخط فرمائے۔ تبرکاً اس سند کو شاملِ کتاب کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الواحد الاحد الصمد رافع السماء بغیر عمد الذی اکرم بتصلات نعمائہ وانعم بمتر الیات الائہ۔ خلق الانسان فی احسن تقویم۔ وخلع علیہ خلع التشریف والتکریم۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل رسلہ وھادی سبلہ۔ الذی جعل الصلوٰۃ علیہ من اوضح براھین الحسنات والسّلام علیہ من اھدی سبل الکمالات سیّدنا ومولانا محمد سید الاولین وسند الاخرین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الھادین المھدیین۔ وبعد فان اخانا فی الدین المولوی الحکیم محمد ایوب بن الحکیم محمد یعقوب المتوطن فی بلدۃ سہارنفور الساکن فی محلہ مفتیان قد حضر ھٰذہ المدرسۃ المسماۃ **بمظاھر علوم** الواقعۃ فی بلدۃ سہارنفور صانھا اللہ عن الاٰفات والشرور فی اثناء شوال سنۃ ست وثلثین وثلث مائۃ بعد الالف من الھجرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ والقیٰ فیہا رحلہ اربع سنوات وقرأ علیٰ مدرسیہا الکتب المختلفۃ من العلوم المروجہ بالتدبر والاتقان فمن التفسیر سورۃ البقرۃ من البیضاوی والجزء الاول من المدارک والجلالین ومن الحدیث الصحاح الستۃ اعنی الصحیح للامام الھمام محمد بن اسماعیل البخاری والصحیح للامام الاجل مسلم بن الحجاج القشیری والسنن لابی داؤد السجستانی والجامع للترمذی والسنن لابی عبد الرحمٰن النسائی والسنن لابن ماجۃ القزوینی والموطا للامام مالک بن انس صاحب المذھب والموطا للامام محمد بن الحسن الشیبانی وشرح معانی الاٰثار للطحاوی ومشکوٰۃ المصابیح ومن اصول الحدیث

شرح نخبة الفكر ومن الفقه المجلدات الاربع من الهداية والاولين من شرح الوقاية وكنز الدقائق والقدوری ومن اصول الفقه الحسامی واصول الشاشی ومن الادب المقامات للحريری والسبع المعلقة وديوان المتنبی والحماسة ونفحة اليمن ومفيد الطالبين ومن المعانی تلخيص المفتاح ومختصر المعانی ومن النحو الكافية وشرحه لملا عبد الرحمن الجامی وهداية النحو وشرح مائة عامل ونحوهم ومن المنطق القطبی مع امير والمرقات ومن علم الطب السديدی والا قصرا فی او القانون ولما رحل مطايا السفر بعد ان ادرك من تحصيل مرامه الوطر ونال من تحصيل ما توفر رغبته فيه حظا اوفی وادنی طلب منا السند واستجازنا وهو علی ما نراه بحمد الله شاب صالح اهل للدرس والافادة نرجو ونحن عنه راضون وهو عنا راض نجيزه بما قرأه علينا او غيره وهو يسمع كما اجازنا مشائخنا الكرام علی الشروط المعتبرة عند علماء هذا الشان ونعطيه هذه الصحيفة الانيقة سندا ونوصيه بتقوی الله بالسر والعلانية وبلزوم السنة السنية واجتناب البدعة المضلة وان يشتغل بتعليم علوم الدين ويفيض علی الطلبة بسجالها ويشغل سره بالذكر والفكر فی خلالها وان لا يميل الی الدنيا ولذاتها وان لا يعرج علی ابنائها رمز خرفاتها ولا يخاف فی الله لومة لائم وان لا ينسانا من صالح دعواته فی خلواته وجلواته واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وصلی الله علی سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين ۔ فقط ۔ مورخہ ۱۶ شوال ۱۳۴۴ھ

خليل احمد عفی عنه عبد اللطيف عفا الله عنه ناظم مدرسه مظاهر علوم

بنده عبد الرحمن عفر له محمد زكريا عفا عنه ۱۶-۱۰-۴۴ھ

عنايت الٰهی مهتمم مدرسه

علم طب کا حصول ۱۳۳۶ھ میں جناب حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے حضرت اقدس سہارنپوری سے فرمایا کہ میں اپنے دونوں بیٹوں (حکیم محمد ایوب صاحب اور حکیم محمد یامین صاحب) کو علم طب کی تعلیم دلانا چاہتا ہوں، حضرت نے مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی کو

متعین فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں صاحبان نے مولانا سنبھلی سے، موجز القانون، اقصرائی اور سدیدی پڑھی۔ اسی سال آپ نے حکیم سعید صاحب دیوبندی (مقیم سہارن پور) سے قانونچہ پڑھا۔ ان کتابوں کا امتحان مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ہوتا تھا۔ مولانا پرچہ بناکر کسی اُستاذ کو دیدیتے۔ وہ امتحان گاہ میں آکر اسکو بول دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوالات بولے۔ یہ سوالات ضیق النفس سے متعلق تھے۔

ایک مرتبہ طب کے اسباق ہو رہے تھے کہ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی تشریف لائے حضرت اقدس سہارنپوری بھی ساتھ تھے۔ سب سے پہلے مولانا سنبھلی کی درسگاہ میں تشریف لائے تو طب کے متعلق کچھ سوالات و اشکالات کیے جن کے جوابات حکیم محمد یامین صاحب نے تفصیل سے دیئے۔ مولانا شیروانی پھر ترمذی کے سبق پر گئے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب سبق پڑھا رہے تھے شیروانی صاحب دیر تک بیٹھے رہے اور حضرت مولانا مرحوم کی علمیت و قابلیت کا اونچے الفاظ میں اعتراف کیا۔

لکھنؤ کا سفر مظاہر علوم سہارنپور میں طب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حکیم سید محمد اسحٰق صاحب اور والد محترم حکیم محمد یعقوب کا باہمی مشورہ ہوا کہ آپ اگر لکھنؤ جاکر مستقل طور سے اس فن کو پڑھیں اور تکمیل الطب لکھنؤ کے ماہر اساتذہ سے اس علم کو حاصل کریں تو پھر مطب اور طبابت باضابطہ بن سکتی ہے اور قانونی مشکلات کا بھی سدباب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے وہاں جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک خط حکیم محمد عبدالحمید صاحب ابن حکیم مولوی محمد عبدالعزیز صاحب بانی مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ کو لکھ کر ان سے لکھنؤ آنے اور تعلیم حاصل کرنے پر مشورہ طلب کیا تاکہ اسکے مطابق وہاں جانے کی تیاری کریں۔ وہاں سے آپکے خط کا یہ جواب آیا۔

۷۸۶ ۔ مہربان بندہ تسلیم۔ تکمیل الطب کالج میں آپ کو ابتدا سے تعلیم حاصل کرنا چاہیئے۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء سے بغرض تیاری امتحان سالانہ تعطیل دی جاوے گی زیادہ مناسب ہے کہ آپ آخر دسمبر ۱۹۲۳ء میں یہاں آ دیں۔ یکم جنوری ۱۹۲۴ء سے تعلیم شروع ہو جائے گی۔ اگر آپ ابتدائی درجہ میں پڑھ چکے ہیں تو درجۂ اوسط میں آپ کا داخلہ ہو سکتا ہے۔

خادم طب یونانی ۔ حکیم عبدالحمید

ابتدائی مراحل مکمل ہونے کے بعد آپ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۲۴ء

میں لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں تعلیم عربی نصاب کے ذریعہ ہوتی تھی۔ والد صاحب نے ایک طباخ محمد علی کو کھانا پکانے کے لئے اور رفاقت کے طور پر حاجی محمد شریف صاحب کو آپ کے ساتھ لکھنؤ بھیجا اور دو خط ایک حکیم عبدالحمید صاحب کے لئے اور دوسرا حکیم عبدالرشید صاحب کے لئے لکھ کر دیا وہاں جاکر معلوم ہوا کہ حکیم عبدالرشید کا تو انتقال ہو چکا۔ حکیم عبدالحمید صاحب حیات ہیں، چنانچہ ان کے نام کا خط ان تک پہنچا دیا۔ کالج کا انتظام اس وقت ان کے ہی ہاتھ میں تھا۔ حاجی شریف صاحب تین چار دن کے بعد سہارن پور واپس لوٹ آئے۔ محمد علی وہیں رہے۔

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور سے فارغ ہونے والے وہاں دوسرے درجہ میں لئے جاتے اور ان کو دو سال بعد سند دی جاتی تھی۔ اور دوسرے مدارس کے فارغین کو تین سال تک زیر تعلیم رہ کر سند دی جاتی تھی۔ اس قانون کی بنیاد پر آپ کو درجہ دوم میں لیا گیا۔

ہمارے خاندان میں باہر جانے اور رہنے کا دستور نہیں تھا۔ سب افراد اپنے اپنے گھروں پر رہ کر ہی تحصیل علم میں مصروف رہتے تھے۔ سب سے پہلے حکیم سید احمد حسن صاحب تحصیل علم کی غرض سے دہلی گئے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر دادا جان زاد مجدہ لکھنؤ گئے۔ اسلئے خاندان کے تمام افراد بالخصوص والد محترم اور بڑے بھائی حکیم سید محمد یامین صاحب آپ کی طرف سے متفکر رہتے اور کثرت کے ساتھ خطوط لکھتے۔ موقعہ بموقعہ مختلف اشخاص کو صرف خیر و عافیت معلوم کرنے کیلئے لکھنؤ بھیجتے۔ والد محترم خود بھی تین مرتبہ بغرض ملاقات لکھنؤ گئے۔ قیام لکھنؤ کے دوران آپ کو جو خطوط بھیجے گئے۔ ان کی ایک بڑی تعداد راقم الحروف کے پاس خاندانی فائل میں محفوظ ہے یہاں حکیم محمد یعقوب صاحب کا وہ خط پیش کیا جاتا ہے جو انھوں نے پہلی مرتبہ دادا جان زاد مجدہ کو لکھنؤ تحریر کیا۔

برخوردار حکیم محمد ایوب طول عمرہٗ۔ آج تک تمھارے خط کا انتظار کیا۔ اپنی خیریت سے مطلع کرو۔ مکان ٹھیک ملا کہ نہیں۔ کھانے کا انتظام حسب پسند ہوا کہ نہیں۔ لڑکا کام مرضی کے موافق کرتا ہے؟ چائے پیتے ہو؟ ان سب باتوں کا جواب لکھو۔ خربوزہ کو میں نے منع کیا تھا کہ تم گرمی میں خرید و گے، اسٹیشن جاکر بلٹی کرا نگے پھر بھی تم نے خربوزے بھیجے۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ خدا لو سے بچائے۔

حکیم عبدالحمید صاحب سے میرا سلام کہدیں۔ تمھارا کھانا حکیم صاحب نے کوئی مرتبہ

دیکھا ہے یا نہیں ؟۔ فقط محمد یعقوب (مہر ڈاک خانہ ۱۸ئی ۱۹۲۴ء)

داداجان زاد مجدہٗ نے اس خط کا جو جواب لکھنؤ سے تحریر کیا وہ یہ ہے ۔!

مخدوم و مطاع بندہ حضرت قبلہ والد صاحب مدظلکم ۔

بعد سلام مسنون ۔ معروض آنکہ احقر بحمداللہ خیریت سے ہے ۔ اور آنمخدوم و نیز جمیع اہلخانہ کی عافیت کا ہردم طالب ۔ چونکہ سہ ماہی امتحان قریب ہے ۔ اسلئے خط میں دیر ہوئی ایک عریضہ خیریت سے لکھنؤ پہنچ جانے کا یہاں پر آتے ہی لکھدیا تھا ۔ اُمید ہے کہ ملا ہوگا ۔ دوسرا پانچ چھ روز ہوئے جناب تایا صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا ۔ شاید جناب کے ملاحظہ سے بھی گذرا ہو ۔

مکان واقع میں بہت وسیع ہے ۔ جس میں پانچ چھ سہ دریاں اور کوٹھریاں ہیں صحن میں بیس پچیس چارپائیوں کی گنجائش ہے ۔ فی الحال اسمیں سات طالب علم رہتے ہیں ۔ جس سہ دری میں میں رہتا ہوں وہ سب سے زیادہ وسیع اور ٹھنڈی ہے ڈاکٹر صاحب نے اس کو میرے لئے پہلے ہی چھانٹ رکھی تھی ۔ پانی اور بیت الخلاء وغیرہ کا بھی انتظام ہے ۔ نیز محلہ کے وسط میں ہے ۔ مولوی عبدالقادر دیوبندی بھی اسی میں آگئے ۔ دہی میں روزمرہ پانی ملاکر پی لیتا ہوں ۔

دس بجے سے تین بجے تک میں اپنی سہ دری میں رہتا ہوں اور یہی وقت لُو کی شدت کا ہے : واللہ خیر حافظا ۔

خربوزوں کی بلٹی وغیرہ مجھ کو کرنی نہیں پڑی ۔ بلکہ مظفر میوہ فروش کے آدمی یہاں آئے ہوئے ہیں ان کو دام دیدیئے تھے ۔ انھوں نے ہی خریدے اور بلٹی کرائی ۔ فقط والسلام ۔

محتاج دُعا ۔ ابو ذنب غفرلہٗ ۲ جون ۱۹۲۴ء دوشنبہ ۔

داداجان زاد مجدہٗ اپنے قیام لکھنؤ کے تفصیلی حالات ۔ اطبائے لکھنؤ کا تذکرہ ۔ اساتذہ کا تعارف اور تاریخی واقعات اس طرح سُناتے ہیں کہ ۔!

"میں جنوری ۱۹۲۴ء میں بغرض تعلیم طب لکھنؤ گیا ۔ چونکہ اس سے پہلے کبھی گھر والوں سے جدا نہیں ہُوا تھا ۔ اسلئے تایا صاحب اور والد صاحب کو میرا بڑا فکر تھا ۔ والد صاحب مجھ سے ملاقات کے لئے تین مرتبہ لکھنؤ گئے ۔ ایک مرتبہ حکیم عبدالحمید صاحب کی دعوت پر ان کے خصوصی اہتمام کے ساتھ گئے ۔

والد صاحب حکیم عبدالحمید صاحب کے پاس بعد مغرب جاتے اور کارروائی دیکھتے۔ یہ وقت حکیم عبدالحمید صاحب کی عام ملاقات اور مجلس کا تھا۔ مہمان بھی اسی وقت ملتے تھے۔ دوسرے حکما کی طرح ان کے یہاں مجلس فرش پر نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مستقل کمرہ میں میز کرسیاں تھیں۔ وہاں اپنی مجلس جاتے تھے۔ مریضوں کو دیکھنے کے لئے ہمیشہ کار میں جایا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ اپنا یہ قصہ سنایا تھا کہ ایک نواب زادہ کے علاج کے لئے حکیم اجمل صاحب کو بلایا گیا ان کا علاج ہوتا رہا۔ کچھ دنوں بعد مریض کے گھر والوں نے مجھ کو بلانا شروع کر دیا۔ میں نے علاج کے لئے نسخہ تجویز کیا اور اس مرض سے متعلقہ تمام دوائیں نسخہ میں لکھ دیں۔ جب حکیم اجمل صاحب آئے تو ان کو مریض نے وہ نسخہ دکھلایا۔ حکیم صاحب جس دوا کے بڑھانے کو کہتے وہی نسخہ میں موجود ہوتی۔ آخر میں انھوں نے کہا کہ اب یہ نسخہ درست ہے۔ اس پر نواب زادہ کو مجھ پر اعتماد ہو گیا اور پھر مجھ سے علاج کراتے رہے۔

ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالرشید مرحوم کی نشست گاہ میں متعدد کمرے جدید انداز کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے غربی جانب میں زنانہ مکان تھا۔ حکیم عبدالرشید صاحب کے انتقال کے بعد اس مکان کو بھی کالج میں شامل کر لیا گیا۔

حکیم عبدالرشید صاحب اپنے وقت کے بڑے ذکی و فہیم اور بلند و با لاشخصیت کے آدمی تھے۔ ایک مرتبہ کلکتہ میں ایک ہزار روپیہ یومیہ پر علاج کرنے کے لئے گئے تھے۔ تھوڑی عمر میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ ورم جگر کے مریض تھے۔

ان کے والد حکیم عبدالعزیز صاحب اس کالج کے بانی تھے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد اسحٰق صاحب اور حکیم صاحب نے حج ایک ہی سال میں کیا ہے۔ سُنا ہے کہ حکیم عبدالعزیز صاحب جب حج سے واپس آئے تو ان کی گاڑی سے گھوڑے الگ کر دئیے گئے تھے اور ان کے بیٹے گھوڑا گاڑی کھینچ کر مکان تک لائے تھے۔

رموز الاطباء میں ان کا فوٹو ہے جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بڑے متشرع اور باوقار تھے۔

چہرہ بارعب اور وجیہہ ہے۔ ان کے ایک بھائی حکیم عبدالحفیظ تھے۔ ہم نے ان کو بھی خوب دیکھا ہے اُس وقت ان کی عمر پچھتر سال کے قریب تھی۔ یہ اکثر و بیشتر شہر میں مریضوں کو دیکھنے کیلئے جاتے رہتے تھے۔ پالکی میں جاتے اور سولہ روپے فیس لیا کرتے تھے۔ ہمارے زمانہ میں حکیم عبدالحفیظ اور حکیم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب کا مطب سب سے کامیاب تھا۔ رجوع بھی ان دونوں کی [illegible] عوام کا

زیادہ تھا۔ [1]

وہاں کالج میں کئی اساتذہ تھے۔ حکیم عبدالحمید صاحب۔ حکیم عبدالمجید صاحب، حکیم عبداللطیف صاحب فلسفی، حکیم عبدالحلیم صاحب، حکیم مُنّے آغا صاحب، عربی لیاقت میں حکیم عبدالمجید صاحب ماہر تھے۔ یہ قانون شیخ پڑھاتے تھے۔ حکیم عبدالحمید اور حکیم عبداللطیف کے پاس نفیسی۔ حکیم عبدالحلیم کے پاس کامل الصناعہ ہوتی تھی۔ حکیم مُنّے آغا صاحب کے پاس شرح اسباب ہوتی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان نے صرف اپنے بڑوں سے علم حاصل کیا ہے کہیں باہر نہیں گئے۔ البتہ حکیم عبداللطیف صاحب نے ریاست رامپور میں فلسفہ وغیرہ پڑھا ہے۔

حکیم عبدالحلیم صاحب بھی بہت ذکی ہشیار اور تیز طبیعت کے مالک تھے۔ ڈاکٹری بھی پڑھ رکھی تھی۔ ہم لوگ ان سے بے تکلف تھے۔ اسلئے علمی اور طبی گفتگو خوب کرتے تھے۔ محلہ جھوائی ٹولہ میں ان کی کسی عزیز بیوہ کا بہت بڑا مکان ہمیں بارہ روپے ماہانہ کرایہ پر ملا تھا۔ اسی میں میرا قیام رہا۔ اس مکان کی ساخت سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی زمانہ میں امام باڑہ رہا ہوگا۔ اسمیں اونچے اونچے دروازے تھے۔ چھتیں خوب وسیع اور بلند تھیں۔

مولانا حکیم عبدالقادر صاحب دیوبندی، جناب حکیم محمد عمر صاحب (موجودہ پرنسپل طبیہ کالج دارالعلوم دیوبند) مولانا حکیم ظہورالدین صاحب سنبھلی۔ حکیم عبدالمجید صاحب برادرزادہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہرعلوم بھی اسی عمارت میں آگئے تھے۔

---

[1] حکیم فیروزالدین صاحب اپنی کتاب رموزالاطباء میں اس خانوادہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

حکیم عبدالعزیز صاحب موصوف ہندوستان کے چوٹی کے اطباء میں سے تھے اور ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کوئی طبیب ایسا مشکل ہوگا جو لکھنؤ کے طبی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ جھوائی ٹولہ کی خصوصیات اور پھر آپ کو نہ جانتا ہو۔ شاید سینکڑوں آپ کے شاگرد اس وقت ہندوستان کے مختلف حصوں میں مطب کر رہے ہیں۔ حکیم مولوی عبدالرشید صاحب اور حکیم عبدالحمید صاحب آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

حکیم عبدالحمید صاحب (اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالرشید صاحب کی طرح) نہایت ذہین، نہایت فہمیدہ اور روشن خیال نوجوان ہیں۔ اپنے کام میں بہت ہشیار ہیں۔ خصوصاً جراحی میں خاص مہارت پیدا کرلی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر آپ محض جراحی پر زور دیتے رہے اور مطب بھی کرتے رہے تو اس خاندان میں ایک چمکتا ہوا گوہر ہوں گے جس پر یہ خاندان ناز کرے گا۔ عمر تقریباً تیس بتیس سال ہوگی۔ خلیق اور ملنسار ہیں:۔

(رموزالاطباء جلد اول ص ۱۳۵)

حکیم عبدالمجید صاحب شروع سال میں دس پندرہ اسباق پڑھا دیتے اور پھر چھٹی۔ ان کے ساتھ ہمارے متعدد دلچسپ واقعات پیش آئے۔ یہ حافظ تھے۔ دیندار بھی تھے اور تصنع وتفاخر سے دور بھی۔ لکھنؤ میں سردی کے زمانہ میں اچکن کا رواج ہے۔ جب سردی ہوئی تو میں چادر اوڑھ کر ان کے پاس گیا۔ دیکھ کر کہنے لگے کہ تمہارا مزاج تو گرم ہے پھر بھی تمھیں نزلہ ہو گیا۔

یہ سب حکماء نماز جمعہ مسجد میں اکٹھی پڑھتے تھے۔ باقی نمازیں اپنی اپنی جگہوں پر۔ مکان کے عربی حصہ میں جو گلی کے سرے پر تھا۔ یہ حضرات مطب کرتے تھے وہاں ایک بڑا ہال تھا جس کے چار دروازے تھے۔ ایک میں حکیم عبداللطیف صاحب دوسرے میں ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالمعید صاحب تیسرے میں حکیم عبدالحفیظ صاحب اور چوتھے میں حکیم عبالمجید صاحب بیٹھتے تھے۔ مریضوں کو یہیں دیکھا جاتا تھا۔ لکھنؤ کے قیام میں ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے یہاں مرض فالج متوارثاً آیا ہوا ہے۔ بہت سے افراد اس خاندان کے اس مرض میں مبتلا ہوئے۔ میں نے اب تک اپنے اساتذہ کے لئے روزمرہ دعا کرنے کا معمول بنا رکھا ہے۔

میں نے ایک مرتبہ بقرعید بھی لکھنؤ میں کی ہے۔ قربانی اس وقت وہاں گائے کی ہوتی تھی لیکن مذبح میں بکرے کی قربانی کے لئے مذبح کی شرط نہیں تھی۔ اسلئے میں نے بکرا ذبح کیا تھا۔

ایک مرتبہ میں نے اپنی ضرورت سے حلاق کو بلا یا وہ آکر پلنگ پر سرہانے بیٹھ گیا، میں نے پائتیں پر بیٹھ کر حلق کرالیا۔ طلباء کو بڑا تعجب ہوا۔ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر اس کو اپنی جگہ سے ہٹا کر میں خود بیٹھا تو یہ میرے نفس کا کبر ہوگا۔

لکھنؤ کا عاشورۂ محرم بہت مشہور ہے۔ دور، دور سے لوگ دیکھنے کے لئے آتے تھے، کالج کے لڑکے بھی جاتے۔ لیکن میں کبھی نہیں گیا۔

لکھنؤ میں ایک مرتبہ خلافت کا جلسہ تھا: مولانا محمد علی جوہر کی تقریر تھی۔ میں بھی اسمیں شریک ہوا تقریر کے دوران کسی نے مولانا جوہر سے سوال کیا کہ آپ نے گاندھی جی کے مسلمان ہونے کی دعا کی ہے؟ برجستہ جواب دیا کہ میں اسلام کو دین برحق سمجھ کر اس کو نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اسلئے چاہتا ہوں کہ میرے دوست بھی اسی راستہ پر چلیں۔ اور کامیاب ہوں۔

لکھنؤ میں ایک خواجہ کمال الدین مشہور اطباء میں سے تھے۔ ان سے بھی میری ملاقات تھی بہت وجیہہ قد آور اور تنومند تھے۔

۱۹۲۵ء میں لکھنؤ میں طبی اجلاس ہوا۔ اسکی صدارت حکیم عبدالحفیظ صاحب نے کی خطبہ صدارت

مولوی عبدالحلیم شررؔ کا لکھا ہوا تھا۔ شررؔ سے میری ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ میں اکثر ان کے مکان پر بھی جاتا رہتا۔ وجیہہ آدمی تھے۔ مزاج میں تواضع تھی۔ اپنے اصول کے بہت پابند تھے جب میں ان کے یہاں گیا کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے بہت بڑی میز تھی جس پر کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ دن میں ایک مرتبہ دو بجے کھانا کھاتے تھے۔ ایک قصہ اسی زمانہ میں ان کا یہ سنا تھا کہ کوئی مسمریزم والا آیا جو اپنے عمل سے لوگوں پر اثر ڈالتا تھا۔ شررؔ نے اس سے کہا کہ تمھارے عمل کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اسنے عمل شروع کیا، ان کی طبیعت پر حد سے زائد تقاضہ ہوا کہ اسکے پاؤں پر گر پڑیں لیکن انھوں نے اپنے آپ کو سختی سے سنبھالا۔ طبیعت کو شدت کے ساتھ روکنے کا اثر یہ ہوا کہ کئی ماہ بیمار رہے۔ یہ نواب رامپور کے یہاں کثرت سے جاتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ناراض ہو گئے جانا چھوڑ دیا۔ نواب صاحب نے کئی آدمیوں کو بھیجا کہ بلا کر لائیں لیکن نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حکیم اجمل خاں کو بھی بھیجا لیکن شررؔ بہت بددل ہو چکے تھے۔

دربار حرام پوران ہی کی لکھی ہوئی ہے۔ ان کا قد درمیانہ تھا، بھاری بدن کے تھے، مقطع اور سفید داڑھی تھی۔ شررؔ کا کتب خانہ میں نے خوب دیکھا ہے۔ اسمیں نوادرات بھی کافی تھے، ارجوزہ شیخ الرئیس میں نے اول مرتبہ ان ہی کے یہاں دیکھا۔ اس کا کچھ حصہ نقل بھی کیا تھا۔

حکیم عبداللطیف صاحب کا کتب خانہ بھی میں نے دیکھا ہے۔ حکیم عابد سرہندی کی شرح اسباب میں نے یہیں دیکھی تھی اور حکیم صاحب سے مستعار لیکر اس کا کچھ حصہ میں نے نقل بھی کیا تھا۔ حکیم صاحب موصوف نے مجھ سے حاوی صغیر نقل کرائی تھی۔ یہ کئی سال تک مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے شعبۂ طب میں بھی ذمہ دارانہ عہدہ پر رہے ہیں، فلسفیانہ مزاج تھا۔

لکھنؤ کے زمانہ قیام میں مولانا عین القضاۃ صاحب سے بھی ملنے جاتا: مولانا چوک کی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب ہم ملنے گئے تو جمعہ پڑھ کر نکل رہے تھے، وہیں کھڑے کھڑے مصافحہ کرلیا، مولانا نے ایک بڑا مدرسہ قائم کر رکھا تھا اسکے تمام اخراجات خود ہی برداشت کرتے تھے۔ بڑے بڑے تاجروں کے ساتھ تجارت تھی، اسکے منافع کو مدرسہ پر صرف کرتے، سُنا ہے کہ دو عرب ان کی خدمت میں آئے اور کچھ نعتیہ اشعار پڑھے، اسی دوران انتقال ہوگیا۔ نماز جنازہ میں میں بھی شریک تھا۔ مدرسہ کے صحن میں تدفین ہوئی۔ ان کا رنگ بہت گورا اور صاف تھا۔ چہرہ نورانی تھا۔

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ شاہ حوادث صاحب بھی تھے۔ جن کا قیام قلعہ کی مسجد میں تھا

ایک دو مرتبہ ان سے بھی ملنا ہوا۔ مسجد سے ملحق کمرے میں رہتے تھے۔ گھٹنوں کے درد کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ بیٹھے بیٹھے ہی مسجد میں آتے تھے۔ ایک مرتبہ عصر کے بعد ان سے ملنے گیا حکیم خواجہ کمال الدین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ گھٹنوں کے درد کا ذکر چلا تو شاہ صاحب نے فوراً اپنا گھٹنا کھول کر دکھلا دیا۔ مجھے اس سے بڑا تکدر رہا کہ مجمع کے سامنے ستر کھول دیا۔ اگر ایسی ہی ضرورت تھی تو تنہائی میں دکھلا دیتے۔ ان کا قد درمیانہ اور رنگ کچھ سیاہی مائل تھا۔ ہمارے زمانہ میں حکیم عبدالخالق صاحب کے چھوٹے بھائی قاری محمد ادریس صاحب مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں استاذ تھے مگر ان سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے مکان پر میں کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ مولانا اپنے جدی مکان کے صحن میں بیٹھتے تھے۔ یہ مکان بہت وسیع تھا۔ تمام صحن میں تخت بچھے رہتے اُن پر فرش اور چاندنیاں بچھی رہتیں۔ میرے ساتھ حکیم عبدالقادر صاحب بھی ہوتے تھے، مولانا نے ہمیں موطا امام محمد کے اسماء رجال بھی دیے تھے جو ان کی تصنیف تھے، مولانا کے داماد محمد یوسف تھے انھوں نے مطبعہ یوسفیہ قائم کیا تھا۔ یہ علمی لائن کے آدمی تھے۔

لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں اطباء کے رجسٹریشن کا مسئلہ اٹھا جس کی وجہ سے لکھنؤ میں انجمن طبیہ قائم ہوئی۔ اس کا اجلاس ہوا۔ تمام ہندوستان کے اطباء کے نام دعوت نامے گئے، حکیم عبدالحمید صاحب اس کے سکریٹری تھے۔ میں ان کے دفتر میں جاتا تو وہ مجھ سے اس انجمن کا اور اجلاس کا خوب کام لیتے۔ اپنے شہر کے اطباء کے نام اور پتے میں نے ہی ان کو لکھ کر دیے تھے، حکیم عبدالحمید صاحب کو مجھ سے بڑا تعلق تھا وہ اپنے مخصوصین اور متعارف لوگوں میں میرا خوب تعارف کراتے اور کہتے کہ یہ سہارن پور کے بڑے خاندان کے فرد ہیں۔

اس اجلاس میں حکیم محمد الیاس صاحب بھی دہلی سے آئے تھے۔ یہ قدآور آدمی تھے۔ عمر اس وقت تقریباً پچاس ہوگی۔

اگرچہ والد صاحب نے میرے ساتھ سہارن پور سے ایک باورچی مستقل طور پر بھیجا تھا کہ وہ میری حسب منشا کھانا تیار کر سکے۔ لیکن وہاں پہنچ کر منجانب اللہ کھانے کا یہ انتظام ہوا کہ ایک بیوہ بڑھیا کھانا پکا دیتی۔ اُرد کی دال کا وہاں رواج نہیں تھا۔ لیکن وہ اس قدر لذیذ پکاتی کہ اس کے سامنے شوربہ اچھا نہیں لگتا تھا۔ کھانا ہم سب اکٹھے ہی کھاتے تھے۔ دونوں وقت چائے بھی تو اکٹھے ہی پیتے تھے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کا کوئی مہمان آجاتا تو وہ ہم سب کا مشترک

بھان ہوتا تھا. سب اس کا خیال رکھتے ۔ چوک میں چائے کی ایک دُکان تھی جس کی چائے کڑھے ہوئے دودھ کی بہت لذیذ ہوتی تھی، کبھی ہم سب اس کی دوکان پر پی لیتے ۔ دوآنہ کی ایک چائے ملا کرتی تھی میرے پاس والدصاحب تیس روپے ماہانہ بھیجتے تھے، اس وقت لکھنؤ میں دودھ دوآنہ سیر ملتا تھا اور شکر ایک روپیہ کی پانچ سیر آتی تھی ۔

ہمارے رفقاء میں ایک شخص محمد سلیم مستی پور (بہار) کے تھے ۔ یہ حکیم عبدالمعید صاحب کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے ۔ محلّہ کی مسجد کے امام بھی تھے ۔ ان کا کھانا حکیم صاحب کے یہاں سے ہی آتا تھا۔ جس مسجد میں یہ امام تھے وہ حکیم عبدالحفیظ برادر خورد حکیم عبدالمعید نے شیعوں سے خریدی تھی۔ انھوں نے اسکے آگے برآمدہ اور اسی کے متصل سہ ہ کمرے اور ایک بیت الخلاء بھی بنوادیا تھا۔ ایک نوجوان عرب بھی اس مسجد میں رہتے تھے ۔ ان کو جذام ہو گیا تھا ۔ ہماری پوری جماعت اسی مسجد میں پنج وقتہ نماز پڑھتی تھی ۔ کبھی کبھی حکیم عبدالحمید صاحب بھی آجاتے ۔ ان سب لوگوں پر ہمارے باجماعت نماز پڑھنے کا بڑا اثر تھا۔ ہمارے اس عمل کو یہ لوگ عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ ایک مرتبہ حکیم عبدالحمید صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ اپنے مکان پر بھی نماز باجماعت کا اتنا اہتمام کرتے ہیں ۔؟ میں نے جواب دیا کہ مکان پر تو سہولت زیادہ ہوتی ہے اسلئے وہاں زیادہ اہتمام کرتے ہیں ۔ ہم سب اکٹھے ہو کر نماز کے لیے جاتے اور اکٹھے ہی واپس آتے اذان مولانا عبدالخالق صاحب کے ذمہ تھی ، مولانا ظہورالدین سنبھلی ہمارے بہت مخصوص اور بے تکلف دوستوں میں تھے ہوشیار اور ذہین بھی خوب تھے ۔ ابو نطق کنیت اور عینی انصاری تخلص تھا ۔ ان کے والد کا نام منشی حمیدالدین تھا ۔ ان کے داداجان کو ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے بڑی ہولناک سزا دی تھی ۔ وہ یہ کہ چونہ کے ڈھیر پر کھڑا کر کے اس چونہ پر گرم پانی ڈال کر کھولا دیا تھا ۔"

لکھنؤ سے واپسی

نومبر ۱۹۲۵ء میں آپ امتحان دے کر فارغ ہو گئے ۔ والدصاحب مرحوم نے حکیم محمد یامین صاحب اور حکیم محمد یٰسین صاحب کو لکھنؤ بھیجا تاکہ وہ آپ کو لے آئیں ۔ یہ دونوں بھائی بیس نومبر کو لکھنؤ پہنچے اور ایک شب وہاں ٹھہر کر اکیس تاریخ میں سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے ۔ حکیم عبدالحمید صاحب سے جب ان دونوں بھائیوں کا تعارف کرایا گیا تو بہت خوش ہوئے اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے رہے کہ صرف لینے کے لیے لکھنؤ تک آئے ہیں لکھنؤ سے بڑھ کر آنے کی سب اعزّہ واقارب اور خاصکر والدصاحب کو بڑی مسرت تھی ۔ والدصاحب

نے اس موقعہ پر دعوت کا خصوصی اہتمام کیا۔ اس موقعہ پر جو دعوت نامہ شرکاء تقریب کو بھیجا گیا اسکا مضمون یہ تھا۔

حق تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ برخوردار مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ تکمیل الطب کالج لکھنؤ سے بخیر و خوبی کامیاب ہو کر آگئے۔ بناء بر تقریب مذکورہ جملہ حضرات ذیل کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ بتاریخ ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۲۵ء یوم دوشنبہ بوقت صبح ۱۰ بجے بندہ کے غریب خانہ پر تشریف لاکر مشکور فرمائیں اور دعوت طعام کو شرف قبولیت بخشیں۔ فقط

المکلف۔ حکیم محمد یعقوب محلہ مفتی۔

اس دعوت میں حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا منظور احمد صاحب، حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے علاوہ مظاہر علوم کے دیگر بارہ اساتذہ اور سہارنپور شہر کے چالیس ۴۰ معززین نے شرکت کی۔ یہ دعوت نامہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔

لکھنؤ کا دوسرا سفر اور طبی سند آخر اپریل ۱۹۲۶ء میں حکیم محمد عبدالحمید صاحب کا گرامی نامہ آپ کے نام آیا جس میں تکمیل الطب لکھنؤ کے جلسہ سالانہ کی اطلاع دیتے ہوئے آپ کو لکھا تھا کہ اس جلسہ میں ضرور شرکت کریں۔ حکیم صاحب کے اس خط کا مضمون یہ تھا۔

۲۳ اپریل ۱۹۲۶ء ۳۰۸ مہربان بندہ زاد عنایتہ۔

تسلیم۔ دو مئی ۱۹۲۶ء کو جلسہ سالانہ تکمیل الطب کی تاریخ مقرر کی گئی ہے، مجھ کو کمال مرتبہ مسرت ہوگی۔ اگر آپ جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر سند حاصل کریں گے۔

اگر امسال جلسہ سالانہ میں شریک نہ ہوسکے تو میرے دلی رنج کا باعث ہوگا۔

لوکاٹ پہنچے میری طرف سے اپنے والد صاحب کا دلی شکریہ ادا کر دیجئے۔

خادم طب یونانی۔ محمد عبدالحمید

بخدمت شریف جناب حکیم مولوی محمد ایوب صاحب زاد عنایتہ۔ محلہ مفتیان ضلع سہارنپور

اس دعوت نامہ پر دادا جان زاد مجدہٗ اپریل کی آخری تاریخوں میں لکھنؤ تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے جلسہ میں شرکت کر کے سند حاصل کی۔

آپ کی سہارنپور روانگی سے تین چار یوم بیشتر حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کا انتقال ہو چکا تھا آپ پر اس حادثہ کا اثر بڑا گہرا تھا۔ اسلئے تالیفِ قلب کے طور پر حضرت شیخ زادہ مجددہ اسٹیشن تشریف لے گئے اور گاڑی روانہ ہونے تک پاس ہی بیٹھے رہے۔ اس امتحان میں آپ کو نفیسی میں نوّے نمبر ملے۔ قانون شیخ کی طول طویل عبارتیں جو حفظ یاد تھیں آپ نے جوابات کے پرچہ میں لکھیں۔

تقسیم انعامات کے موقعہ پر تکمیل الطب میں ایک عظیم جلسہ ہوا جسمیں انگریز گورنر اور بڑے عہدہ دار وحکام شریک ہوئے۔ گورنر نے سندیں تقسیم کیں۔ کالج کے لڑکے دونوں طرف لائن بنا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ہر شخص اپنے نمبر پر آگے بڑھ کر سند لیتا رہا۔

جلسہ کے موقعہ پر کالج کے بڑے دروازے پر سنہرے حروف میں ذیل کم لکھا ہوا تھا۔ اس دروازہ سے انگریز گورنر کو آنا تھا۔ طلبہ میں سے کسی نے حکیم عبدالحمید صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے قبل اس کے کہ حکیم صاحب کچھ جواب دیتے، دادا جان نے فرمایا کہ یہ لکھا ہوا ہے ذٰلِکُم (ہلاکت ہو تمہارے لئے) اس پر حکیم عبدالحمید صاحب نے مسکرا کر فرمایا یہ تو تم نے خوب بات نکالی۔

کالج کی جانب سے اس موقعہ پر آپ کو جو سند دی گئی وہ عربی اُردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں ہے۔ یہاں صرف اُردو سند پیش کی جاتی ہے۔

تکمیل الطب لکھنؤ

• نمبر سند ۳۲۲

نام طالب علم	جناب حکیم مولوی محمد ایوب صاحب
ولدیت	جناب حکیم محمد یعقوب صاحب
پیشہ خاندانی	طبابت
قومیت	سید
سکونت	ضلع سہارنپور محلہ مفتیان
درجہ داخلہ ابتدائی	دوم
نمبر کامیابی درجہ	دوم

بعض ان لوگوں میں سے جنہوں نے فنِ طب کے حاصل کرنے میں کوشش کی اور اسکی تکمیل کے لئے جد وجہد بلیغ کی۔ اس فن کے حوض سے پوری سیرابی حاصل کی، اور اس باغ میں عمدہ عمدہ فواکہ و میوہ جات نوش کئے۔ الحبر الیلمعی والنحریر اللوذعی الذکی الفطین الطبیب الطبین الحکیم المولوی سید محمد ایوب ہیں۔ اللہ ان کو مخلوق میں معزز اور خاص و عام کا مرجع بنائے۔

حکیم صاحب موصوف نے مدرسۂ تکمیل الطب میں (اللہ مدرسہ کو محفوظ رکھے) جس کے بانی حضرت استاذ العلماء خاتم الحکماء شیخ الاطباء حکیم حاجی مولوی محمد عبدالعزیز نوراللہ مرقدہٗ تھے، داخل ہو کر کمال غور و فکر کے ساتھ کتب طبیہ سے فراغت حاصل کی اور اپنے امثال و اقران میں ممتاز ہوئے اور میدان سے بازی سبقت کی لے گئے۔

اللہ حکیم صاحب کو لغزشات سے بچاوے۔ میری دعا یہ ہے کہ حکیم صاحب موصوف علاج مرضیٰ میں مزدور بالصبر ہر خوض و تفحص کے ساتھ متوجہ ہوا کریں۔ اور اصول و قواعد طبیہ کا لحاظ رکھیں۔ کیونکہ نساد و شیطان کا دغدغہ ہر انسان کے ساتھ ہے اور طبیب مریض کا ضامن دغا کا جواب دہ ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ فقط

حکیم محمد عبدالحمید عفی عنہ

اس موقع پر آپ کو عربی زبان میں بھی ایک سند تکمیل الطب لکھنؤ کی جانب سے دی گئی تھی۔ اس سند کے سرنامہ پر آیت کریمہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" اور اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم تحریر ہے۔

اس سند کا خطبہ بھی علم طب و حکمت کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

الحمد للہ الذی خلق الانسان من ماء مهین، وطین و عجین. وغذاه وهو جنین ورباه بضع سنین. وفضله بجوهر العقل واليقين. والصلوة والسلام على رسوله الامين. الذي قانون حكمة متين وماعون قدرته مبين. وكلامه السديد لحاذق مكين. لسانه الفصيح شرح للاسباب والعلامات فى الدين. وبيانه النفيس الموجز معجز لكل بليغ وزين وعلى آله واصحابه المتمسكين بحبله المتين.

فن سرجری کی تعلیم اور اسکی عملی مشق

جنوری ۱۹۲۵ء میں حکیم سید محمد یعقوب صاحب کے توجہ دلانے پر آپ نے سرجری کی طرف توجہ دی اور باقاعدہ اس فن کو سیکھا۔ والد محترم نے ایک خط حکیم محمد عبدالحمید صاحب کو لکھنؤ لکھا کہ وہ اس سلسلہ میں خصوصی دلچسپی لیں اور اس تعلیم کا اہتمام و انتظام فرمائیں۔ حکیم عبدالحمید صاحب نے اس پر خصوصی توجہ فرمائی اور فوری طور پر اس کا انتظام کرکے ذیل کے مکتوب سے ان کو اطلاع بھیجی۔

"مہربان بندہ زاد عنایۃ۔ تسلیم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔
مولوی محمد ایوب صاحب کے واسطے میں نے تعلیم سرجری کا خاص طریقہ سے انتظام کردیا ہے، جناب مطمئن رہیں:
خادم طب یونانی حکیم محمد عبدالحمید عفی عنہ لکھنؤ۔ ۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء۔"

لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں آپ نے اس فن پر خصوصی توجہ دی اور عملی طریقہ سے اپنی معلومات اور تجربات میں اضافہ کیا۔ متعدد آپریشن بھی آپ نے کئے۔ اپنے والد محترم حکیم محمد یعقوب صاحب کو ایک خط میں اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بعد سلام مسنون! معروض آنکہ احقر بعافیت ہے۔ میں نے بعض ضروری آلات سرجری خرید لیئے ہیں۔ شفاخانہ میں روزمرہ آٹھ سے گیارہ تک جاتا ہوں اور ہر روز آپریشن ملتا ہے۔ اس دوران میں چار پانچ داڑھ دانت بھی اکھاڑے ہیں۔
تین دن سے متواتر شدید بارش ہونے کی وجہ سے کہیں نہیں آجاسکا۔ ابھی تک بارش بدستور جاری ہے۔ مکانات کثرت سے گر رہے ہیں۔ مگر بفضلہ ہمارا مکان بجز دروازہ کے کہیں سے ٹپکا بھی نہیں۔ آج جہلم کا روز بھی بحمداللہ بغیر کسی شر و فساد کے گذر گیا۔"
ایوب عفی عنہ، لکھنؤ

اکتوبر ۱۹۲۵ء میں آپ نے لکھنؤ میں متعدد آلات اور آپریشن میں کام آنے والے مختلف سامان خریدے۔ اپریل ۱۹۲۶ء میں جب کہ آپ سہارنپور تشریف لاچکے تھے، شفاءالملک حکیم محمد عبدالحمید صاحب کے توسط سے مزید سامان لکھنؤ سے خرید کر منگوایا۔ حکیم عبدالحمید صاحب کا اس موقعہ پر تحریر کردہ خط اور مرسلہ سامان و آلات کی فہرست ہمارے یہاں آج بھی محفوظ ہے۔

مئی ۱۹۲۶ء میں دادا جان نے تکمیل الطب لکھنؤ خط لکھا کہ قانونی طور پر مجھے سرجری کا حق

حاصل ہے یا نہیں۔ حکیم عبدالحمید صاحب نے اسکی تصدیق و توثیق کرتے ہوئے کہ آپ سرجری کا کام شروع کرسکتے ہیں۔ آپ کو قانوناً اسکی اجازت ہے۔ درج ذیل خط آپ کو لکھا۔

۱۰ مئی ۱۹۲۶ء۔ ۳۴۶

مہربان بندہ زاد عنایتہ۔ تسلیم۔ قواعد تکمیل الطب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جو سند یافتگان بعد حصول سند مزید تعلیم سرجری کے واسطے مسلسل ایک سال تک قیام کرتے ہیں۔ ان کو علاوہ سند کے سارٹیفکٹ بھی دیا جاتا ہے۔ آپ سرجری کا کام شروع کریں آپ کی سند میں اس امر کی تصدیق موجود ہے کہ آپ نے فن سرجری کو بھی حاصل کیا ہے اور آپ اس کو عملی طریقہ سے انجام دے سکتے ہیں، خادم طب یونانی۔ محمد عبدالحمید عفی عنہ
شفاء الملک

دارالشفاء یعقوبی اور اسکی تاریخ

لکھنؤ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ تجرباتی طور پر اپنے والد محترم کے پاس ان کے مطب میں رہ کر مریضوں کی دیکھ بھال اور آنے جانے والوں کے حالات کی نگہداشت کرتے رہے۔ اسکے بعد یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء (ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ) میں مستقل طور پر اپنے دواخانہ دارالشفاء یعقوبی کی بنیاد رکھدی۔ یہ نام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم کا تجویز کردہ ہے۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ اسوقت حضرت اقدس سہارنپوری کی معیت میں مدینہ منورہ تشریف فرما تھے۔ دادا جان زاد مجدہٗ نے دواخانہ کے افتتاح کی اطلاع دیتے ہوئے المخدوم کو لکھا تھا کہ۔

بتاریخ یکم اکتوبر کو دواخانہ کا افتتاح ہوا جسمیں جناب حافظ (عبداللطیف صاحب) اور جناب والد صاحب، مولوی ظریف احمد، مولوی اخلاق۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، حکیم موسیٰ وغیرہ حضرات شامل تھے۔ چائے وغیرہ کے بعد حافظ صاحب نے اپنے دام سے مربیٰ سیب خرید کر حاضرین کو تقسیم کرایا۔ ایسے موقعوں پر آپ کا موجود نہ ہونا باعث افسوس اور موجب افسردگی ہوتا ہے۔ بالخصوص اس معاملہ میں جناب کی مفید رایوں اور بیش بہا مشوروں سے محرومی زیادہ موجب ملال ہے، دواخانہ ڈپٹی محمد عمر کے بھل خانہ میں کتب خانہ یحیوی کے بالکل سامنے کھولا گیا ہے۔

حضرت سے اور خود جناب سے دعا برکت اور افزونی کی درخواست ہے۔
(مکتوب محررہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم اپنے مکتوب میں اس دواخانے کی اطلاع حضرت شیخؒ کو اس طرح دیتے ہیں:

"حکیم محمد ایوب و حکیم محمد یٰسین دونوں نے شرکت میں نہایت اعلیٰ پیمانے پر بہل خانہ حکیم محمد موسیٰ کے مقابل جو ڈپٹی محمد عمر کے مکان کے نیچے بہل خانہ ہے اس میں دارالشفاء یعقوبی کھلوایا ہے جس میں دوا وغیرہ کے بکنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔" (مکتوب محررہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۶ء)

یہ دواخانہ اولاً ڈپٹی محمد عمر صاحب کے بہل خانہ میں قائم ہوا۔ پھر لب سڑک ہماری مردانہ بیٹھک کے نیچے منتقل ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں یہ موجودہ جگہ پر آ گیا۔

اس طویل عرصہ میں یہاں مختلف لوگوں نے کام کیا، پور قاضی کے ایک صاحب حضرت مولانا عبداللطیف کی تجویز پر یہاں رہے۔ نذیر احمد والد عمران احمد نے بھی یہاں ملازمت کی ہم نے اپنے خاندانی تجربات ان ہی کے مشورہ سے تیار کرنے شروع کئے تھے۔

پیٹھا پورہ کے ایک صاحب مسمی عبدالشکور صاحب نے بھی اس دواخانہ میں کام کیا، یہ بڑی لگن اور محنت سے کام کرتے تھے۔ دواخانہ کی موجودہ ہیئت الماری اور کاؤنٹر عبدالشکور صاحب نے ہی اپنے حسنِ تدبیر سے بنوائے تھے۔ تقسیم سے قبل یہ پاکستان چلے گئے تھے۔ اب باغبانپورہ لاہور میں رہتے ہیں۔

دارالشفاء یعقوبی قائم ہونے کے بعد آپ نے اس کی شہرت و تشہیر کی غرض سے ایک کتابچہ ترتیب دے کر شائع کیا تھا جس میں طب یونانی کی متعدد ادویہ کی فہرست کے ساتھ ساتھ دارالشفاء کے قواعد و ضوابط بھی تحریر کیے تھے۔ ستر برس قبل شائع ہونے والا یہ کتابچہ ہماری فائل میں محفوظ ہے۔ یہاں اس کے پہلے صفحہ کا عکس دیا جاتا ہے۔

طب یونانی کی ان سریع التاثیر ادویہ کی مختصر

فہرست

جو سہارنپور کے مشہور عالم طبیب عالیجناب شیخ وقت حکیم باٹھے صاحب مرحوم مغفور کی بیاض خاص سے اخذ کی گئی ہیں اور جو زیر سرپرستی یگانہ روزگار عالیجناب حکیم سید محمد یعقوب صاحب مدظلہ العالی

دارالشفاء یعقوبی

محلہ مفتی سہارنپور میں

زیر نگرانی مولوی حکیم محمد ایوب صاحب مدظلہ نہایت اہتمام سے تیار کی جاتی ہے

حکیم محمد ایوب مالک منیجر دارالشفاء یعقوبی محلہ مفتی سہارنپور

والد محترم کے انتقال سے تین چار سال قبل آپ نے اپنا دواخانہ پورے طور پر سنبھال لیا تھا۔ صبح کے وقت مطب میں اور شام کو تصنیف تالیف میں لگے رہتے۔ حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے نواسے حافظ محمد یعقوب صاحب کو بھی طب سے لگاؤ تھا وہ اکثر دادا جان سے ملنے آتے رہتے۔ ایک مرتبہ مطب کے ساتھ تصنیف و تالیف اور مطالعہ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ ایک نئی چیز ہے۔

اس نشست گاہ کی جس میں دارالشفا العیقوبی قائم ہے اپنی مستقل تاریخ ہے۔ یہاں فن حدیث خاص کر فقہ حنفی پر موجودہ دور کا سب سے زائد وسیع و تحقیقی کارنامہ (تراجم الاحبار، تقیح الاغلاط الکتابیہ، حاشیہ طحاوی شریف) وجود میں آیا۔ یہاں تحقیق و جستجو کی راہ سے فن طب کے وجود کو تازگی و توانائی بخشی گئی۔ یہاں متعدد تحریکات کے اہم جلسے اور مختلف انجمنوں کے کتنے ہی پروگرام منعقد ہوئے، خالص علمی، مذہبی، اور خالص سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے یہ نشست گاہ بارہا سجائی اور سنواری گئی حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی رح کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کے متعدد اجلاس بھی یہاں ہو چکے ہیں۔ ۷، ار جمادی الثانیہ ۱۳۵۸ھ (۴ر اگست ۱۹۳۹ء) یوم جمعہ میں منعقد ہونے والے اجلاس دعوت الحق کی جملہ کارروائی حضرت شیخ، مولانا عبد اللطیف صاحب، مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب، مولانا زکریا قدوسی، مولانا ظریف احمد صاحب حکیم خلیل احمد صاحب دیوبندی رحمہم اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں اسی نشست گاہ میں ہوئی تھی جبکہ اس سے ایک ہفتہ قبل (۱۰ر جمادی الثانیہ ۵۸ھ میں) ہونے والے جلسہ دعوت الحق کی صدارت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے اور نظامت کے فرائض حضرت حکیم صاحب نے انجام دیئے تھے۔

فن طب میں اثر و رسوخ اور اہم معالجات

دواخانہ میں جو اہم مریض آتے اور ان کا مکمل علاج ہوتا ان کی مفصل رپورٹ آپ قلم بند کر لیتے۔ مریضوں کے پورے حالات، تشخیص، علالت اور ادویہ وغیرہ پر یہ رپورٹ ایک

مفصل کتاب ہے جسمیں اب بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

جن مریضوں کو ڈاکٹری علاج موافق نہیں آیا۔ اور انھوں نے طب یونانی کی طرف رجوع کرکے دارالشفار یعقوبی سے اپنا تعلق قائم کیا۔ ان کے حالات بھی اس کتاب میں محفوظ ہیں۔

محیرالعقول اور عجیب وغریب علاج کے چند واقعات داداجان زادمجدہٗ کے الفاظ میں اس کتاب سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

واقعہ[۱] مجھے شرح اسباب میں ایک عجیب حکایت دیکھنے میں آئی کہ بعض قابلہ عورتوں نے بیان کیا کہ بعض مرتبہ بچّہ بالکل مردہ پیدا ہوتا ہے اور کچھ دیر بعد شکم مادر سے ایک نور نکلتا ہے وہ بچّہ میں داخل ہوتا ہے۔ اسکے فوراً بعد ہی بچّہ میں آثار حیات پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ رونا اور ہاتھ پاؤں چلانا شروع کردیتا ہے۔

شرح اسباب کے مصنف لکھتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ وہ نور اس بچّہ کی روح ہوتی ہے بچّہ کو پیدائش کی اذیت سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ وقتی طور پر روح کو جسم سے علیحدہ کردیتے ہیں اور پھر وہ ولادت کے بعد بچّہ میں واپس آجاتی ہے۔ آگے چلکر لکھتے ہیں کہ جو بچّے اپنے وقت پر تندرست پیدا ہوں اور بظاہر مردہ ہوں ان کو ماں کے پاس سے ہٹانے میں جلدی نہ کریں۔

داداجان زادمجدہٗ اس حکایت پر اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔!

اس حکایت کو میں نے اپنے تجربہ میں صحیح پایا۔ ہماری نشست گاہ کے سامنے مشتاق احمد رہتے تھے وہ ایک مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ میرے یہاں لڑکا ہوا ہے مگر مردہ ہے کیا اسکی نماز جنازہ ہوگی۔؟ میرا ذہن فوراً شرح اسباب کے اس قصہ کی طرف منتقل ہوا۔ میں نے اُن سے کہا کہ پہلے میں اس بچّہ کو دیکھوں گا۔ میں اُن کے گھر گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ گھر والوں نے بچّہ کو مردہ سمجھ کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر باہر صحن میں لٹا رکھا تھا۔ اور اس حالت پر اس کو دو گھنٹے گذر چکے تھے۔ نرسیں اس بچّہ کا مصنوعی سانس جاری کرنے کی بھی کوشش کرچکی تھیں۔ بچّہ ہر اعتبار سے صحتمند اور طاقت ور تھا۔ میں نے کہا کہ اسکو اسکی والدہ کے پاس بغیر کسی کپڑے کے حائل کئے لٹا دیا جائے گھر والے چونکہ اسکو مُردہ سمجھ چکے تھے اسلئے ان کو تامل ہوا مگر میرے اصرار پر وہ راضی ہوگئے۔ دو گھنٹے تک میں نے اس کو اسکی والدہ کے پاس لٹانے کو کہا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اسکے والد آئے اور کہا کہ بچّہ میں کچھ کچھ سانس کی آمد ورفت شروع ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کہ اسکو تھوڑا سا زمزم پلا دو زمزم دینے کے کچھ دیر بعد اسکے والد دوبارہ آئے اور کہا کہ بچّہ اب اچھی طرح سانس لے رہا ہے

چنانچہ رفتہ رفتہ اسمیں آثار حیات آتے چلے گئے۔ اس بچہ کا نام نصیر الدین رکھا گیا۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء کا ہے۔

تقسیم کے بعد یہ اپنے والدین کے ہمراہ گوجرانوالہ چلا گیا۔ اور اب ماشاء اللہ کئی بچوں کا باپ ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے میں دایہ کو مستقل اسکی ہدایت دیتا ہوں کہ جو بچے صحت مند ہوں اور بظاہر مُردہ نظر آتے ہوں ان کو اپنی ماؤں سے جلدی علیحدہ نہ کیا کریں۔

واقعہ (۲) راجہ رام پسر سکھ رام۔ ساکن کھالہ پار مجمزان متصل ہیٹ ہاؤس۔ قوم نجار۔ عمر تقریباً ستر سال۔ ۲۶ محرم ۱۳۸۰ھ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء۔

اس مریض کو دکھلانے کیلئے اس کا بہنوئی مجھے اپنے مکان پر لے گیا۔ مریض کو دیکھا گیا۔ یہ شخص پتلا دُبلا آدمی تھا۔ مرض کی کیفیت یہ تھی کہ کوئی ادنیٰ سی حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ ذرا حرکت کرنے سے پیٹ میں کوئی چیز ایسی کھنچتی تھی کہ اس سے سخت اذیت ہوتی تھی۔ ڈھڈی پر جاکر اس کا جھٹکا سختی سے لگتا تھا۔ جیسے بجلی کا کرنٹ، اجابت ازخود بالکل نہیں ہوتی تھی۔ دواؤں کے ذریعے بالکل خشک ڈھیلے کی شکل میں ہوتی ــــ بھوک قطعاً ندارد۔ چائے یا دودھ یا سنترہ کھا لیتا۔ کرب اور گھبراہٹ اور درد کی اذیت سے نیند قطعاً نہیں آتی تھی دو ماہ تک شہر کے مشہور ترین ڈاکٹر صاحب کا علاج کیا گیا، اسکے بعد مختلف مقامات پر لیجاکر ڈاکٹری یونانی۔ دیدک معالجہ کرایا گیا۔ تقریباً پانچ مہینے اسی بیماری اور کشمکش میں گذرے، تمام علاج ابتک بے سود ثابت ہوئے۔ مرض تو لنج تنقلی تشخیص کیا گیا اور اسی کے مطابق نسخہ تجویز کیا گیا۔ ابتدا میں ینبے اور تمکید (سکائی کرنے) کی دوا دی گئی۔ اور چونکہ مریض انتہائی کمزور ہو چکا تھا۔ تقویت کے لئے خانہ ساز خمیرہ جات دوا ء المسک وغیرہ ادویہ دی گئیں۔ چار پانچ روز علاج کا سلسلہ جاری رہا مریض نے آہستہ آہستہ کروٹ لینا شروع کر دیا۔ جسمیں اسے کوئی جھٹکا نہیں لگا۔ اور چند ہی روز کے اندر مرض بالکل ختم ہو گیا۔ اس کے بعد مزید کچھ روز تک معدہ وجگر کی اصلاح و تقویت کے لئے جوارش جالینوس اور دوا ء المسک وغیرہ مقوی دوائیں چلیں۔

واقعہ ۳۔ محمد عباس پسر محمد حنیف قصاب محلہ ڈھولی کھال۔ عمر بیس سال۔ دو سال سے بائیں کوکھ میں درد اور جسمیں ہر وقت رہتی تھی۔ دس بارہ روز میں ایک دو وقت درد کا بڑھ جاتا تھا جس کیلئے ڈاکٹر انجکشن لگا دیتے تھے جس سے ایک دن رات سکون رہتا۔ اس کے بعد پھر درد شدید ہو جاتا۔ دورہ آٹھ دس دن رہا کرتا تھا۔ دو سال تک مسلسل ڈاکٹری علاج رہا۔

جسمیں باوجود غربت کے ایک ہزار سے زائد روپیہ خرچ ہوا۔ اور قیمتی قیمتی دوائیں روزانہ کی چلتی رہیں مگر سب بے سود رہیں۔ آخر کار ڈاکٹر صاحب نے سپتھری تجویز کی اور ایکسرے کی رائے دی۔ مریض نے مایوس ہوکر یونانی علاج شروع کیا۔ ۱۵، نومبر ۱۹۶۰ء کو یہ مریض مطب میں آیا نبض و قارورہ اور پیٹ وغیرہ دیکھنے اور حالات معلوم کرنے کے بعد تشبث اخلاط غلیظہ ورم امعاء تشخیص کیا گیا۔ مادہ کے نضج اور انقطاع کے لئے منضج بلغمی چار روز تک پلایا گیا۔ اسکے بعد اودیہ مسہلہ کا اضافہ کیا گیا۔ جس سے بہت سخت متعفن دست آئے جسمیں غلیظ قسم کا مادہ خارج ہوا۔ اسی طرح کچھ روز تک ان ہی کا استعمال رہا اور ہفتہ عشرہ میں بحمد اللہ مریض تندرست ہوگیا۔ لیکن مرض کی شدت و امتداد کی وجہ سے معدہ و جگر کی تقویت کے لئے جوارش کمونی و جوارش جالینوس خانہ ساز اور تمام اعضاء کی تقویت کے لئے خود کشتہ ماء اللحم وغیرہ تجویز کردیا گیا۔ ایک سال بعد مریض ملنے کے لئے آیا۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ اب تک درد کا دورہ بحمد اللہ نہیں ہوا۔

واقعہ ۴: پریم ناتھ پسر لیکھراج داج مین ملازم ریلوے، خلاصی لائن سہارن پور، عمر تقریباً بائیس ۲۲ سال۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو مطب میں آیا اور بیان کیا کہ دس ۱۰ روز سے پاخانہ میں بکثرت خون آرہا ہے۔ ڈاکٹری علاج رہا۔ کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ نسخہ تجویز کیا گیا۔ اپنے یہاں کا مرکب حابس الدم ثلاثہ مناسب خیسانده کے ساتھ پہلے دن دیا گیا۔ اگلے روز آکر بیان کیا کہ خون بالکل بند ہوگیا۔ لہٰذا دوا بند کردی گئی۔

واقعہ ۵: یشپال ولد ہنسراج ملازم ریلوے ساکن خلاصی لائن سہارن پور۔ عمر تقریباً پندرہ ۱۵ سال۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء۔ اس مریض کے تمام بدن پر تین تین چار چار انچ چوڑے داد پھیلے ہوئے تھے۔ کوئی حصہ بدن کا ان سے خالی نہ تھا۔ اس مرض کی ابتداء اب سے دس ۱۰ ماہ پہلے ہوئی تھی، ریلوے کے ہسپتال کے علاوہ متعدد بڑے بڑے ڈاکٹروں کا علاج کرایا گیا جب فائدہ کی کوئی صورت ظاہر نہ ہوئی تو آخر میں ڈاکٹروں نے قطعاً جواب دیدیا کہ یہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ مجبوراً یونانی علاج کی طرف رجوع کیا۔ نسخہ تجویز کیا گیا۔ ایک ہفتہ مصفی خون دوا پلائی گئی جس کے ذریعہ سے سارا مواد مریض کے بدن سے خارج ہوگیا۔ اور رفتہ رفتہ فائدہ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ مزید یہی دوا دی گئی۔ الغرض تین ہفتہ میں مریض کا بدن نشانات اور دادوں سے بالکل پاک صاف ہوگیا۔

واقعہ ۶ :۔ ماسٹر عبدالحق ساکن سہارنپور۔ محلہ خمران ملازم ریلوے متصل مسجد گھوسیان ۔ ۷ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء یوم یکشنبہ۔

حافظ عبدالرزاق صاحب میونسپل کمشنر سہارنپور آئے اور کہا کہ میرا چھوٹا بھائی بیمار ہے۔ ۲۵ روز سے پیشاب بند ہے۔ ڈاکٹروں نے ایکسرے کے ذریعہ معلوم کیا اور پتہ لگایا ہے کہ اسکے دو پتھریاں ہیں۔ ایک گردہ میں اور ایک مثانہ میں۔ ابتداء میں فلاں ڈاکٹر صاحب کا علاج رہا۔ اسکے بعد فلاں کا۔ اسکے بعد ہسپتال میں داخل کر دیا گیا، جہاں وہ پانچ روز رہا انجکشن اور مکسچر ہر قسم کی تدابیر کی گئیں مگر پیشاب نہیں ہوا۔ ایک روز صرف تین چار قطرے آئے تھے۔ وہاں سے مایوس ہو کر دہرہ دون کے ہسپتال لیجایا گیا۔ ان لوگوں نے بھی انجکشن پر انجکشن لگائے اور ظاہری تدابیر بھی کیں۔ مریض کو اوندھا لٹا دیا اور کمر پر گردہ کی جگہ لاتیں ماریں۔ جس سے مریض کو سخت تکلیف پہنچی اور فائدہ ذرہ برابر نہیں ہوا۔ نیز معلوم ہوا کہ مریض کے لڑکے سے باقاعدہ تحریری اجازت لے کر چھوٹا آپریشن بھی کیا تھا۔ پیڑو میں آپریشن کر کے ربڑ کی نلکی داخل کی گئی اور پتھری کو توڑنے کی اور پیشاب ٹیوب کے ذریعہ نکالنے کی کوشش کی گئی جسمیں ایک گھنٹہ چالیس منٹ لگے۔ لیکن نہ پتھری کا کوئی ریزہ نکلا اور نہ پیشاب کا ایک قطرہ۔ پھر سہارنپور ہی واپس لانے کا خیال ہوا۔ لیکن مریض اسقدر کمزور تھا کہ ہمت نہ ہوتی تھی اور اندیشہ تھا کہ کہیں راستہ ہی میں نہ ختم ہو جائے۔ مگر بہرحال یہاں لانا تھا ہی خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے چل پڑے۔ شام یہاں پہنچے ہیں۔ آپ کا علاج کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے ۹ بجے صبح مریض کو دیکھا جو آنکھیں بند کئے پڑا تھا اور اخیر تک ایسے ہی پڑا رہا۔ البتہ زبان سے اتنا کہا کہ سینے میں سخت جلن ہے۔ بقیہ احوال دوسرے آدمیوں نے بیان کئے اور کہا کہ ۲۳۔۲۴ روز سے دودھ چائے یا اور کوئی چیز غذا کی قسم سے کچھ نہیں کھائی جا سکی۔ کیونکہ جو چیز دی جاتی ہے فوراً نکل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک چمچہ پانی ہو وہ بھی قے ہو جاتا ہے۔ جس کے ساتھ سبز قسم کا پانی نہایت تلخ نکلتا ہے۔ دہرہ دون سے روانہ ہونے سے قبل ۴ بجے مریض کو بجائے پیشاب کے خالص خون آدھ پاؤ کے قریب ہوا تھا۔ اور آج صبح ۶ بجے پاؤ بھر سے زیادہ خون آیا ہے۔ یہ خون میں نے دیکھا تو بہت غلیظ نہایت درجہ سیاہ رنگ کا تھا۔ پیاس بھی خوب تھی اور نبض عظیم تھی۔ میں نے سب سے مقدم قے بند کرنے کی تدبیر اختیار کی۔ قے کا سبب وہ صفراء زنگاری تھا جو انجکشنوں کی حدت اور گرمی کی شدت سے پیدا ہو گیا تھا۔ اسی کے اجتماع سے سینہ میں

سوزش اور جلن تھی۔ صبح پھر مریض کو جا کر دیکھا معلوم ہوا کہ ۱۲ بجے شب میں مریض کو پھر پاؤ بھر کے قریب خون آیا۔ اس کے ۲ گھنٹے بعد پیشاب ہو گیا۔ لیکن اسمیں خون کی خوب آمیزش تھی کچھ وقفہ کے بعد پھر پیشاب ہوا۔ جسمیں خون کی آمیزش کم تھی۔ اسکے کچھ دیر بعد پھر پیشاب آیا جسمیں خون کی آمیزش برائے نام ہی تھی۔ اسکے بعد ۹ مرتبہ کچھ کچھ وقفہ کے بعد پیشاب ہوتا رہا۔ جو بالکل صاف تھا اور ہر مرتبہ کی مقدار ۴۔ ۵ چھٹانک سے کم نہ ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ قے اب دیر میں ہو رہی ہے۔ پانچ مرتبہ دوا دینے کے بعد ایک مرتبہ ہو جاتی ہے۔ نبض بجائے عظیم اور متواتر کے متفاوت تھی، اور عظم بھی بہت کم ہو گیا تھا۔ پیشاب ہونے کے باعث ضعف تھا اور چہرہ بہت اتر گیا تھا۔ مریض آنکھیں بند کئے لیٹا رہا۔ کوئی بات نہیں کرسکا ضعف اور پیاس کی غرض سے نیز مانع قے ہونے کے پیش نظر قندھاری انار کا آدھ پاؤ پانی دوا میں ملا کر دینے کی ہدایت کی۔ ۴ بجے شام کو بتایا گیا کہ قے صرف ایک مرتبہ ہوئی اور سینہ کی جلن میں بہت کمی ہے۔ دوا کے ساتھ آدھ پاؤ انگور کا پانی اور ایک سیب کا پانی اضافہ کیا اور خمیرہ مروارید میں جواہر مہرہ —— ملا کر دیا گیا۔ کیونکہ اتنی کثیر مقدار خون نکلنے سے نیز پیشاب کی کثرت سے نقاہت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ نیند بالکل مفقود تھی۔ ۲۴ گھنٹے میں دس بارہ منٹ کو غنودگی سی ہو جاتی تھی۔ نیند کا حال اب بھی دہی ہے۔ چار روز تک یہی دوا اور آبہائے میوہ جات دیئے گئے۔ اس دوران میں ایک اجابت ہوئی اور پیشاب صاف بلا اذیت ہوتا رہا اور نیند آدھ گھنٹہ آنے لگی۔ اسکے بعد ایک چھٹانک کی مقدار میں دودھ پانچ مرتبہ دیا جانے لگا اور چائے صبح شام ایک ایک پیالی۔ دو روز کے بعد انگور اور انار کا پانی بند کر دیا گیا اور جواہر مہرہ اور خمیرہ مروارید دونوں وقت کر دیا گیا جو اب تک گرمی کے خیال سے صرف ایک وقت دیا جا رہا تھا۔ دو روز کے بعد یخنی جوزۂ مرغ ایک ایک چھٹانک صبح و شام دی جانے لگی اور دو روز کے بعد شوربا بلا مرچ اور مزید دو روز کے بعد صبح کو شوربا دیا گیا اور شام کو روٹی کا پاپڑ اسمیں بھگو کر۔ ضعف میں اب کچھ کمی ہوئی پہلے بالکل بیٹھنا ناممکن سا تھا۔ پھر تکیہ لگا کر ۴۔ ۵ منٹ بیٹھنے لگے اور آج کے بیان کے موافق ۱۵ منٹ بیٹھے رہے۔ نسخہ بالا آٹھ روز تک جاری رہا۔ اسکے بعد ایسی حالت ہو گئی کہ گھر میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے اور دوا بند کر دی گئی۔

واقعہ ۷۔ رامانند، ساکن ٹلخران گھیر شیرہ والا، سہارنپور۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۴ء تین ماہ سے مسلسل درد شکم کبھی دائیں جانب۔ کبھی بائیں جانب۔ ڈاکٹری علاج کرائے گئے، انجکشن

بھی گئے۔ جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو ایکسرے کرایا گیا۔ کوڑی کے برابر پتھری بتلائی گئی، ڈھائی ماہ تک پتھری کا علاج رہا۔ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپریشن تجویز کیا مگر اس کیلئے مریض آمادہ نہ ہوا۔ اور ہمارا علاج شروع کیا۔ دوا پینے سے قے ہو جاتی اور نیند بالکل رات بھر نہ آتی۔ مرض کی تشخیص کے بعد نسخہ تجویز کیا گیا۔ ادویہ مسہلہ دی گئیں جن سے دو بہت بڑے بڑے جون نکلے اور درد اسی وقت موقوف ہو گیا۔

واقعہ ۸ : انعام فاطمہ دختر رحمت اللہ۔ محلہ ٹوپیہ سرائے سہارنپور۔ یکم ستمبر ۱۹۶۹ء۔ اس لڑکی کی عمر تقریباً تیرہ ۱۳ سال ہے۔ اس نے رات کے وقت کاغذی لیمو چوسا، صبح کو گلا دکھنے لگا۔ پھر بخار آگیا۔ ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا۔ بخار تو چھوٹ گیا۔ لیکن پانی پیتے وقت کچھ پانی ناک میں کو بھی نکل جاتا ہے اور بہت زیادہ گونگا پن ہو گیا۔ پندرہ ۱۵ روز تک علاج کیا جس پر کافی خرچ آیا مگر کوئی آرام نہ ہوا۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ اس کو فوراً دہلی کے ہسپتال میں داخل کرادو۔ وہاں بجلی سے علاج ہو سکتا ہے یہاں پر اس کا علاج ممکن نہیں۔ مریضہ کے سرپرستوں نے غربت کا اظہار کیا۔ اور دیسی علاج کرانے کا خیال ظاہر کیا ڈاکٹر صاحب نے مخالفت کی اور کہا کہ دیسی علاج معالجہ کے بس کا مرض نہیں ہے۔

اس کے بعد مریض کو علاج کی غرض سے مطب میں لایا گیا۔ مرض کی تشخیص کے بعد دوا تجویز کی گئی اور علاج شروع ہوا۔ تین تین روز کی دوا دی گئی۔ کچھ فرق محسوس ہوا۔ پھر مزید تین دن کے بعد بین فرق ہوا۔ پھر تین روز کی دوا سے گونگا پن بھی بالکل ختم ہو گیا اور پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ روز میں بفضلہ مریضہ بالکل تندرست ہو گئی۔

واقعہ ۹ : حکیم صاحب زاد مجدہٗ کے ایسے معرکۃ الآرا علاج کئی سو کی تعداد میں ہیں جن میں آپ نے طبی حذاقت، مہارت، فنی تجربات اور ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خطرناک اور پیچیدہ امراض پر قابو پایا۔ اور شافیٔ مطلق نے مریضوں کی جان بخشی کرتے ہوئے آپ کے ہاتھوں ان کو شفا اور صحت عطا فرمائی۔ اس سلسلہ کے چند واقعات ابھی آپ پڑھ چکے۔ اب یہاں وزیر تعلیم اتر پردیش جناب اچاریہ جی جگل کستور کے بھائی جناب ددار کا ناتھ صاحب کے علاج و معالجہ کی تاریخ پیش کی جاتی ہے جو اپنے روزنامچہ میں دادا جان زاد مجدہ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے۔

ددار کا ناتھ ساکن بنجیٹر کلاں ضلع سہارنپور۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۰ مئی

۱۹۶۳ء بروز جمعہ۔ ان کا جدی وطن بیہٹ ہے لیکن ۳۵ سال سے کلکتہ میں کاروبار کرتے ہیں۔ آٹھ دس روز سے وطن آئے ہوئے تھے۔ چھ مئی کو دفعۃً نکسیر جاری ہوگئی۔ نواب نور الرحمٰن صاحب سے ہم وطن ہونے کے سبب قدیم تعلقات تھے وہ اپنی کار میں سہارنپور لائے۔ دال منڈی کے قریب کٹہرہ حافظ نور احمد کے بالائی کمرہ میں قیام کیا۔ شہر کے مشہور ترین ڈاکٹر صاحب جو مطب میں مریض کو دیکھنے کی بہت بڑی فیس لیتے ہیں، بلایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کسی کو مکان پر دیکھنے تشریف نہیں لیجاتے مگر تعلقات اور بڑی جگہ ہونے کی وجہ سے خصوصی کرم فرمایا۔ تشریف لائے۔ دیکھا دوادی گئی کچھ فائدہ نہ ہونے پر دوسرے مشہور ڈاکٹر صاحب کو دکھلایا گیا۔ انجکشن لگایا۔ دوا پلائی کھلائی۔ کچھ فائدہ نہ ہونے پر وہ خود ایک اسسٹینٹ سرجن کو جو سابق میں سہارنپور کے ہسپتال میں عرصہ تک کام کرچکے ہمراہ لائے۔ دونوں نے باہمی مشورہ سے دوا تجویز کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ نکسیر مسلسل جاری رہی۔ ۱۰ مئی کی صبح کو ناک میں روئی رکھوائی گئی۔ پانچ گھنٹے تک ناس بند ہونے کی وجہ سے خون نکلنے کا راستہ ہی بند ہوگیا تو خون نہیں آیا۔ لیکن اسکے بعد دوسری ناس سے آنے لگا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا، انھوں نے روئی ناس سے نکلوادی خون جو رکا ہوا تھا ایکدم بہہ پڑا۔ گھر کے تمام آدمی خوفزدہ ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب خود بھی گھبرا گئے اور فرمایا کہ اُن کا علاج یہاں ممکن نہیں ان کو دہلی فلاں ہسپتال لیجایئے۔

لالہ شنکر لال آڑھتی (مالک شنکر منڈی نزد پل خمران سہارنپور) جو مریض کے احباب میں سے تھے، انھوں نے مریض سے کہا کہ حسن حکیم صاحب کا میں علاج کرایا کرتا ہوں اگر آپ لوگ کہیں تو ان کو بلالاؤں۔ چونکہ دہلی لیجانے کے انتظامات میں دیر تھی۔ اسلئے مجھ کو بلایا گیا۔ ساڑھے تین بجے شنکر لال میرے پاس آئے اور کہا کہ ایک مریض کو پانچ روز سے نکسیر جاری ہے، ذرا چلکر دیکھ لیں۔ چنانچہ دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص عمر ستر بہتر سال جس کے گرد ایک مجمع لگا ہوا ہے۔ ایک شخص پیشانی پر برف کے پانی میں کپڑا بھگو بھگو کر رکھ رہا ہے اور دوسرا ناک پر۔ خون سرخ رنگ کا ہے۔ نبض نہایت عظیم۔ میں نے دریافت کیا

کیا انھوں نے کریلے کی ترکاری کھائی تھی۔؟ مریض نے خود بیان کیا کہ بیٹھیر میں رہتے ہوئے چار پانچ روز تک لگاتار کریلے کھانے میں آئے۔ میں نے اوّلاً بازو اور رانیں خوب کس کر بندھوائیں اور تولیہ میں برف لیکر سر پر رکھوایا۔ پہلی تدبیر سے خون کا امالہ دوسری جانب ہو گیا اور دوسری تدبیر سے خون میں غلظت اور فوہات عروق میں انقباض پیدا ہوا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر بفضلہٖ تعالیٰ خون بند ہو گیا۔ اسکے بعد مطب میں آکر جو دوائیں اس باب میں بالخاصہ مؤثر ہیں دی گئیں۔

صبح معلوم ہوا کہ رات مریض کے چھوٹے بھائی اچاریہ جگل کشور جو یو، پی کے وزیر تعلیم ہیں، لکھنؤ سے آئے ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹروں کے جواب دینے پر ان کو خطرناک حالت کی اطلاع دی گئی تھی۔ آٹھ بجے جب مریض کو دیکھ کر مکان پر واپس آگیا تو وزیر صاحب کا آدمی آیا اور کہا کہ "اس وقت مجھے ڈاک بنگلہ سے مریض کے پاس آنے میں ذرا دیر ہو گئی اور آپ مریض کو دیکھ کر واپس آگئے" اگر ہو سکے ۱۲ بجے مریض کے پاس تشریف لائیں، میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہلا بھیجا کہ وہ وقت میرے آرام کا ہے اس وقت میں لیٹ جاتا ہوں۔ البتہ حسب معمول ۴ بجے میں مریض کو دیکھوں گا اس وقت ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چار بجے وزیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ شنکر لال بھی موجود تھے، انھوں نے وزیر صاحب کو ہمارے خاندانی بعض واقعات سنائے۔ اسی دوران میں انھوں نے اچاریہ جی کی اس خواہش کا بھی ذکر کیا کہ میں مریض کو نینی تال لیجانا چاہتا ہوں۔ پانچ چھ روز کیلئے آپ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں۔ میں نے عذر پیش کر دیا۔ میں نے کہا ابھی مریض کی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اتنا لمبا سفر کر سکے۔ ابھی تو ان کو از خود اٹھکر بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں۔

شوال ذی الحجہ مطابق گیارہ مئی میں بعد مغرب مولانا اکرام الحسن صاحب کی موجودگی میں اس مریض کا تذکرہ حضرت شیخ مدظلہ کی مجلس میں آگیا۔ میں نے کہا کہ مریض کے بھائی وزیر تعلیم جب وہ سہارنپور آئے ہوئے ہیں، کیا اچھا ہو اگر ان کو اس موقعہ پر مدرسہ دکھلا دیا جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا ضرور دکھلاؤ۔ لیکن پھر فوراً ہی فرمایا کہ

اسمیں ایک اندیشہ ہے کہ مدرسہ کے اسٹرائیکی طلبہ ان کو غلط سلط باتیں نہ پہنچائیں جیسا کہ انھوں نے سید بدرالدجیٰ صاحب وغیرہ کو پہنچائی تھیں، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ تم کل شام کو ان کو چائے کی دعوت دیدو، چنانچہ جب میں مریضہ کو دیکھنے گیا تو ان کو چائے کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی، واپس آکر حضرت شیخ کو اطلاع دی تو فرمایا، مُبارک ہو۔

اچاریہ جی ہمارے مدعو کرنے پر، ار ذی الحجہ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۴۳ء میں مکان پر آئے نواب نورالرحمٰن صاحب بھی مدعو تھے، سیٹھ بھگوان داس چیرمین کے بھائی کو اچاریہ جی خود اپنے ہمراہ لائے تھے اور کلکٹر صاحب، کپتان صاحب اور سٹی مجسٹریٹ صاحب کو بھی مدعو کیا گیا۔

۱۹ ذی الحجہ ۱۴ مئی میں مریض کے رشتہ دار بذریعہ ہوائی جہاز کلکتہ سے دہلی اور وہاں سے سہارنپور آئے، صبح جب میں مریض کو دیکھنے گیا تو ان لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے مریض سے تنہائی میں کہا کہ آپ اپنے ان آنیوالے عزیزوں سے مشورہ کر لیجئے کہ یہ علاج جاری رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مریض نے جواب دیا کہ ان نوعمروں سے کیا مشورہ کروں، اس علاج سے جس قدر فائدہ ہوا ہے وہ ہر شخص پر ظاہر ہے۔ علاج تو یہی کرنا ہے۔

۲۲ ذی الحجہ میں مریض کی طرف سے عمدہ قسم کی مٹھائی آئی جو گھروں میں اور مسجد میں تقسیم کر دی گئی۔ ۲۶ ذی الحجہ میں تمام پرہیز وغیرہ ختم کر دیئے گئے ۲۸ ذی الحجہ ۲۳ مئی پنجشنبہ میں مریض کا بالکل صحت یاب ہونے کے بعد نینی تال کیلئے رخصت ہوئے۔ معدہ و جگر کی اصلاح و تقویت کیلئے جوارش جالینوس ساتھ کر دی گئی۔ نیز عام جسمانی کمزوری، دل و دماغ کی تقویت کے لئے خانہ ساز خمیرہ مروارید جواہر کی بھی ہمراہ دیا گیا۔ ۱۳ جون کو آنند پرکاش جو مریض کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ کلکتہ سے ان کا خط آیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

جناب حکیم صاحب، آداب عرض۔

گذارش خدمت یہ ہے کہ ہم لوگ اٹھائیس مئی کو کلکتہ بخیریت پہنچ گئے۔ میرے پھوپا جی کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے اور کسی قسم کی کوئی شکایت ان کو اس وقت

نہیں ہے۔ ایک ہفتہ کے لیے رانچی آرام کے لئے چلے گئے، دوائی (خمیرہ مروارید جواہری) کا استعمال جس طرح آپ نے فرمایا تھا، برابر اسی طرح چل رہا ہے۔ جوارش جالینوس آپ نے کس طرح فرمائی تھی وہ تحریر کرکے خبر دینے کی تکلیف کریں۔ آپ کی دوائی نے جادو کا کام کیا، اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ جس بیماری کو ڈاکٹر لوگوں نے اتنا اہم بتلایا، آپ کی تجویز نے جادو کا کام کیا۔ باقی سب خیریت ہے۔ میرے لائق خدمت۔

نیاز مند:۔ آنند پرکاش اگروال

۱۳ پارک اسٹریٹ کلکتہ ۱۰-۶-۱۹۶۲ء

چند تجربات اور جدید اکتشافات

داداجان زاد مجدہٗ کی تمام زندگی چونکہ طب یونانی سے وابستہ ہوکر گذری اور اس فن سے متعلق کتابوں کا مطالعہ اور مختلف مریضوں کے حالات کا آپ ہمیشہ تجزیہ کرتے رہے اور واردین و صادرین کے واقعات اور ان کی بیماریوں کے اُتار چڑھاؤ، علاج کے تغیر و تبدل سے پیدا ہونے والی کیفیات پر گہری نگاہ رکھتے رہے۔ اس بنا پر ان کو اس فن سے متعلق تجربات اور اکتشافات بھی بہت ہوئے، ہم یہاں مختصراً ان کا تذکرہ ان ہی کے الفاظ میں کرتے ہیں۔

(۱) مجھے تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ اگر معدہ میں دودھ یا خون جم جائے تو اس سے بیہوشی طاری ہوجاتی ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ انگور کی لکڑی جلا کر اس کی راکھ پانی میں گھول کر پلادی جائے اس سے انجماد ختم ہوکر سیلانیت پیدا ہوجائے گی۔

نیز دودھ اگر معدہ میں جم جائے تو پنیر کھلا دیا جائے۔ اسمیں عجیب تاثیر یہ ہے کہ دودھ پی کر اگر پنیر کھائیں تو دودھ منجمد ہوجائے گا۔ اور اگر دودھ پہلے سے منجمد ہو تو پنیر کھلانے سے اسمیں سیلانیت پیدا ہوجائے گی اور وہ نکل پڑے گا۔ اطبائے یونانی کی یہ تحقیقات قابل فخر ہیں۔

(۲) ہیضہ کے مرض میں میرا معمول یہ ہے کہ نسخہ کے استعمال سے قبل بڑے منہ کی بوتل میں برف بھر کر اسکو مریض کے معدہ پر رکھوا دیتا ہوں اور پھر آدھ گھنٹہ بعد دوا کا استعمال کراتا ہوں اس تدبیر سے قے فوراً بند ہوجاتی ہے اور معدہ کی حدت (جس کی وجہ سے وہ کوئی چیز قبول نہیں کرتا) ختم ہوجاتی ہے بغیر اس تدبیر کے جو بھی دوا دی گئی وہ مرض پر اثر انداز ہونے سے قبل ہی نکل جاتی تھی جس کی وجہ سے علاج میں بڑی دشواری ہوتی۔ ہیضہ کے خواص میں سے ہے کہ معدہ کی قوتِ دافعہ اس قدر شدید ہوجاتی ہے کہ جو کچھ اسمیں یا جگر حتیٰ کہ جو کچھ عروق میں ہوتا

ہے سب کو باہر نکال دیتا ہے اور پھر رطوبات اصلیہ نکلنی شروع ہوجاتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آنکھیں گہرائی میں اتر جاتی ہیں اور اسکے چاروں طرف حلقے پڑجاتے ہیں اور اسی میں مریض ختم ہوجاتا ہے۔ برف سے معدہ کو ٹھنڈا کرنے کے بعد انجکشن وغیرہ کے ذریعہ پانی بدن میں چڑھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

(۳) معدہ کو رطوبات فضلیہ سے پاک وصاف کرنے کیلئے اطباء کے یہاں دو چیزیں ہیں۔ یا تو اسہال کے ذریعہ اسکا اخراج یا پھر قے کے ذریعے۔ لیکن آج کل طبائع اس قسم کی چیزوں سے گھبراتی ہیں۔ اسلئے ہم نے ایک مرکب تیار کیا جس کا نام "لعاب آور" ہے۔ اسکو زبان پر ملنے سے حلق سینہ اور معدہ کی رطوبات منھ کے راستہ سے خارج ہو کر معدہ صاف ہوجاتا ہے۔ بھوک بھی کھل جاتی ہے اور ہاضمہ بھی صحیح ہوجاتا ہے۔ معدہ اور غذا کے درمیان اگر کوئی چیز حائل نہ ہو تو غذا خوب ہضم ہوتی ہے۔ کیونکہ معدہ کا جس قدر اتصال غذا کے ساتھ ہوگا ہضم میں اتنی ہی جودت پیدا ہوجائے گی۔

(۴) ضعف دماغ کے لئے ایک خمیرہ کی ترتیب ذہن میں آئی۔ مختلف تجربوں کے بعد اس کو آخری شکل دی گئی۔ اسمیں مربہ آملہ۔ مغز بادام۔ مغز تخم کدو۔ مغز تخم تربوز۔ خشخاش۔ الائچی جیسے اجزاء شامل ہیں۔ دماغی، جسمانی حرارت اور ازالۂ صحت کے لئے یہ عرصۂ دراز سے بہت مفید ثابت ہورہا ہے۔ ایک کشمیری شخص کو کئی ماہ سے ڈاکٹر اور دیگر اطباء دق بتلا رہے تھے۔ اس خمیرہ کے استعمال سے تندرست ہوگیا۔ اور اس کی حرارت زائل ہوگئی۔ ضعف دماغ کی وجہ سے جو فساد فکر اور خشکی کی وجہ سے بے خوابی اور قلت خون کی وجہ سے جو گھبراہٹ ہوتی ہے ان سب کا ازالہ الحمدللہ اس خمیرہ سے ہوجاتا ہے۔

(۵) اسی طرح ضعف دماغ اور بے خوابی کے ازالہ کیلئے ایک تیل تیار کیا جو سر پر مالش کیا جاتا ہے یہ بھی بے حد مفید ثابت ہوا۔ بہت سے لوگوں نے اس کے مفید اور زود اثر ہونے پر تصدیق و توثیق کی۔ اس کے اجزاء مغز تربوز۔ خشخاش، روغن کنجد وغیرہ ہیں۔ روغن مقوی دماغ اس کا نام ہے۔ بہت سے لوگوں نے یہاں تک کہ اہل علم اور اکابر نے بھی اسکی تعریف کی۔

(۶) تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ تبخیر معدہ جس کو ڈاکٹر صاحبان گیس سے تعبیر کرتے ہیں اسمیں ہاضمہ کے لئے گرم چیزیں دینا بہت زیادہ مضر ہے۔ اسلئے ایک ایسا مرکب بنایا گیا جو بہت معتدل ہے اسمیں سماق انار دانہ، الائچی خورد وغیرہ متعدد اجزاء ہیں، کھانے کے بعد اس کا استعمال

گیس اور تبخیر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۷) دل و دماغ سے گرمی دور کرنے، گھبراہٹ واختلاج کو ختم کرنے کے لئے خمیرہ مفرح خاص اور حب جواہری خاص الخاص تیار کیا۔

(۸) نظام ہضم کو درست کرنے اور معدہ و جگر کی اصلاح کے لئے سفوف فلافلی، سفوف گل، ہاضم قبض کشا اور سفوف ہاضم قابض تیار کئے۔ یہ مرکبات بفضل تعالیٰ پیٹ اور معدہ کے تمام امراض کے لئے مفید و مجرب ہیں۔

(۹) اسی طرح خون کی خرابی، گرمی اور اس سے پیدا شدہ خارش کے دفعیہ کیلئے معجون مصفی الدم تیار کی گئی۔

(۱۰) جوانی کی بے احتیاطیوں اور بے اعتدالیوں کے مضر اثرات ختم کرنے کیلئے سفوف شاہانہ، معجون مقوی، بادنخودی، روغن اصفر بڑے اہتمام سے قدیم نسخوں کو سامنے رکھ کر تیار کرائے۔

(۱۱) خاص مستورات کے لئے تریاق الرحم، روغن عجیب اور روغن سیاہ تیار ہوئے۔

(۱۲) جوڑوں اور کمر کے درد، پھوڑے، پھنسی کے لئے روغن سبز، قیروطی، مرہم برص معجون برص بنائے گئے۔

(۱۳) ۱۹۳۵ء میں تمام امراض چشم کی رعایت رکھتے ہوئے ایک سرمہ بھی تیار کیا تھا۔ یہ بہت اہتمام سے اپنے جملہ اکابر کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا۔ اسی سرمہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس دہلوی کا ایک گرامی نامہ یہ آیا تھا۔

"عنایت فرمائم جناب حکیم ایوب صاحب زاد عنایاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عرض آنکہ بندہ نے آپ کے سرمہ کی بہت تعریفیں سُنی ہیں۔ براہ کرم بندہ کے واسطے دو سُرمہ کی شیشیاں کسی ذریعہ سے روانہ فرمادیں۔ مہربانی ہوگی۔

فقط والسلام بندہ محمد الیاس عفی عنہ
بقلم حبیب الرحمٰن عفی عنہ
۸-۳-۱۹۳۸ء

بیعت وارادت اوراد و معمولات

۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں لکھنؤ جانے سے قبل آپ حضرت اقدس سہارن پوری نوراللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت نے تسبیحات فاطمہ تلقین کی، بیعت کرنے سے

قبل حضرت نے استخارۂ مسنونہ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے تعمیلِ ارشاد کرکے حضرت کو مطلع کیا۔ فرمایا کہ کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔ داداجان نے انکار کیا اس کے بعد حضرت نے بیعت فرمالیا۔

اس جدید تعلق کی وجہ سے حضرت کی خدمت میں آمدورفت اور بڑھ گئی۔ عصر کے بعد کی مجلس میں آپ اہتمام سے جانے لگے۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ داداجان زاد مجدہٗ اس طرح سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ نمازِ عصر مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے پڑھائی، مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی بھی آئے ہوئے تھے، دوسری رکعت میں مولانا ظفر احمد صاحب ذرا دیر تک بیٹھے رہے اور غالباً کسی کے ٹوکنے پر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ پھر بعد میں سجدۂ سہو کئے بغیر سلام پھیر دیا۔ مجھے اشکال ہوا۔ نماز کے بعد حضرت مدرسۂ قدیم کے صحن میں چارپائی پر تشریف لائے۔ مولانا عبدالشکور صاحب اس وقت صحن میں ٹہل رہے تھے۔ میں حضرت کے پاس چارپائی کے نزدیک بیٹھنے لگا تو حضرت نے ازراہِ محبت وشفقت مجھے چارپائی پر بٹھالیا۔ اس وقت میں نے سجدۂ سہو کی بابت عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا اتنی تاخیر نہیں ہوئی تھی کہ سجدۂ سہو کیا جاتا۔ کچھ دیر کے بعد مولانا عبدالشکور صاحب آگئے تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ یہ ایوب یوں کہہ رہا ہے کہ سجدہ نہیں کیا۔

آپ اپنے احوال واقعات حضرت کو بتلاتے رہتے اس کے مطابق حضرت مشورے دیتے اور آپ کی نگرانی فرماتے۔

حضرت اقدس سہارنپوری کی بارگاہ میں آپ کے تقرب کا ایک سبب یہ بھی بنا کہ حضرت شیخ رہ کی تحریک پر حضرت سہارنپوری نے آپ کو بذل المجہود کی تالیف اور تسوید میں شریک فرمالیا، جب حضرت شیخ بذل المجہود کی طباعت کے لیے تشریف لیجاتے تو حکیم صاحب اس کے املا اور تسوید کی ذمہ داریاں سنبھال لیتے تھے۔

حضرت اقدس سہارنپوری کے انتقال کے بعد بمشورہ حضرت شیخ زاد مجدہٗ آپ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی سے بیعت کی درخواست کی، حضرت دہلوی نے خلافِ ادب ہونے کی بنا پر بیعت کرنے سے تو انکار کردیا۔ لیکن تربیت ونگرانی اپنے ذمہ لیکر آپ کو ایک تسبیح سوئم کلمہ ذکر نفی واثبات اور پاس انفاس بتلایا۔ اس موقعہ پر حضرت دہلوی نے حضرت شیخ سے فرمایا کہ یہ ایوب چھ ماہ میں کامل ہوسکتا ہے۔

داداجان زاد مجدہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے ذکر کا بڑا اہتمام کیا۔ حتیٰ کہ اگر کسی دن ناغہ ہوجاتا

تو اگلے دن دوگنی مقدار میں کرلیتا۔ حضرت دہلوی کو جب اس کا علم ہوا تو منع فرمادیا کہ دوگنی مقدار کی ضرورت نہیں۔ کچھ دنوں بعد یہ کیفیت ہوئی کہ نماز میں بھی پاس انفاس ہونے لگا۔ حضرت شیخ سے اس کا ذکر آیا تو فرمایا عمدہ آنہ کیا کرو۔ ایک مرتبہ دورانِ ذکر دفعۃً ایک نور سا محسوس ہونا شروع ہوا جو کئی دن رہا۔ حضرت شیخ سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا یہ ذکر کا اثر ہے، اللہ مبارک کرے۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت دہلوی سے کہا کہ ذکر سے قبل یہ خیال آتا ہے کہ آسمان تک ایک سیڑھی ہے اس کی سب سے اوپر کی سیڑھی پر بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کچھ حرج نہیں ایک مرتبہ آپ نے حضرت شیخ سے فرمایا کہ میں صوفی بننے کے لئے تو ذکر کرتا نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے مقصود اصلی سمجھ کر کرتا ہوں کہ اللہ کا پاک نام ہے زبان سے نکلتا رہے، حضرت شیخ زادمجدہٗ ہنس کر خاموش ہوگئے۔

حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کی طرف جس زمانے میں رجوع کیا تو داداجان زادمجدہٗ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (والدِ ماجد حضرت دہلوی) کو خواب میں دیکھا کہ ایک سفید پھول ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ مولوی الیاس تو پھول کی طرح ہیں۔ دوسری مرتبہ پھر خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں۔ نعم الرجل الصالح الیاس "

بیعت کے بعد آپ نے نوافل کا بڑا اہتمام کیا۔ کچھ عرصہ تک یومیہ سو نفل پڑھنے کا معمول رہا حضرت شیخ زادمجدہٗ کو جب معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور تعداد کی زیادتی پر اظہارِ مسرت فرمایا۔

پندرہ ۱۵ سال کی عمر سے آپ نے نمازِ اوابین کا اہتمام شروع کردیا تھا۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اس زمانے میں موچیوں کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا یہ اہتمام دیکھ کر دریافت کیا کہ کیا تم اس وقت قضا، عمری پڑھتے ہو؟ داداجان نے بتلایا کہ اوابین پڑھتا ہوں۔ اس پر مسرور ہوکر دعائیں دیں۔

تہجد کا اہتمام ماہ رمضان المبارک میں زیادہ ہوتا تھا۔ باقی دنوں میں کچھ زیادہ اہتمام نہیں تھا۔ اگر وقت پر بیدار ہوجاتے تو پڑھ لیتے۔ ماہ مبارک میں قرآن پاک پڑھنے کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ زیادہ سے زیادہ وقت قرآن مجید کی تلاوت پر صرف فرماتے۔ ایک مرتبہ پورے ماہ مبارک میں اٹھارہ قرآن مجید تلاوت کیئے۔

ابتدائے جوانی سے ہی آپ اپنی مسجد میں اعتکاف کرتے آئے ہیں۔ تمام سال جمعہ کے دن جب نماز جمعہ کے لیے تشریف لاتے تو پھر بعد مغرب اوابین وغیرہ سے

فارغ ہوکر مسجد سے باہر تشریف لاتے۔

اسی طرح ماہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا ساری عمر اہتمام کیا۔ آخری سالوں میں حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی اور جناب منشی محمد عمر صاحب نیرانوی بھی ہماری اسی مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان میں سخت گرمی تھی، رات میں بھی گرم ہوا چلتی تھی۔ آپ نے معمول کے مطابق اپنی مسجد میں اعتکاف کیا۔ اس زمانے میں حضرت شیخ مدظلہٗ فجر کی نماز دادا جان زادمجدہٗ کے ساتھ ہی اسی مسجد میں پڑھتے تھے۔ گرمی کی شدت سے نیند نہ آنے کا تذکرہ کیا تو حضرت شیخ مدظلہٗ نے بطور شفقت مشورہ دیا کہ اس سال اعتکاف رہنے دو، اگلے سال قضا کرلینا۔ ۱۳۹۳ھ تک دادا جان اپنے اعتکاف کے معمول کو پورا فرماتے رہے۔ اسکے بعد عوارض ضعف وکمزوری کی وجہ سے یہ قدیمی معمول ختم کردیا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کے بعد آپ نے اپنے احوال وارادت کی اطلاع بذریعہ خطوط دہلی کرتے رہنا اپنا معمول بنالیا تھا۔ دہاں سے تسلی بخش اور امید افزا جوابات آپ کو ملتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ کا ایک خط یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) عزیزی وقرۃ عینی زادکم اللہ ذوقاً وشوقاً۔

راحت نامہ موجب مسرت وابتہاج ہوا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ثابت قدم رکھ کر مقصد حقیقی سے شادکام فرمادیں۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

میرے عزیز سب سے اوّل غرض اور مقصد اصلی وحقیقی کو ذہن میں بٹھاؤ۔ اسکے بعد اس کے واسطوں وشرائط میں استعانۃ باللہ وتوکل علی اللہ قدم اوّل ہے۔ مقصد کہنے کو تو بہت مختصر ہے کہ عبد کو معبود کے ساتھ کیا ربط وعلاقہ ہے۔ اسکو پہچاننا اور پھر اسکے مقتضی کے موافق اپنے قلب وجوارح کو رکھنا۔ اسی کے موافق زندگی گذارنا اسی کو احسان سے تعبیر کرتے ہیں جو تکمیل ایمان کے بعد کا درجہ ہے۔ باقی سب زمین وآسمان، حدیث وقرآن وغیرہ سب انتظامات اسی کے ہیں

اسکے بعد یہ ذہن نشین فرمائیں کہ خدائے پاک کے یہاں پوچھ کثرت کی نہیں بلکہ وہاں قدر نیت کی اور کیفیت قلب کی ہے۔ لہٰذا جو کچھ ہو چاہے تھوڑا ہو مگر ذوق وشوق ومداومت سے ہو۔ اوّلاً آپ سے عرض ہے کہ حصن حصین اور

نسیم الحبیب چاہے تھوڑا ہی ہو۔ یعنی ایک دو صفحہ ہمیشہ باوضو قبلہ رخ معطر ہو کر فراغت اور طمانیت کے وقت ضرور اس ہمت سے دیکھ لیا کریں کہ وہ باتیں اپنی طبیعت ہو جائیں۔ قرآن شریف کا پاؤ یا آدھا پارہ یا اس سے بھی کم اس طرح سے پڑھ لیا کریں کہ گویا خدائے پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرما رہے ہیں۔ اور آپ سو جان سے تصدیق اور نیت امتثال کے ساتھ سن رہے ہیں دس بیس روز اس پر مداومت ہو جائے تو تحریر فرمائیں۔ خلیط الانسان بخالق کا دھیان رکھیں۔ والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ۔ بقلم محمد احتشام۔ از احتشام سلام مسنون

بخدمت عزیز مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ لیلۃ السبت ۱۹ رمضان المبارک

محلہ مفتیان سہارنپور (مہر ڈاکخانہ) ۴ مارچ ۱۹۲۹ء

اسی طرح حضرت اقدس شیخ زاد مجدہٗ کے نام تحریر فرمودہ گرامی نامہ میں اسطرح متوجہ فرمایا۔

عزیزی حکیم ایوب کو سلام کے بعد فرما دیں کہ ہمت رکھیں۔ غفلت نہ کریں آپ اپنا ورد و مشغلہ رمضانیہ تحریر فرمائیں۔ بندہ محمد الیاس عفی عنہ

(مہر ڈاکخانہ ۱۴ فروری ۱۹۲۹ء)

حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت شیخ زاد مجدہٗ سے مختلف سنین میں متعدد مرتبہ درخواست کی کہ مجھے بیعت فرما لیا جائے۔ مگر ان دونوں اکابر کے احترام میں حضرت شیخ زاد مجدہٗ نے ہر مرتبہ انکار فرما دیا۔ البتہ ذکر و شغل اور اوراد و اعمال کی برابر نگرانی فرماتے رہے۔

۱۳۸۴ھ میں دادا جان نے پھر درخواست کی کہ اب میرا ضعف و بیماری کا زمانہ ہے، جی چاہتا ہے کہ آپ سے تبرکاً ہی بیعت ہو جاؤں۔ اس موقعہ پر جو تحریر آپ نے لکھ کر حضرت شیخ مدظلہٗ کی خدمت میں پیش کی وہ یہ ہے۔!

سیدی و سندی ادام اللہ ظلال فیوضکم و برکاتکم علی العالمین۔

بعد تحیہ مسنونہ گذارش اینکہ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جناب والا کے ارشاد کے بموجب حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کی جانب رجوع کیا تھا۔ انھوں نے بیعت کے

لہ بحوالہ سوانح یوسفی مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱۷۔

متعلق تو فرمادیا تھا کہ وہ تو حضرت سے تو کر ہی چکا۔ البتہ دوازدہ تسبیحات اور حصن حصین کا ورد بتلایا تھا جو غیر منتظم طور پر ہوتا رہا۔ ان کے وصال کے بعد کسی کی طرف اس خیال سے رجوع نہ کیا کہ جہاں سے اور چیزیں حاصل ہوئی ہیں بقیہ بھی وہیں سے حاصل کرنی چاہئیں۔

تقریباً دو سال ہوئے اس خیال کا جناب والا سے اظہار بھی کیا تھا جس پر فرمایا تھا کہ دوازدہ تسبیح کا اہتمام ضروری ہے۔ اگرچہ دو یا تین مرتبہ ہی میں ہو۔ لیکن یہ بھی نہیں ہوسکا اور اب تو فرائض ہی مشکل سے پورے ہوتے ہیں۔ اُن چیزوں کا تو ذکر ہی کیا۔ دل چاہتا ہے کہ تبرکاً ہی بیعت ہو جاؤں، والسلام

ایوب ۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ

اس مکتوب گرامی پر جواباً حضرت شیخ زاد مجدہٗ نے زبانی یہ ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اکابر کے مریدین کو بیعت نہیں کیا کرتا اور پھر تم دو، دو اکابر (حضرت سہارنپوری و حضرت دہلوی) سے متعلق ہو۔ تاہم اوراد و وظائف اور معمولات ضرور بتلاتا رہوں گا۔

چنانچہ ان حضرات کے تبلائے ہوئے معمولات و وظائف کا آپ نے آخر عمر تک بھرپور اہتمام فرمایا۔ نماز فجر سے قبل ذکر بارہ تسبیح پورا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس سہارنپوری رح نے ایک چوغہ حضرت شیخ کو مرحمت فرمایا تھا جو آنمخدوم نے بعد میں حضرت حکیم صاحب کو دے دیا تھا لیکن آپ نے نہایت تواضع کی وجہ سے اس کو شاذونادر ہی استعمال فرمایا۔

اجازت وخلافت آپ کی روحانی تربیت کا تعلق اگرچہ حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت دہلوی اور پھر حضرت شیخ زاد مجدہٗ سے رہا لیکن بیعت کی اجازت آپ نے حضرت اقدس تھانوی کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم کی طرف سے پائی۔ اس طور پر گویا آپ نسبتِ خلیلیہ اور نسبتِ اشرفیہ دونوں کے وارث و امین ہوئے اور مشیت الٰہیہ نے آپ کو مجمع البحرین بنایا۔

حضرت شیخ زاد مجدہٗ کا قیام اس وقت مدینہ منورہ میں تھا۔ دادا جان زاد مجدہٗ نے آپ کو اس اجازت وخلافت کے حصول کی تفصیل اس طرح تحریر فرمائی۔

میں نے بیعت روز ہوئے بعد عشاء جب سونے کے ارادہ سے لیٹ چکا تھا، اسرائیل آیا، اور اپنے ساتھ مولوی عاقل کو لایا اور کہا کہ مجھے حضرت ناظم صاحب نے ابھی بلایا تھا۔ یہ فرمایا ہے کہ میں حکیم صاحب کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر ان سے کوئی بیعت ہونا چاہے تو بیعت کرلیا کریں۔ اور ان کے منظور کر لینے کو مجھ سے ابھی آکر بتاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھے تو اگر حضرت شیخ بھی اجازت دیں تب بھی کسی کو بیعت نہ کروں۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کے انکار پر نہ معلوم وہاں کیا پریشانی کا عالم ہو جائے گا۔ حضرت شیخ بھی ایسی صورتوں میں حضرت ناظم صاحب کی دلداری کا لحاظ رکھتے ہیں۔ ادھر میں نے سوچا کہ مجھ سے بیعت کی خواہش کوئی کریگا ہی کیوں؟ اقرار کرلیا۔ ابھی اسرائیل ان تک پہنچا بھی نہ تھا کہ راستہ میں قاری گور ملے کہ اجازت نامہ حکیم صاحب کے پاس لیکر جارہا ہوں۔ میں نے بڑھ کر بہت اہتمام سے ان ہی کے سامنے الماری کھلواکر لفافہ میں بند کرا کر صندوقچی میں رکھوا دیا۔"

مکتوب دادا جان زادمجدہٗ۔ بنام حضرت شیخ مدظلہ

محررہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

حضرت اقدس ناظم صاحب نے اس موقعہ پر آپ کو جو اجازت نامہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے!

حضرت اقدس مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بہت ہی امید کرتا ہوا متوکلاً علی اللہ عرض کرتا ہوں کہ کوئی صاحب بیعت ہونے کیلئے آئیں تو انکار نہ فرمائیں۔ گو میں اس قابل نہیں ہوں۔ میری طرف سے اجازت بیعت وتلقین ہے۔ فقط شب ۸ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ محمد اسعد اللہ

جامعہ مظاہر علوم سے تعلق رکنیت اور آپکی زریں خدمات

گذشتہ صفحات میں تاریخی حوالوں کے ذریعہ یہ بات واضح ہو چکی کہ ہمارے گھرانہ کا تعلق مظاہر علوم کے ساتھ پہلے ہی دن سے قائم ہو چکا تھا اور ہر دور میں یہ تعلق مضبوط و مستحکم ہوتا چلا گیا۔ حکیم سید احمد یونس صاحب، حکیم سید احمد حسین صاحب، حکیم سید محمد اسحٰق صاحب، حکیم سید محمد عیسیٰ صاحب، حکیم سید محمد موسیٰ صاحب، حکیم سید محمد یعقوب صاحب نے اپنے اپنے وقتوں میں اس ادارہ کی تعمیر و ترقی اور نشو و نما میں مخلصانہ طور پر پورا پورا حصہ

لیا۔ ان حضرات کے ذکر تذکرے مظاہر علوم کی روداد میں اول دن سے ہی شائع ہوتے آرہے ہیں جن کے بہت سے اقتباسات اس کتاب میں اپنی اپنی جگہوں پر بھی آچکے۔ اب یہ سب حضرات آیہ کریمہ لانرید منکم جزاءً ولا شکوراً۔ پر عمل کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور میں پہنچ چکے۔

اسی طرح ہمارے خاندان میں مولوی حافظ محمد عثمان اور حافظ محمد عمر یہ دو شخصیتیں ایسی ہیں جن کا علمی تعلق و ربط مظاہر علوم کے ساتھ سب سے اول قائم ہوا۔ چنانچہ حافظ محمد عثمان ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء میں اور حافظ محمد عمر ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء میں اس دینی ادارہ میں پورے اصول وضوابط کے ساتھ داخل ہوئے۔ اول الذکر نے پوری تعلیم مع صحاح ستہ اور موخر الذکر نے شرح جامی وقدوری تک یہاں تعلیم حاصل کی۔

یہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسان ہے کہ اس نے ایک صدی سے زائد کے اس طویل عرصہ میں ہمارے گھرانہ کے تمام افراد کی دینی وعلمی تربیت اس ادارہ کے ذریعہ کرائی، اور اس طویل عرصہ میں اس ادارہ سے ہر طرح مربوط و منسلک رکھا۔ آج ہمارے گھرانہ کے تمام حفاظ، علماء، قراء ومجودین اپنی دینی تربیت، ذہنی نشوونما اور علمی اثر ورسوخ میں اسی ادارہ کے ممنونِ کرم اور زیربارِ احسان ہیں۔ اور یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ جس سے کسی وقت بھی انکار ممکن نہیں۔

حکیم سید محمد یعقوب صاحب کے انتقال کے بعد ان کے فرزند رشید حکیم سید محمد ایوب صاحب کا دور شروع ہوا۔ اس وقت مشیتِ الٰہی اور تکوینی نظام کے ماتحت حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زادمجدہ مظاہر علوم کے روحِ رواں اور صدر نشین بنے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کے زیراہتمام مظاہر علوم اپنی دینی وروحانی سیادت وقیادت کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ حکیم صاحب نے اپنے اسلاف کی سنت اور جذبہ دینی کو بنیاد بنا کر مظاہر علوم کی مختلف خدمات انجام دینا شروع کیں اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح اس کی اعانت کے لئے اپنے آپ کو مستعد کیا۔ مظاہر علوم کی قدیم رودادوں میں آپ کا ذکر خیر مختلف الفاظ کے ساتھ ملتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کوئی بھاری وزنی چیز اٹھانا چاہ رہے ہیں۔ لیکن وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے اٹھ نہیں رہا۔ تو آپ نے سہارا دے کر اسکو اٹھا دیا۔ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نے مسرور ہو کر دعا دی"۔

داداجان زادمجدہ نے یہ خواب حضرت شیخ مدظلہ کو سنایا۔ حضرت نے اپنے بے تکلف اور سادہ لہجہ میں اسکی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ ۔ یار تم سنبھل کر رہنا۔ مدرسہ کی ذمہ داری کا کوئی بوجھ تیرے اوپر آئے گا۔ اس خواب کی تعبیر ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ (اگست ۱۹۵۲ء) میں ظاہر ہوئی جب کہ آپ اپنے خاندان کے دو بزرگ حکیم سید احمد یونس صاحب اور حکیم سید اسحٰق صاحب کی طرح جامعہ مظاہرعلوم کے باقاعدہ سرپرست بنائے گئے۔ اس موقعہ پر جامعہ کی طرف سے آپ کو جو اطلاع نامہ لکھا گیا وہ یہ ہے۔

۱۲۰ دفتر مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔ یو۔ پی۔ مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۵۲ء۔

مکرمی جناب مولوی حکیم محمد ایوب صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کو اطلاع دیتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ حضرات سرپرستان جامعہ مظاہرعلوم کے اجلاس منعقدہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۵۲ء یوم شنبہ میں باتفاق رائے یہ تجویز منظور ہوئی کہ آپ کو بھی مدرسہ کا ایک سرپرست مقرر کیا جائے۔ اس تجویز مفوضہ سرپرستی کو میری تہنیت کے ساتھ قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔

میں اس اطلاع کے ساتھ یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ چونکہ مدرسہ کے بالکل قریب ہیں۔ اسلئے آپ کی ذمہ داریاں نسبتاً کچھ زائد ہیں۔ اسلئے حسب صوابدید وقتاً فوقتاً مدرسہ کے تمام شعبوں کا سرپرستانہ معائنہ فرماتے رہیں۔

والاجر عنداللہ عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور

جامعہ مظاہرعلوم کے سرپرست منتخب ہونے کے بعد رجسٹروں اور روزنامچوں کا معائنہ کرنے کی غرض سے آپ پہلی مرتبہ دس ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ مطابق آٹھ دسمبر ۱۹۵۱ء بدھ کے روز مدرسہ کے دفتر میں تشریف لے گئے۔

حکیم صاحب موصوف کا شمار مظاہرعلوم کے اُن سرپرستان میں چوتھے نمبر پر ہے جو مظاہرعلوم کے فیض یافتہ ہو کر بحیثیت سرپرست اس کے خادم بنے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب طحاوی و رجال طحاوی پر آپ کی وسیع معلومات اور دقیق

نگاہ تمام ہمعصر علماء و مشائخ حدیث سب کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لیے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ایک طویل عرصہ سے اس کا سہ ماہی و ششماہی و سالانہ امتحان آپ کی ہی زیر نگرانی آپ کے قائم کردہ سوالات پر ہوتا ہے۔

یہاں امتحان سہ ماہی بابت صفر ۱۳۷۹ھ اور امتحان سالانہ بابت شعبان ۱۳۸۹ھ کے سوالات (جو حضرت حکیم صاحب کے اپنے قلم سے مرتب کردہ ہیں) پیش کیے جاتے ہیں:

پرچہ امتحان سالانہ طحاوی شریف شعبان ۱۳۸۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: باب السلام فی الصلوٰۃ کیف ہو۔ ص ۱۵۶

۱۔ عن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم فی الصلوٰۃ تسلیمۃ واحدۃ السلام علیکم قال ابو جعفر فذھب قوم الی ان المصلی یسلم فی صلوٰتہ تسلیمۃ واحدۃ تلقاء وجہہ السلام علیکم وخالفھم فی ذٰلک آخرون فقالوا بل ینبغی لہ ان یسلم عن یمینہ وعن شمالہ یقول السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ذھب قوم سے کون حضرات مراد ہیں اور خالفھم فی ذٰلک آخرون میں احناف کے ساتھ اور کون حضرات ہیں امام طحاوی نے حضرت سعد کی حدیث کا کیا جواب دیا، نیز بتایئے کہ ابو وائل کی اس حدیث عن شقیق ابی وائل عن علی انہ کان یسلم عن یمینہ وعن شمالہ پر معترض نے اس اثر سے اعتراض کیا ہے عن عمرو بن مرہ قال قلت لابی وائل اتحفظ التکبیر قال نعم قلت فالتسلیم قال واحدۃ اس اعتراض کا امام طحاوی نے کیا جواب دیا۔

۲۔ باب الوتر ہل یصلی علی الراحلۃ فی السفر ام لا ص ۲۴۹

عن عبد اللہ بن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی الراحلۃ قبل ای وجہ توجہ ویوتر علیہا غیر انہ لا یصلی علیہا المکتوبۃ۔ ائمہ اربعہ کا مذہب بیان کیجئے اور بتایئے کہ صاحبین حضرت امام صاحبؒ کے ساتھ متفق ہیں یا کچھ اختلاف ہے.... عن نافع عن ابن عمر انہ کان یصلی علی راحلتہ ویوتر بالارض۔ حضرت ابن عمر کا یہ فعل ان کی حدیث بالا کے خلاف ہے، اس میں مطابقت پیدا کیجئے۔

باب نکاح المتعہ ۱۴۱

۳۔ نکاح مؤقت اور متعہ کے انعقاد کی صورت اور دونوں کا حکم شرعی بیان کیجئے
وقد قال بعض اھل العلم ان النکاح اذا عقد علی متعۃ ایام فھو جائز علی الابد والشرط باطل۔ یہ کس کا قول ہے اور امام طحاوی نے کس دلیل سے رد کیا ہے۔

محمد ایوب
جمعہ ۱۱ر شعبان ۱۳۸۹ھ

دارالطلبہ جدید کی خوشنما تعمیرات آپ کی جفاکشی اور عزم وہمت کا ایک بلند شاہکار ہے تعمیری معاملات میں آپ کو بڑا ملکہ اور مہارت حاصل ہے۔ بہت کی مرتبہ دیکھا گیا کہ محکمۂ تعمیرات کے ذمہ دار اور ماہرین اپنے ذہنوں نیا جو نقشے اور تجویزیں تیار کرکے لاتے تھے ان میں اور حکیم صاحب موصوف کے تجویز کردہ نقشوں میں معمولی سا فرق ہوتا۔

حکیم صاحب موصوف کی مدرسہ کے معاملات میں اولوالعزمی وجانفشانی کے متعلق حضرت شیخ زادمجدہٗ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

حکیم جی! باوجود یکہ ملازم نہیں ہیں مگر جب سے سرپرست مدرسہ ہوئے ہیں۔ مدرسہ کے ہر کام کو میرے ذوق کے موافق اپنا کام سمجھتے ہیں۔ بالخصوص تعمیر کی توسیع۔ چندہ کی کوشش کو۔ نظامت کے امور میں مشورہ کو۔ غرض کسی کام کو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ میرا فرض منصبی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت ہی جزائے خیر اور صحت وقوت عطا فرمائے کہ اب تو ان کی صحت نے بہت ہی جواب دے رکھا ہے۔ (آپ بیتی ۳ ص۱۴۱)

اسی طرح ایک خواب کی تعبیر دیتے ہوئے حکیم صاحب زادمجدہٗ کو مدینہ منورہ سے تحریر فرمایا کہ!

۔اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میرے بعد (مدرسہ کے) کام کی ذمہ داری تمھارے اوپر ہوگی۔
اسی طرح مدینہ منورہ سے انیس ۱۹ اپریل ۱۹۷۵ء کے تحریر فرمودہ گرامی نامہ میں مظاہر علوم سے متعلق مختلف امور و نبارئح لکھنے کے بعد تحریر فرمایا۔

۔تمھارے خواب بہت مبارک ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت مبارک کرے۔ حضرت عمر کا تمھارا مہمان ہونا تو میرے نزدیک تمھیں مدرسہ کے معاملات میں تشدد کی ترغیب ہے

اسمیں بد دلی ہے۔ یا بجز ہے ڈھیلا پن نہ کرو۔ ابھی تو مظاہر میں ایک دو آدمی ایسے ہیں جو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کیلئے تیار ہیں، آگے کی خبر نہیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اس نوع کے ارشادات و فرمودات پر آپ نے بہت استقلال اور پختگی کے ساتھ عمل فرمایا اور بلاکسی خوف لومۃ لائم اپنے فرائض کی بجا آوری میں مشغول و مصروف رہے۔ حضرت شیخ کے مدینہ منورہ ہجرت فرماجانے کے بعد تو مدرسہ کے معاملات میں آپ کی دلچسپی میں بے حد اضافہ ہوا، اور امور کلیہ وجزئیہ کی پوری پوری نگہداشت فرمانے لگے، کوئی غیر ملکی یا ملکی اہم مہمان مدرسہ کی نسبت پر آتے تو خود مدرسہ دکھاتے اور تمام معاملات سے ان کو باخبر کرتے اور پھر حضرت شیخ رح کی خدمت میں بذریعہ مکتوب اس کی تفصیلات ارسال فرماتے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ (مارچ ۱۹۶۴ء) میں انڈونیشیا سے آنے والے ایک مؤقر اور معزز مہمان کی مظاہر علوم سہارنپور میں آمد کی روداد پر مشتمل گرامی نامہ پیش کیا جاتا ہے جو حضرت حکیم صاحبؒ نے حضرت شیخ رح کو مدینہ طیبہ تحریر فرمایا تھا:

"سیدی سندی! ابقاہ اللہ بالعافیۃ دہرا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ یہاں سب گھروں میں ۔۔ مدرسہ میں ہر طرح عافیت ہے انڈونیشیا کے مہمان قمر الدین یونس ۹ بجے کے قریب سہ شنبہ کے روز مدرسہ میں پہونچ گئے تھے کار کا انتظام نہ ہو سکا اتنے انتظام کی ضرورت نہ سمجھی کہ کرایہ کی منگائی جائے۔ مولوی حشمت علی منشی رفیق احمد آدھ گھنٹہ قبل اسٹیشن پر پہونچ گئے تھے ایک اچھا تانگہ کرایہ پر لے لیا تھا۔

مہمان خانہ میں فرش، قالین، تکیے لگا دیئے گئے تھے اگرچہ یہ تن تنہا تھے، تاہم دو مسہریاں بچھا دی گئی تھی، ان کی آمد پر ناظم صاحب مولانا امیر احمد صاحب کے علاوہ میر صاحب میاں ــــ عرفان الحق، مفتی مظفر، مولوی جمیل الرحمٰن ایک گجراتی طالب علم جو فارسی درجہ میں پڑھتا ہے اور انگریزی خوب بولتا ہے، موجود تھے اس طالب علم کو اسٹیشن پر بھی بھیجا گیا تھا اور آخر تک ہر مجلس میں اور کھانے میں شریک رہا۔

ناظم صاحب اور مولانا امیر احمد صاحب نے عربی میں اظہارِ مسرّت کیا، ان کی اپنی زبان تو انڈونیشیائی ہے، انگریزی میں بولنا بنسبت عربی کے زیادہ سہل ہے، ان کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتے مولوی انعام الرحمٰن نے ایک بہت خوش خط صاف اور خوش نما جدول میں لکھا ہوا پروگرام پیش کیا مگر وہ اردو میں تھا اسے دیکھ کر تحسین کی اور کہا، انہ خطاط اس کو پڑھوایا، ہر کام کا وقت بتایا گیا، اس کو اپنے پاس رکھ لیا، اتنے میں مولوی حشمت علی چائے بنا کر لے آئے جس کا اہتمام ناظم صاحب کے ذمہ تھا۔ عزیز نے دو تین قسم کے پھل لا کر رکھے۔ خربوزہ کا ایک دو ٹکڑا کھایا، ناظم صاحب کے یہاں سے آئے ہوئے لوکاٹ ۴۔ ۵ کھائے، دیر تک اس کی تحقیقات کرتے رہے، چائے دو پیالی پی ایک سادی ایک دودھ کی، اس کے بعد پروگرام کے مطابق مدرسہ کے مکانات دکھائے گئے، اول دار الطلبہ قدیم اوپر نیچے سے، مسجد کلثوم میں جب گئے تو لاؤڈ اسپیکر نہ دکھائی دیا تو دریافت کیا کہ کیوں نہیں ہے ــــ

میاں عرفان نے بتایا کہ یہاں کے علما مسجد میں استعمال کرنا پسند نہیں کرتے۔ مطبخ میں گئے طلبہ کی تعداد دریافت کی وہ بتادی گئی، اسی طرح کھانا لینے والوں کی تعداد بھی۔ اس کے بعد دارالطلبہ جدید گئے ناظم صاحب اور مولانا امیر احمد صاحب کو ہم نے ساتھ چلنے سے روک دیا تھا، یہ دونوں مدرسہ ہی میں رہے پونے بارہ کا وقت تھا کھانا لانا چاہتے تھے مگر مہمان نے کہا کہ میں ایک گھنٹہ آرام کروں گا۔ میں نے میر صاحب کو کھانے کے لیے روک لیا تھا لیکن جب آدھ گھنٹہ بعد کی صورت ہوگئی تو میں نے کہا کہ آپ کو دہلی جانا ہے تشریف لے جائیں کچھ آرام کا وقت مل جائے گا۔ ناظم صاحب صرف شرکت فرمانا چاہتے تھے کچھ کھانے کا ارادہ نہ تھا، ان کو بھی میں نے رخصت کر دیا، عرفان کچہری کی وجہ سے چلے گئے، مہمان ۱۲ بجے پر اٹھ گئے، کھانا آگیا۔ گجراتی طالب علم مولوی حشمت علی، مولوی عبدالملک کل پانچ آدمی کھانے پر تھے مہمان نے صرف آدھی روٹی اور ذرا سا خشکہ کباب اور کوفتہ سے کھایا، اور کسی سالن کو نہیں چھوا، البتہ صبح کے کھانا میں گجربھتا اور شام کے کھانے میں فیرنی رغبت سے کھائی اور دونوں کے متعلق تحقیق کی، کہ کیا چیز ہے کس طرح بنتی ہے۔ شام کے کھانے میں منشی مظفر میاں عرفان، مولوی اطہر زیادہ تھے مغرب کی نماز پڑھ کر جب میں مدرسہ آیا تو مجمع میں اطہر بھی تھا میں نے کھانے کے لیے کہا، ہلکا سا انکار کیا۔ میں نے کہا رسمی تواضع نہیں ہے اس پر شامل ہوگیا۔

صبح کے کھانے کے بعد مہمان نے آرام کیا، ظہر کے بعد پروگرام

میں اوّل کتب خانہ دکھلانا، پھر اظہارِ خیال رکھا گیا تھا۔ ابتدا کلام پاک
کی تلاوت سے ہوئی۔ قاری ابراہیم کے بچہ نے تلاوت کی، اس
سے محظوظ ہوئے۔ اَحْسَنْتَ کہکر اس سے مصافحہ کیا، ایک اور
طالب علم کے پڑھنے کے بعد قاری ابراہیم و قاری سلیمان صاحبان
نے پڑھا، سب سے مصافحہ کیا، اس کے بعد کہا کہ میں نے جامع ازہر
اور لندن کی فلاں یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی ہے۔ میرے
والد دیندار آدمی ہیں اگرچہ وہ عربی سے زیادہ واقف نہیں اسی
وجہ سے بجائے خیرالدین یونس کے انھوں نے میرا نام قہرالدین
رکھا، انھوں نے مجھے مذہبی کتابیں پڑھائی۔ اب مجھے حکومت
انڈونیشیا نے ممالک اسلامیہ کے دورہ کے لیے بھیجا ہے اور میرا
خرچہ ضابطہ کے موافق اقوام متحدہ سے دیا گیا ہے۔ میرا مشن یہ
ہے کہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ اپنی حکومت کا رابطہ قائم
کروں اور مسلمانوں کے اقتصادی نظام کے قیام پر تبادلہ خیال
کروں۔ اس کے بعد انھوں نے ۸-۱۰ منٹ بیٹھ کر اور تقریباً
پون گھنٹہ کھڑے ہو کر بلیک بورڈ پر لکھ کر بیان کیا جس کا خلاصہ یہ
تھا کہ انفرادی کام یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو تو آپ حضرات
مدارس کے ذریعہ انجام دے رہے ہیں لیکن اجتماعی کام یعنی —
معاشیات اور اقتصادیات سے بے تعلق ہیں، پھر بورڈ پر نصف
دائرہ کھینچ کر ایک نشان لگایا اور کہا کہ یہ ابتدائی دور ہے،
اس میں کھجور کے پتوں پر لکھا جاتا تھا ___ اس کے بعد ترقی ہوئی
اور کاغذ شائع ہوا، اس کے بعد یہ ترقی ہوئی اور وہ ترقی ہوئی

اور آج یہ ہے کہ انسان طیاروں پر اڑتا ہے۔ ایسی چیزوں کی ایجاد کے لیے غور و فکر کرنا بھی احکام خداوی میں شامل ہے۔ اسکے بعد ایک آیت پڑھی جو اس وقت ذہن سے نکل گئی کہا کہ اس سے مراد یہی ہے۔ علامہ زمخشری نے ــــــ اپنی تفسیر میں اور جلالین نے اپنی تفسیر میں جو کچھ بیان کیا ہے اسی پر انحصار نہیں اجتہاد کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے، اس پر میں نے مولانا امیر احمد صاحب کو جو پاس ہی بیٹھے تھے کہا کہ دیکھئے یہ وقت آپ حضرات کے بولنے کا ہے میں گونگا آدمی ہوں۔ علامہ زمخشری یا کسی اور تفسیر نے جو کچھ کہا ہے وہ وہی معانی اور مطالب ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں، اپنی طرف سے اجتہاد کر کے کچھ نہیں کہا اور یہ شخص آپ سے تبادلۂ خیالات کے لیے آیا ہے، اگر آپ حضرات چپ رہے تو آپ کو بھی اپنا ہم خیال سمجھے گا، یہ موقع اعزاز و اکرام کا نہیں، انھوں نے ناظم صاحب سے کہا جو ان کے قریب بیٹھے تھے جب یہ آکر بیٹھے تو ناظم صاحب نے مختصراً فرمایا لیکن میری اتنے سے تسکین نہ ہوئی۔ میں نے ترجمان سے اردو میں کہا کہ ان سے کہو، کہ اصل چیز اسلام میں روحانیت ہے اور مادیت اس کے تابع ہے ہمیں زیادہ تر توجہ روحانیت کے حصول پر دینی چاہئے، اگر ہم اس میں ترقی کرلیں تو بلا ریڈیو کے ہزاروں میل کے فاصلے پر آواز پہونچ سکتی ہے اور بلا کشتیوں کے دریاؤں کو پار کرسکتے ہیں مولانا یوسف صاحب کی تقریر کا خلاصہ میرے ذہن میں تھا۔ ترجمان کی طرف مخاطب ہوکر میں نے ان سے کہا کہ انگریزی میں کہو کہ مادی اسباب میں

جو اثرات ہیں وہ بذات خود ان میں نہیں، وہ حق تعالےٰ کے حکم کے تابع ہیں، آگ میں جو جلانے کی تاثیر ہے اس کو وہ جب چاہے سلب کرلے، قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا، ترجمان نے یہ باتیں ان سے کہیں اس گفتگو کے وقت وہ میری طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ اس گفتگو سے قبل ایک مسلمان ڈپٹی انسپکٹر مدارس بھی آگئے تھے وہ کبھی کبھی مہمان کی حمایت میں بول جاتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے کہا کہ آپ حضرات اپنے مدارس میں اقتصادیات، صنعت و حرفت کیوں داخل نہیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ ہزاروں اسکول، کالج، یونیورسٹیاں کیا کم ہیں۔ جو ان خالص مذہبی مدارس میں بھی ان چیزوں کو داخل کیا جائے۔

اس کے بعد چائے آگئی پھر یہ اسلامیہ انٹر کالج چلے گئے نماز تیار تھی ناظم صاحب کے ٹوکنے پر کہا کہ میں مسافر ہوں۔ میں نے ظہر کے ساتھ نماز پڑھ لی تھی، بعد مغرب واپس آئے۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ ۹ بجے مسجد کلثومیہ میں آدھ گھنٹہ طلبہ کو خطاب کیا کہ آپ لوگ بہت اچھا کام کر رہے ہیں کہ عربی پڑھتے ہیں، عربی میں کلام مجید نازل ہوا۔ اور اپنے لباس کی معذرت کی کہ ہمارے یہاں عام طور سے یہی لباس پہنتے ہیں۔ دو بجے شب میں روانہ ہو گئے۔ مولوی حشمت علی صاحب اور گجراتی طالب علم سوار کرانے گئے، ان کو لکھنؤ کلکتہ جانے کے بعد پاکستان جانا ہے اور پھر افغانستان ایران، عراق غالباً مدرسہ کے مکانات دیکھ کر جب واپس آئے تو ناظم صاحب نے رجسٹر پر معائنہ لکھوالیا تھا عربی

زبان میں ۳-۴ سطریں ہیں۔

معلوم نہیں اتنا لمبا خط اس وقت کے مناسب تھا یا نہیں

والسلام محمد ایوب

۱۰ ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ "

تصنیفات و تالیفات

دادا جان زاد مجدہٗ کو لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ زمانۂ تعلیم میں پوری لگن اور رغبت کے ساتھ پڑھا اور فارغ ہو کر مستقل اسی مشغلہ میں لگ گئے۔

۱۳۴۴ھ میں جب آپ مظاہر علوم سے فارغ ہو گئے تو حضرت شیخ مدظلہٗ نے طحاوی شریف پر کام کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ مجھ پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا اصرار ہے کہ طحاوی پر کچھ لکھو۔ لیکن میں تو بذل المجہود وغیرہ کی تالیف میں لگا ہوا ہوں وقت نہیں ملتا تم یہ کام شروع کر دو چنانچہ اللہ کا نام لیکر ربیع الاول ۱۳۴۱ھ میں یہ وسیع اور تحقیقی کام تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار کے نام سے شروع کر دیا گیا۔ بعد ظہر مظاہر علوم کے کتب خانہ میں جاتے اور وہاں یکسوئی کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو جاتے۔ ابتداء میں اس کام میں بہت مشکلات آئیں جن کی وجہ سے محنت بھی زیادہ کرنی پڑی اور وقت بھی خوب صرف ہوا۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک ہی راوی کی تحقیق و تعیین اور اس کے حالات زندگی تلاش کرنے اور اس کو ترتیب دینے میں کئی کئی دن لگ گئے۔ حضرت اقدس سہارنپوری کو بھی معلوم تھا کہ آپ رجال طحاوی پر کام کر رہے ہیں۔ گاہے گاہے محبت و شفقت کے ساتھ کام کی رفتار معلوم کرتے اور مشورے دیتے۔ دادا جان زاد مجدہٗ فرماتے ہیں کہ۔

"حضرت بعد نماز ظہر مدرسہ میں تشریف فرما ہوتے تو میں کتب خانہ میں جانے سے پہلے کچھ وقت کے لئے حاضر خدمت ہوتا تو فرماتے "یہاں بیٹھنے کی ضرورت نہیں اوپر جا کر کام کرو۔ میں تعمیل ارشاد میں اٹھ کر چلا جاتا۔ حضرت شیخ مدظلہٗ کی محبت و شفقت کی وجہ سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ مجھ پر بہت ہی مہربان تھے۔ جب بذل کی طباعت کا کام تھانہ بھون میں شروع ہو گیا تو حضرت شیخ نے ازراہ محبت تایا حکیم اسحق صاحب سے فرمایا کہ میں تو تھانہ بھون جا رہا ہوں۔ میری غیبت میں اگر بذل لکھنے کا کام

بند ہو گیا تو بہت نقصان ہوگا۔ آپ ایوب کو اجازت دیں کہ یہ حضرت کے پاس رہ کر بذل المجہود کا کام کرلیا کرے۔ انھوں نے بہت شوق سے اجازت دیدی۔ اس طرح مجھے حضرت شیخ کی غیبت میں بذل لکھنے اور حضرت نور اللہ مرقدہ کے پاس بیٹھنے کا خوب موقعہ مل جاتا۔ میرا قلم بچپن سے ہی صاف تھا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ سید محفوظ علی صاحب اور مولوی مظہر راجو پوری تینوں میرے پاس آئے۔ میں بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا۔ یہ تینوں بہت غور سے میری تحریر دیکھنے لگے اور خوشی کا اظہار کرکے میرے پاکیزگیٔ خط کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ بھی میری تحریر سے خوش ہوتے تھے۔ لیکن چونکہ میں سین اور شین کے شوشے زیادہ کر دیتا تھا اسلئے حضرت تعریف کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے کہ تمھارے یہاں شوشہ کا بہت زور ہے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی حجاز تشریف بری کے بعد سہرن میں یکسو ہو کر اپنے تراجم کے کام میں لگ گیا۔"

رجال طحاوی پر یہ کام اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ میں شروع ہوا اور تیس سال کی جد وجہد کے بعد ۱۴۱۰ھ میں مکمل ہوا۔ اس کے بعد اس پر نظر ثانی اضافات و تعلیقات اشاعت و طباعت ہونے تک ہوتی رہیں۔

اس کتاب کا مکمل نام "تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار" ہے۔ اسمیں جن امور کا اہتمام کیا گیا ہے اور جن خطوط پر یہ علمی و تاریخی سرمایہ مرتب ہوا، وہ یہ ہیں،

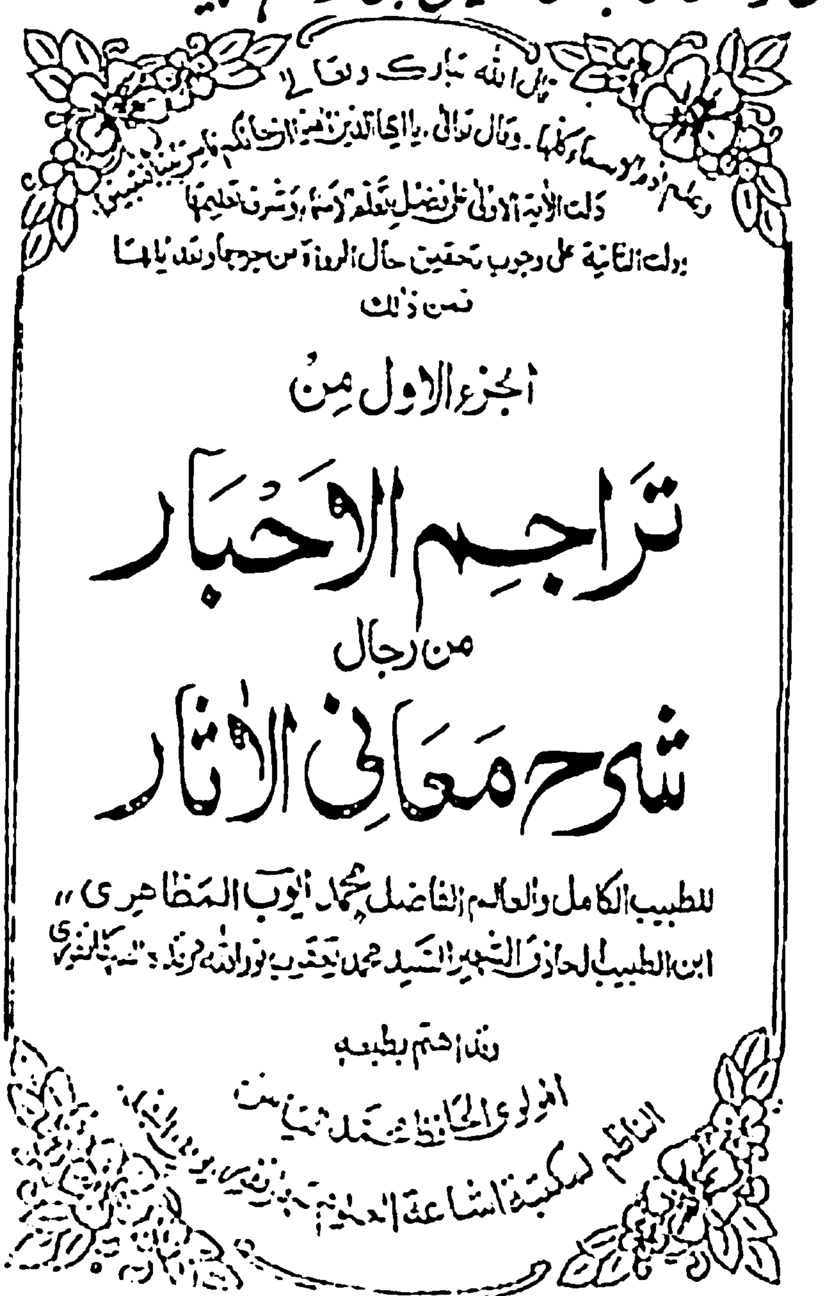
(۱) ہر راوی کا ترجمہ اولاً تقریب التہذیب سے لیکر تہذیب التہذیب سے اس راوی کے اساتذہ اور تلامذہ نقل کیے ہیں نیز جو استاذ اور شاگرد طحاوی میں مل سکے ان کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ ائمۂ جرح و تعدیل کا راوی کے متعلق جو فیصلہ تھا اس کو تفصیل سے لکھا ہے، اس کے بعد سنِ پیدائش و وفات کے بارے میں مورخین کے جتنے اقوال مل سکتے تھے لکھدیئے گئے۔ اس سلسلے میں ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعدیل، امام بخاری کی تاریخ الکبیر، علامہ ذہبی کی خلاصہ کاشف اور تذکرۃ الحفاظ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

(۲) ہر راوی کا ترجمہ لکھتے وقت ابتدا میں ہی اس چیز کی نشاندہی کر دی گئی کہ اس راوی کی روایات کتب صحاح اور ان کے علاوہ حدیث کی کن کتابوں میں موجود ہیں۔

(۳) طحاوی جلد اوّل اور جلد ثانی کے رجال میں بطور فرق و امتیاز یہ علامت بنائی گئی ہے

کر جو راوی طحاوی جلد ثانی کا ہے اسکے نام کے ساتھ دائرہ میں: (ن) بنا دیا گیا جو مخفف ہے جلد ثانی کا۔
(۴) بعض نسخوں یا حدیث کی دیگر کتابوں میں طحاوی کے الفاظ سے اگر احسن و انسب للمقام الفاظ ملے تو ان کو بھی نقل کر دیا گیا کیونکہ اس قسم کے الفاظ سے مفہوم آسانی کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے۔
یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ جلد اول ۱۳۹۱ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔
یہ کتاب ۲۰×۲۶ / ۸ سائز پر ہے۔ اس کے مجموعی صفحات دو ہزار تین سو بیس ہیں۔ مجموعی طور پر اس کتاب میں چار ہزار سات سو ننانوے رواۃ کے حالات اور واقعات ہیں ہر جلد کے آخر میں ایک مکمل فہرست رواۃ حروف تہجی کے اعتبار سے شامل ہے

تراجم الاحبار کا یہ ایڈیشن آج کل محترم ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب ایم، اے، پی ایچ ڈی عربی لیکچرار ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش (مصنف انڈیا کنٹری بیوشن ٹو دی اسٹڈی آف حدیث لٹریچر) کی تحقیق و تعلیق کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف علماء کی ایک مؤقر کمیٹی کے ساتھ مل کر اس کتاب کی تلخیص بھی کر رہے ہیں۔


قال الله تبارک وتعالیٰ
وعلم آدم الاسماء کلها۔ وقال تعالیٰ یا ایها الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا
دلت الآیة الاولیٰ علی فضل العلم ... وشرف تعلیمها
ودلت الثانیة علی وجوب تحقیق حال الرواة من جرح وتعدیل وغیرها
من ذلک

الجزء الاول من

تراجم الاحبار

من رجال

شرح معانی الآثار

للطبیب الکامل والعالم الفاضل محمد ایوب المظاهری
ابن الطبیب الحاذق الشهیر السید محمد یعقوب نور الله مرقده السہارنفوری

قد اهتم بطبعه
المولوی الحافظ محمد ...
الناشر مکتبة اشاعة العلوم ...

دادا جان زاد مجدہٗ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آج اٹھارہ ۱۸ شوال ۱۳۸۱ھ ۲۵ مارچ ۱۹۶۲ء میں مولانا یوسف صاحب رائے پور سے آکر سہارنپور دو گھنٹے ٹھہر کر دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ مولانا یوسف صاحب نے کثرت مشاغل کی بنا پر امانی الاحبار شرح طحاوی کے پورا ہونے پر مایوسی کے الفاظ کہے اور مجھ سے اس کی تکمیل کرنے کو فرمایا۔ لیکن میں نے تراجم الاحبار اور تصحیح الاغلاط میں مصروف ہونے کا عذر پیش کردیا۔

(۲) **تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعہ فی النسخ الطحاویہ** فن رجال کی متعدد کتابیں اور طحاوی شریف کے متعدد قدیم و جدید نسخے اور متون حدیث پر مختلف کتابیں تراجم الاحبار کی تصنیف کے وقت دادا جان زاد مجدہٗ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں، اس موقعہ پر طحاوی شریف میں واقع اغلاط کا علم ہوتا تھا، بعض غلطیاں تمام نسخوں میں مشترک تھیں اور بعض ہر ہر نسخہ کے ساتھ مخصوص تھیں۔ ضروری تھا کہ ان اغلاط کی بھی تصحیح کی جائے تاکہ اہل علم ان سے بچ سکیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھ کر آپ نے تصحیح الاغلاط مرتب کی اس میں طحاوی شریف کی اٹھارہ سو اغلاط کی تصحیح ہے۔

صاحب کشف الاستار کو اغلاط کی کتابت کی وجہ سے رجال طحاوی کی تحقیق و تعیین میں جو سہو ہوئے ہیں ان کو بھی مضبوط دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔

بعض نسخوں یا حدیث کی کتابوں میں طحاوی کے الفاظ سے اگر احسن و انسب بالمقام الفاظ ملے ہیں تو ان کو بھی نقل کردیا گیا۔ کیونکہ اس قسم کے الفاظ سے مفہوم بآسانی واضح ہو جاتا ہے۔ کتاب کے آخر میں مشائخ الطحاوی کا عنوان قائم کرکے امام طحاوی کے ان چھیاسی مشائخ کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن سے امام طحاوی روایت کرتے آئے ہیں۔

کے آخر میں امام طحاوی کے اُن مشائخ کا بھی مع مختصر تراجم کے ذکر ہے جو جلد اول میں آئے ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نخب الافکار شرح شرح معانی الآثار کے مخطوطہ کا فوٹو دار الکتب المصریہ قاہرہ سے جامعہ مظاہر علوم میں آیا۔ دادا جان نے اس مخطوطہ کو بھی اپنی کتاب کے اہم ماخذ میں سے قرار دے کر اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا اور اس مخطوطہ کو سامنے رکھ کر اپنی کتاب پر نظر ثانی فرمائی۔

اس کتاب کے ہر صفحے پر ترتیب وار پانچ خانے بنائے گئے ہیں۔ اول خانہ میں باب دوسرے

میں، طحاوی شریف کا صفحہ وسطر تیسرے خانہ میں غلطی کی نشاندہی کرکے چوتھے خانہ میں اس کی تصحیح لکھی گئی ہے۔ پانچویں خانہ میں علم حدیث و فن رجال کی دوسری معتبر کتابوں سے اس تصحیح پر دلائل وشواہد لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب کی جلد اول اسی صفحات پر اور جلد دوم نواسی صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۳۶۹ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

یہاں نمونہ کے طور پر دو غلطیوں کی تصحیح نقل کی جاتی ہے۔ پہلی غلطی سند سے متعلق ہے، اور دوسری متن سے۔

الباب	الصفحۃ والسطر	التصحیف	التصحیح	التحقیق
[illegible]	ص ۲۲	حدثنا حسین بن نصر بن المقراک الخ	حدثنا حسین بن نصر بن المعارک الخ	کما فی نسخۃ مکتوبۃ وہکذا وجد فی مشکل الآثار ایضاً علی صفحۃ ۳۰۰ و ۸۸ و ۹۴ من المجلد الاول ثم وجدت ترجمۃ فی الشرح العلامۃ یعنی فقال حسین بن نصر بن المعارک (بالمیم والعین المہملۃ وبعد الالف راء مہملۃ ثم کاف) ابو علی البغدادی وثقہ ابن یونس اہ ومنہ تبع فی کشف الاستار برلابن المبارک وہو وہم الکاتب :
	ص ۱۰ / ۱۸	مع ماتقدمہا	مع ماتقدمہا	کما فی المصطفائیۃ والاہوریۃ وایاہ یقتضی السیاق فالناسخ [illegible]

ہندوستان وپاکستان کے اونچے علماء اور اساتذۂ حدیث نے اس کتاب کو سراہا۔ اور مصنف کتاب کی تحقیق وجستجو کی داد دی۔ مختلف اخبارات ورسائل نے اس کی افادیت اور نافعیت پر اپنے تبصرے شائع کئے۔ ہم یہاں بطور نمونہ چند مشاہیر علماء کی آراء اور اخبار الجمعیۃ دہلی کا تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) مکرمی الحکیم صاحب زاد فضلہم۔

تصحیح اغلاط طحاوی موصول ہوئی۔ جزاک اللہ ماشاء اللہ! ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند۔ بڑی کاوش اور تحقیق سے کام کیا ہے۔ (اقتباس از مکتوب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی از ڈھاکہ)

(۲) مکرم محترم جناب مولانا حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ اور پارسل پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ جناب کی مساعی قبول فرمائے۔ اس زمانۂ پُرفتن وقحط الرجال میں آپ نے دین کی بڑی خدمت کی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آپ کے لئے دل سے دعائیں کرتا ہوں اور آپ سے دلی دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

(مکتوب حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب از دارالعلوم ٹنڈوالہ یار حیدرآباد سندھ، صلاح محرم الحرام ۱۳۸۰ھ)

(۳) مکرم محترم جناب مولانا حکیم محمد ایوب صاحب زاد فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!
مزاج شریف! جناب کی علمی خدمت اس ناچیز کو وصول ہوئی۔ آپ کے اس علمی شغف سے اور اس بدذوقی کے دور میں جتنی مسرت ہوئی بیان نہیں کر سکتا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ مزید براں اتنی طویل مدت کے بعد آپ کی یاد آوری بھی کچھ کم قابلِ قدر نہیں۔ دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں کامیاب فرمائے۔ اور آپ کے علمی فیوض سے مسلمانوں کو اور زیادہ مستفیض فرمائے۔ حنفی مذہب کی اتنی اہم کتاب کی یہ اہم خدمت سب حنفی مسلمانوں کی طرف سے قابلِ مبارکباد ہے۔ پُرسانِ حال سے سلام فرما دیں اور جلد ثانی طبع ہونے پر احقر کو بھی یاد رکھیں[1]۔

(مکتوب حضرت مولانا محمد بدرِ عالم صاحب از مدینہ منورہ۔ محررہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ)

(۴) ان اغلاط کی وجہ سے طلبہ، مدرسین اور مصنفین و مؤلفین کو جو دشواریاں پیش آتی تھیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یا تو غلط فہمی کا شکار ہونا پڑتا تھا یا مضمون کو ترک کیا جاتا تھا یا تحقیقِ حق کیلئے کتابوں کی ورق گردانی میں وقت طویل صرف کرنا پڑتا تھا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ مشکلات یکسر دور ہو گئیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ طحاوی شریف سے بغیر اس رسالہ کے استفاع اگر ناممکن نہیں تو ناممکن کے قریب ضرور ہے۔

(ارشاد حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب ناظمِ اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم)

(۵) یہ کتاب (طحاوی شریف) جس قدر مقبول، ضروری اور بلند پایہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی طباعت میں کبھی بھی اس کی شایانِ شان توجہ اور اہمیت سے کام نہیں لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ

---

[1] ۱۹۵۵ء میں راقم سطور کے والد ماجد (مولانا حکیم محمد الیاس صاحب) جب حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو اسی کتاب کا ایک نسخہ حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت مولانا اسکو دیکھتے ہی باوجود اپنے ضعف ونقاہت کے فرطِ مسرت سے اپنے بسترِ علالت سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور غایتِ تعجب سے کئی بار یہ فرمایا کہ یا اللہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں اور پھر حضرت مصنف کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ میں تصحیح الاغلاط کے جزوِ ثانی کا بہت بے چینی سے منتظر رہوں گا۔ اس کی تکمیل جس قدر جلد ممکن ہو سکے کرائیے مجھے اس کے دیکھنے کا بیحد اشتیاق ہے۔ لیکن اگر میری زندگی میں اس کا دوسرا جزء شائع نہ ہو سکے تو یہ میری وصیت ہے کہ میری قبر پاس کے شائع ہو جانے کی خوشخبری سُنا دینا۔

اس کی سندوں اور خود متنوں میں بے شمار غلطیاں گویا ایک در شہر بن گئیں۔ یہ کتاب ہندوستان میں بھی بار بار طبع ہوئی مگر اس وراثت سے ہر دفعہ کی اشاعت کو کچھ زیادہ ہی حصہ ملتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل علم کو اس سے استفادہ مشکل ہو گیا۔

مولانا حکیم محمد ایوب صاحب کی یہ جد و جہد فی الحقیقت ہر طبقہ اور ہر ملک کے اہل علم پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے ان غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی۔ ہر ایک لفظ کے متعلق پوری کھوج لگا کر کے سولہ سال کی جد و جہد کا ایک مبارک نتیجہ اہل علم کے سامنے پیش کر دیا۔

ان سطور میں جس کتاب کا تعارف کرایا جا رہا ہے یہ سولہ سالہ جد و جہد کی کتابی تصویر ہے اور اسی مستحق ہے کہ اہل علم نقد جاں پیش کر کے اسکو حاصل کریں اور اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

(تبصرہ اخبار الجمعیۃ دہلی ۹ دسمبر ۱۹۵۸ء تبصرہ نگار حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب)

(۳) تصویب التقلیب :- اس کتاب کا پورا نام تصویب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کی مشہور تالیف تہذیب التہذیب حکیم صاحب زاد مجدہ کے مطالعہ میں پچاس سال رہی مطالعہ کے دوران اس کی جن اغلاط کا علم ہوتا رہا ان کو آپ نے اس رسالہ میں جمع کر کے ان کی تصحیح و تحقیق لکھدی۔ پوری کتاب میں یہ ترتیب قائم کی گئی ہے کہ پہلے خانہ میں صفحہ و سطر، دوسرے میں غلطی، تیسرے میں اس غلطی کا ازالہ، پھر چوتھے خانہ میں اس تصحیح کی تحقیق اور اس پر دلائل لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے صفحات (۸۷) ہیں اور سائز ۲۰×۲۶/۸ ہے۔

دورِ حاضر کے مشہور امام حدیث اور محدث کبیر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ علیہ الرحمہ کی طلب پر ماہ رجب ۱۳۹۹ھ (مئی ۱۹۷۹ء) میں حضرت حکیم صاحب نے تصویب التقلیب کی نقل احقر راقم سطور کے قلم سے کرا کر بھیجی تھی، بعد ازاں شیخ ابو غدہؒ کے تلمیذ خاص شیخ محمد عوامہ (مدینہ منورہ) نے حال ہی میں حافظ ابن حجرؒ کی مشہور کتاب "تقریب التہذیب" کو اپنی عالمانہ و مؤرخانہ تحقیق و تعلیق کے بعد شائع کیا ہے۔

اس تمہید کے بعد لکھنا یہ ہے کہ ہمارے خانوادہ کے لیے یہ بات باعثِ مسرت و افتخار ہے کہ انھوں نے اپنے مقدمۃ الکتاب میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ تقریب التہذیب پر اس علمی کام کی تحریک و ترغیب مجھے "فضیلۃ مولانا العلامۃ الکبیر المحدث الفقیہ الشیخ محمد ایوب السہارنفوری حفظہ اللہ تعالے بخیر و عافیۃ"

کی کتاب تصویب التقلیب سے ہوئی ہے۔ مقدمۃ الکتاب کی وہ سطور یہ ہیں۔

وما لبثت إلا يسيراً وانكشف لي خلاف ذلك تدريجياً، حتى صرت اجمع على غلاف الكتاب ما أراه من اخطاء مطبعية، فتجمع لي الكثير منها، حتى عزمت على ترتيبها وإلحاقها بكتاب فضيلة مولانا العلامة الكبير المحدث الفقيه الشيخ محمد ايوب السهارنفوري حفظه الله تعالى بخير وعافية، الذي جمع قسماً كبيراً من الاخطاء المطبعية في «تهذيب التهذيب»۔

(۴) الفتح السماوی فی تحقیق مولد الطحاوی :۔ علمائے متقدمین و متاخرین اور قدماً مورخین کی تیرہ تصانیف کے حوالوں سے اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۲۳۹ھ میں ہوئی ہے نہ کہ ۲۲۹ھ میں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ کتاب کا مسودہ مکمل ہے اور محفوظ ہے۔ اور پاکستان وہندوستان میں شائع ہونے والے حاشیہ طحاوی کے شروع میں طبع ہوگیا۔

(۵) ترجمہ الحزب الاعظم :۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ کی تعمیل ارشاد میں یہ ترجمہ کیا گیا، اور ترجمانی کے دوران بہت سے قدیم و جدید نسخے مترجم کے پیش نظر ہے۔ جدید و قدیم نسخوں کے متن میں جو اختلاف آپس میں پایا گیا، اس کو حاشیہ پر علامت نسخہ (ن) لکھ کر ظاہر کر دیا گیا۔

(۶) حاشیہ طحاوی شریف :۔ حکیم صاحب موصوف نے اس حاشیہ میں رواۃ طحاوی کی تحقیق و تعیین تخریج احادیث اور اغلاط طحاوی کی درستی و تصحیح پر زیادہ زور دیا ہے۔ رجال طحاوی سے شغف رکھنے والوں کے لئے یہ ایک قیمتی دستاویز ہے۔

ایک عربی کتاب میں آپ کا ذکرِ خیر

محدث جلیل مولانا محمد عاشق الٰہی مدنی نے اپنی مشہور تالیف "العناقید الغالیۃ من الاسانید العالیۃ" میں آپ اور آپ کی مذکورہ بالا تصنیفات و تالیفات کا ذکر خیر اس طرح کیا ہے :

(۲) هو مولانا محمد أيوب بن الطبيب محمد يعقوب السهارنپوری المظاهری ، وأسرته معروفة بالطب والمعالجات، التحق بجامعة مظاهر علوم فی سنة ۱۳۲۶ھ وتلمذ على أساتذتها ، لاسيما على الأخوين مولانا محمد یحیی ومولانا محمد إلیاس الکاندهلویین ، وأخذ بعض الکتب عن شیخنا مولانا محمد زکریا الکاندهلوی ، وقرأ کتب الحدیث فی سنة ۱۳۲۹ھ ثم فی السنة التی تلیها قرأ بعض کتب

التفسير والفقه ، ومع اشتغاله بالطب والعلاج كان له اشتغال كبير بالتأليفات ، فألف كتبا وتحمل في ذلك المحنة الشاقة ، له تراجم الأحبار من رجال شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي ، وتصحيح الأغلاط الكتابية الواقعة في النسخ الطحاوية، وله حواش على شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي ، طبعت مع نفس الكتاب في ملتان ، وله رسالة في تحقيق سنة ولادة الإمام الطحاوي ، وله تصويب التقلب الواقع في تهذيب التهذيب جمع فيه مافرط من قلم الحافظ ابن حجر رحمه الله في تذكرة الرواة ، توفي صاحب الترجمة لثلث بقين من شهر ربيع الآخر سنة ١٤٠٧ رحمه الله تعالى وتغمده بغفرانه

حکیم صاحب کے اس علمی وتحقیقی حاشیہ کی علمائے حدیث کے یہاں بڑی پذیرائی ہوئی اور اہل علم طبقہ نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ یہ حاشیہ متن طحاوی کے ساتھ پہلی مرتبہ آپ کی اجازت سے ۱۳۸۱ھ میں مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان سے شائع ہوا تھا، بعدازاں دوسرا ایڈیشن مکتبہ حقانیہ ملتان سے اور تیسرا مکتبہ اشرفیہ دیوبند سے اور چوتھا ایڈیشن مکتبہ رشیدیہ سہارنپور سے شائع ہوا۔ اس کے بعد ہندوستان وپاکستان اور بنگلہ دیش کے تاجرانِ کتب نے بہت سے ایڈیشن شائع کیے ــــ اس حاشیہ کی پذیرائی اور مقبولیت کا ہلکا سا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب ناشرین کتب صرف اسی حاشیہ والی طحاوی شریف کو شائع کررہے ہیں دیگر حواشی والی کتاب اب جلدی سے دستیاب نہیں ہوتی۔

یہاں مکتبہ امدادیہ ملتان اور مکتبہ رشیدیہ سہارن پور سے شائع ہونے والے دو ۲ ایڈیشنوں کے پہلے صفحہ کا عکس دیا جاتا ہے۔

آپ کی تصانیف پر ایک جامع تبصرہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (لکھنؤ) کی فرمائش پر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے قلم سے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وقلمی کاوشوں پر ایک جامع اور مفصل تبصرہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوا ہے جس کو قدرے اختصار کے ساتھ یہاں پیش کیا جاتا ہے: وہ لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

شرح معانی الآثار

للامام ابی جعفر احمد بن محمد الازدی المصری الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۲۹ھ ـــــــ ۳۲۱ھ

مع الحاشیۃ المتعلقۃ برجال الطحاوی وتخریج احادیثہ

للامام الہمام المحدث محمد ایوب المظاہری السہارنفوری

متعنا اللہ تعالیٰ وسائر اہل الاسلام بعلومہم

عدد الاحادیث فی الجزء الاول ۳۷۲۰

المکتبۃ الامدادیۃ ملتان

پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

شرح معانی الآثار

للامام ابی جعفر احمد بن محمد الازدی المصری الطحاوی رحمہ اللہ تعالی

۲۲۹ھ ——— ۳۲۱ھ

مع الحاشیۃ المتعلقۃ برجال الطحاوی وتخریج احادیثہ

للامام الہمام المحدث محمد ایوب المظاہری السہارنفوری

متعنا اللہ تعالی وسائر اہل الاسلام بعلومہ

عدد الاحادیث فی الجزء الاول ۳۷۲۰

مکتبہ رشیدیہ

سہارنپور (یوپی)

ہو ممکن تھا کہ طب سے خاندانی شغف اور آبائی دواخانہ کی نگہداشت اور ترقی میں حکیم محمد ایوب صاحب کے تمام اوقات بسر ہوتے، مگر توفیق الٰہی نے دستگیری فرمائی، اور حکیم صاحب نے طبی مشغولیات کے بالکل ابتدائی زمانہ سے ہی اپنے اوقات کا ایک حصہ مطالعہ حدیث اور خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے ایماء و مشورہ پر معانی الآثار طحاوی کی تصحیح و تحقیق کے لیے وقف کر دیا اور پھر رفتہ رفتہ اس میں اس قدر انہماک اور مصروفیت ہوئی کہ یہی کام اصل ذوق اور اوقات کا بہترین مصرف قرار پایا جس کے نتیجے میں شرح معانی الآثار کی تصحیح و تحقیق کی وہ عدیم المثال خدمت سرانجام پائی جو ایک عرصہ سے علمائے احناف کے ذمہ قرض چلی آرہی تھی۔

حکیم صاحب نے اپنے اوقات کچھ اس طرح مرتب اور تقسیم کر رکھے تھے کہ صبح و شام تک مختلف النوع مشاغل جاری رہتے، کثرت کار اور اختلاف امور کے باوجود سب اپنے اپنے وقت پر ہوتے تھے، مطب کی مصروفیات، خدمتِ حدیث میں حارج نہیں تھیں، انتظامی مشاغل، نجی معلومات اوراد و وظائف کی تکمیل میں رکاوٹ نہیں بنے، بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھریلو امور کی نگہداشت مدرسہ کے کاموں پر اثر انداز نہیں تھیں اور تصنیف و تالیف اور مطالعہ و تحقیق سے مطب کی کارگذاری متاثر نہیں ہوتی تھی، تمام امور اپنے اپنے اوقات پر پابندی سے سرانجام پاتے رہے اور ان سب کے ساتھ ایک اہم کام جو خاصے وقت اور توجہ کا طلب گار ہوتا ہے، روزانہ کی مفصل یادداشت اور روزنامچہ کی تحریر و ترتیب تھی جس میں اپنے، مدرسہ کے، اہلِ شہر کے اور مختلف قسم کے واقعات تفصیل سے لکھے جاتے تھے، برسہا برس سے اس روزنامچہ کی تحریر و کتابت کا سلسلہ تھا جو غالباً آخری ایام تک جاری رہا۔

حکیم صاحب موصوف کو سہارنپور اور نواح سہارن پور میں ایک باکمال حاذق طبیب کی حیثیت سے جانا جاتا تھا اور حضرت شیخ سے محبت وتعلق رکھنے والے ان کو حضرت کے ایک عزیز کی حیثیت سے اور کچھ افراد سرپرست مدرسہ مظاہرعلوم کے عنوان سے جانتے تھے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ایسے حضرات بہت کم ہیں جو ان کی اصل خصوصیت وکمال اور خادم حدیث نبوی کی حیثیت سے پہچانتے ہوں وہ ایک جید عالم، فن حدیث کے محقق و مبصر اور رجال میں مرجع و سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

حکیم صاحب کی تصنیفات تین طرح کی ہیں،

اوّل جو معانی الآثار کی تصحیح و تحقیق اور اس کے متعلق تنقیدی مباحث پر مشتمل ہے۔

دوّم، وہ جو رجال حدیث کی تحقیق خصوصاً حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیفات تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب نیز خلاصۃ التہذیب تہذیب الکمال کے اغلاط اور اوہام کی نشاندہی کرتی ہیں۔

سوّم جو اوراد وظائف یا طب وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

قسم اول کے تحت: تصحیح الاغلاط الکتابیۃ الواقعۃ فی النسخ الطحاویۃ۔ حواشی شرح معانی الآثار۔ تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار اور الفتح السماوی فی تحقیق مولد الطحاوی کا ذکر ہوگا۔

قسم دوم کی تصنیفات میں تصویب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب اور تصحیح وتعلیق بر تقریب التہذیب وخلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال کا ذکر ہوگا۔

اور قسم سوم کی تالیفات میں ترجمہ الحزب الاعظم اور بعض طبی بیاضوں کا نام شامل ہے۔

شرح معانی الآثار طحاوی کی جلالت شان اور خصوصاً علمائے احناف کے لیے اس کی اہمیت محتاج تعارف نہیں، یہ کتاب گذشتہ سو سال سے ہندستان کے درسی علمی حلقوں میں معروف و متبادل اور مختلف مطابع سے مختصر حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہے مگر درحقیقت اس کا متن اس قدر غلط اور سند کے رجال و رواۃ کی تعیین میں اس قدر اوہام اور اغلاط تھے کہ اکثر راویوں کی صورت کچھ سے کچھ ہو گئی تھی، اس غلط در غلط متن سے استفادہ دشوار اور اس کے دلائل پر اعتماد مشکل ہو گیا تھا۔

محدثین احناف کی خواہش تھی کہ اس کتاب کی تصحیح و تحقیق ہو، اور یہ کتاب اپنی اصلی شکل و صورت میں نمودار ہو۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ نے توجہ فرمائی، اور طحاوی پر کچھ لکھنا شروع کیا اور اس سلسلہ میں اپنے منصوبے کا اعلان بھی کر دیا تھا اور اسی زمانہ میں ــــ معانی الآثار کی اردو میں شرح لکھنے کی خدمت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سپرد فرمائی۔ حضرت مولانا نے بھی کام کا آغاز کر دیا تھا اور اردو شرح کا کچھ حصہ مرتب فرما لیا تھا۔ مگر مولانا محمد یحییٰ کی اچانک وفات کی وجہ سے یہ دونوں منصوبے ناتمام تشنۂ اشاعت رہے۔ مولانا محمد یحییٰ کی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اس کام کو آگے بڑھانا چاہا مگر اوجز المسالک کی تصنیفی مشغولیت اور بعد میں گوناگوں مصروفیت کے سبب اس کا موقع نہ آسکا۔ تو حضرت شیخ نے مولانا حکیم محمد ایوب کو جو ان کے اور ان کے والد ماجد کے شاگرد تھے معانی الآثار کی تصحیح اور تحقیق رجال کی طرف متوجہ فرمایا اور اس خدمت کے لیے مامور کیا۔

اور قدم قدم پر حکیم صاحب کی مدد و معانت فرماتے رہے۔
حکیم صاحب نے متن معانی الآثار کی تحقیق و تنقید کا سلسلہ بیک وقت شروع کیا، اس عظیم منصوبہ کا ۱۳۴۱ھ میں آغاز ہوا اور تقریبًا اٹھاون سال بعد ۱۳۹۸ھ میں دو کتابوں اور متعدد جلدوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ دونوں کا نسبتًا تفصیلی تعارف درج ذیل ہے۔

۱: تصحیح الاغلاط الکتابیۃ الواقعۃ فی نسخ الطحاوی، یہ کتاب معانی الآثار کے ہندوستان میں معروف مطبوعہ نسخوں کی اغلاط کی بہت مفصل فہرست یا اشاریہ (INDEX) ہے جس میں مطبوعہ نسخوں کی ایک ایک صفحہ کی ہر ہر سطر کی تمام اغلاط بقید صفحہ و سطر درج ہیں، اور ہر موقع پر صحیح عبارت کی نشاندہی کی گئی ہے جس کے بعد معانی الآثار کے صحیح متن تک رسائی ممکن ہوئی اور امید ہے کہ طحاوی کے آئندہ تمام نسخوں کی تحقیق و ترتیب کے وقت اس فہرست سے استفادہ کیا جائے گا۔

تصحیح الاغلاط الکتابیہ، دو جلدوں پر مشتمل ہے اور اصل طحاوی کے جہازی سائز کے پونے دو سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں تقریبًا ۲ ہزار غلطیوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

پہلی جلد ۱۳۶۹ھ میں چھپی اور دوسری جلد ۱۳۸۵ھ میں نکلی۔ اس کتاب کا علمی حلقوں میں شایان شان استقبال ہوا۔ برصغیر ہندوستان و پاکستان کے محدثین کرام اور جلیل القدر علماء نے اس کی بے حد پذیرائی کی، تحسین و تصویب سے نوازا، اور اس میں جو کاوش اور دیدہ ریزی کی گئی ہے اس پر صدائے آفریں بلند کیں، محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ نے اس پر مکمل تبصرہ لکھا جو الفرقان میں شائع ہوا، نیز حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

صاحبؒ کاندھلوی اور مولانا بدرعالم صاحب میرٹھی مؤلف ترجمان السنة وغیرہ متعدد علماء نے اس گرانمایہ تحفہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور کہا ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مولانا بدرعالم صاحب نے طحاوی سے غایت تعلق اور حکیم صاحب کی اس خدمت پر انتہائی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے غایت شوق میں یہانتک فرمایا کہ اگر اس کتاب کی دوسری جلد میری زندگی میں شائع نہ ہوسکے میری وفات کے بعد چھپے تو میری قبر پر آکر خوش خبری سنادینا۔'

۲: **تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار**: معانی الآثار کی استنادی حیثیت اور فقہ حنفی کے ماخذ و مستدلات میں اسکا صحیح مقام متعین کرنے کے لیے ضروری تھا کہ حدیث کی روایات اور رجال سند کا مفصل جائزہ لیا جائے۔ ان کے ضبط و اتقان اور جرح و تعدیل کے متعلق ائمہ فقہ کی آراء معلوم ہوں، انکے اساتذہ و تلامذہ کی تفصیل نظر میں ہو اور طحاوی کی روایات کا حدیث کی کتابوں کی انجمن میں صحیح مقام متعین کیا جاسکے اور اس کی اہمیت واضح ہو، اس مقصد کی تکمیل کے لیے حکیم محمد ایوب صاحب مرحوم نے تراجم الاحبار پر کام شروع کیا اور برسوں کی سخت محنت و جستجو، طویل ریاضت و مطالعہ کے بعد رجال معانی الآثار زیر تعارف کتاب مرتب و مکمل کی جاننے والے جانتے ہیں کہ رجال حدیث کا فن کس قدر وسیع نازک اور نہایت دشوار اور صبر آزما فن ہے، اس میں ایک ایک شخص کے متعلق صحیح معلومات و تعارف کے لیے کیسے کیسے مشکل مراحل سے گذرنا ہوتا ہے ایک نام کے سینکڑوں افراد ہیں اور پھر ان میں سے بعض کے خاندان آبائی نسبتوں، القاب و کنیتوں اور علاقائی تعارفی لاحقوں میں اس قدر مشابہت مماثلت ہوتی ہے کہ متعلقہ شخص کے صحیح نام و نسبت کی تعین اور اس

کے مالہٗ وماعلیہ کی دریافت میں دانتوں پسینہ آجاتا ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران مؤلف تراجم الاحبار بارہا حوصلہ شکن مراحل سے گذرے ہوں گے، عاجز ہوکر قلم رکھ دیا ہوگا مگر خدمت حدیث کی امنگ نے پھر نیا حوصلہ بخشا ہوگا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے کس طرح حوصلہ افزائی اور تعاون فرمایا ہوگا اور ایسے واقعات نہ جانے کتنی بار پیش آئے ہوں گے تب کہیں تراجم الاحبار وجود میں آئی ہوگی۔ مؤلف کی دقت نظر اور موضوع کی نزاکت کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ۲۲ سو صفحات کی کتاب کی ترتیب و تالیف تقریباً ساون سال میں مکمل ہوئی۔

تراجم الاحبار کا پہلا ایڈیشن جو چار جلدوں پر مشتمل ہے سہارنپور سے شائع ہوا ہے ایک اور عمدہ ایڈیشن کی پاکستان میں اشاعت متوقع ہے۔

۳: **حواشی معانی الآثار:** اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ معانی الآثار کا متن اور سند دونوں اغلاط سے پر تھیں۔ تصحیح الکتابیہ کے ذریعہ معانی الآثار کے اغلاط کا پردہ فاش ہوا اور صحیح متن کی جانب رہنمائی ہوئی اور تراجم الاحبار سے اس کی سند اور رجال کی تحقیق وتعیین ممکن ہوئی۔ اس کے بعد ضرورت تھی کہ ان تمام تحقیقات کی روشنی میں معانی الآثار کا ایک نیا اور مکمل نسخہ مرتب اور شائع ہو، توفیق الٰہی شامل ہوئی اور یہ ہفت خواں بھی خود حکیم صاحب کے ذریعہ طے ہوا کہ حکیم صاحب نے اس موضوع پر اپنے تمام مطالعہ، تحقیقات کا عطر کشید کر کے معانی الآثار کا نیا قالب تیار کیا جس میں متن و سند کی تحقیق و تصحیح روایات کی تخریج اور علامہ طحاوی کی اصطلاح وقال قوم آخرون کے مشار الیہ کی تعیین اور معانی الآثار کے حل مطالب اور متعلقات کتاب کی گرہ کشائی کی کوشش

کی گئی ہے۔ اس نسخہ کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ طحاوی کا ایک ایسا صحیح نسخہ وجود میں آ گیا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ معانی الآثار کے اس نسخہ کی پہلی جلد عمدہ کتابت وطباعت کے ساتھ مکتبہ امدادیہ ملتان سے شائع ہو چکی ہے۔ دوسری زیرِ طبع ہے۔

۴، **الفتح السماوی فی مولد الطحاوی**: امام طحاوی احمد بن محمد بن سلامہ متوفی ۳۲۱ھ کے متعلق ایک مشہور روایت یہ ہے کہ وہ ۲۲۹ھ میں تولد ہوئے، مگر یہ روایت درست نہیں، صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت ۲۳۹ھ میں ہوئی۔ حکیم صاحب نے زیرِ تعارف رسالہ میں مؤخر الذکر روایت کو اہل سیر وتاریخ کے اقوال کی روشنی میں آئینہ کیا ہے، یہ رسالہ اردو میں ہے اور شائع نہیں ہوا مگر اس کا عربی خلاصہ معانی الآثار مطبوعہ ملتان میں شامل ہے۔

۵، **تصویب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب**: رجالِ طحاوی کی تالیف کے دوران حکیم ایوب صاحب کو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب سے بار بار رجوع و استفادہ کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اسی وقت تہذیب التہذیب کی بعض فروگذاشتیں معلوم ہوئیں۔ حکیم صاحب نے ایسے تمام مقامات کی تحقیق کی اور مطالعہ وجستجو کے بعد تہذیب التہذیب کے حواشی پر اس کی تصحیح کرتے رہے، رفتہ رفتہ اس قسم کے حواشی کا ایک خاصا ذخیرہ ہو گیا تو ان تمام حواشی کو یکجا کر کے تصویب التقلیب کے نام سے مرتب کر لیا۔ یہ کتاب سہارنپور سے شائع ہو چکی ہے اور دنیائے اسلام کے نامور عالم ومحقق شیخ عبد الفتاح ابوغدہ اس کو اضافات و تعلیقات کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ نسخہ شائع ہو گا، تو ہندوستانی علماء کی کلاہ افتخار میں ایک اور کلغی کا اضافہ ہو گا۔

۶: **تصحیح اغلاط تقریب التھذیب وخلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال** | تہذیب التہذیب کی طرح حافظ ابن حجرؒ کی ایک اور معروف تصنیف تقریب التہذیب میں بھی بعض فروگذاشتیں کئی جگہ پائی گئی ہیں۔ حکیم صاحبؒ نے ان کی صحت وتحقیق پر بھی توجہ کی اور تہذیب الکمال پر بھی استدراک وحواشی لکھے۔ یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔

۷: **ترجمہ حزب الاعظم**: حزب الاعظم دعاؤں کی ایک مشہور کتاب ہے۔ حکیم صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تعمیل ارشاد میں اس کا اردو ترجمہ کیا تھا جو مکمل مگر ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

۸: **طبی بیاضیں**: طب اور معالجات حکیم صاحب کا آبائی مشغلہ اور ذریعہ معاش تھا، حکیم صاحبؒ نے ان بیاضوں میں اپنے اور اپنے بزرگوں کے اہم نسخے اور مجربات نقل اور جمع کئے ہیں اور اپنے بعض معرکۃ الآراء طبی کارناموں کی تفصیلات بھی قلم بند کی ہیں۔ یہ تمام بیاضیں بھی اشاعت سے محروم ہیں۔

ممکن ہے مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ بھی حکیم صاحب کی کچھ اور تصنیفات ہوں مگر راقم سطور کو ان کا علم نہیں۔" (بشکریہ ماہنامہ الفرقان مئی ۱۹۹۷ء لکھنؤ)

مشائخ کبار و علمائے عظام سے تعلقات اور انکی خدمات میں حاضری

اس عنوان کے تحت ان مختلف الالوان علماء و مشائخ اور بزرگانِ دین کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے جن کی خدمت میں جد محترم بار با حاضر ہوئے۔ دادا جان زاد مجدہٗ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے حضرات کا تعلق میرے والد حکیم سید محمد یعقوب صاحب سے بڑا گہرا اور بے تکلفی کا رہا۔ لیکن میں ہمیشہ ان حضرات کے باہمی تعلقات سے کسب ہو کر استفادہ اور بغرض حصول برکت ہی حاضر ہوا۔ اکابر و مشائخ سے ملاقات اور حاضری کی یہ دل گداز اور دلنواز تاریخ راقم سطور دادا جان زاد مجدہٗ کے الفاظ میں ہی پیش کرتا ہے۔

(۱) مولانا رحم الٰہی صاحب منگلوری:۔ مولانا کی رشتہ داری حکیم موسیٰ و حکیم عیسیٰ صاحبان سے تھی۔ آپ ان دونوں کے خالو ہوتے تھے۔ اسی رشتہ اور تعلق کی بنا پر بکثرت سہارنپور آتے رہتے میری عمر اس وقت تقریباً سات آٹھ سال تھی۔ جب میں نے ان کو پہلی مرتبہ دیکھا مجھے مولانا کا حلیہ اب بھی اچھی طرح یاد ہے۔ دُبلے پتلے بدن کے تھے۔ سر پر بال (پٹے) رکھتے تھے۔ سر کے بیچ کا حصہ بالوں سے خالی تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں خلقۃً خراب تھیں۔ غرارے دار پاجامہ، ململ کی ٹوپی لباس تھا۔ عالی جناب قاضی ظفر احمد صاحب کا بیان ہے کہ مولانا نے مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی سے مدرسہ صولتیہ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے اور اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے اجازت بیعت تھی۔

ایک مرتبہ میں حکیم موسیٰ صاحب کے ساتھ مولانا سے ملاقات کی غرض سے منگلور گیا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے دو مہمان آج گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دو اور بھیجدیئے اور اُن کے خرچ کے لئے دو روپئے بھی دیدیے۔ شام کو ہم لوگ واپس آ گئے۔

۱۹۶۰ء میں پشاور کے ایک حکیم صاحب حکیم منصور علی یہاں آئے تھے، سہارنپور میں ان کے رشتہ دار ہیں وہ اصلاً منگلور کے رہنے والے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ کچھ واقعات مولانا رحم الٰہی صاحب کے سُناؤ۔ اس پر انھوں نے کہا کہ میں نے تو اپنی زندگی کا بڑا حصہ مولانا کے پاس گزارا ہے اور پھر یہ تین واقعات سُنائے کہ۔

ایک مرتبہ مولانا کے مکان اور مسجد کے درمیان گانا ہو رہا تھا اور ایک بازاری عورت ناچ رہی تھی۔ بڑا مجمع چاروں طرف تھا۔ مولانا کو یہ دیکھ کر جلال آگیا اور اپنے پاؤں سے جوتا نکال کر

اس عورت کی پٹائی کی۔ یہ منظر دیکھ کر سارا مجمع بھاگ گیا۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ مولانا کبھی کبھی بعد عشاء شہر سے باہر ایک مسجد میں جاکر نوافل پڑھتے تھے میں (یعنی حکیم منصور علی راوی قصہ) مولانا کے انتظار میں باہر صحن میں بیٹھ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے خاوند کو پھانسی کی سزا ہوگئی ہے۔ ہم نے اپیل کر رکھی ہے۔ دعا کریں کہ وہ سزا سے بچ جائے۔ مولانا نے اس کیلئے دیر تک دعا مناجات کی اور پھر اس سے فرمایا کہ تیرا کام نہیں بنتا۔ یہ سُن کر وہ عورت تیزی کے ساتھ مسجد سے نکل کر چلی گئی اور کچھ دیر کے بعد چھوٹی سی لڑکی گود میں لیکر آئی اور کہا کہ لو اس کو بھی پھانسی دلوا دو۔ مولانا اس وقت نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر بہت روئے۔ وہ لڑکی بھی مولانا کو دیکھ کر رونے لگی۔ جب دونوں کو روتے ہوئے کافی دیر ہوگئی تو مولانا نے اس عورت کو بلا کر فرمایا کہ جا تیرا کام ہو گیا۔ یہ سُن کر وہ بچی کو اٹھا کر لے گئی اور کہتی جاتی تھی کہ اب دیکھوں گی کون پھانسی دیتا ہے۔ کچھ دن کے بعد اس کا شوہر بری ہو کر آگیا تو وہ مع اپنے عزیز و اقارب کے مولانا کی خدمت میں آئی اور مٹھائی پیش کی۔ مولانا نے اس کے اصرار کے باوجود قبول نہیں فرمائی۔ اور کہا کہ غربا رفقرار کو تقسیم کردو۔

تیسرا قصہ یہ سُنایا کہ ایک مرتبہ نماز پڑھ کر مسجد سے آرہے تھے۔ کسی بچہ نے پتھر پھینک کر مارا وہ مولانا کے لگا اور کنپٹی سے خون جاری ہو گیا۔ لڑکے کے اعزہ معافی مانگنے آئے تو فرمایا کہ اتفاقیہ ایسا ہو گیا اس نے قصداً نہیں مارا تھا۔

مولانا کے مریدین کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ میاں جی عبداللہ صاحب شیخ صاحبان کی مسجد کے امام بھی مولانا سے بیعت تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولوی عبدالرحمٰن تھے جن کا جوانی میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ مولانا نے بہت ہی صبر و عزیمت سے کام لیا۔ نماز تہجد کے لئے مسجد گئے ہوئے تھے وہیں بیٹے کی علالت اور پھر نماز فجر میں اس کے انتقال کی خبر ملی۔ گھر آئے۔ خدام سے کہا کہ غسل کی تیاری کرو اور خود قبرستان چلے گئے۔ سنت کے مطابق قبر تیار کرائی۔ اشراق کے وقت گھر لوٹے اور جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے۔

مولانا کی ایک صاحبزادی بھی تھیں جو نابینا تھیں۔ مولانا نے ان کو کلام مجید حفظ کرایا تھا۔

(۲) اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ ۔ کا نام بکثرت سُنا کیونکہ حضرت سے مولانا یحییٰ صاحب رائے پور آتے جاتے رہتے تھے۔ لیکن مجھے زیارت اور ملاقات کی سعادت ایک ہی مرتبہ ملی۔ وہ اس طرح کہ حضرت بغرض علاج سہارنپور آئے، شاہ زاہد حسن صاحب کے مکان پر

قیام تھا۔ میں اور مولوی نصیر الدین مرحوم حضرت مولانا الیاس صاحب اور حضرت شیخ زکی معیت میں بغرض ملاقات و عیادت گئے۔ حضرت شیخؒ نے ہم دونوں کے لیے دعا کی درخواست کی اور ہمارے سروں پر ہاتھ رکھوایا۔

۳: حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت مجھے سب سے پہلے جنگ بلقان کے موقعہ پر ہوئی۔ اس وقت حضرت اس سلسلہ میں وعظ و تقریر کیلئے آئے ہوئے تھے۔ ممبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرمائی۔ بس مجھے اتنا یاد ہے کہ بار بار بیت المقدس کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اسکے بعد مظاہر علوم کے سالانہ جلسوں میں بار بار زیارت ہوئی۔ وعظوں میں بھی شرکت کی نوبت آئی۔ ایک مرتبہ مظاہر علوم کے جلسہ میں حضرت بیان فرما رہے تھے۔ کسی نے آواز دے کر کہا کہ حضرت ادھر بھی رُخ کریں، لہجہ گستاخانہ تھا۔ حضرت نے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں معمولی کپڑے پہن رہا ہوں اسلئے تم یہ بات کہہ رہے ہو۔ اگر جبہ، قبہ اور عمامہ کے ساتھ ہوتا تو پھر ہرگز نہ کہتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ مظاہر علوم کے جلسہ سالانہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے تھیلی لاکر ممبر پر رکھدی اور کہا کہ یہ مدرسہ کے لئے ہے۔ کھول کر دیکھا تو اسمیں پانچسو روپے تھے۔ اس وقت کے اعتبار سے یہ بہت بڑی رقم تھی، کیونکہ عامۃً دو، دو روپے چندہ میں آتے تھے۔ حضرت نے ان صاحب کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا انشاء اللہ جنت ملے گی۔ اُس زمانہ میں میرا جلال آباد جانا کثرت سے ہوتا تھا تو میں نے اپنا یہ معمول بنالیا تھا کہ سہارنپور سے چلکر سیدھا تھانہ بھون پہنچتا۔ کچھ دیر وہاں رہ کر پھر کسی بہلی یا تانگہ سے جلال آباد آجاتا۔ مولانا شبیر علی صاحب سے بے تکلفی تھی اُن سے کہدیتا کہ اتنی دیر کے بعد جلال آباد کیلئے کسی سواری کا انتظام کرادیں۔ وہ کسی کو متعین کردیا کرتے تھے۔ میں حضرت کی طبیعت اور مزاج کے پیش نظر ہمیشہ خود ہی کہدیا کرتا تھا کہ جلال آباد آیا تھا ملاقات کے لئے یہاں آگیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر جلال آباد جانا ہے۔ مولوی شبیر نے سواری کا انتظام کررکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں میں اسلئے کہتا تھا تاکہ حضرت کو تنگی نہ ہو۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا۔ تنہا سہ دری میں تشریف فرما تھے۔ میں نے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک میں اکیلا حضرت کے پاس رہا۔ بات چیت بھی ہوتی رہی۔ مجھے بار بار خیال آتا رہا کہ کہیں میری وجہ سے تو حضرت تشریف فرما نہیں ہیں۔ پوچھنے کی ہمت اسلئے نہ ہوئی کہ کہیں حضرت یہ خیال فرمائیں کہ اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھتا ہے۔ لیکن جب میں جانے کیلئے اُٹھا تو حضرت بھی ساتھ اُٹھے اور دروازہ تک تشریف لائے۔ وہاں میرے لئے بہلی موجود تھی۔ گرمی کا موسم تھا اسمیں کچھ کپڑا وغیرہ بھی بچھا ہوا

نہیں تھا۔ حضرت نے اپنے سر پر سے لنگی اُتار کر فرمایا کہ یہ بچھالو۔ مجھے بہت شرم آئی اور عرض کیا کہ حضرت یہ تو سر پر رکھنے کے قابل ہے نہ کہ بچھانے کے۔

ایک مرتبہ تھانہ بھون گیا۔ میاں یحییٰ سلمہٗ چھوٹے سے تھے ان کو ساتھ لے گیا۔ حضرت نے اپنے قریب بٹھالیا۔ بہت محبت سے پیش آئے۔ رخصت کے وقت میں نے عرض کیا کہ یحییٰ کے سر پر ہاتھ رکھدیں حضرت نے اپنا ہاتھ سر پر پھیرا اور دعا دی۔

ایک مرتبہ وہاں سے واپسی کے وقت جب مصافحہ کرنے لگا تو مجھ پر رقت طاری ہوگئی مصافحہ کے دوران میں نے عرض کیا کہ جہنم کے عذاب سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آگ کا عذاب تو بہت سخت ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مالک ہیں جو چاہے کریں، اور بھی کئی باتیں فرمائیں جسمیں اچھی خاصی دیر لگ گئی اور میں اسی طرح ہاتھ میں ہاتھ تھامے رہا۔

ایک مرتبہ تھانہ بھون سے جلال آباد آرہا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ وہیں علامہ سید سلیمان ندوی سے ملاقات ہوئی وہ تھانہ بھون جارہے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا پہلے سے تعارف تھا سید صاحب کے ساتھ میں نے دوبارہ تھانہ بھون جانے کا ارادہ کرلیا۔ سید صاحب نے فرمایا کہ کیوں اپنے سفر میں تغیر کرتے ہو۔ میں نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سے اور ملاقات ہو جائے گی۔ سردی کا موسم تھا میرے پاس رضائی تھی جو میں نے اپنے گھٹنوں پر ڈال رکھی تھی وہ میں نے سید صاحب کے نیچے بچھادی۔ انھوں نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں میں نے کہا کہ میرا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ اور آپ کو راحت ملے گی۔ میرا یہ جواب سُن کر منظور کرلیا۔ تھانہ بھون ایسے وقت پہنچے کہ حضرت مکان پر جاچکے تھے۔ خانقاہ کے مقیمین سے میں نے کہا کہ سید صاحب کے آنے کی اطلاع حضرت کو کردیں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ اطلاع تو کرد قواعد کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ اگر قواعد کے خلاف ہوگا تو حضرت خود عمل نہیں کریں گے بہرحال اطلاع کردی گئی۔ حضرت نے کھانے کے متعلق دریافت کرایا۔ سید صاحب نے جواب کہلوایا کہ ابھی نہیں کھایا، اب کھائیں گے۔ اس پر مکان سے ایک خانچی میں روٹی ایک پیالہ میں اڑد کی دال بغیر دھلی ہوئی اور ایک پیالہ میں شوربا جسمیں مرغی کا گوشت تھا آیا۔ ہم سب نے کھایا۔ شام کو میں واپس جلال آباد آگیا۔ اس سفر میں علامہ سید سلیمان ندوی سے رجالِ طحاوی کیا بابت اپنے کام کا تفصیلی تذکرہ آیا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ طحاوی میں ضعیف رُواۃ کتنے ہیں۔ میں نے کہا کہ ضعیف رُواۃ بہت کم ہیں لیکن ان کی صحیح تعداد تو اسی وقت

معلوم ہو گی جب کتاب پر کام مکمل ہو جائے گا تاہم ابھی تک اتنے رُواۃ کا علم ہو سکا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت تھانوی اور مولانا ظفر احمد صاحب کی مجلس میں کبھی رجالِ طحاوی کا تذکرہ آیا۔ حضرت نے خود ہی پوچھا تھا کہ کوئی علمی کام بھی کر رہے ہو۔ اس پر میں نے اپنے کام کی تفصیل بتلادی تھی، مولانا ظفر احمد صاحب اپنے کتب خانہ میں کچھ لکھ رہے تھے۔ میں وہیں پہنچ گیا۔ علمی باتیں ہوتی رہیں۔ طحاوی کا تذکرہ آیا۔ میں نے اس کی چند اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ ایک غلطی تو بالکل ابتداء میں ہی ہے، مولانا نے میری بیان کردہ تصحیح فوراً طحاوی شریف کے حاشیہ پر لکھ لی تھی۔

ایک مرتبہ میں تھانہ بھون گیا۔ مسجد اور کنویں کے درمیان میں مصافحہ ہوا، رُخصتی مصافحہ کے وقت میں نے ایک بوتل جو غالباً مارالحم تھا پیش کیا۔ نہ معلوم اس وقت حضرت پر کیا کیفیت تھی یا کیا بات تھی فرمایا کہ میں پہلی ملاقات میں کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ میں بار ہا خدمت میں آچکا ہوں، حضرت نے فرمایا مجھے تو یاد نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس یاد نہ ہونے کا ذمہ دار نہیں۔ میرے اس جواب پر حضرت مسکرائے اور بوتل قبول فرمالی۔ [۱]

(۴) مولانا عبدالعلی صاحب:

ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب اور حضرت شیخ سہارنپور سے دہلی تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں سے یہ حضرات مولانا عبدالعلی صاحب سے ملنے گئے، حضرت شیخ نے میرا تعارف کرایا کہ یہ حکیم اسحٰق صاحب کے بھتیجے ہیں، اس پر مولانا نے تایا صاحب، والد صاحب اور چچا حکیم محمد ادریس صاحب کی خیریت دریافت کی۔ میں نے جواب میں چچا کے انتقال کی اطلاع دے کر بقیہ دو کی خیریت بتلادی، مولانا عبدالعلی صاحب کے متعلق مشہور تھا کہ مستجاب الدعوات تھے۔

(۵) مولانا حکیم جمیل الدین صاحب: یہ حضرت اقدس گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کے شاگردوں میں تھے اور حکیم اجمل صاحب کے اُستاد تھے۔ قد آور تھے جسم تنومند تھا۔

---

[۱] گاہ بگاہ دادا جان زاد مجدہٗ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں مکاتیب بھی لکھتے رہتے تھے۔ ہماری خاندانی فائل میں اپنے تین خط محفوظ ہیں۔

میرٹھ کی بنی ہوئی گول ٹوپی استعمال کرتے تھے۔ حکیم اجمل صاحب نے ایک مرتبہ ریاست رامپور میں پانچسو روپے ماہوار پر آپ کے لئے پیش کش کی مگر آپ نے دنیاداری کا ماحول کہہ کر جانے سے انکار کر دیا۔

میری حکیم صاحب سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ کے ہمراہ دہلی گیا تو رات کا کھانا حکیم صاحب کے یہاں کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے لوٹے میں رکھے ہوئے پانی سے ہاتھ دھوئے۔ اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ برف کا پانی ہے میں نے کہا کہ حضرت میں تو سہارنپور کا رہنے والا ہوں مجھ کو تو اس پر برف کا شبہ بھی نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضرت شیخ نے نظام الدین میں اعتکاف کیا۔ میں بھی وہیں معتکف تھا۔ حکیم صاحب بغرض ملاقات آئے۔ جب جانے لگے تو شیخ رخصت کرنے کیلئے اُٹھے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ آپ تو معتکف ہیں؟ شیخ نے فرمایا جہاں تک جانے کی اجازت ہے وہاں تک جانے میں کیا مضائقہ ہے۔

(۶) مولانا حافظ قمر الدین صاحب: آپ جامع مسجد میں امام تھے۔ اور مدرسہ مظاہر علوم کی طرف سے قائم کردہ مکتب میں استاذ تھے۔ اخیر عمر میں پورے جسم پر فالج ہو گیا تھا دوسرے لوگ اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ حکیم محمد یامین صاحب کو اُن سے بڑا تعلق تھا۔ یہ کثرت سے جاتے رہتے تھے۔ حکیم یامین صاحب سُناتے تھے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک بڑی رقم خاموشی کے ساتھ اُن کے گدّے پر رکھدی، مولانا کی جب اس رقم پر نظر پڑی تو بہت سختی کے ساتھ واپس فرمادی اور کہا کہ میری تنخواہ مجھ کو کافی ہے۔

جب حافظ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو حکیم محمد اسحٰق صاحب نے دو طالب علموں کا وظیفہ مقرر کر کے ان کی خدمت کیلئے مقرر کر دیا تھا۔ یہی دونوں خادم ان کو پانچوں وقت مسجد میں لاتے اور لیجاتے تھے۔

اہل شہر کے دل میں آپ کی بڑی وقعت اور عزت تھی، رمضان میں اگر کوئی ہوٹل دن میں کھلا ہوا دیکھتے تو نرمی کے ساتھ اسکو نصیحت کر کے بند کرا دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سر سید خاں علیہ الرحمہ مسلم یونیورسٹی کے چندہ کے لئے سہارنپور آئے۔ جامع مسجد میں ان کی تقریر ہوئی۔ اس وقت ان کے معتقدین اور مداح موجود تھے۔ حافظ قمر الدین صاحب نے اُن کے عقائد پر سخت گفتگو فرما کر باآواز بلند فرمایا کہ یہ بد دین ہے اسکی بات مت سُننا۔

(۷) **مولانا حافظ سید جمعیت علی صاحب کرنالوی**: یہ میرے فارسی کے بھی ساتھی تھے اور دورۂ حدیث شریف کے بھی۔ انھوں نے قرآن مجید حضرت حافظ قمرالدین صاحب سے پڑھا تھا۔ سید صاحب سناتے تھے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حافظ قمرالدین صاحب سے مشورہ لیا کہ میں کہاں اور کس سے بیعت ہوں۔ حافظ صاحب نے اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا نام و پتہ بتلا دیا وہ شخص وہاں چلا گیا اور بیعت ہو کر کچھ عرصہ رائے پور قیام کر کے واپس آیا تو جامع مسجد پہنچ کر حافظ صاحب کو بہت دعائیں دیں کہ انھوں نے بہت صحیح جگہ کا مشورہ دیا۔

میں نے سید جمعیت صاحب کو خوب دیکھا ہے آپس میں ہماری بے تکلفی بھی خوب تھی۔

(۸) **جناب حضرت قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر سہارنپور**: آپ کے والد ماجد کا نام قاضی محمد فضل الرحمٰن ہے انھوں نے طویل عرصہ تک لوجہ اللہ مدرسہ مظاہر علوم کی خدمات انجام دیں۔ قاضی ظفر احمد صاحب کی والدہ ماجدہ حفصہ بنت احمد یوسف تھیں۔ یہ حکیم سید احمد حسین صاحب کی بھتیجی اور حکیم سید محمد یعقوب صاحب کی چچازاد بہن تھیں۔ اسی وجہ سے قاضی صاحب حکیم محمد اسحٰق صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب کو ماموں جی کہا کرتے تھے۔ قاضی صاحب بچپن سے ہی دینداری اور نیکی کے شیفتہ تھے۔ فرماتے تھے کہ بارہ سال کی عمر میں میاں رحمۃ اللہ علیہ (یعنی جناب قاضی محمد اسمٰعیل صاحب) سے بیعت ہو گیا تھا اور اسی وقت سے بفضلہ تعالیٰ تہجد کی پابندی ہو رہی ہے۔ قاضی صاحب اپنے پیر و مرشد کی جانب سے خلیفہ و مجاز بیعت بھی تھے۔

نوجوانی سے ہی روزے رکھنے کا معمول بنا لیا تھا۔ فرماتے تھے کہ جب میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تو ماموں حکیم اسحٰق صاحب نے فرمایا تھا کہ گوشت کھانا بالکل چھوڑ دو اور نکاح کر لو ورنہ جذام ہو جائے گا۔ میں نکاح کے جھگڑے میں تو پھنسا نہیں البتہ اسی وقت سے روزے رکھنے شروع کر دیئے اور گوشت چھوڑ دیا۔ البتہ قربانی کے دنوں میں برکۃً کھا لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں نے قربانی کے گوشت کے دو کباب حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجے وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ لیجانے والا وہیں مسجد میں لے گیا تو آپ نے فرمایا کہ مسجد سے باہر جا کر دیکھو ان میں پیاز کی بو تو نہیں آ رہی۔

میں تقریباً ۴۵ - ۴۶ سال کی عمر سے حضرت قاضی صاحب کے پاس جانے لگا تھا۔ ہفتہ میں دو تین مرتبہ حاضر ہو جاتا۔ میرے اس اہتمام کے ساتھ جانے کی قاضی صاحب کے دل میں بھی بہت قدر تھی۔ ایک مرتبہ میرے وہاں سے آنے کے بعد کسی نے دریافت کیا کہ یہ کہاں آتے ہیں: فرمایا بہت دور سے آتے ہیں

اگر مسجد میں ہوتے تو میں وہیں پہنچ جاتا اور پھر مجھے ہی امام بناتے۔ جب تصحیح الاغلاط طبع ہوئی تو میں ایک نسخہ ان کی خدمت میں لیکر گیا۔ ابھی یہ کتاب میرے ہاتھ میں تھی کہ اس پر میرا نام لکھا ہوا دیکھ کر بے ساختہ فرمایا۔ مبارک ہو۔ مبارک ہو۔

حضرت قاضی صاحب کے پاس پہنچ کر بڑا سکون ملتا تھا۔ دنیاوی ساز و سامان میں دو تین چارپائیاں ایک مٹی کا لوٹا، ایک مٹی کا گھڑا۔ وضو کرنے کیلئے چھوٹی سی چوکی بس یہ سامان تھا۔ آپ مکان کے شمالی حصہ کی سہ دری میں رہتے تھے اور اس کے بالمقابل سہ دری کی چھت گر گئی تو دس پندرہ سال تک اسی حالت میں پڑی رہی اور بجائے اسکو تعمیر کرانے کے مسجد کا برآمدہ ذوق و شوق سے تعمیر کرایا اور کئی ہزار روپے اس پر خرچ کئے۔

تہجد میں طویل قیام فرماتے تھے جس کی وجہ سے پاؤں پر ورم ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں گیا دیکھا سخت بخار ہو رہا ہے مگر صحن میں قبلہ رُخ بیٹھے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں جب آنکھ کا آپریشن کرایا تو ڈاکٹر سے وعدہ لے لیا تھا کہ کھانے یا پینے کی کوئی دوا استعمال نہیں کرینگے۔ مگر اس نے آپریشن کے بعد ایک سفوف کھانے پر اصرار کیا آپ نے کھالیا۔ لیکن آدھی رات کے قریب میرے پاس اطلاع بھیجی کہ قے ہو گئی ہے۔ میں نے قے بند ہونے کی دوا بھیجدی۔ صبح جب مزاج پرسی کے لئے گیا تو فرمایا میں نے کبھی ڈاکٹری دوا نہیں کھائی پھر یہ کیسے ہضم ہوتی اچھا ہوا نکل گئی۔ لیکن قے کے جھٹکے سے آنکھ کو نقصان پہنچا۔

آپ سے تمام اہل شہر بلا امتیاز مذہب و ملت منتفع ہوتے تھے، صبح سے شام تک تعویذوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک زمانہ میں آپ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ حکام کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپ کی ذات سے مسلمانوں کو بڑی تقویت تھی۔ مظلوم کی سفارش میں کبھی دریغ نہ فرماتے۔ عیدگاہ اور جامع مسجد دونوں جگہ کے متولی تھے، امامت بھی کرتے تھے چند مرتبہ عیدین کی نماز اپنے داماد مولوی مظہر الحق صاحب سے بھی پڑھوائی، اپنے مرشد کے خاندان کا بڑا احترام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی محی الدین صاحب قرآن مجید حفظ کرنے کے سلسلہ میں قاضی صاحب کے مکان پر قیام پذیر ہوئے تو ان کے لئے اپنی سہ دری خالی کر کے خود ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں منتقل ہو گئے۔

جب مرض الموت میں بخار ہوا تو مجھے بلایا گیا۔ میں حاضر ہوا۔ شدید بخار تھا۔ رخصت کے وقت حسب معمول میں نے مصافحہ کیا تو دیر تک میرا ہاتھ دبا کر مصافحہ کرتے رہے۔ اسی مرض میں

شب ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ ۱۳ اپریل ۱۹۶۴ء میں انتقال ہوا۔ میں پاس ہی تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ فاصلہ پر ان کے داماد مولوی مظہر الحق صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انتقال کی خبر پر ہزاروں آدمی مکان پر جمع ہو گئے۔ قاضی عبدالولی صاحب منگلوری پہلے سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب بھی موجود تھے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ آج دعا کرنے والا رخصت ہو گیا۔ نماز عیدگاہ میں عالی جناب قاضی محمد امین صاحب نے پڑھائی، عیدگاہ کیلئے جانے والے تمام راستے آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جنازہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں عیدگاہ پہنچا۔ ڈبل پھاٹک سے متصل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

(۹) حافظ یار محمد صاحب سہارنپوری:۔ یہ بہت نیک متبع سنت اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ دور، دور تک ان کی شہرت تھی۔ کچھ مجذوبانہ کیفیت بھی رکھتے تھے۔ شہر کے بہت سے آدمی بعد عصر ان کی قیام گاہ پر جایا کرتے تھے۔ ہمارے حاجی میر آل علی صاحب بھی ان کے معتقد تھے۔ کثرت سے جاتے رہتے۔ حافظ صاحب بھی میر صاحب کے یہاں آتے تھے۔ حکیم سید محمد اسحٰق صاحب بھی ان کے معتقد تھے لیکن آمدورفت زیادہ نہیں تھی۔

میر آل علی صاحب نے ایک مرتبہ سنایا تھا کہ میں حافظ صاحب کی مجلس میں بیٹھا تھا تو آپ نے خادم سے فرمایا کہ دیکھو باہر دروازہ پر ایک صاحب بستر لیئے کھڑے ہیں ان کو اندر بلالو۔ چنانچہ وہ اندر بلالیئے گئے اور آنیکے بعد اپنا بستر رکھنے لگے تو فرمایا۔ بستر رکھنے کی ضرورت نہیں تمھارا لڑکا گم ہو گیا ہے۔ تم اس کیلئے دعا کرنے آئے ہو۔ دیکھو وہ مرادآباد کے اسٹیشن ماسٹر کا پنکھا کھینچ رہا ہے۔ ابھی چلے جاؤ گاڑی کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ وہ صاحب اسی وقت روانہ ہو گئے۔ اسکے علاوہ اور بھی انکے کشف و کرامات کے واقعات ہیں۔

حافظ صاحب کے مزاج میں حلم و برداشت اور تواضع بہت تھی: ایک مرتبہ سہارنپور سے کسی شادی میں گنگوہ گئے۔ میں بھی اس شادی میں شریک تھا۔ نکاح کے لئے حافظ صاحب سے کہا گیا۔ انھوں نے معذرت کر دی۔ اس پر ایک شخص نے جو طفیلی تھا اور بغیر دعوت کے شریک نکاح تھا حافظ صاحب کے ساتھ بدزبانی سے پیش آیا مگر آپ نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہ دی خاموش بیٹھے رہے۔ [1]

---

[1] آپ کی ایک تصنیف، موسوم۔ نسخہ طریقت۔ راقم الحروف کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ یہ جہانگیر لیتھو پریس بمبئی کی مطبوعہ ہے۔ سائز ۲۲×۱۸ ہے اور صفحات (۳۸) ہیں شوال ۱۳۵۲ھ میں آپ کا وصال

(۱۰) **جناب قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوری**: یہ اپنے فن کے بڑے ماہر تھے قرأت نہایت سادی تھی خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔ مدرسہ تجوید القرآن محلہ قاضی کے اُستاذ اور جامع مسجد کے خطیب تھے۔ کبھی کبھی حضرت شیخ کی مجلس میں آتے۔ تو حضرت قرآن سنانے کی فرمائش کرتے، ان کی نماز جنازہ بھی ہجوم کی کثرت کی وجہ سے عید گاہ میں ہوئی تھی۔

ان کے بھائی قاری عبدالمالک صاحب لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ صاحب کے مدرسہ کے استاذ تھے۔ قاری عبدالخالق صاحب کے انتقال کے بعد قاضی صاحب نے ان کے صاحبزادے قاری عبدالباری صاحب کو ان کی جگہ مدرسہ کا استاذ اور جامع مسجد کا خطیب مقرر کر دیا تھا۔ ان کی بھی کچھ زیادہ عمر نہیں ہوئی۔ مورخہ سات ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق بائیس نومبر ۱۹۷۲ء میں ان کا بھی وصال ہو گیا۔

مختلف اسفار اور سفر حج دادا جان زاد مجدہ کو اسفار کی نوبت بہت کم آئی۔ قرب و جوار کے شہروں اور علاقوں میں بھی شدید ضرورت ہونے پر جاتے۔ ورنہ یکسوئی کے ساتھ اپنے لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے۔

سب سے پہلے شہر سے باہر کا سفر انبہٹہ کا ہوا۔ ماموں منشی محمد تقی صاحب مرحوم کی بڑی لڑکی حشمت الٰہی کی شادی یہاں قصبہ انبہٹہ میں میاں قدرت علی صاحب سے ہوئی تھی۔ اسمیں آپ کی شرکت اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چھ، سات سال کی تھی، دادا جان فرماتے ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ شادی کی رات سب گھر والے دن بھر کی تکان سے متاثر ہو کر جلدی سو گئے۔ گھر کے دروازے بھی بند نہیں کئے۔ چوکیدار نے آواز دے کر گھر والوں کو جگایا۔ اور پھر کواڑ بند کرائے۔ دوسری بات یہ بھی خوب یاد ہے کہ میں مکان کے دروازہ پر کھڑا تھا، محلے کے مکان کے دروازہ سے ایک مرغی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لیکر نکلی، کتے نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو وہ بپھر گئی اور لگاتار اس پر حملے کر کے اس کو بھگا دیا۔

انبہٹہ کے اس سفر کے بعد رامپور، جلال آباد، میرٹھ وغیرہ کے متعدد سفر ہوئے ان جگہوں پر آمد و رفت کی بڑی وجہ رشتہ داری بھی ہے کہ یہاں اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ دار رہتے ہیں۔

دادا جان زاد مجدہٗ کا تمام عمر میں سب سے پہلا طویل سفر حج بیت اللہ کے لئے ہوا۔ اس سفر مبارک کے لئے آپ پندرہ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء میں بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ رفقائے سفر مولانا نصیر الدین صاحب، مولانا محمد یامین صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم، اور

مولانا حکیم محمد اسرائیل صاحب تھے: اس طویل سفر کی مکمل روداد جو داد اجان زاد مجدہٗ نے قلم بند فرمائی اور اپنے روزنامچہ میں اس سفر کے جو احوال و وقائع تحریر فرمائے اسکی تلخیص یہاں پیش کی جاتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں!

۔ ۱۳۸۴ھ میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی نصیر الدین اور مولوی یامین حج کو جا رہے ہیں تو میں نے بھی ارادہ کرلیا۔ شوق و اشتیاق ہمیشہ سے تھا۔ لیکن موانع کی وجہ سے جانا نہیں ہو رہا تھا۔ باوجودیکہ اس سال میرے پاس سفر خرچ پورا نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی پختہ نیت کرلی۔ حضرت شیخ سے مشورہ کیا تو حضرت نے تنہا جانے سے منع فرمادیا۔ اب ایک اشکال اور بڑھ گیا۔ کیونکہ اپنا ہی خرچ پورا نہیں تھا تاہم جوں توں کرکے محمد اسرائیل کا بھی ساتھ جانا طے کرلیا اور ہم دونوں کی درخواست چلی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد قرعہ میں نام نہ آنے کی اطلاع ملی، اسپر حضرت شیخ مدظلہٗ نے کوشش فرمائی تو منظوری ہوگئی۔ بمبئی سے جناب الحاج محمد یعقوب صاحب زاد مجدہٗ نے اطلاع دی کہ اٹھارہ مارچ کو سہارنپور سے چلدینا چاہیئے۔ میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میرا اب تک کوئی جمعہ فوت نہیں ہوا اور اٹھارہ مارچ کو جمعرات ہے، ایسی صورت میں جمعہ فوت ہوجائے گا۔ حضرت نے فرمایا ایک آدھ دن کی تاخیر سے کچھ نہیں ہوتا وہ لوگ احتیاطاً چار پانچ روز قبل بلا لیتے ہیں۔ اسلئے انیس ۱۹ مارچ کو جمعہ کے بعد چلے جانا۔ چنانچہ حسب معمول جمعہ اپنی مسجد میں پڑھ کر عزیز و اقرباء سے ملاقات کرکے حضرت شیخ سے ملنے گیا تو باہر کتب خانہ میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ وہیں مصافحہ معانقہ ہوا۔ اس وقت ابر بھی ہو رہا تھا۔ گھٹا اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی، ساڑھے چار بجے کے دہرہ سے روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ دیوبند تک کچھ دہلی اور بمبئی تک ساتھ گئے۔ نو بجے گاڑی دہلی پہنچی۔ مرکز کے چند حضرات وہاں منتظر تھے۔ جماعت سے نماز پڑھی۔ دہلی سے شنبہ کی صبح کو روانہ ہوکر ۲۱ مارچ ۱۹۶۵ء، ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ اتوار کی صبح کو بمبئی پہنچے یہاں بھی اسٹیشن پر ساتھی موجود تھے۔ کھوکھا بازار کے تبلیغی مرکز میں قیام ہوا۔ بمبئی میں ہم لوگ حاجی محمد یعقوب صاحب کے مہمان رہے۔ عرصہ سے ان کا تعلق حضرت شیخ سے ہے اور جب سے بمبئی میں حجاج کی آمد شروع ہوئی یہ اپنا سب کاروبار

چھوڑ کر ہمہ وقت ان کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت ہی اخلاص سے کام کرتے ہیں۔ لوگوں کی امانتیں کرتے کی جیب میں بڑے اطمینان سے ڈال کر پھرتے رہتے ہیں۔

۲۵ مارچ کی شام کو ۳ بجے جہاز پر سوار ہونے کے لئے گئے۔ جہاز کے حاجیوں کو رخصت کرنے کے لئے بہت بڑا مجمع وہاں موجود تھا۔ جہاز پر سوار ہونے والے تمام مسافروں کو ایک ایک ڈبہ مٹھائی کا دیا گیا۔ ساڑھے تین چار بجے کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا اور ساحل سے وسط سمندر کی طرف آنے لگا۔ الوداع کہنے والے حضرات تکبیر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ رومال ہلا رہے تھے۔ دُعائیں کر رہے تھے۔

ہماری سیٹیں نیچے کے درجہ میں تھیں۔ پانی کے لئے اوپر کے درجہ میں جانا ہوتا تھا۔ ہمارے حال پر اللہ کا یہ فضل و کرم ہوا کہ فسٹ کلاس کے آگے جو برآمدہ بنا ہوا ہوتا ہے وہاں ہمیں جگہ مل گئی اور ہم چاروں نے اپنے بستر وہیں جمالیے۔ یہاں ہمیں فسٹ کلاس سے بھی زیادہ آرام ملا۔ نماز جماعت سے ادا کرتے۔ تقریباً دس بجے ایک شخص کھانا تقسیم کرنے کا اعلان کرتا اور آواز لگاتا تھا کہ حاجی صاحبو اپنی اپنی جگہ کھانا لے لو۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص روٹیوں کا ٹوکرا لیکر اور دوسرا شخص سالن لیکر تقسیم کرنے آجاتا۔ روٹی کے ساتھ چاول گوشت اور دال وغیرہ ہوتی تھی، کھانا اتنا زیادہ ہوتا کہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ سمندر میں ڈالنا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ مولوی یامین صاحب توشہ دان کے ڈبہ سے چاول سمندر میں ڈال رہے تھے کہ ڈبہ ہاتھ سے چھٹ کر دریا میں گر گیا۔ ہمارا جہاز پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا تھا۔

یکم اپریل ۱۹۶۵ء بروز پنجشنبہ غروب آفتاب کے وقت ہمارا جہاز عدن جا کر ٹھہرا اور تمام رات ٹھہرا رہا۔ تمام رات خرید و فروخت ہوتی رہی۔ فجر کی نماز کے وقت جہاز یہاں سے چلا۔ میقات آنے سے بہت پہلے احرام باندھنے کا اعلان ہو گیا تھا۔

یکم ذی الحجہ مطابق ۴، اپریل اتوار کے دن صبح دس بجے ہمارا جہاز جدہ پہنچا۔ مگر تھوڑی دیر قبل پاکستانی جہاز کنارہ پر لگ چکا تھا اسلئے ہمیں دس گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ ہمیں جدہ پہنچ کر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے وصال کی خبر ملی، مولانا عبید اللہ صاحب، حکیم محمد یامین صاحب، بھائی شمیم صاحب اور بہت سے تبلیغی رفقاء و احباب

جہاز پر لینے آئے تھے۔
ہمارا سامان کسٹم والوں نے نہیں دیکھا۔ ایک دو بکس سرسری طور پر کھول کر فوراً بند کر دیئے، یہاں سے فارغ ہو کر ہم اس دفتر میں پہنچے جہاں حجاج اپنے معلم اور مطوف کا نام لکھواتے ہیں۔ یہاں بڑی لمبی قطار تھی اور میں بہت تھکا ہوا تھا۔ ہندوستانی سفارت خانہ کے کسی شخص نے میری تھکاوٹ دیکھ کر کہا کہ کیا قطار سے نکلنا چاہتے ہو۔؟ میں نے کہا ضرور اس پر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کمرہ میں لے گیا وہاں بہت سے لوگ مطوفین اور حجاج کے نام لکھ رہے تھے۔ میرے بتلانے پر انھوں نے سید مکی مرزوقی کا نام میرے لئے بحیثیت مطوف کے لکھدیا۔ ان مراحل سے نمٹ کر واپس مسافر خانہ آئے۔ شب میں آرام کیا۔ دو ذی الحجہ کی صبح کو چار کے بعد مولانا عبیداللہ صاحب نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے حادثۂ وصال کی خبر سنائی، مظفر علی کے ایک بھائی ہندی سفارت خانہ میں متعین ہیں وہ بھی آتے رہے اور ضروری کام کرتے رہے۔ جدہ سے ہم لوگ مولانا عبیداللہ صاحب کے ساتھ مکۂ مکرمہ حاضر ہوئے مدرسہ صولتیہ میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا دیوان خانہ عالی جناب شیخ محمد سلیم صاحب اور بھائی شمیم صاحب نے ہمارے لئے متعین کر رکھا تھا اسمیں قیام ہوا۔ عصر کی نماز پڑھ کر حرم شریف حاضر ہوئے اور طواف وسعی کی۔ شام کے کھانے کی دعوت شیخ محمد سلیم صاحب نے کر رکھی تھی۔ بڑی محبت وشفقت کے ساتھ کھانا کھلایا۔ سات اپریل چہارشنبہ میں ناشتہ کے بعد ایک کار سے ہم لوگ منیٰ عرفات اور مزدلفہ دیکھنے گئے اور کئی مقامات پر دو۔ دو رکعت نفل پڑھی۔ مولانا عبیداللہ صاحب بھی ہمارے ساتھ رہے۔ آج مولانا حکیم یامین صاحب سے ہم لوگوں نے درخواست کی کہ ہم کھانے کا انتظام اپنا کرنا چاہتے ہیں۔ اسپر دیر تک رد وقدح ہوتی رہی، بالآخر وہی غالب رہے۔

۸ را پریل ۵ ذی الحجہ جمعرات میں خانۂ کعبہ کو غسل دیا گیا۔ امیر فیصل، انڈونیشیا کے صدر اور اسلامی ممالک کے سفراء تقریباً ستر آدمی خانۂ کعبہ میں گئے۔ آج حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کا خط آیا جس سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات اور تجہیز وتدفین سے متعلق کچھ حالات معلوم ہوئے اور یہ کہ مولانا انعام الحسن

صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت ہوئی۔ حضرت شیخ نے مولانا عبید اللہ صاحب کو جلد آجانے کا مشورہ تحریر فرمایا۔

تین چار روز کے بعد آٹھ ذی الحجہ آگئی تو سب حاجی بسوں کے ذریعہ منیٰ پہنچ گئے ہمارے معلم نے اس سال نئے طرز کے خیمے لگائے جیسے ہندوستان میں جلسوں کے موقعوں پر لگائے جاتے ہیں۔ اسمیں یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ خوب لمبی لمبی جماعت سے نمازیں ہونے لگیں۔ لیکن اگر بارش ہو تو دقت کا سامنا کرنا پڑے گا رات منیٰ میں گذار کر صبح کو اپنی لاری میں جو وہیں کھڑی تھی عرفات آگئے۔ تبلیغ والوں کی برکت سے ہمارے پاس بہت وسیع جگہ تھی۔ کیونکہ سامنے ہم دیکھ رہے تھے کہ بہت سے لوگ سایہ نہ ہونے کی وجہ سے دھوپ میں تھے۔ ہم حصن حصین اور دُعا و ذکر میں مشغول رہے۔ ظہر کی نماز عصر کے ساتھ یک وقت پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے مگر پیدل چلنے والوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ مغرب کے قریب وہاں سے نکل سکے۔ مزدلفہ میں آکر مغرب و عشاء پڑھی اور لیٹ گئے۔ مزدلفہ کی سردی بہت مشہور ہے۔ لیکن اس دفعہ زیادہ نہیں تھی۔ نماز فجر پڑھ کر پھر منیٰ آگئے۔ قربانی کے لئے اونٹوں میں حصے لے گئے۔ دو سو ریال میں ایک اونٹ آیا۔ مولانا عبید اللہ صاحب کی برکت سے ہمیں جانور خریدنے کے لئے نہ بازار جانا پڑا اور نہ ذبح کرنے کیلئے مذبح خانہ۔

تمام مناسک بڑی راحت کے ساتھ مکمل ہوئے۔ یہاں ایک دن ایک عجیب بات یہ پیش آئی کہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ دفعۃً دل پر قوت کے ساتھ اعطیناک النشأۃ الثانیۃ وارد ہوا۔ میں حیران بھی ہوا کہ اس قسم کی کوئی بات پہلے سے تھی بھی نہیں۔ وہاں تو میں نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔ البتہ سہارنپور آکر حضرت شیخ سے سُنا دیا تھا۔

۲۲ر اپریل ۱۰ر ذی الحجہ جمعرات میں بوقت اشراق میں نے مولوی محمد یامین صاحب کے ساتھ جاکر طواف کیا اور پہلی مرتبہ مقام ابراہیم پر نفلیں پڑھنے کی نوبت آئی۔ آج ہی مکی مرزوقی کے آدمی نے آکر یہ اطلاع دی کہ آپ لوگوں کیلئے دو قرآن نازل لے لیا گیا۔ ذکس ایکسو ریال اور کچھ قرش ہر شخص نے دیئے، مولانا عبید اللہ صاحب نے اپنے تین آدمی بھیج کر زمزم شریف کے ڈرام بھر وا کر ہماری قیام گاہ پر پہنچا دیئے۔ صوفی اقبال صاحب جو حج سے اب تک مکہ مکرمہ میں مقیم تھے آج صبح

واپس مدینہ طیبہ گئے۔

۲۳ر اپریل ۲۰ر ذی الحجہ جمعہ :- صبح ۴ بجے ملک عبدالحق تشریف لائے اور بعد مغرب مکان پر کھانے کی دعوت پر مدعو کر گئے مولانا عبیداللہ صاحب بھی موجود رہے۔ ملک صاحب کی کار میں ہمارا مدینہ طیبہ کے لئے جدہ جانا طے ہوا۔ نیز آج ہی مولانا عبیداللہ صاحب نے یہ خبر بھی سنائی کہ سفیر ہند نے مولانا علی میاں کے پاس اطلاع بھجوائی ہے کہ آپ کی حسب خواہش ان چاروں افراد کے لئے آٹھ مئی کے جہاز میں جگہ ریزرو کردی گئی۔

۲۴ر اپریل ۲۱ر ذی الحجہ :- آج صبح مکہ معظمہ سے ملک عبدالحق صاحب کی گاڑی میں جدہ پہنچے اور یہاں سے نوے ریال میں کار کرایہ پر لیکر مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بدر شریف کے قہوہ خانہ میں قیام کرکے کھانا کھایا۔ چھ گھنٹے میں عصر کی اذان کے وقت مدینہ طیبہ پہنچے۔ مولانا انعام کریم صاحب کی تحویل میں سامان دیکر میں جلدی سے حرم شریف روانہ ہو گیا۔ پہنچتے پہنچتے نماز عصر شروع ہو گئی۔ حرم شریف سے باہر صفیں لگیں ہوئی تھیں۔ مجھے ایک رکعت ملی۔ روضۂ اطہر کی حاضری پر خوب رونا آیا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر بھی رقت طاری رہی۔ مواجہ شریف سے تقریباً بارہ چودہ قدم کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر آہستہ آہستہ درود و سلام پڑھتا رہا۔ بحمداللہ چالیس نمازوں سے زیادہ مسلسل بلا تکبیر اولیٰ فوت ہوئے نمازیں پوری ہو گئیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر مولانا انعام کریم صاحب نے اپنا کمرہ اور پلنگ مجھے مرحمت فرمادیا اور خود شب میں زمین پر سوئے۔ مجھے بڑی غیرت آئی، اسلئے اگلے دن میں معذرت کرکے اپنے رفقاء کے پاس آ گیا۔

۲۶ر اپریل ۲۳ر ذی الحجہ :- آج یہاں دو بجے کے قریب جناب سید محمود صاحب سے مولانا انعام کریم صاحب نے ان کی عالیشان بلڈنگ میں لیجا کر ملاقات کرائی۔ وہاں شیخ وجیہ الدین صاحب میرٹھی کے صاحبزادے بھی تشریف فرما تھے، ان سے بھی مصافحہ ہوا۔ سید صاحب کو میں نے حضرت شیخ کا خط دیا۔ اسکے بعد چائے کا دور شروع ہوا۔ اسی موقعہ پر سید صاحب نے اپنے باغ میں چلنے کی دعوت دی جمعرات کے دن باغ میں جانا متعین ہوا اور وہیں سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ کر مظاہر علوم کے

سلسلہ میں گفتگو کرنا طے ہوا۔ شام کو بعد العصر سید صاحب خود ہم سے ملاقات کرنے قیام گاہ پر آئے۔

۲۹ اپریل ۲۶ ذی الحجہ جمعہ۔ آج ڈھائی بجے عربی وقت سے حرم نبوی میں گیا۔ ریاض الجنۃ میں دوگانہ ادا کیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد پڑھنے کی جگہ کٹہرہ سے باہر دو رکعت پڑھی۔ واپسی پر مسجد نبوی کا طول و عرض قدموں سے ناپنے کا موقعہ مل گیا کیونکہ اس وقت ہجوم بہت کم تھا۔ عرض تقریباً پونے دوسو قدم اور طول پونے تین سو قدم ہے تقریباً۔

آج مولانا سعید خاں صاحب کا مکہ مکرمہ سے دستی پرچہ ملا۔ اور اسی کے ساتھ مظفری سے جو آٹھ مئی کو جائے گا اجازت نامہ قونصل خانہ سے پہنچا۔ یہ اجازت نامہ دلانا مولانا علی میاں صاحب کے پاس پہنچا تھا۔ کیونکہ انھوں نے ہی سفیر ہند سے ایسا کرنے کی درخواست کی تھی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی صبح تشریف لائے۔ مجھے اس وقت بخار تھا۔ بعد عصر پھر تشریف لائے دم کیا۔ بعد نماز عصر سید حبیب صاحب اپنی کار میں اپنے باغ لے گئے۔ وہاں شتر مرغ دیکھے نو دس انڈے وہاں زمین پر پڑے ہوئے تھے ہر انڈا تقریباً ایک سیر کا تھا۔ کچھ انڈوں پر ایک شتر مرغ بیٹھا ہوا تھا۔

۲ مئی ۲۹ ذی الحجہ اتوار۔ آج مولانا بدر عالم صاحب سے ملاقات ہوئی، بہت اچھی طرح ملے، تھوڑی دیر بعد دسترخوان بچھا اور دو رکابیوں میں سوہن حلوہ، دو میں دال سیل اعلیٰ قسم کی اور ایک میں حبشی حلوہ آیا۔ ساتھ میں چائے جو سادہ نہایت لطیف تھی، پیچھے ہمیں زعفران کی پتی بھیجی ہوئی تھی۔ میں نے کچھ تمہید کے بعد مدرسہ مظاہر علوم کے مطبوعہ (عربی) خطوط دیئے۔ ہمیں اپنا نام تلاش کرکے فرمانے لگے یہ دیکھ رہا تھا کہ کہیں مجھے بھول تو نہیں گئے۔

۴ مئی ۲ محرم منگل:۔ آج مدینہ طیبہ سے روانگی ہوئی۔ واپسی میں مستورہ ٹھہرے چائے پی، ایک گھنٹہ قیام کیا اور بعافیت جدہ حجاج منزل پہنچے، یہاں ہمارا سامان اسی طرح محفوظ تھا بدھ کی صبح کو ملک عبدالحق صاحب تشریف لائے اور اپنے مکان پر جو انھوں نے جدہ میں لے رکھا تھا۔ ہم لوگوں کو لے گئے وہاں صبح کا کھانا کھا کر مکہ معظمہ گئے۔

٦ مئی ۴ محرم جمعرات :۔ نماز ظہر کے لئے اٹھا تو دل میں اختلاجی کیفیت اور

سانس رُک رُک کر چلتا ہوا محسوس ہوا۔ میں تبلہ رو ہو کر فرش پر ایسی طرح بیٹھ گیا کہ اگر وقت آخر قریب ہو تو میں سجدہ میں گر پڑوں، دس منٹ اسی حالت میں گذرے میاں اسرائیل نے کہا کہ کسی کو بلا لوں۔ میں نے کہا کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے اور یہ کہہ کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد دیکھا تو عالی جناب مولانا سلیم صاحب، مولانا حکیم محمد یامین صاحب، ماسٹر محمود صاحب، مولوی نصیر الدین، مولوی یامین صاحبان سب بیٹھے ہوئے ہیں۔ حکیم یامین صاحب خمیرہ مروارید وقفہ وقفہ سے کھلاتے رہے۔ میں نے کئی مرتبہ کہا کہ اپنا خمیرہ کیوں ضائع کرتے ہو، اور ان حضرات سے بھی کہا کہ آرام کریں مگر انھوں نے میرے پاس سے ہٹنے سے انکار کردیا۔

مولوی عامر صاحب بھی آگئے انھوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائیگا میں نے کہا کہ یہ میری خواہش کے خلاف بات ہے آپ میری تسلی کرنا چاہتے ہیں میرے ذہن میں اس وقت تین باتیں تھیں ایک تو یہ کہ میں اس جگہ پڑا ہوا ہوں۔ دوسرے یہ کہ مغرب کی نماز کے بعد میری نماز جنازہ بھی ہو جائے گی۔ تیسرے یہ کہ حضرت حاجی صاحب کی اس قبرستان میں بھی دفن ہو جاؤں گا۔ لیکن دو گھنٹے بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی اور سانس طبعی طور پر چلنے لگا۔

۸ مئی ۱۶ محرم شنبہ ۱۔ جدہ سے آج بحری جہاز سے روانگی ہوئی۔ مولانا سعید خان صاحب اور مولانا یامین صاحب وغیرہ جہاز پر سوار کرانے کے لئے آئے۔ ۱۷ مئی میں جہاز صبح کے وقت بمبئی پہنچا۔ عالی جناب الحاج محمد یعقوب صاحب اور بہت سے تبلیغی رفقاء ساحل پر لینے آئے تھے۔ بمبئی پہنچنے پر حضرت شیخ مدظلہ کی جانب سے ڈیڑھ سو روپے عطیہ و ہدیہ کے طور پر حاجی محمد یعقوب صاحب کے توسط سے ملے۔ اٹھارہ کی شب میں بمبئی سے بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ نظام الدین کے اسٹیشن پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے گاڑی بھیجی اور کہلوایا کہ یہاں سے دہلی کے اسٹیشن تک گاڑی کافی دیر رُکے گی اتنا وقت مرکز میں گذار لیں چنانچہ ہم سب وہاں اتر گئے۔ مرکز پہنچے یہاں میاں یحیٰ الیاس، عاقل، فاضل، عزیز سب موجود تھے۔ یہاں تھوڑی دیر قیام کے بعد واپس اسٹیشن آئے اور اسی ٹرین سے سہارنپور کے لئے روانہ ہو گئے۔ مظفر نگر کے اسٹیشن پر منشی محمد عمر صاحب اور ان کے لڑکے حافظ محمد تمیم صاحب اور دیوبند کے اسٹیشن پر مولانا

اسعد صاحب مدنی، قاری رضوان نسیم صاحب اور تین، چار حضرات ملاقات کے لئے تشریف لائے بارہ بجے سہارنپور پہنچے۔ مکان پر پہنچ کر اولاً مسجد میں گیا۔ بیٹھے بیٹھے دو نفل پڑھیں۔ کچھ دیر بعد حضرت شیخ تشریف لے آئے۔ لیٹے لیٹے معانقہ ہوا فرمایا کہ ہمارا خیال تو تین دن تک دعوتوں کا تھا وہ تمہاری بیماری نے سب منسوخ کر دیا۔

میری علالت کی اطلاع سہارنپور آنے کے بعد والدہ میاں یحیٰی سلمہٗ نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص دروازہ پر کھڑا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ شیخ الحدیث صاحب نے کہلایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ادیب کی عمر ابھی بیس سال اور باقی ہے۔ ان سطور کی تحریر کے وقت ۱۴۰۰ھ کو آٹھ مہینے گذر گئے ہیں، گویا اس بیماری کو سولہواں سال ہے۔

اگر خواب دیکھنے والی کو بیس سال کی مدت صحیح یاد ہے تو ابھی چار سال اور موت کے انتظار میں گذارنے پڑیں گے۔

الحمد للہ ستر ۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق انیس ۱۹ مئی ۱۹۶۵ء یوم چہار شنبہ میں یہ سفر بعافیت پورا ہوا۔ اس تمام سفر میں حضرت شیخ مدظلہٗ کے کئی گرامی نامے بہت محبت اور مودت کے پہنچے لیکن سب سے آخری گرامی نامہ جو بمبئی حضرت نے تحریر فرمایا، اس کی لذت و حلاوت ہمیشہ یاد رہے گی، وہ گرامی نامہ یہ ہے۔

اب تو اُٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بارِ انتظار
کس طرح کاٹے کوئی لیل و نہارِ انتظار
ان کے خط کی آرزو ہے ان کی آمد کا خیال
کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبارِ انتظار

عزیزم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ پرسوں ایک پرچہ تم کو حاجی علاؤ الدین کے لفافہ میں اور کل ایک مستقل لفافہ تمہارے نام بوساطت الحاج یعقوب صاحب ارسال کیا ہے غالباً اس خط سے پہلے پہنچ گئے ہوں گے۔ تقریباً ایک ہفتہ ہوا جب حاجی صاحب کے خط سے یہ معلوم ہوا تھا کہ سیٹیں آٹھ دس دن تک کی بک ہو چکی ہیں، اسی وقت مشورہ سے حاجی صاحب کی خدمت میں لکھ دیا تھا کہ اٹھارہ درنہ بیس کیلئے سیٹیں بک کرالیں۔ ہم لوگ یہاں آنے والی جمعرات کو تمہارے پہنچنے کی خوشیاں منا رہے

تھے مگر آج کی ڈاک سے حاجی صاحب کے دو خط ملے جن سے معلوم ہوا کہ تیئس تک کی سیٹیں بک ہو چکیں۔ اسکے سوا کیا کہوں کہ۔ ؎

مدت سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی — تھک تھک کے گر پڑی نگہ انتظار آج

یہاں تو جمعرات ہی کا پکڑنا مشکل ہو رہی تھی مگر حاجی صاحب کے خط سے تو اور بھی زیادہ فکر سوار ہو گیا۔" فقط والسلام۔ محمد زکریا ۱۱ محرم جمعہ ۱۳۸۵ھ۔

حرمین شریفین لکھے گئے چند خطوط

جدِ معظم حضرت حکیم صاحب رح کے چند خطوط جو آپ نے حرمین شریفین تحریر کئے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں پہلے تین خط ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں حضرت شیخ رح کے نام بھیجے گئے، اور چوتھا آخری خط ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی رح کے لیے لکھا گیا ہے:

۱:- "مخدوم و مطاع بندہ مدظلکم: بعد سلام مسنون

معروض خدمت والا آنکہ عرصہ ایک ماہ ہوا کہ والانامہ صادر ہو کر موجبِ عزت افزائی ہوا تھا، ازاں بعد اب تک کوئی خیریت نامہ موصول نہیں ہوا۔ پرسوں مولوی احتشام کا خط جس میں جناب مولوی محمد الیاس صاحب کا بھی پرچہ تھا۔ جدہ کا روانہ کیا ہوا پہنچا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ دو تین یوم میں ساحل پر پہونچ جائیں گے خط میں اس کا تذکرہ نہ تھا کہ براہ بمبئی آئیں گے یا براہ کراچی۔

میں ایک دو عریضوں میں اپنے دواخانہ کھول دینے کی اطلاع مجملاً لکھ چکا ہوں۔ بتاریخ یکم اکتوبر کو دواخانہ کا افتتاح ہوا جس میں جناب حافظ (عبداللطیف) صاحب اور جناب والد صاحب

مولوی ظریف احمد، مولوی اخلاق، مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوری
حکیم موسیٰ وغیرہ حضرات شامل تھے۔ چائے وغیرہ کے بعد حافظ صاحب
نے اپنے داموں سے سیب مربیٰ خرید کر حاضرین کو تقسیم کرایا۔ ایسے
موقعوں میں آپ کا موجود نہ ہونا باعثِ افسوس اور موجبِ
افسردگی ہوتا ہے، بالخصوص اس معاملے میں جناب کی مفید
رائیوں اور بیش بہا مشوروں سے محرومی زیادہ موجب ملال
ہے۔ دواخانہ ڈپٹی محمد عمر کے بہل خانے میں کتب خانہ یحیوی کے
بالکل سامنے کھولا گیا ہے جس میں راس المال تقریباً ڈیڑھ سو سے
زیادہ ہے، اب تک بکری کا اوسط یہی تین ساڑھے تین روپئے
روزانہ کا ہے چونکہ ابھی تک میل پوری طور سے قائم نہیں ہوا۔
اس لیے بعض نسخہ جات واپس بھی ہو جاتے ہیں۔ آمدنی جو کچھ ہو
رہی ہے وہ دواخانہ ہی میں صرف کی جاتی ہے، ایک دو مرکب
روز تیار ہوتا ہے۔ حضرت (مولانا خلیل احمد) سے اور خود جناب
سے دعائے برکت روز افزوں کی درخواست ہے۔ مولوی
نصیر الدین سے روپیہ وصول ہو گیا، انھوں نے دو خط رجسٹری کرا کر
جناب کے پاس روانہ کیے تھے جس میں سے ایک تو پندرہ روز
کے بعد واپس آگئی اور دوسری کئی ماہ بعد جن میں میرے بھی
خطوط تھے۔ مولانا عبدالقادر صاحب کا قصد مولوی نصیر سے معلوم
ہوا کہ آئندہ ماہ یعنی جمادی الاولیٰ میں حجاز تشریف لے جانے کا
ہے۔ مدرسہ میں بحمداللہ ہر طرح عافیت ہے۔ قمر مصباح کو کچھ موسمی
بخار وغیرہ کی شکایت ہو گئی تھی، اس لیے تقریباً ہفتہ بھر سے

مکان گئے ہوئے ہیں، نہ معلوم وہ خطوط جن میں میں نے طحاوی
کے رجال دریافت کیے تھے پہنچے یا نہیں۔
بخدمت حضرت اقدس مدظلہ، جناب حاجی صاحب سلام مسنون
عرض ہے، نیز جناب مولانا مولوی سید احمد صاحب کی خدمت
میں جناب سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ ہر دعا میں احقر
کو بھی یاد رکھتے ہوں گے۔ والسلام
ایوب غفرلہٗ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ پنجشنبہ"

۲:۔ " مخدوم و محترم بندہ مدظلکم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ
میرے ہاتھ میں کچھ نکل آیا تھا جس کی وجہ سے دو ایک
جمعرات خالی نکل گئیں، اسی زمانہ علالت میں جناب کا ایک
والانامہ جس میں قسم قسم کے بیجا الزامات جن کو میں بچند وجوہ
مکرر تحریر بھی نہیں کر سکتا، موصول ہوا تھا اس کو پڑھ کر بہت کچھ
تاؤ آیا مگر جواب نہیں لکھ سکتا تھا اور اب وہ جوش نہیں رہا۔
اس لیے عند التلاقی ان کی تردید کا ارادہ کر لیا؛
دواخانہ میں کسی کو شریک کرنے کے لیے میری طبیعت بالکل
بھی گوارہ نہیں کرتی تھی، مگر بعض مجبوریاں ایسی تھیں جن کو میں
تنہا رفع نہ کر سکتا تھا، مثلاً مرکبات کا بنانا، جو اب تک بھائی صاحب
ہی کے ذمہ ہے، سرمایہ کی قلت وغیرہ ذالک۔ خیر مضیٰ ما مضیٰ، اب
جناب یہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ اس میں ترقی عطا فرمادیں اور
بخیر و خوبی نبھادے۔

کاندھلہ پانچ عدد لفافہ ارسال کر دیئے ہیں دعائیں یاد فرماتے رہیں، بخدمت حضرت اقدس مدظلہٗ سلام مسنون عرض کر دیں نیز مولانا سید احمد صاحب کی خدمت میں روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر احقر کی جانب سے سرورِ کائنات سید الکونین کی جناب میں افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات والتسلیمات پہونچا کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام ایوب غفرلہٗ

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ

۳:- " مخدومی مطاعی واستاذی مدظلکم العالی!

بعد سلام مسنون' آنکہ اس ہفتہ جناب کا کوئی والانامہ صادر نہیں ہوا، حسبِ دستور مولوی نصیر الدین ہی ہماری مسجد میں کلام مجید سنا رہے ہیں۔ مدرسہ میں ایک عرب صاحب جن کا نام قاری مراد ہے اور ڈپٹی صاحب کا نواسہ باری باری سے سناتے ہیں یعنی ہر روز کچھ تراویح وہ سناتے ہیں اور کچھ یہ عرب صاحب اس پر کچھ ناراض بھی ہیں۔ حافظ صاحب اور مولوی منظور احمد صاحب بھی قبیل رمضان دو چار روز آگے پیچھے فراہمی چندہ کے لیے تشریف لے گئے ہیں، حافظ صاحب کے بھائی سہارنپور ہی مقیم رہیں گے۔

مولوی نصیر الدین نے فیض منزل کی دونوں دکانیں اپنے نام لکھوائی ہیں۔ دوسری دکان میں تقریباً چھ سو، سات سو روپئے کا مال لا کر رکھا ہے اور منشی یوسف کے پائین کو اس پر مقرر کیا ہے۔ یہاں پر رویت ۳۰ رشعبان یوم شنبہ کو ہوئی اور اب تک کہیں سے مخالفت کی خبر بھی نہیں آئی۔

آپ کی واپسی کے متعلق کچھ طے ہوا یا نہیں، تعلیق کہاں تک ہوگئی، موسمِ حج سے پہلے ختم ہوجائے گی، یا نہیں مفصّل اطلاع بخشیں۔ تعلیق کی مجبوری تو اس قابل ہے کہ اس کی وجہ سے چندے اور قیام کیا جائے لیکن مولانا سید احمد صاحب کا فرمان، اقامت میرے نزدیک مدرسہ کی ان ضروریات پر جو صرف آپ کی ذات سے وابستہ اور متعلق ہیں ہرگز مقدم نہ ہونا چاہیئے، یہاں پر آپ کی سخت ضرورت ہے جس سے جناب مجملاً خوب واقف ہیں اور مفصّل لکھ نہیں سکتا۔ محمد عثمان طالب علم میرے پاس کئی مرتبہ آچکے کہ مدینہ سے کوئی جواب تمہارے خط کا آیا یا نہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ ابھی تو میرا خط پہونچا ہی ہوگا، جواب ملنے پر میں آپ کو خود اطلاع کر دوں گا۔ روضۂ اطہر پر کسی وقت احقر کی جانب سے بھی تحیات وصلوٰۃ عرض کر دیا کریں مولانا سید احمد صاحب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ دعا میں نہ بھول جائیں۔ کاندھلہ میں خیریت ہے۔ فقط۔

ایوب غفرلہٗ

۵ رمضان ۱۳۴۵ھ پنجشنبہ"

۴:- "سیدی و مولائی! ادام اللہ فیوضکم و برکاتکم علی العلمین!

بعد ہدیہ تحیۃ مسنونہ۔

معروض خدمت خدام والا اینکہ ایک عریضہ مکہ معظمہ بوساطت مطوّف صاحب روانہ کیا تھا۔

اغلب یہ ہے کہ خدمت عالی سے شرف اندوز نہیں ہوا جس

ہیں سہارنپور کی جماعت تبلیغ کی مختصر کارروائی درج تھی، اخیر ذیقعدہ سے پچاس ساٹھ طلبہ کی جماعت جس میں مولانا اسعد اللہ صاحب مولوی عبدالمجید صاحب، مولانا جمیل احمد صاحب مولوی اکبر علی صاحب، مولوی امیر احمد صاحب، مولوی محمود حسن صاحب گنگوہی مدرسین بھی شامل ہیں، کام کر رہی ہے، مولوی ظریف احمد صاحب مولوی ظہور الحسن صاحب کسولوی بھی بہت اہتمام سے مشغول ہیں غالباً حضرت والا کو علم ہوگا کہ حضرت تھانوی مدظلہٗ نے ایک تحریر[1] کے ذریعہ اپنی جماعت کے لوگوں کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا امر فرمایا ہے

اور اس کے متعلق بہت سی شرائط اور ہدایات بھی شائع فرمائیں ہیں جن میں سے بعض بجنسہٖ حضرت والا کی شرائط ہیں اور بعض ان کے قریب ہیں۔ فقط؟"

مکاتیبِ گرامی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی بنام حضرت حکیم صاحب مدظلہٗ

گذشتہ صفحات میں ہم مشائخ کبار اور علمائے عظام سے تعلقات کے زیرِ عنوان اُن دس حضرات کے حالات لکھ چکے ہیں جن سے دادا جان زاد مجدہٗ کی بکثرت ملاقات ہوئی۔ اب یہاں خصوصی طور پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے مکاتیب گرامی پیش کیے جاتے ہیں۔

ہمارے ذخیرہ میں دادا جان زاد مجدہٗ کے نام تقریباً بارہ[۱۲] خطوط حضرت دہلوی کے محفوظ ہیں اس قیمتی ذخیرہ میں سے چند مکاتیب یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) ۔ السلام علیکم۔ عنایت نامہ موجبِ مسرت ہوا۔ میرے تاخیر جواب کی شکایت مت کرنا میاں زکریا ہی کو کچھ خط نہ لکھے۔ نتیجۂ امتحان کیسا رہا۔ خدا کرے سب میں کامیاب ہو۔ یہاں عزیزہ تولد ہوگئی مع اپنی ماں کے بخیریت ہے۔ اب کی بدھ کو اکیسویں روز عقیقہ ہو جائے گا۔

---

[1] غالباً اس کا مصداق حضرت حکیم الامت کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین ہے (شاہد)

عطیہ[1] نام بمبئی سے تجویز ہو کر آیا ہے۔

میاں زکریا کے خط سے آں عزیز کی دختر کی وحشت زدہ خبر سے افسوس ہوا۔ خدا نعم البدل نصیب کرے۔ خدا تم دونوں کو سلامت رکھے۔ پھر اللہ جا ہے کیا کمی۔ سُنا ہے گھر والوں کو بالخصوص عزیزہ کو بہت زیادہ ملال ہوا۔ بکری کی کیا کیفیت رہی۔ قرآن شریف کی رقم سے ضرور جلد اطلاع کریں بندہ بھی عنقریب سفر کا ارادہ کر رہا ہے شاید رمضان میں۔ فقط والسلام۔

(پتہ) بمقام سہارنپور متصل مدرسہ مظاہر علوم عزیزی حکیم محمد ایوب صاحب کو ملے۔

(۲) — السلام علیکم۔ آپ اور نا خوشی توبہ۔ ظنوا بالمومنین خیرا۔ ایاکم وسوء الظن، لا سیما بالاحباب۔ اپنے ہی نفس سے خفگی ہوتی ہو تو یہ بھی محتمل ہے۔ اجازت ہو تو اس سوء ظنی پر افسوس کروں۔ صرف یہ مانع رہا کہ تمھارے امر مستفسر میں مواضع ڈھونڈتا رہا کہ کوئی مناسب جگہ خیال میں آوے تو جواب لکھوں۔ ویسے ہی بھلا کیا خط لکھوں۔ سو کاندھلہ میں کوئی جگہ خیال میں نہیں آئی۔ رامپور میں مولوی محمد صاحب کی دو صاحبزادیاں گنگوہ میں قاضی مخدوم حسن کی اور ایک قاضی محمد یا احمد حسن کی موجود ہیں۔ میرے خیال میں سب جگہ بہتر اور مناسب ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گنگوہ میں اور بھی بہت ہیں جو تلاش سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

خدا چاہے بعد عید الاضحیٰ خاص تمھارے ملنے کو ضرور آؤں گا۔ اگر عید کے موقع پر آ سکو تو ضرور کوشش کر کے آنا اور نصیر کو تو بھیج دینا۔ اپنے والد صاحب اور تائے صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ فقط والسلام   بندہ محمد الیاس عفی عنہ

(پتہ) عزیزا عزیز حکیم صاحب مولوی محمد ایوب صاحب سلمہ۔ سہارنپور کتب خانہ مولوی محمد یحییٰ صاحب

(۳) — عزیز از جان سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نسخ منگنی سے سخت افسوس ہوا۔ رامپور میں مولوی احمد صاحب کی بھتیجی کا کچھ عرصہ ہوا اس وقت تک منگنا نہ ہوا تھا وہ جگہ اچھی ہے اور بھائی سعید الدین کا ان سے ملا ہوا اور نہایت ربط و ضبط ہے۔ اس کے سوا میرے ذہن میں اس وقت کوئی جگہ بہتر نہیں۔ کاندھلہ جا کر اپنے یہاں کوئی جگہ نکل آوے۔ فقط الیاس

(۴) — عزیز از جان سلمکم الرحمٰن، السلام علیکم۔ عنایت نامہ موجب مسرت و کرامت ہوا۔ جزاکم اللہ

---

[1] یعنی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اہلیہ ثانیہ، والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب زاد مجدہ۔

دریا کی شدت طغیانی کی خبر ہے۔ بمبئی میں سخت ہیضہ ہے۔ اسپیشل ٹرین جیرہ سے دیکھیں کیا پیش آتا ہے کیا مقدر ہے۔ بہرحال بعد رمضان آپ کی زیارت شاید ہو۔ مستورات کاندھلہ پہنچ گئیں۔ میرا ارادہ دیوبند عید کا ہے۔ آج مولانا دیوبندی دہلی سے دیوبند کو روانہ ہوں گے۔ نصیر الدین سے سلام۔

میاں حافظ عبدالمجید بھسروی سے بعد سلام کہہ دیں کہ کوئی حافظ سوکھی روٹی پانچ سات روپیہ مشاہرہ پر مجھی غریب مزاج جو طلبہ کو خوب گھیر سکے، تلاش کر دیں۔ فقط والسلام۔

(۵) ۔ السلام علیکم۔ عنایت نامہ موصول ہوئے کئی دن ہو گئے خط سامنے نہیں۔ خواب میں نقش موجودہ وآیتہ کا نقشہ صورۃ مثالیہ میں ہی دیا گیا ہے جو جملہ عالم کو محیط ہو رہی ہیں اور کیفا روز بروز شدید ہوتی جا دیں گی۔ شدت قلق کی وجہ سے ظہور اپنے گھر والوں کے ابتلاء کا ہوا۔ فی الحقیقت وہ ابتلاء سب کو ہے۔ یوں سمجھو کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی سے روشن نظر تو وہ آتی ہے جو سامنے ہے لیکن فی الحقیقت وہ آفتاب کی روشنی سے متاثر ہے، اسی طرح جیسے وہ سرخی عالمگیر ہے عالم بھی تمام سرگرداں ہے مگر توجہ قلب چونکہ وہاں محبوس ہے لہذا لاہی کی حالت بعد میں نظر آئی یہ بھی فطرت کے موافق ہے۔

ممتحن اول تو اپنے تھے ہی۔ خدا کرے دوسری جگہ بھی اخاطر خواہ کامیاب رہو۔ بیچارہ غریب مینڈی کاندھلوی آپ جیسے عزیز منتہی فاضل شہریوں کے سامنے کیا چل سکے گا۔ بخدمت شریف جناب حکیم محمد یعقوب و حکیم محمد اسحق صاحب سلام مسنون کہہ دیں۔

حکیم جی، حکیمنی جی کو میری طرف سے دعوات اور بالخصوص عزیزہ کی طرف سے اور سب کی طرف سے نہایت شوق کے ساتھ سلام۔"

محمد الیاس عفی عنہ

(۶) ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شاید بروز عید روانگی ہو جائے لہذا فوراً دو ہی اور جس قدر قرآن شریف کی قیمت مجھے علیر وصول ہو اس سے پچیس روپئے زائد کا میرے نام منی آرڈر کر دیجئے، دس پندرہ قرآن شریف کاندھلہ کو آج ہی جس سے کل صبح گاڑی میں روانہ ہو جائے بلٹی کر دیجئے۔ انیس ۱۹ رمضان کو مستورات کو گھر پہنچا آیا ہوں۔ سب بخیریت پہنچ گئیں۔ ضروری مشورہ لینا یہ ہے کہ اپنے بعد احتشام، منیرہ کو کہاں چھوڑوں کہ جس سے آرام سے بھی رہیں۔ پڑھائی کا بھی خوب انتظام رہے۔ واپسی پر میرے پاس واپس آجائیں۔ فقط والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ

مکاتیب گرامی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ بنام حضرت حکیم (ایوب) صاحب زاد مجدہٗ

اس عنوان کے تحت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیس ۲۰ خطوط پیش کئے جاتے ہیں۔ ان مکاتیب میں بزرگانہ تعلق و اعتماد۔ مخلصانہ محبت و ہمدردی اور لطیف و پاکیزہ مودت و شفقت کی بلند و بالا کیفیات یقیناً ہر قاری محسوس کرے گا۔ ۱؎

(مکتوب نمبر ۱) — عزیزی حکیم ایوب سلمہٗ

بعد دعائے ترقی علم و عمل طول رزق و عمر مدعا نمایند کہ احقر جب سہارنپور گیا تھا تو جیا کو بوجہ ضعف اور

۱؎ اس تعلق و مودت کی ابتداء اور اسکے حسن آغاز کی تاریخ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں اس طرح سپرد قلم فرمائی ہے۔ حکیم یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے والد صاحب سے اس کی خواہش اور تمنا ظاہر کی کہ میری ہمشیرہ مرحومہ کا نکاح حکیم ایوب سے ہو۔ حکیم ایوب میرے والد صاحب قدس سرہٗ کے بہت ہی لاڈلے شاگردوں میں تھے۔ والد صاحب نے کہا کہ میری تو عین تمنا ہے مگر یہ قصہ انفرادی نہیں بلکہ خاندانی ہے اس کی منگنی ہو چکی ہے۔ اسکے توڑنے میں خاندان میں اختلافات پیدا ہوں گے رنجشیں پیدا ہوں گی، اسلئے معذوری ہے۔ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد حکیم یعقوب صاحب نے مجھ سے بھی فرمایا میں نے بھی وہی جواب دیا کہ حکیم ایوب صاحب تو میرے لئے سب سے بہتر ہیں مگر آپ خود خیال کریں جس چیز کو میرے باپ نہیں کر سکے میں کیسے کر سکوں گا۔ حالانکہ حکیم ایوب صاحب اس وقت میں میرے لئے ابتداءً محب اور انتہاءً محبوب تھے۔ یہ دونوں فقرے معنی دار ہیں۔ ابتداءً محب کا مطلب تو یہ کہ جب میں رجب ۲۸ھ میں سہارنپور آیا تھا تو حکیم ایوب نے مجھ سے ظہر کی نماز سے فراغ پر مسجد کے دروازے سے نکلتے ہوئے سجدۂ سہو کا ایک مسئلہ پوچھا تھا میں لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ حکیم جی نے کہا مسئلہ تو مجھے معلوم ہے میرا کئی دنوں سے تجھ سے بات کرنے کو جی چاہ رہا تھا مگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی اسلئے مسئلہ پوچھا میں ہنس پڑا اور ایک دو بات کھڑے کھڑے کی۔ تم کون ہو-؟ کہاں رہتے ہو-؟ وغیرہ وغیرہ، اور دوسرا فقرہ انتہاءً محبوب کا مطلب یہ کہ میرے والد صاحب کے انتقال تک تو حکیم جی کا ہر وقت کا رہنا سہنا کچے گھر ہی کا تھا صرف رات کو عشاء کے بعد اپنے گھر جاتے، صبح آجایا کرتے۔ میرے والد صاحب سے بھی انکو عشق کے درجہ کی محبت تھی۔ چنانچہ جب میرے والد صاحب کا انتقال ہوا تو یہ زنانہ مکان کے دروازے میں غش کھا کر گر گئے تھے بڑی مشکل سے ان کو چارپائی پر لٹا کر گھر پہنچایا تھا اور میرے والد صاحب کے انتقال کی پریشانی کے ساتھ حکیم جی کے والد اور تایا کو ان کی فکر پڑ گئی تھی۔ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد یہ مجھ سے منہ موڑ کر حضرت مولانا ثابت علی صاحب کے خصوصی تلمذ میں پہنچ گئے تھے جس کا مجھے اس وقت بہت قلق ہوا۔ مگر میں ابتدائی مدرس بھی نہیں ہوا تھا اور یہ حدیث تک پہنچ گئے تھے۔ اگرچہ میرے والد صاحب کے انتقال تک زیادہ تر مجھ سے ہی پڑھتے تھے، اسلئے

کوئی شکایت نہیں تھی مگر وہاں سے واپسی کے بعد کچھ علالت کا سلسلہ ایسا بندھا کہ اب تک بھی صحت نہیں ہوئی بخار کبھی ہو جاتا ہے قبض کبھی، غرض کچھ نہ کچھ ضرور رہتا ہے۔ دماغ میں یبوست ایسی ہے کہ ہزیان اکثر ہو جاتا ہے اور ضعف میں تو پہلے ہی کچھ افاقہ نہیں تھا کہ اب زیادتی لکھوں۔ تمہارے تنہا رہنے کا غالباً تم سے زیادہ خیال مجھ کو ہوگا۔ مگر میرا خود یہ قیام مجبوری ہے۔ ع

نہ دوری دلیل صبوری بود ٭ کہ بسیار دوری ضروری بود

دیکھیں جلسہ تک بھی پہنچ سکتا ہوں یا نہیں۔ کل نصیرالدین کے بھیجنے کا خیال کر رہا ہوں۔ کتب خانہ کو تم لوگ منظم کر بیجیو۔ میں اگر جلسہ میں پہنچ بھی گیا تو نہ معلوم کتب خانہ میں رہنے کی نوبت بھی آوے گی یا نہیں۔ تمہارے خط کا کئی روز سے منتظر ہوں۔ مہتمم صاحب نے کوئی کتاب نکلوائی یا نہیں۔ اگر نکلوائی تو کس مقدار میں۔ جلد جواب دیجیو۔ والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد چچا کا حال عرض کر دیں۔ محمد عمر کے پاس سے جو جواب آوے اس کارڈ کو محفوظ رکھنا اور نقل یہاں روانہ کر دیں۔ فقط زکریا کاندھلہ

مہر ڈاک خانہ ۱۰/ مارچ ۱۹۱۸ء (۳ رجمادی الثانی ۱۳۳۶ھ)

حکیم ایوب سلمہٗ۔ محلہ مفتی سہارنپور

(مکتوب نمبر ۲) — عزیز گرامی قدر مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ۔

السلام علیکم۔ تمہارے دو خطوں کا جواب سہارنپور سے روانہ کر کے دہلی جا رہا ہوں۔ اس وقت میرٹھ منشی صاحب کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے ٹھہرا ہوا ہوں، اور شام کو دہلی پہنچوں گا۔ تمہاری اس طویل مفارقت نے جدید شکایات سابقہ ایسی مغلوب کر دیں کہ کالعدم۔ سچ ہے "زرغبا تزدد حبّاً"۔ یہ سہ سالہ عمر نوح بن گئے اور ختمی کا کہیں ذکر نہیں۔ اپنے قیام کے متعلق دہلی جا کر لکھوں گا کہ کتنا ہوگا۔

اور بھی قلق ہوا۔ مگر اب تو ہجران کی محبوبیت مدرسہ کی وجہ سے عود کر آئی۔ یہ میرے اس رسالہ میں بار بار ظاہر ہوگا کہ مدرسہ کا جو شخص جتنا زیادہ لحاظ رکھتا ہے مجھے اس سے بہت ہی زیادہ محبت بڑھتی آتی ہے اور جو ملازم ہو کر مدرسہ کے امور میں تساہل تسامح کرتا ہے مجھے اس سے چاہے کتنی ہی محبت ہو مگر نفرت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

حکیم جی باوجود یکہ ملازم نہیں ہیں مگر جب سے سرپرست مدرسہ ہوئے ہیں مدرسہ کے ہر کام کو میرے ذوق کے موافق اپنا کام سمجھتے ہیں بالخصوص تعمیر کو: توسیع چندہ کی کوشش کو۔ نظامت کے امور میں مشورہ کو۔ غرض کسی کام کو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ میرا فرض منصبی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت ہی جزائے خیر صحت و قوت عطا فرمائے کہ اب تو ان کی صحت نے بہت جواب دے رکھا ہے۔"

شیخ وقت قطب الاقطاب مولانا عبدالمجید صاحب کی خدمات عالیہ میں بادب ما وجب۔

فقط والسلام۔ زکریا عفی عنہ

مہر ڈاک خانہ:- ۱۹ اگست ۱۹۲۲ء (۱۷ محرم ۱۳۴۲ھ)

(پتہ) عزیز گرامی قدر مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ۔ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

(مکتوب نمبر۳) — عزیزم سلمکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تقریباً ایک ہفتہ سے دہلی آیا ہوا ہوں مگر اسقدر پریشان کہ کسی وقت فرصت نہیں ہوتی۔ دن میں آوارہ گردی میں اور رات کو نکان کی ہائے ہائے میں رہتا ہوں، چلتے ہوئے تمہارے نام خط لکھنے کا ارادہ و تصور کرتا ہوں مگر وہ پورا کس طرح ہو۔ بالآخر ایک قلم صرف تمہارے خط کی نیت سے خریدا ہے اور ارادہ یہ ہے کہ نظام الدین وغیرہ جاتے ہوئے ریل میں تو کم از کم وقت ملا کرے گا۔ بحمداللہ بخیر ہوں، اس دوران میں ایک مرتبہ سہارنپور بھی جا چکا ہوں۔ آج سے کام چھپائی کا شروع ہوا ہے۔ دہلی غالباً ہفتہ عشرہ قیام اور ہوگا۔

پتہ میرا یہ ہے۔ دہلی دریبہ کلاں معرفت شیخ عثمان صاحب زکریا کو ملے۔

مولوی جی[1] کا اصرار ہے کہ اگر تمہاری کوئی تعطیل ہو تو ادھر کا چکر لگاؤ۔

فقط والسلام۔ زکریا عفی عنہ

مہر ڈاک خانہ:- ۲۵ اگست ۱۹۲۲ء (۲۳ محرم ۱۳۴۲ھ)

(پتہ) عزیزی مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ۔ تکمیل الطب۔ جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ۔

(مکتوب نمبر۴)

خوشی کے ترانے خبر دے رہے ہیں — سحر جلوہ بخش جہاں عید ہوگی
مگر جن کے دل مر چکے ہوں انھیں کیا — جہاں عید ہوگی وہاں عید ہوگی

لختِ جگر مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ۔

بعد سلام مسنون انکہ آج صبح سے ارادہ ضروری خط کا کرتا رہا۔ مگر سارا دن نہ معلوم کس سوچ میں نکل گیا۔ آج کچھ رات ہی سے طبیعت پر اسقدر افسردگی تھی کہ عید کے سرور کیلئے خاص اہتمام کی ضرورت پیش آتی تھی مگر صبح ایک اور وحشت اثر خبر سن کر اور بھی باعث تکدر ہوئی۔ تمہیں بظاہر

---

[1] مولوی جی کا مصداق حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہٗ ہیں:

معلوم ہو چکی ہوگی اور صبح ہی غالباً اطلاع کر دی گئی ہوگی کہ ہمشیرہ امتہ السبحان چند روز مبتلائے چیچک رہ کر کل شام میں تقریباً آٹھ نو بجے اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئیں۔ افسوس جس قدر ہو تھوڑا ہے۔ اسلئے کہ والدہ کے لئے کوئی امیدوں کے بر آنے کا محل نہیں جس پر ذرا نظر پڑتی ہے چلدیتا ہے۔

نمازِ عید کے بعد تمھارے باغ میں اپنے اکابر کے پاس رکھدی گئی۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کو تمھارے لئے بہترین ذخیرہ بنائے۔ آج کی عید بحمداللہ بخیریت گزری۔ ابھی کسی قصبہ فساد کی خبر سننے میں نہیں آئی۔ دہلی میں البتہ پرسوں کوئی سخت فساد ہوا ہے جس کی خبریں گرم ہیں۔ دیکھیں کیا حشر ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ امداد فرمادیں۔ ہنود نے جب مسلمانوں کے اتحاد میں اپنا کوئی بہترین نفع نہیں دیکھا تو حکومت سے اتحاد کیا اور مسلمان منفرد رہے۔ حق تعالیٰ معین ہیں۔

شیخ المشائخ صوفی صافی مولانا مولوی عبدالمجید صاحب کی خدمت میں ہدیۂ سلام مسنون نہایت ادب سے پیش کریں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مہر ڈاک خانہ :- ۱۵ جولائی ۲۴ء (۱۲ ذی الحجہ ۴۲ھ)

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ۔ تکمیل الطب، جوائی ٹولہ۔ لکھنؤ۔

(مکتوب نمبر ۵) ـــ عزیز مولوی محمد ایوب سلمہٗ۔

السلام علیکم۔ تمھارے جانے کے بعد ہی سے ارادہ خط لکھنے کا کرتا رہا۔ مگر موقعہ ہی نہ ملا۔ بالخصوص دہلی آنے کے بعد سے بالکل ہی وقت نہیں ملا۔ میں یہاں اتوار کو پہنچا اور آج یا کل واپسی کا ارادہ کر رہا ہوں۔ یہاں سر دست کام نہیں ہوا۔ مولوی جی تمھیں حد سے زیادہ یاد کر رہے ہیں میری غیبت میں کیا آؤ گے۔ انشاء اللہ اخیر دسمبر میں آئیں گے دوبارہ۔ فقط والسلام

مہر ڈاک خانہ :- ۱۴ نومبر ۲۴ء (۱۶ ربیع الثانی ۴۳ھ)

بعزیزی مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ۔ تکمیل الطب۔ جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

(مکتوب نمبر ۶) ـــ عزیز از جان مولوی حکیم ایوب صاحب سلمہٗ

السلام علیکم۔ اس ہی وقت کارڈ ملا۔ لکھنؤ آمد کی آرزو مجھے خود تم سے زیادہ ہے اور ہونی چاہیئے۔ مگر ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ ایسے امور پیش آتے ہیں کہ پہلے سے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ بظاہر دوسرے پھیرے پر شاید موقعہ ہو جائے اسلئے کہ ہر مرتبہ میں اپنے آپ کو زیادہ آزاد و بے فکر بن کر آنے کی کوشش کرتا ہوں اور نسبۃً اسمیں کامیابی بھی ہوتی ہے مگر اتفاقات کچھ ایسے در پیش آجاتے ہیں۔ اس مرتبہ والدہ ذکیہ کی زیادتی علالت کی برابر خبریں آرہی ہیں اسلئے لوٹنے کی عجلت ہے۔

یہاں رویت عامہ سے یکم سہ شنبہ کو ہوئی اور میرٹھ اور سہارنپور سے بھی یکم سہ شنبہ کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ مولوی جی کی آمد مشکل ہے۔ حکیم عبدالمجید صاحب سے سلام مسنون ۔ فقط زکریا

ہرڈاکخانہ ۔ ۲۴ جون ۱۹۲۵ء (۲ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ)

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمۂ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ ۔ لکھنؤ

(مکتوب نمبر ۷) — عزیز از جان مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمۂ

تم نے تو اس مرتبہ خط لکھنے کی قسم ہی کھالی ۔ میرا چوتھا یا پانچواں خط ہے مگر تم نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا ۔ میں اس وقت دہلی جارہا ہوں اور ہفتہ عشرہ وہاں قیام کروں گا ۔ یہ تو لکھنا فضول ہے کہ میں لکھنؤ کا ارادہ کررہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ طول ارادہ کے باوجود اب تک پورا نہ ہونے سے اسمیں ضعف بھی آگیا ۔ مگر ارادہ ملتوی نہیں ہوا ۔ اگست شروع ہوگیا ۔ ستمبر ۔ اکتوبر صرف دو ماہ تمہاری فراغت کے باقی ہیں ۔ کافی محنت کا مستحق ہوں ۔ فراغت اور راحت عمر بھر کی چیز ہے اور طالب علمی بہت جلد چھوٹنے والی ہے ۔ جتنی ممکن سے ممکن ہو سکے کوشش کریں ۔ بالخصوص امراض مخصوصہ کے مجربات حاصل کرنے میں کہ آج کل گردش ایام سے اسکی بہت پوچھ ہے اور یہ ہی بہترین ذریعۂ تسہیر بن رہا ہے : فقط زکریا از شہر میرٹھ

ہرڈاکخانہ ۔ ۳ اگست ۲۵ء (۱۲ محرم ۱۳۴۴ھ)

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمۂ ۔ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ ۔ لکھنؤ

مکتوب نمبر (۸) عزیز گرامی قدر مولوی ایوب صاحب سلمۂ ۔

میں بتغریب شدۂ بخار ایک ہفتہ ہوا دہلی سے چلا آیا ہوں ۔ ہر کام مقدر سے ہوتا ہے میں نے اس مرتبہ لکھنؤ کا تہیہ مستقل کردیا تھا اور کچھ اسباب بھی ایسے ہوگئے تھے کہ آنا یقینی بن گیا تھا ۔ مگر تم کو اسلئے اطلاع نہیں دی تھی کہ اتفاق وقت کوئی بات پیش آوے اور تمھیں انتظار کی تکلیف ہو ۔ چنانچہ وہی ہوا ۔ مجھے اخیر قیام دہلی میں سخت بخار ہوگیا جس کی وجہ سے ایک ہفتہ غفلت اور شدت بخار کے بعد ایک ہفتہ ہوا کہ سہارنپور آگیا ۔ پرسوں سے طبیعت بالکل اچھی ہے ۔ تمہارے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دوا وغیرہ بھی استعمال نہیں کی ۔ نہ خود جانے کی ہمت دوسرا ایسا کوئی نہیں تھا جو دوا کی پیالی طیار کرکے لادیتا اسلئے سوخت رہی ۔ ڈپٹی صاحب پڑوسی البتہ (دوا) دو مرتبہ کھلا گئے تھے ۔ اپنے مژدۂ عافیت سے اطلاع دیتے رہا کرو تم نے تو خط لکھنے کی قسم ہی کھالی ۔ خیر صرف اکتوبر درمیان میں ہے : فقط والسلام ۔ زکریا

۲۱ صفر ۱۳۴۴ھ ۱۱ ستمبر ۲۵ء

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ لکھنؤ

(مکتوب نمبر۹) عزیز گرامی قدر مولوی حکیم ایوب صاحب سلمہٗ۔

السلام علیکم۔ تمہارا مسرت نامہ رنج کے وقت پہنچ کر نفس محبت نامہ ہونے کی حیثیت سے باعثِ مسرت ہوا۔ لیکن اس کے مضمون سے گرانی ہوئی کہ امیدیں جو قرب کی وجہ سے وابستہ ہوگئی تھیں وہ ایک ماہ بعد پر جا پڑیں۔ افسوس۔ تاہم متعین ہونے کی خبر سے اطمینان ہوا۔ انشاء اللہ یہ دن بھی گذر ہی جاویں گے۔

موسیٰ کی خبر دہلی کے جواب سے معلوم ہوگئی ہوگی تاہم شاید کچھ دیر ہوئی ہو۔ اسلئے لکھتا ہوں کہ وہ بے چارہ بہت سی بیماریں اٹھا کر کل چہارشنبہ کی شب گیارہ بجے چلدیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حق تعالیٰ شانہٗ ذخیرۂ آخرت فرمادیں اور میری بداعمالیوں کی کچھ تلافی ان جانے والوں ہی سے ہو۔ فقط والسلام

زکریا عفی عنہ۔ از سہارنپور۔ ۱۳ اکتوبر ۲۵ء ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ۔ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

مکتوب نمبر(۱۰) نورچشم راحت جاں مولوی حکیم ایوب سلمہٗ۔

تمہارا سوختہ لفافہ پہنچ کر باعث بے حد مسرت کا ہوا۔ واقعی ان ایام میں میری طرف سے تاخیر ضرور ہوئی۔ جس کی دو وجہ خاص ہوئیں۔ اوّل تو میں زیادہ تر اس عرصہ میں بیمار رہا۔ تمہیں قصداً خبر نہ کی کہ اس سے تم پریشان ہوتے البتہ تمہارے نہ ہونے سے بدعلاج تکلیف و دقت اٹھائی دوسرے یہ کہ میں ذرا سفر میں بھی رہا۔ دہلی سے لوٹنے کے بعد ایک مرتبہ دہلی گیا۔ اسکے بعد پھر ہم کابی حضرت اقدس میوات کے علاقہ میں چچا جان کی طلبی پر گیا۔ ایک ہفتہ سفر کے بعد رات واپسی ہوئی۔ تمہارا خط ملا اس وقت پھر ایک مجبوری کی وجہ سے دہلی لوٹ رہا ہوں، وہ یہ کہ تمہارے خط کے ساتھ ہی کاندھلہ سے مولوی شمس الحسن صاحب کا خط ملا کہ بچہ کی حالت زیادہ خراب ہے اس کا وہ دنبل جو دو ماہ سے تقریباً نکلا ہوا ہے اسکو کاندھلہ کے ڈاکٹر نے جواب دیدیا۔ اسلئے خود دہلی جاکر اس کا آپریشن کراؤ۔ آج احتشام کو کاندھلہ بھیجا کہ سواریوں کو لیکر دہلی پہنچے، اور میں اسوقت دہلی کے ارادہ سے ۱۲ بجے اسٹیشن کی مسجد میں بیٹھا ہوا خط لکھ رہا ہوں۔

ارادہ بند خط کا تھا اور زیادہ مفصل مگر اس وقت صرف کارڈ اور قلم جیب میں ہے اور تاخیر سے تاخیر کا اندیشہ۔ اسلئے اس ہی پر قناعت کررہا ہوں۔ اسکے جواب کا دہلی الٰہی بخش اینڈ کو، ہی پر

انتظار کروں گا۔ فقط والسلام زکریا از سہارنپور

۴۲ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ۔ تکمیل الطب جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

مکتوب نمبر (۱۱) عزیزی مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ

السلام علیکم۔ پیاپے دو کارڈ پہنچے۔ میں اس عرصہ میں خود ہی خط کا ہر وقت ارادہ کرتا رہا۔ مگر کچھ میرے غموم و ہموم اور کچھ نام نہاد مشاغل۔ ان سب کے ساتھ بیماری کا کچھ تسلسل، ان سب امور میں کہ ہر ایک ان میں سے منفرداً بھی میرے لئے کافی تھے پر یہ سب مجتمعۃً کا کیا پوچھنا۔ میں اس عرصہ میں بخار وغیرہ میں کچھ زیادہ گرفتار رہا جسمیں تمہاری سخت ضرورت تھی۔ الحمدللہ کہ تمہاری آمد کا شمار اب مہینوں سے نکل کر دنوں پر آگیا۔ انشاء اللہ جلد ملاقات ہو گی۔

ایک نیا مژدہ سناتا ہوں گو کچھ لکھنے کی بات نہیں مگر تم سے کیا اخفاء۔ ہماری ان پریشانیوں پر کہ ہر وقت کے قرض تفکرات۔ نیز مولانا نصیر صاحب کے اس حسنِ انتظام پر کہ میں اگر کسی کیلئے پائے تک بھی بنواؤں تو وہ اسکو اسرافِ بیجا میں شمار فرماتے ہوئے اظہار ناخوشی کریں، وغیرہ وغیرہ۔ ان سب پر اول سرکار نے گذشتہ ہفتہ میں تقریباً سو روپیہ کی ایک بائیسکل خریدی ہے کہ دوکان سے مدرسہ تک آنے میں اور گاہے گاہے کسی بلٹی چھڑانے کیلئے اسٹیشن تک جانے میں نازک کو تکلیف ہوتی تھی۔ واللہ المستعان

فقط زکریا

۱۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ

مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلمہٗ جھوائی ٹولہ تکمیل الطب لکھنؤ

مکتوب نمبر (۱۲) لختِ جگر مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ

السلام علیکم۔ تمہارے دو محبت نامے ایک مورخہ ۲۸ ذی الحجہ جو ۲ محرم کو پہنچا۔ دوسرا مورخہ ۱۳ محرم جو آج ۱۵ کو پہنچا۔ تمہارے پہلے خط کا جواب میں نے فوراً لکھا مگر بجائے ڈاک میں ڈلوانے کے وہ جیب میں ڈل گیا پھر تم خود سمجھو کر کیا حشر ہوتا۔ دو ایک روز بعد اسکے نہ جانے پر قلق ہوا۔ مگر وقت نکل چکا تھا تمہاری تعطیل کے ایام قریب ختم تھے۔ ادھر یہ معلوم ہوا تھا کہ تم بذریعہ تار رد کر دیے گئے ہو۔ اسلئے وہ روانہ نہ کر سکا۔ آج دوسرا خط تعلق سے لبریز پہنچا۔ میری خیریت کا جس قدر تمہیں انتظار ہو گا وہ مجھ سے مخفی نہیں۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سے کہیں زیادہ مجھے انتظار رہتا ہے مگر ۲۴ گھنٹہ کی دلیل کچھ ایسی ہے کہ تمام شب و روز ایک چکر سے میں نکلا جاتا ہے۔

دن رات ختم ہونے کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا سبق سے سبق تک اور تعلیق سے تعلیق تک کا وقت،
کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فوراً گذر گیا۔

تمہارے تائے صاحب اب اچھی طرح سے ہیں۔ والد صاحب بھی بخیر ہیں۔ کل کسی نے ان سے
کہدیا کہ لکھنؤ کچھ فساد ہوگیا اسلئے وہ متفکر تھے بواپسی ان کو اپنی خیریت کی اطلاع دینا۔
مطبع کی کوئی کسی قسم کی اصلیت نہیں۔ البتہ دو جدید امر ہیں۔ اوّل یہ کہ نصیر الدین اپنی دکان بازار لیگیا
دوسرے یہ کہ میں آج بعد طباعت تعلیق دہلی جانے والا ہوں۔ وہاں غالباً کچھ قیام بھی ہوگا، اگر زیادہ ٹھہرنا
ہوا تو البتہ اطلاع دوں گا۔ فقط والسلام زکریا ۸ ار اگست ۱۹۲۶ء ۸ صفر ۴۵ھ

عزیز محترم مولوی حکیم محمد ایوب سلمہٗ جھوائی ٹولہ۔ تکمیل الطب، لکھنؤ

مکتوب نمبر (۱۳) عزیز گرامی قدر مولوی حکیم محمد ایوب صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون! میں آنے کے بعد سے روزانہ واپسی کا قصد کرتا رہا۔ اور آج تو بالکل ہی عین
روانگی کے وقت قصد ملتوی کرنا پڑا۔ زیادہ اہتمام آج کی واپسی کا اس وجہ سے تھا کہ حسب قرارداد بھائی
اکرام صاحب بھی مظفر نگر کیلئے روانہ ہوگئے ہوں گے۔ اور التوا اسلئے کرنا پڑا کہ رات پھر چچا جان کو دورہ
پڑا جس سے ضعف بہت زیادہ ہے۔ اب آپ ہی گھر کی خبر گیری فرمادیں اور ضرورت سمجھی جائے تو والدہ
مولوی یحییٰ سلمہٗ کو بھی ایک دو روز کے لئے گھر بھیجدیں۔ ورنہ میرے خیال میں تو مولوی یحییٰ کا وہاں جانا
کافی ہے۔ البتہ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اپنے پاس سے یا قاری سعید صاحب سے پانچ سات روپیہ
لیکر بچیوں کو دیدیں کہ اگر گھر کی ضروریات میں کسی چیز کے منگانے میں مولوی نصیر کی طرف سے تساہل ہو
تو وہ خود بھی وغیرہ کسی ذریعہ سے منگا لیا کریں۔ مولوی ــــ صاحب کے ذاتی اخراجات جب سے بڑھ
گئے ہیں وہ میری اور گھر کے اخراجات میں تنگدلی کرنے لگے ہیں، اسلئے ضرورت ہے کہ میری واپسی تک
اس نوع کی خبر گیری بھی آپ فرمالیا کریں اور جو ضرورت لڑکیوں کو ہو عامرہ کے ذریعہ سے تحقیق فرماکر
آپ پوری کرتے رہیں۔ میں حتی الوسع تو جلدی ہی آنے کی کوشش میں ہوں مگر اب تک کی تاخیر
سے احتمال تاخیر ضرور ہے۔ ایک اہم چیز یہ ہے۔ چچا جان نے پرسوں فرمایا کہ
"تمہارے حکیم ایوب ہماری عیادت کو بھی نہ آئے" فقط والسلام

بعزیز مولوی یحییٰ سلمہٗ بعد سلام مسنون زکریا ۹ جمادی الاوّل ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر (۱۴) مجسمۂ اخلاص ومودت مولوی حکیم محمد ایوب صاحب دفقنی اللہ وایاکم لما یحب
ویرضی۔ بعد سلام مسنون۔ بہت ہی زور وجوش سے لبریز محبت نامہ پہنچا۔ تم نے جتنے اوصاف

اس ناپاک کے متعلق لکھدیئے۔ تمھارے اخلاص کے زور سے ایک بھی صادق آنے لگے تو زندگی وصول ہو گئی۔ حکیم جی احباب کے لئے عموماً اور جن مخلصین کے احسانات میں دبا ہوا ہوں ان کے لئے خصوصاً دعا نہ کرنا اپنی ہی محرومی ہے۔ یہ تو خود اپنا ہی فریضہ ہے اور واقعی کوئی رسمی بات نہیں پھر بالخصوص الخصوص جن کا تعلق میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے رہ چکا ہو۔ تم نے جو طرز تحریر اختیار کیا وہ سخت حجاب کا سبب ہوا جو دوستانہ طرز کے مناسب نہ تھا۔

بہر حال ہاں تم نے بہت اہم اور معقول بھی کہ گود میں ڈال کر کوئی نہیں پوچھتا۔ میرے پیارے دوست۔ اس وجہ سے متعدی خیرات پر اکابر کا ہمیشہ زور رہا۔ وہ تعلیم ہو جیسا کہ میرے والد صاحبؒ کا مطمح نظر تھا۔ تذکیر ہو جیسا کہ حضرتؒ کا تبلیغ ہو جیسا کہ چچا جانؒ کا وغیرہ وغیرہ۔ اسلئے کہ یہ سب کے ذہن نشین ہے کہ مرنے کے بعد تذکرے کر کے تھوڑی دن آنسو بہانے والے تو بہت مل جائیں گے لیکن بعد میں کوئی خیر خبر بھی رکھے تجربوں نے اس کی نفی کر دی۔ اسی لئے اس کی سعی کی جاتی ہے کہ اپنے پیچھے کوئی ایسی چیز چھوڑ دی جائے کہ وہ اگر ثواب پہنچانا نہ بھی چاہے تو بے ارادہ ثواب پہنچے۔ اس وجہ سے چچا جانؒ کبھی کبھی لطف سے کہا کرتے تھے کہ کوئی اپنے پیچھے دو چار چھوڑ کر جاتا ہے میں انشاء اللہ ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں اور جن اسلاف نے ایسا چھوڑا ان کا تم خود اندازہ کر لو۔ رمضان قریب الختم ہے ورنہ ذرا تفصیل سے لکھتا۔ اب جتنا وقت خدا میں خرچ کروں اسکو تمھارے لئے دعائیں نہ صرف کروں۔ ایک واقعہ اگر اب تک نہ سنا ہو تو بندہ سے واپسی پر دریافت کرنا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے جب حضرت رائپوریؒ کے مرض کی خبر سنی تو آدمی کے ذریعہ سے استفسار کرایا تھا کہ بعد کا کیا انتظام کیا؟ فقط والسلام زکریا

۲۲ رمضان ۷۶ھ

مکتوب نمبر (۱۵) مکرم محترم مولوی حکیم محمد ایوب صاحب مدفیوضکم۔

بعد سلام مسنون۔ آپ کا مختصر کارڈ مورخہ ۸ ذیقعدہ ۲۰ کو یہاں پہنچا۔ یہ کارڈ بہت جلد پہنچا ورنہ عموماً اب تک خطوط آخر شوال کے پہنچ رہے ہیں۔ ذیقعدہ کا یہ پہلا خط پہنچا مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ عبد الرحیم کون بزرگ ہیں جن سے ہم لوگوں کی خیریت معلوم ہوئی۔ اس کارڈ سے یہ اندازہ ہوا کہ میرے خطوط اس دوران کے وہاں نہیں پہنچے۔ ورنہ میں نے آپ سب دوستوں کی تشویش کے خیال سے اس کا اہتمام کیا تھا کہ ۱۲ شوال سے ۴ ذیقعدہ تک روزانہ ایک لفافہ مولوی نصیر کے نام لکھتا تھا جسمیں تمھارے گھر کا بھی ایک پرچہ ضرور ہوتا تھا۔ اور یہ خطوط باہر جانے والا کوئی مل جاتا تو اسکو

دیدیا کہیں ڈالدے۔ ۴ ذیقعدہ کو معلوم ہوا کہ سب جگہ کی ریلیں بند ہیں تو اس وقت ترک کردیا تھا۔ اسکے بعد ۱۱ ذیقعدہ کو جب ڈاک کے اجراء کا اعلان اخبار میں پڑھا تو پھر لکھنے شروع کردیئے تھے مگر روزانہ نہیں۔ اب معلوم نہیں کہ میرے ان بے شمار خطوط میں سے کوئی پہنچا یا نہیں۔ میرے لئے بیکاری جتنی کوفت کی چیز ہے اس کا تم کو خود ہی اندازہ ہوگا۔ مگر اسکے باوجود اب تک اپنے مستقبل کے متعلق سمجھ میں نہیں آرہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ جلد واپسی کی سعی کروں یا تن بتقدیر پڑا رہوں۔ ایسی متعارض وجوہ کا ہجوم رہتا ہے کہ طبیعت فیصلہ نہیں کرتی۔ اپنا حرج مدرسہ کا حرج اپنی عدم دل بستگی کا تقاضا ہر وقت واپسی پر ہے۔ مولوی یوسف کی تنہائی، بچیوں کی تنہائی ——— بالخصوص ام ہارون اور سعید مرحوم کے حادثہ کے بعد اور اپنی یہاں سے واپسی کے بعد یہاں کے مجمع میں انتشار، پڑے رہنے کے متقاضی ہیں۔ فاللہ المستعان۔

دعائے خیر سے اس دور افتادہ کی ضرور مدد فرماویں۔ حکیم یحییٰ کی اہلیہ کی تنہائی اور وحشت کا بھی اکثر خیال رہتا ہے۔ فقط والسلام

زکریا ۲۱ ذیقعدہ ۶۶ھ

مکتوب نمبر (۱۶) مکرم محترم مولوی حکیم محمد ایوب صاحب اذاقہ اللہ شراب حبہ۔

بعد سلام مسنون، لفافہ سامی مورخہ ۸ ذی الحجہ کل ۱۲ کی شام کو حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم کے صاحبزادہ کی معرفت پہنچا۔ اس سے قبل بھی آپ کا مفصل خط پہنچا تھا جس کا جواب اسی وقت لکھدیا تھا۔ تمہارے خط بالخصوص ابتدائی اشعار نے مجروح و محزون قلب پر ایسی چوٹ لگائی کہ بے اختیار آنکھیں بھر آئیں۔ حکیم جی آپ کو اس کا خود اندازہ ہوگا کہ مجھے دوستوں سے ملنے کا کتنا اشتیاق ہوگا۔ جو شخص رائپور بھی ایک دوشب سے زیادہ نہ گذار سکتا ہو وہ چار ماہ کے قریب کیسے سکون سے گذار سکتا ہے مگر جو چیز اللہ کی طرف سے ہو اسمیں صبر کے سوا کیا چارہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس صورتِ عذاب کو ختم فرمائے جو کچھ ہورہا ہے وہ ہمارے اعمال کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اور مزید یہ کہ اس پر بھی نہ ہم میں خشیت ہے نہ انابت ہے۔ توبہ استغفار کے بجائے تعنت اور طغیانی، اللہ ہی رحم فرمائے آنے والے حالات کچھ ظاہری اسباب بہتری کی طرف نہیں ہیں۔ دعاء اور استغفار کا دوسروں سے بھی اہتمام کرائیں۔ گھر کے آدمیوں کو بالخصوص اہلیہ حکیم یحییٰ کو بسر درت سے زیادہ کپڑا اگر کوئی ہو تو اس کے صدقہ کی بھی ترغیب دیں۔ تم نے جو تفصیل دیہات اور حالات کی لکھی اس سے بڑا اطمینان ہوا۔ حضرت مدنی اور حضرت رائپوری کی آمد کی خبر اپنی غیبت میں سُن کر اپنے نہ ہونے کا اور بھی قلق

ہوتا ہے کہ اپنی شامتِ اعمال سے ان حضرات کی زیارت سے بھی محرومی ہے۔ اگر حضرت مدنی کی اب تشریف آوری ہو تو سلام مسنون کے بعد عرض کر دیں کہ میں نے متعدد خطوط جوابی اور غیر جوابی خدمت میں لکھے۔ معلوم نہیں کہ کوئی پہنچا یا نہیں۔ یہاں کوئی خط ماہ مبارک کے بعد سے نہیں پہنچا۔ ماہ مبارک میں تینوں دالانامے دلی بھیج گئے تھے۔ مولانا عبدالرحمن صاحب کے متعلق تم نے کچھ ارسال کرنے کو لکھا مگر بہت مجمل، ذرا اسکی تفصیل لکھیں۔

ماموں شعیب صاحب کو تو لکھنا اسلئے موزوں نہیں کہ ان کے پاس بھیجنے کا یہاں سے بھی کوئی ذریعہ نہیں۔ اور ویسے ان سے کیا سوال کریں اگر خود انھوں نے عزیزہ کو کچھ بھیجنے کو لکھا ہو اور ڈاک وغیرہ کا عذر کیا ہو تو میں یہ عذر لکھ سکتا ہوں کہ آپ وہاں پہنچا دیں۔ میں سہارنپور عزیزہ کو دیدوں گا، ویسے یہاں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اپنے اخراجات کے لئے بھی بعض احباب سے قرض لینا پڑا۔ اور چونکہ متمول حضرات دہلی سے سب ہی تقریباً جا چکے اور جو ہیں وہ خود اپنی یا کسی دوسرے کی زندگی پر قیام پر مطمئن نہیں۔ اسلئے قرض وغیرہ کا معاملہ بھی آج کل ایسا ہی ہے۔ یہاں کے احوال کا تشتت تحریر سے بالاتر ہے۔ اگر ملاقات مقدر ہے تو زبانی ہی سناؤں گا۔

طبیعت پر جو کچھ ہو رہا ہے اور جس اسباب پر ہو رہا ہے اور اسکے بعد جو مناظر سامنے ہیں (الا یہ کہ محض اللہ کا لطف و کرم ہو جائے اور مراحم خسروانہ سے عفو ہو جائے) ایسے خطرناک ہیں کہ انکی وجہ سے ہر وقت فکر و غم رہتا ہے۔ ڈاک میں اگر بہت خصوصی اکابر و احباب کے خطوط نکل آتے ہیں تو تھوڑی دیر کو عارضی فرحت ہو جاتی ہے یا جواب لکھتے وقت خیال دوسری طرف ہو جاتا ہے، ورنہ عام خطوط پڑھنا اور جواب لکھنا مستقل ایک کلفت کا سبب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ بلا استحقاق اپنے فضل سے عفو فرمائے بغیر اس کے چارہ نہیں۔ سہارنپور کے احوال سے بڑی طمانیت ہوئی، اللہ جل شانہٗ اپنا فضل رکھیں۔ لیکن اہتمام دعا اور استغفار کی کثرت کرتے کراتے رہیں۔ فقط والسلام

زکریا ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ

مکتوب نمبر (۱۷) مکرم محترم مولوی حکیم محمد ایوب صاحب اذا نکم اللہ شراب حبہ۔

بعد سلام مسنون۔ مکرمت نامہ مورخہ ۱۳ ذی الحجہ کل ۱۶ کی شام کو بندہ کو ملا۔ اس سے قبل بھی تقریباً ایک ہفتہ ہوا تمہارا لفافہ ملا تھا۔ اسکا جواب تمہارے نام لفافہ میں ارسال کیا تھا، خدا کرے پہنچ گیا ہو۔ نہ معلوم تمہاری ڈاک مدرسہ کا آدمی لاتا ہے یا براہ راست چٹھی رساں۔ ویسے تو سہارنپور آمد کا خیال اور تقاضا رہتا ہی ہے مگر تمہارے خط سے جو کشش پیدا ہوتی ہے وہ دیر تک دق کرتی ہے

حکیم جی تم جس انداز کا خط لکھتے ہو وہ برعکس نہند نام زنگی کافور کے علاوہ کیا کہوں۔ کاش میں اس قابل ہوتا کہ تم جیسے صلحا کے یہ الفاظ صحیح بن جاتے۔ میری واپسی ۳ ذی الحجہ کے بعد سے اکثر زیر بحث رہتی ہے مگر منجانب اللہ ایسے امور پیش آرہے ہیں کہ سمجھ کام نہیں دیتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے بجز اسکے کہ یہ سمجھوں کہ ابھی مقدر نہیں ہے۔ اگر ملاقات ہوئی تو زبانی ہی سناؤں گا کہ کیا کیا مناظر قدرت دیکھنے میں آئے، دنیا کی بے ثباتی، اور مال ومتاع سے فرار۔ جو قیامت کا منظر سننے میں آیا کرتا مقدرات کے سامنے اسباب کی بے بسی بلکہ اسباب کا الٹا مضر ہونا سب ہی منظر آنکھوں نے دیکھے۔ دنیا وی مال ومتاع سے کچھ زیادہ دلچسپی تو اپنے ناقص خیال میں اپنے کو پہلے سے ہی نہ تھی۔ مگر اب تو اسقدر طبیعت گھبراتی ہے کہ کیا بیان کروں۔ اگرچہ یہ امور دیرپا نہیں ہوتے مگر اس وقت تو مناظر عالم پر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔ دُعا کریں کہ حق تعالیٰ شانہ اس مضمون کو راسخ کردے۔ پرسوں سے کچھ تفکرات سے حرارت کا اثر ہو گیا تھا۔ رات شدت سے سردی سے بخار رہا۔ نیند بالکل نہیں آئی۔ مگر الخط نصف الملاقات کا صحیح مطلب بھی ابھی سمجھ میں آیا۔ اسلئے باوجود بخار کے خطوط لکھنے بیٹھ گیا۔ حکیم یحییٰ سلمہٗ کا کل کی ڈاک میں کوئی خط نہیں تھا۔ ان سے ان کی اہلیہ اور والدہ سے سلام مسنون۔ فقط والسلام

زکریا ۲۰ ذی الحجہ ۶۶ھ

مکتوب نمبر (۱۸) مکرم محترم مولوی حکیم محمد ایوب صاحب عافاکم اللہ وسلم۔

بعد سلام مسنون۔ ۱۴ ذی الحجہ کا لکھا ہوا کارڈ کل ۲۸ کی شام کو بندہ کو ملا مگر اسمیں بندہ کے کسی خط کی رسید نہیں۔ حالانکہ دو مستقل لفافے تمہارے گرامی ناموں کے جواب میں تمہارے نام لکھ چکا ہوں۔

مسرت نامہ سے انتشار وفساد کے بعد اطمینان کی صورت معلوم ہو کر طمانیت ہوئی۔ آج رات کی ڈاک میں تمہارا یہ کارڈ گویا سب خطوط کے بعد کا ہے۔ اسلئے کہ مولوی نصیر کا آخری خط ۲ نومبر کا تھا اور قاضی صاحب وغیرہ کے اس سے بھی بعد کے ہیں۔ اس لحاظ سے اس خط سے بڑا اطمینان ہوا۔ خدا کرے کہ اطمینان کی صورت ترقی پذیر ہو رہی ہو۔ یہاں کے حالات بھی ظاہری طور پر ہجوم حوادث سے اطمینان بخش ہیں۔ لیکن متفرق حوادث ہوتے رہتے ہیں۔ کل حضرت مدنی کار سے دہلی پہنچے۔ میں تو اس فکر میں تھا کہ کوئی جانے والا ملے تو آمد کی خیر خبر منگاؤں۔ مگر اتنے میں دفعۃً ایک لڑکے نے کہا کہ حضرت آگئے۔ معلوم ہوا کہ دہلی میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ قیام فرما کر بسلسلۂ تعزیات سید ھے تشریف لے آئے اور عصر تک قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ بظاہر کیشنبہ تک دہلی

قیام ہے۔ شاید اس دوران میں ایک شب یہاں بھی گذرے ان کے رفقاء مولوی محمد میاں اور مولوی اسعد سے زبانی سہارنپور کے حالات تفصیل سے معلوم ہوتے اور حضرت کی اعلیٰ افسروں سے گفتگو بھی۔

عزیزی مولوی حکیم محمد یحییٰ سلمہٗ بعد دعوات تمہارا کارڈ بھی مورخہ ۸ر نومبر اس ڈاک میں ملا۔ میرے پیارے عزیز گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو مصائب اس وقت عالم پر آرہے ہیں ان کے لحاظ سے ہیں یا تم اگر اپنے کو پریشانی میں مبتلا سمجھیں تو بڑی ناشکری ہوگی۔ اس کا بڑا ہی احسان ہے کہ اس نے اس سخت ابتلاء اور انتشار کے دور میں بڑا ہی امن اور راحت عطا فرمائی اور ہر قسم کی آسائش عطا فرمائی ؛؛ فقط والسلام زکریا

۲۹ر ذی الحجہ ۶۶ھ

مکتوب نمبر (۱۹)

ان غاب عنی فان القلب مسکنہ ومن اتام بفؤادی کیف انساہٗ

مکرم محترم مولوی حکیم محمد ایوب صاحب مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ مسرت نامہ پہنچا۔ تم ان لوگوں میں نہیں ہو جن کو دعا کے واسطے یاد دہانی کی ضرورت پڑے۔ بالخصوص مدرسہ کی سرگرمیاں تمہیں ہر وقت یاد دلاتی ہیں۔ تمہارے خط میں اگر کوئی بات تمہارے لکھنے کے قابل ہو تب تو ضروری ہے۔ روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کا پیام ہر بچہ کے خط میں لکھواتے رہا کریں، کافی ہے۔ ناظم صاحب کی مستعدی سے بہت مسرت ہوئی۔ اللّٰھم زد فزد۔

ان حالات میں تو تمہیں بجائے میری واپسی کے مطالبہ کے یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ اب تیری واپسی کی ضرورت نہیں۔ سرپرستان کے عدم اجتماع کی خبر سے بہت قلق ہوا۔ حکیم حسنین صاحب کو قاضی امین کے حالات کا شدت سے انتظار تھا اور بار بار پوچھتے رہتے تھے کہ حکیم الیاس کے خط میں کوئی مزید بات تو نہیں۔ تمہارا خط کل عصر کے قریب پہنچا تھا۔ اسی وقت مولوی انعام سے سننے کے بعد حکیم حسنین صاحب کو عصر کی نماز میں دیر یا تھا وہ خود دیکھنے سے معذور تھے۔ آفتاب سے سن کر مغرب میں انھوں نے واپس کر دیا۔ عجلت اس خیال سے کی کہ وہ آج یہاں سے واپس جانے والے ہیں اور ۳ر مئی کو ان کا جہاز نجدی جدہ سے جانے والا ہے۔ تمہاری علالت کی خبریں پچھلے ہفتہ عزیزان کے خطوط سے معلوم ہو کر بہت ہی فکر وقلق ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی صحت عطا فرمائے۔ تمہاری بیماری سے بہت فکر ہوتا ہے مہمان خانہ کی آگ کا حال بہت مجمل تو بھائی اکرام کے خط سے اسکے بعد کسی قدر تفصیل سے مولانا منظور احمد صاحب کے خط سے معلوم ہوا تھا۔ تمہارے خط سے اور بھی زیادہ تفصیل معلوم ہوئی۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ

یہ حرکت کرنے والوں پر کیا اثر ہوا۔ وقف بل کے سلسلہ سے بھی بہت ہی قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ فقط والسلام۔ گھر میں سب مستورات سے سلام مسنون کہدیں۔ صلوٰۃ وسلام تمہاری طرف سے پہنچا دیا گیا۔ محمد زکریا (حضرت شیخ مدظلہٗ) از بدمستورہ بقلم الیاس

۱۶ محرم، ۲۷ مئی، چہارشنبہ

مکتوب نمبر (۲۰)

مرا در منزل جاناں چہ امن وعیش چوں ہردم
جرس فریاد می دارد بر بندید محملہا

مکرم محترم الحاج حکیم محمد ایوب صاحب مدفیوضکم! بعد سلام مسنون۔ پرسوں آپ کی رجسٹری پہنچی تھی جس کی رسید تو اسی وقت عزیز الیاس کی رجسٹری میں لکھدی تھی جو آج صبح رجسٹری ہوئی، اور ایک مستقل ہندی کارڈ بھی آپ کے نام اسکی رسید اور اس بات کا کہ آج مکہ اور پھر طائف کا سفر ہے۔ جواب میں دیر لگے گی انتظار نہ کریں، کا لکھوا دیا تھا۔

تمہاری تندرستی کی خبر سے بہت ہی مسرت ہوئی۔ اللہ جل شانہٗ صحت وقوت کے ساتھ تادیر زندہ سلامت رکھے۔ طحاوی شریف کے کام سے اور بھی زیادہ مسرت بیش از بیش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جلد از جلد اسکی تکمیل فرمادے، اسکی طباعت کا بہترین انتظام فرمادے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کی طباعت ضرور جلد از جلد شروع کرادی جاوے۔ تکمیل کا انتظار نہ کیا جاوے اس واسطے کہ سب بیک وقت طبع نہیں ہوسکتی۔ تم نے دوسرا نسخہ جو پہلے نسخے سے مکمل کرنا شروع کیا ہے۔ اس کی طباعت کا بہت جلد انتظام شروع کردو۔ اسلئے کہ طباعت نہ جلدی ہوسکتی ہے نہ ایکدن میں تین سو چار سو کے درمیان میں۔ ایک جلد کا انتظام رکھو۔ اگر میں ہوتا تو انشاء اللہ زور سے طباعت شروع کرادیتا اب بھی آپ ہرگز تاخیر نہ کریں۔ جتنا جلد از جلد ممکن ہو شروع کرادیں۔ اگر لامع کے ختم ہونے سے پہلے شروع ہوسکے تب تو بہت اچھا ورنہ بندہ کے نزدیک تتمہ مناسب رہے گا۔

حضرت ناظم صاحب کا پیام کہ حضرت قدس سرہٗ مدرسہ میرے حوالے کرگئے تھے سر آنکھوں پر لیکن ان کے حضرت نے ۱۳۱۴ھ میں مدرسہ ان کے حوالے کیا تھا اور وہ تیس برس بعد ۱۳۴۴ھ میں اپنے چھوٹوں کے حوالے کرکے تشریف لے گئے اور اس ناکارہ نے ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۸۴ھ تک چالیس سال تعمیل حکم کی۔ اور اسکے بعد اپنے محترم بزرگوں اور معاصرین کے حوالے کرکے آیا ہوں چھوٹوں کے بھی نہیں۔ اور وہ بھی جب جب میں نے یہ دیکھا کہ میرے معاصرین کے لئے مدرسہ کے حق میں میرا وجود زیادہ مفید نہیں، جیسا کہ

اس سے پہلے ایک خط میں اشارۃً لکھ چکا ہوں۔ فقط والسلام

(حضرت شیخ الحدیث صاحب) بقلم محمد اسمٰعیل

۱۴؍اگست ۶۹ء ۲۹ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ

مکاتیب حضرت حکیم صاحبزادہ مجدہٗ بنام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ

مکتوب نمبر (۱) مخدوم و مطاع بندہ مدظلکم

بس از سلام مسنون معروض آنکہ۔ میں بحمد اللہ عافیت سے ہوں۔ اور آنمخدوم کی عافیت مزاج کا ہردم نیک خواہ۔ میرا یہ کہنا کہ میں متعدد عریضے ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ بالکل فضول اور عبث اسلئے کہ جناب کو ہرگز یقین نہ آئے گا اور یہ میرے ہی ساتھ خصوصیت ہے ورنہ بعض دیگر اشخاص کے خطوط بھی نہیں پہنچے۔ لیکن ان کے ساتھ جناب کا یہ حسن ظن ہے کہ وہ خط لکھتے تو ضرور ہوں گے مگر پہنچتے نہیں۔ یہ صرف قسمتوں کا تفاوت ہے آپ کی زیادتی نہیں۔ اور یہ نہیں کہ میرے عریضے بالکل پہنچتے ہی نہیں۔ پہنچتے ہیں مگر دیر میں۔ اور یہ آپ کے خطوط میں ضمناً آجاتا ہے۔ گو جناب بالتصریح نہ لکھیں۔ اور اب عرصہ دو ماہ سے تو بلاناغہ ہر جمعرات کو ایک خط لکھ دیتا ہوں اور قریب قریب اتنے ہی عرصہ سے آپ کا کوئی والا نامہ میرے نام نہیں آیا صرف آپ کے قرۃ العین مولوی نصیر کے خطوط میں گاہے گاہے شتر گربہ کی طرح اہل سلام کی فہرست میں میرا بھی نام ہوتا ہے۔ اول تو آنجناب نے اس مرتبہ میرے نام کوئی مستقل خط لکھا نہیں اور جو پرچے دوسروں کے خطوط میں آجاتے تھے اب وہ بھی بند ہو گئے۔ خیر مقصود نوٹ نہیں۔ میں اپنی خیریت سے مطلع کرتا ہی رہوں گا۔ اور آپ کی عافیت مزاج و نیز دیگر کوائف بلدہ مطہرۃ دوسرے اشخاص سے معلوم ہوتے رہیں گے۔

میں نے بھائی محمد یٰسین کی شرکت میں کتب خانہ یحیوی کے سامنے ایک ہلخانہ میں دوائی خانہ کھولدیا ہے پرسوں جمعہ کے روز سے انشاء اللہ فروختگی شروع ہو جائے گی۔ حافظ صاحب کے ایک عزیز ولایت حسین نامی کو فی الحال ملازم رکھا ہے۔ باقی انشاء اللہ آئندہ مفصل طور پر لکھوں گا۔

بخدمت حضرت اقدس و حاجی صاحب و مولانا سید احمد صاحب سلام مسنون عرض۔ چار پانچ یوم ہوئے حکیم مولوی محمد حسن صاحب دیوبندی برادر حضرت شیخ الہند مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقط والسلام ایوب عفرلہٗ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

بعالی خدمت جناب مولانا و مخدومنا مولوی حافظ محمد زکریا صاحب مدظلہٗ معرفت جناب مولانا سید احمد صاحب مدفیضہ

مدینہ منورہ۔ ملک حجاز

مکتوب نمبر(۲) ۱۱ رمضان المبارک ۶۶ھ۔

ہر لطافت کہ نہاں بود پس پردۂ غیب ہمہ در طبع معنیف تو عیاں ساختہ اند
ہر چہ بر صفحۂ اندیشہ کشد کلکِ خیال شکل مطبوع تو زیبا تر ازاں ساختہ اند

یگانۂ روزگار، کوہِ علم و وقار، جامع کمالات اُخروی حامل علوم نبوی، منبع فیوض و برکات آیۃ اللہ من الآیات مخدومی و سندی و اُستاذی حضرت شیخ الحدیث اطال اللہ بقائہٗ۔

بعد ادائے تحیۂ خادمانہ معروض خدمت خدام والا اینکہ گرامی نامہ مشتمل بر اطلاع ولادت دختر سعید طالع و نیک اختر بنام اہلیہ عزیز محمد یحییٰ سلمہا وارد ہو کر موجب مسرت و باعث طمانیت ہوا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ والدین کے سایۂ ہمایونی میں مدارج جسمانی و روحانی طے کرائے۔ بمنہ و فضلہ

مخدوما اپنی ہی دستی پر رونا آتا ہے۔ زندگی قریب الختم ہے۔ اسی حالت میں چلنا یا تو کیا ہوگا۔ گور میں ڈال کر پھر کون پوچھتا ہے اور جب اپنا نفس ہی دغا بازی کرے تو کسی کے نہ پوچھنے کی کیا شکایت۔ فالی اللہ المشتکی مطالعہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کے ساتھ تعلق بہترین وسیلہ ہے اللہ اپنے خاص بندوں کی محبت ہی کو ذریعۂ نجات بنا دے تو کیا بعید ہے۔ اگر مجھ جیسے بھی کسی وقت یاد آجاتے ہوں تو کچھ مانگ دیں۔ ایوب غفرلہٗ۔ گھر میں سب سے سلام کہدیں نیز مولوی یوسف صاحب سے بھی (حضرت اقدس مقتدانا و مولانا شیخ الحدیث صاحب ادام اللہ ظلہ۔ دفتر جمعیۃ العلماء ہند۔ گلی قاسم جان دہلی)

مکتوب نمبر(۳) مخدوم العالم مدظلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

تیرہ چودہ روز کے بعد ڈاک تقسیم ہونے لگی ہے۔ دو دو روز سے والا نامے سہارنپور میں پہنچ رہے ہیں ایک پرچہ میرے نام کا بھی تھا۔ ہم خدا کے مخلص بندوں کی توجہات کی برکت سے صرف خیریت ہی سے نہیں بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ بھی ہیں۔ گذشتہ ایک ماہ کے عرصہ میں جو امداد ہائے غیبی مسلمانان سہارنپور کے حق میں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ غالباً تنے وضوح کے ساتھ قرون اولیٰ ہی میں واقع ہوئی ہوں گی آج سولہویں روز صبح ۶ بجے سے ۸ بجے رات تک پہلی مرتبہ کرفیو کھلا ہے۔ اس سے قبل دو تین گھنٹے کیلئے کھلا ہے ماہے کھلتا رہا ہے۔ مسلمان حکومت کے رویہ سے بالکل مطمئن ہیں، فساد کے ذمہ دار حکومت کے نزدیک بھی غیر مسلم ہیں۔ پانچ روز سے قطعاً کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مولوی ظہیر الحسن مرحوم کی شہادت کی تصدیق آج جناب کے پرچہ سے ہوئی۔ متعدد عریضے جن میں دو تعزیت نامے بھی شامل ہیں، روانۂ خدمت کیے، صرف ایک کے وصول ہونے کی اطلاع ملی۔ مولوی نصیر الدین مع اہل و عیال اور جملہ اہل مدرسہ خیریت سے ہیں۔ قاری سلیمان صاحب آٹھ نو طالب علم تلاشی میں قابل اعتراض چیز برآمد ہونیکے سلسلہ میں

نو۔ دس روز سے گرفتار ہیں، اس عریضہ کے پہنچ جانے کی اطلاع پر مفصل حالات تحریر کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ اہلیہ محمد یحییٰ سلمہا بالکل اطمینان سے ہے، اس کا بچہ بھی خیریت سے ہے۔ والسلام

ایوب غفرلہٗ ۳ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ یوم شنبہ

بملاحظہ گرامی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی معرفت حافظ سلطان احمد صاحب برمکان حافظ عبداللطیف صاحب خلق شا۔ گلی پٹنہ والی۔ محلہ بیری والا باغ پل بنگش۔ دہلی

(مکتوب نمبر (۴)

ومن عجب انی احن الیہم واسأل عنہم دائما رھم معی

وتبکیھم عینی وھم فی سوادھا وتشتاقھم روحی وھم بین اضلعی

سیدی وسندی ووسیلۃ یومی وغدی ادام اللہ برکاتکم

بعد تحیہ مسنونہ و آداب نیاز مندانہ آنکہ بروز یکشنبہ ایک عریضہ روانہ خدمت عالی کیا تھا۔ جسمیں اپنی خیریت کی اطلاع اور کچھ سہارنپور کے حالات تحریر تھے۔

جناب والا اور دیگر نفوسِ قدسیہ کی مخصوص توجہات کی برکت سے یہاں بر دس روز سے کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

شہر کی رونق روز افزوں ترقی پر ہے۔ خوف وہراس کم ہوتا جارہا ہے۔ کرفیو ساڑھے نو بجے شب سے ساڑھے پانچ بجے صبح تک رہ گیا ہے۔ قاری محمد سلیمان صاحب کی ضمانت نہیں ہوسکی، دار الطلبہ جدید سے جو سات طلبہ قابل اعتراض اسلحہ رکھنے کے جرم میں گرفتار ہوئے تھے ان کو چھ چھ ماہ کی سزا ہوگئی۔ حافظ نوری کی مسجد پر حملہ کے سلسلہ میں چار سو کے قریب ہندو گرفتار ہیں۔ اُن میں سے پانچ چھ بڑے بڑے رئیس بڑی بڑی ضمانتوں پر رہا کئے گئے ہیں جن کے مچلکے بھی لئے گئے ہیں۔ سہارنپور کے گرد و نواح میں بفضلہ تعالیٰ دور دور تک امن ہے۔ البتہ ایک ماہ قبل رامپور منہیاران، دہرہ دون۔ منصوری۔ چوہڑپور۔ جوالاپور میں فسادات ہوئے تھے۔ رامپور کے اسٹیشن پر بیس پچیس مسلمان شہید ہوئے۔ لیکن قصبہ میں امن رہا۔ دہرہ میں مسلمانوں کا اتلاف جان ومال بڑی تعداد میں ہوا اور شہر تقریباً مسلمانوں سے خالی ہوگیا۔ تمام آدمیوں نے سہارنپور میں پناہ لی۔ یہی حال جوالاپور اور منصوری کا ہوا۔ چوہڑپور میں حالات زیادہ خراب نہیں ہوتے۔

تھانہ بھون، انبہٹہ، گنگوہ، سرساوہ، چلکانہ، بہٹ، رائے پور کے تمام علاقوں میں ابتک امن ہے۔ پھیلدولی، عبداللہ پور، جگادھری۔ جمنا پار کے علاقوں میں بڑے پیمانہ پر تباہی ہوئی۔ بچے کھچے آدمیوں نے

سہارنپور یارائے پور میں پناہ لی۔ کچھ لوگ اسی علاقہ میں پھنسے ہوئے ہیں جن کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مشتاق خصال کا بھائی اپنی برادری کے چند افراد کے ساتھ جگادھری سے جان بچاکر مصطفیٰ آباد چلا گیا تھا۔ عنقریب وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں اُسکا خط آیا ہے۔ جناب والا سے دُعا کی درخواست کی ہے۔ لکھا ہے کہ ہر وقت کرفیو لگا رہتا ہے۔ صرف دو گھنٹے کیلئے کھلتا ہے کاروبار بھی بند ہے اور روپیہ بھی پاس نہیں۔ بیکاری کی وجہ سے سہارنپور کے لوگ بھی بہت پریشان ہیں سگریٹ فیکٹری جہاں ہزاروں مسلمان ملازم تھے ایک ماہ سے بند پڑی ہے، اسی طرح ریلوے کے ملازمین عرصہ سے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے خستہ حالت میں ہیں۔

ہماری بدکرداریوں کی وجہ سے جناب کے مشاغل عالیہ مستمرہ میں جو طویل فترہ واقع ہوئی ہے اُس کا افسوس ہے۔

تین چار روز گذرے کہ حضرت اقدس مولانا مدنی مدظلہ العالی محمود علی خاں کی کار میں دیوبند سے تشریف لائے تھے۔ ایک شب جناب کے یہاں قیام فرماکر اگلے روز دس گیارہ بجے کے درمیان کار سے ہی واپس تشریف لے گئے۔

کل کاندھلہ سے مولوی اکرام الحسن صاحب نے ایک شخص کو رائپور کیلئے بھیجا ہے، مولوی ظہیر الحسن صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بعد مغرب اپنے چبوترہ پر بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے کہ کسی نے فائر کیا، قاتل گرفتار نہ ہو سکا۔

جناب والا کی توجہات خاص کی برکت سے ہم سب ہر طرح مطمئن اور عافیت کے ساتھ ہیں، حق تعالےٰ مخدوم کا سایا ہم پر تادیر قائم رکھے، آمین۔

ایک ضروری گذارش یہ ہے کہ جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے مدرسہ سے روپیہ منگوایا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل مدرسہ نے ڈاک کا انتظام نہ ہونے کا عذر لکھدیا۔ اگر جناب کے نزدیک مناسب ہو تو بھائی شعیب صاحب کو کچھ رقم روانہ کردینے کیلئے تحریر فرمادیں، ہوائی جہاز کے ذریعہ رجسٹری شدہ خطوط جلد ہی پہنچ جاتے ہیں۔ والسلام محمد ایوب ۷ ذی الحجہ ۶۶ھ یوم چہارشنبہ

(حضرت اقدس شیخ الحدیث ابن شیخ الحدیث ادام اللہ ظلال برکاتہٗ، معرفت حافظنا سلطان احمد صاحب برکاتہ حافظ عبداللطیف صاحب خلق شاہ، گلی پٹنہ والی محلہ بیروالا باغ، پل بنگش، دہلی)

(مکتوب نمبر ۵) از دار الشفاء، بدر الصفا

روے تو مگر آئینہ لطف الٰہی است حقا کہ چنین است دریں روئے دریا نیست

یارائی کرے ردی تو اے شمع دل افروز — در بزم حریفاں اثر نور و ضیا نیست

مسند آرائے مجلس شریعت، صدر نشین محفل طریقت مولائی و سیدی ادام اللہ بقاءہٗ

بعد شرف اندوزی پیش کش، تحفۂ تحیۃ مدعا نگارش آنکہ، جناب والا کا مرسلہ پرچہ عزیز محمد یحییٰ کی اہلیہ کے نام ۴ ذی الحجہ کا تحریر فرمودہ ۹ ذی الحجہ کو ملا جس سے جناب والا کی قریب ترین زمانہ کی عافیت کا حال معلوم ہو کر اطمینانِ قلبی نصیب ہوا۔ حق تعالیٰ اُس گرامی ذات کو بہت مدت دراز تک اہل عالم پر سایہ فگن رکھے۔ آمین

ہم سب جناب کی خصوصی دعاؤں کی برکت سے نہایت ہی اطمینان سے ہیں۔ فالحمد للہ علی نعمائہٖ سہارنپور میں ۱۳ اکتوبر کے بعد سے کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ایام نحر بھی بفضلہ تعالیٰ بالکل امن سے گذر گئے۔ رائے پور بہٹ اور ان کے اطراف میں بھی خیریت ہے۔ فقط۔ مولوی یوسف صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔"

محمد ایوب غفرلہٗ ۱۳ ذی الحجہ ۶۶ھ سہ شنبہ

دیگرامی ملاحظہ سیدی وسندی حضرت شیخ الحدیث ادام اللہ برکاتہٗ۔

دفتر جمعیۃ علماء ہند۔ گلی قاسم جان، دہلی)

(مکتوب نمبر (۶)

تنت بناز طبیبان نیاز مند مباد — طبع مبارکت آزردۂ گزند مباد

سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست — بہیچ عارضہ شخص تو درد مند مباد

بعد سلام مسنون و ادب نیاز مندانہ معروض خدمت اقدس آنکہ پرسوں بروز یکشنبہ دو والا نامے ایک ۱۳ ذی الحجہ کا تحریر فرمودہ اور ایک ۱۹ کا صادر ہوئے۔ مؤخر الذکر سے علالت کا حال معلوم ہو کر تشویش ہوئی۔ اور اس سے کہیں زیادہ فکر بستی کے خالی ہو جانے اور اس پاس کے مقابر میں اجتماع کی خبر سے ہوئی۔ ہم بے بس اور مجبور بجز حق تعالیٰ شانہٗ کے مقدس دربار میں رو رو کر دعا مانگیں اور کیا کر سکتے ہیں۔

نہ کہیں آپ سے تو کس سے کہیں — مدعا ضروری الاظہار

اللہ جل وعلیٰ شانہٗ آپ حضرات کے بال بال کی حفاظت فرمائیں اور کمال عزت واحترام کے ساتھ دائم وقائم رکھیں۔ ایں دعا از من واز ملائک ہفت آسمان آمین آباد۔

اے در بقائے عمر تو خیر جہانیان — باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

ہم متوسلین کو خداوند قدوس کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ ہماری تضرع وزاری رائیگاں نہ جائے گی اور ہم بہت جلد شرف قدم بوسی سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ ؎

دلا بسوز کہ سوز تو کار ہا بکند دُعائے نیم شبی دفع صد بلا کند

آپ حضرات کی توجہ اور برکات انفاس سے یہاں کی حالت روز بروز بہتر ہوتی جارہی ہے بعض اعلیٰ افسران کی تبدیلی کا بہت بہتر اثر ہوا ہے۔ ۱۸ ذی الحجہ کو مولوی فیض الحسن صاحب کی دوکان لٹ رہی تھی، اسی روز نئے کلکٹر نے چارج لیا تھا جس نے گولی چلانے کا حکم دیا، پانچ چھ ڈاکو ہلاک اور دس گیارہ زخمی اور بیس گرفتار ہوئے۔ اسی وقت سے لوٹ اور آتش زنی کی واردات بند ہوگئیں۔ مدرسہ کے سامنے مولوی مشتاق احمد کی بیٹھک میں اور دو جگہ چنگیوں میں اندر محلہ میں فوجی دستے متعین کرائے گئے۔ کلکٹر مع اپنے ماتحت عملہ کے مسلمانوں میں محلہ در محلہ پھر رہے ہیں اور شکایات پر حکام متعلقہ سے عوام کے روبرو سخت بازپرس کرتے ہیں۔ غرض تین چار روز سے ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمان مطمئن نظر آرہے ہیں جو لوگ خوفزدہ ہو کر مقدس سرزمین کی طرف بے تحاشا منتقل ہورہے تھے انھوں نے بھی جلاوطنی کا خیال ترک کر دیا حتی کہ جن لوگوں نے جانا قطعی طے کر رکھا ہے فی الحال انھوں نے بھی ارادہ ملتوی کر دیا۔ تین ماہ سے شہر میں ہندو مسلمانوں میں جو رات کو پہرہ جاری تھا وہ بھی قریب قریب ختم ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

دنیا کی ہر مصیبت گذر جانے والی ہے۔ فکر نکلے بعد کا ہے کہ کیا ہوگا۔ یہاں انتہائی مصیبت موت ہے جو وہاں کے اعتبار سے ابتدائی درجہ رکھتی ہے۔ ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے۔

للہ میرے واسطے دُعا فرماتے رہیے کہ لرزہ انگن احوال پیش نظر ہیں۔

آپ کا۔ ایوب۔ ۲۷ ذی الحجہ ۶۶ھ

(بقیہ) (مردمک چشم آگاہی نرانگشت یداللہی؛ حضرت اقدس شیخ الحدیث ادام اللہ بقاءہ کاشف العلوم نظام الدین، دہلی)

(مکتوب نمبر ۷)

الی من ہو

من معشر حبہم دین وبغضہم کفر وقربہم منجی ومعتصم

ان عد اھل التقی کانوا ائمتہم اوقیل۔ من خیر خلق اللہ، قیل ہم

بعد تحیۂ مسنونہ گذارش خدمت خدام والا اینکہ گذشتہ جمعہ کو گرامی نامہ موصول ہوا تھا جسمیں ایک مدرس کے تقرر کی تاکید تھی - اس بارہ میں بعد مشورہ کل ایک خط کا نپور لکھدیا گیا ہے - پنڈت نہرو کی وفات پر اسی روز شام کو دارالحدیث میں حضرت ناظم صاحب کی صدارت میں جلسہ منعقد کر کے ایک تعزیتی ریزولیشن پاس کیا گیا جو اخبارات کو بھیج دیا گیا - قبل عشاء اتنے کو ناکافی سمجھ کر اگلے روز کی تعطیل بھی مشورہ میں طے ہوگئی جس کا صبح ہی اعلان کر دیا گیا - تقریباً ایک ماہ سے تعمیر کا کام سیمنٹ نہ ہونے کی وجہ سے بند ہے - اسلئے مولوی خلیق احمد کو حاجی اللہ بندہ کی معیت میں فراہمی غلہ کے لئے بھیج دیا گیا - کل محمد یامین دربان شاخ کو مولوی رفیق احمد صاحب کے ساتھ سخت کلامی کی بناء پر علیٰحدہ کر دیا گیا - اسکے کام چور اور دروازہ پر سے غائب رہنے کی کثرت سے شکایتیں ہوتی رہتی تھیں - اور نوبت پر تو میں خود کئی بار اسکو ٹوک چکا تھا - یہاں دو دربان تھے ایک بدستور کام کر رہا ہے - جناب کی تشریف بری کے بعد سے مولوی عبدالحفیظ صاحب کے یہ کام سپرد کر دیا گیا تھا کہ وہ عصر کی نماز اپنی مسجد میں پڑھا کر شاخ میں آجایا کریں اور اسی طرح مغرب پڑھا کر بھی جس پر وہ عمل کر رہے ہیں - اس سے قبل وہ یہ دونوں اوقات عشاء کی انتظار میں اپنی مسجد میں گذارا کرتے تھے، ان کی رائے ہے کہ شاخ میں ایک دربان بھی کافی ہے - سرپرستان کا اب تک کوئی اجتماع نہیں ہوسکا - دو تین دن ہوئے عشاء سے قبل میر صاحب کے یہاں گیا پھر نماز پڑھ کر میں اور وہ شاہ صاحب کے یہاں گئے - دارالطلبہ جدید کے شرق میں مدرسہ کی ایک زمین ہے جس پر کاشتکار کا قبضہ ہے - اسکے متعلق کچھ گفتگو کرنی تھی، اس وقت دونوں حضرات سے تشریف لانے کی درخواست کی - شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں ابھی بہت زیادہ مشغول ہوں جب بھی ذرا فرصت ہوگی بغیر کسی دن کی تعیین کے آجاؤں گا -

محمد عاقل کا بچہ ۷-۸ روز سے گرمی پیاس، دست کی تکالیف میں مبتلا ہے - جمعہ کے روز علاج معالجہ دیکھ بھال کی سہولت کی غرض سے اپنے یہاں بلا لیا تھا - دست تو بند ہیں، پیاس بھی کم ہے مگر موسم کی گرمی کے باعث اندیشہ ہی رہتا ہے کہ مرض پھر عود نہ کر آئے، ضعف بھی بہت زیادہ ہوگیا دعاء کی درخواست ہے - والسلام - حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن مولانا عبیداللہ حافظ صدیق، مولوی الیاس صاحب، بابو ایاز صاحب، حاجی ابوالحسن قریشی صاحب، بھائی اقبال بھائی متین صاحب کی خدمات میں سلام مسنون - ایوب ۲۰ محرم ۸۴ھ سہ شنبہ

(مکتوب نمبر ۸)

من معشر حبیب دین ولیخصہم رکھن الی من ہو دفتر ہم، منجی ومحتشم

ان عد اھل التقا کانوا ائمتھم　　　　او قیل من خیر خلق اللہ قیل ھم

السلام علیکم۔ گو اس مرقعۂ اسلام اور مجسمۂ اخلاص آیۃ من آیات اللہ و حجۃ اللہ فی الارض کے ظاہری احوال آنے جانے والوں نیز خطوط سے معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم مزید تفصیلی حالات سے آگاہ ہونے کا متمنی ہوں۔

اس نادر موقعہ پر اپنی غیبوبت موجب حزن و ملال ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ امید کہ جناب والا کا مزاج گرامی باعتدال ہوگا۔ آج رات ناظم صاحب مدظلہٗ کو شدید قسم کا تخمہ یعنی ادنیٰ درجہ کا ہیضہ ہوا جس کی وجہ سے رات بے چینی سے گذری۔ شب کو حکیم لیسین صاحب کی دوائی دی گئی، صبح ہم تینوں کے مشورہ سے۔ حالت اطمینان بخش ہے۔ بظاہر کوئی خطرہ نہیں۔ حضرت رائپوری مدظلہٗ مولوی احتشام الحسن، مولوی یوسف وغیرہ حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے:

ایوب عفرلہٗ۔　　　۱۰ جولائی دوشنبہ

(مکتوب نمبر ۹)

مخدوم و مطاع دام ظلکم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ایک خط بنام عزیزان ۱۰ اپریل کو روانہ کیا تھا۔ غالباً ایک دو روز میں پہنچ جائے گا۔ اسی میں بعض باتیں حضرت سے متعلق بھی لکھدی تھیں۔ ارادہ تو مستقل عریضہ لکھنے کا تھا۔ مگر وقت زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ دفتر کے ایک ملازم شاہد حسن ۳، ۴ روز ہوئے غلہ کا پرمٹ حاصل کرنیکے سلسلہ میں الحاج محمد شفیع صاحب سے ملے تھے۔ بتاتے تھے کہ آنکھ کی حالت ٹھیک ہے چلنے پھرنے کی اجازت ہوگئی مگر ابھی چشمہ نہیں ملا اور بلا چشمہ لکھنے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مولوی عامر صاحب سے بھی اس سلسلہ میں ملنے گئے تھے وہی اس کام میں اصل ہیں۔ مولوی عبدالمالک کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ سورت کی طرف کسی مدرسہ کے جلسہ میں وہ اور مفتی عبدالعزیز گئے تھے۔ قریب میں دو ایک خواب دیکھے ہیں ہمارے یہاں کوئی تقریب ہے جسمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک ہیں، ملاقات تو نہیں ہوئی۔ لیکن میں اور برخوردار محمد الیاس چارپائیاں بچھانے والے کو ہدایت کر رہے ہیں کہ حضرت عمر کی چارپائی یہاں ہوگی، یہ ذرا پہلے کا ہے۔

اب قریب میں دیکھا کہ ہمارے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے یہاں تقریب ہونے والی ہے میں مع ۳-۴ آدمیوں کی شرکت کے ارادہ سے آگیا اور کھانا اپنا اور اُن ساتھیوں کا ساتھ لے گیا حضرت فرمانے لگے۔ ہمارے یہاں ایک تقریب تھی۔ اسمیں ہم ایک رسم کرنا چاہتے تھے۔ جناب کا نام

لیکر فرمایا کہ وہ مانع ہوئے اور کہا کہ اگر ایسا کرنا ہی ہے تو کسی غیر معروف چھوٹی جگہ جا کر کیا جائے، یہاں ایسا نہ ہو۔ فرمایا کہ ہم سے یہ ہو نہ سکا۔ ایسے کاموں کے بارے میں وہ متشدد ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت اُن کے ذہن میں اسلاف کی کوئی نظیر ہوتی ہے۔ اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وہ زوردار الفاظ میں قطعی بات کہدیتے ہیں۔ کیونکہ اسلاف کی بات میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نہیں فرمایا۔

۳-۴ روز ہوئے مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ہماری مسجد سے نکلے۔ سامنے کوئی صاحب نظر پڑ گئے اُن سے ملے اور کہا کہ میں ذرا حکیم جی سے مل آؤں۔ میں بھی ان سے ملنے کی غرض سے باہر آرہا تھا اور ابھی دروازہ تک ہی پہنچا تھا کہ وہ بیٹھک کے دروازہ میں داخل ہو گئے اور وہیں معانقہ ہو گیا۔

بحمد اللہ میری طبیعت ٹھیک چل رہی ہے ہم۔ ۵ گھنٹے تراجم الاحبار لکھ لیتا ہوں، البتہ معدہ کی گڑبڑ اور تبض کی صورت میں قلب میں قسم قسم کی تکلیفیں ہوتی رہتی ہیں، کھانا ایک وقت صبح ۹-۱۰ کے علاوہ اور وقت نہیں کھاتا۔ البتہ بعد مغرب ایک انڈا اور چائے پی لیتا ہوں۔ والسلام

گھر کے سب آدمی سلام عرض کرتے ہیں۔

ایک بات جو پچھلے خط میں بھی لکھنا چاہ رہا تھا۔ وہ اسمیں بھی رہی جا رہی تھی۔ میاں الیاس کے ایک پرچہ میں میرے متعلق بھی کچھ مضمون تھا جس کے آخر میں تھا دالباقی عند التلاقی، اس فقرہ سے امید افزا وساوس پیدا ہونے لگے اور وساوس اسلئے کہ کہیں کاتب کی خطا رسمی نہ ہو۔ مگر بعد میں مولوی عاقل سلمہ کے خط میں بھی اس کی طرف کچھ اشارات ملے، اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے کیا بعید ہے ایک دوبارہ اور زیارت کرادے۔ والسلام۔ محمد ایوب ۱۴ اپریل ۱۹۶۹ء دوشنبہ

جذبۂ احسان شناسی سے معمور دو خط، اور ان کے جواب

یہاں سلسلۂ مکاتیب کے اختتام پر دو خط مزید پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ داداجان زاد مجدہٗ کی طرف سے حضرت المخدوم مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو تحریر کئے گئے تھے۔ ادھر حضرتؒ نے ان کے جوابات مدینہ منورہ سے تحریر کراکر ارسال فرمائے ہیں۔ اگر مذکورہ بالا مکاتیب سے مودت ومحبت کے لطیف اور تابناک نقوش سامنے آتے ہیں تو ان ہر دو مکاتیب سے محسن کے احسانات کی قدر وقیمت اور اس کے ساتھ وفاداری، اور وابستگی، بلکہ دل بستگی کا عظیم اسلامی تخیل وتصور نظروں میں پھر جاتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۱)

واما بنعمۃ ربک فحدث، من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

مخدوم العالم ادام اللہ ظلکم علی العالمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وہ صبح بھی کیسی مبارک تھی جب میں مدرسہ قدیم کی چھت پر پہنچا، اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکوں کو مخاطب کرکے فرمایا، دیکھو رے اسکو حکیم جی کہنا نام نہ لینا، یہ سید ہے۔ یہاں عالم ہی کچھ اور تھا۔ دنیوی سامان میں ایک دو چارپائی دکھائی دی۔ نہ یہاں دنیا کیلئے کوئی عمل اور نہ اس کا ذکر تذکرہ۔ ہر ایک محبت کا مجسمہ سب کا ظاہر اور باطن ایک۔ ہر موافق مخالف کی صلاح وفلاح دارین کا اس سے زیادہ فکر۔ تعلیم وتعلم سے کہیں زیادہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر، رگ وریشہ میں رچا دینے کا خیال ہر دم دل ودماغ میں موجزن۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ایسے ماحول میں پہنچا دیا تھا، ایک مرتبہ گھر آکر میں نے یہ کہا تھا کہ وہاں کسی کی کوئی چیز نہیں رات کو لیٹنے کے وقت جس کے جو دری، دوہی جو تکیہ ہاتھ لگا جس پلنگ پر جا بالیٹ گیا۔ یہ بات سب کو عجیب معلوم ہوئی تھی۔ دو بڑوں سے تو جلدی ہی مفارقت ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت شیخ مدظلہٗ کے ظاہری اور باطنی فیوض۔ دینی اور دنیاوی منافع سے تو اب تک تمتع حاصل ہے اللہ تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے، اس وقت کے ہم دو آدمیوں پر نظر ڈالنے سے میرے خیالات کی حرف بحرف تائید ہوگی۔ اپنے اوپر جو الطاف ہوئے ہیں ان کی مختصر فہرست آرہی ہے۔

مولوی نصیر الدین کو دیکھو کہاں سے کہاں پہنچا۔ دینی لحاظ سے بھی اور دنیاوی سے بھی، میرے تعلق کی ابتدا تقریباً ۵۶ سال قبل ہوئی تھی۔ اتنے لمبے زمانے کے احسانات والطاف کا احصار بہت دشوار ہے۔ ان میں سے جو بہت اہم ہیں اور جن کے نقوش صفحۂ دل پر بہت گہرے ہیں اور جن کا اظہار زبان قلم کے ذریعہ کرنے پر طبیعت عرصہ سے متقاضی تھی یہ ہیں۔

۱۔ دورہ تک تعلیم پوری کرادی۔

۲۔ حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرایا۔

۳۔ بذل کی کتابت میں حصہ دار بنایا۔

۴۔ معانی آثار پر لکھنے کا شوق دلایا اور اسکے متعلق گر بتائے، جن کی احادیث کا پتہ اب چل رہا ہے مظاہر کی خدمات کا موقعہ دلایا اور باطنی توجہات سے ایسے ایسے کام انجام دلائے جن کا میں قطعاً اہل

نہیں تھا۔ تصحیح الاغلاط کی طباعت کا انتظام فرمایا اور اسکے بعد اب تراجم الاحبار کی طباعت کا۔
۱۵۔ میرے اور اہلیہ کے حج کے لئے قرض دیا۔ اور دونوں کے سفر کی راحتوں کا بندوبست کیا۔ اگر میں اس وقت اور وہ اس وقت نہ جاتے تو اس اہم فریضہ کی ادائیگی ہی سے شاید محرومی رہتی، اور یہ کتنا بڑا خسران ہوتا جس کے تصور ہی سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے کہ ایسی حالت پر مرنے کے کیا نتائج ہوتے۔ اَللّٰھُمَّ احفظنا من کل بلاء الدُّنیا و عذاب الاٰخرۃ۔

ایک مرتبہ سات سو روپیہ کی ضرورت ہوئی۔ پتے نہیں آپ نے انکار فرمادیا۔ ایک قطعہ میں کچھ آم کے درخت ہیں، ان کو فروخت کرنا طے ہوا۔ ابھی سودا ہی ہو رہا تھا کہ کہیں سے رقم آگئی، اور میرے پاس بھجوادی اور درخت کٹنے سے بچ گئے، اس واقعہ کو تقریباً ۱۵ سال ہوگئے۔ یہ درخت ہر سال آٹھ سو ہزار بارہ سو میں فروخت ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا پھل اکیس سو میں فروخت ہوا۔ سرسری نظر میں واقعہ بہت معمولی ہے۔ لیکن افادیت کے اعتبار سے کتنا اہم ہے۔ نہ معلوم اس افادہ کا سلسلہ کب تک چلے گا۔

اگر خصم جانِ تو عاقل بود　　　　به از دوستدار یکہ جاہل بود

جب عاقل دشمن کا یہ حال ہے تو عاقل دوست کا کیا پوچھنا۔ حضرت مولانا (خلیل احمد) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سورۂ ملک اور مزمل یاد کرلے۔ سوتے ہوئے پڑھ لیا کرنا۔ ۶۵ سال ہوگئے کہ ان کا ورد جاری ہے اور بہت سی بھلائیاں ہیں جو سرشت میں داخل ہوگئی ہیں سب وہیں سے حاصل ہوئیں۔ دل میں ان کی بے حد قدر ہے جن کا ذکر خودستائی پر محمول ہوسکتا ہے۔ کلام مجید حفظ نہ کرسکا، اس کا افسوس ہے۔ بڑے ہوکر شوق ہوا۔ وقت نکل چکا تھا۔ بچپن میں والدصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی خواہش تھی، اس وقت میں نے ہمت نہ کی۔ حافظ صاحب بہت مہیب شکل کے تھے، ان سے بہت ڈر لگتا تھا۔ جب ناظرہ ختم ہوا ساٹھ سال کی عمر تھی۔ والدصاحب نے حفظ کی ترغیب دی اور فرمایا کہ حافظ اور اسکے باپ دادا کو قیامت کے دن ایسا چمکدار تاج ملے گا۔ جس کے سامنے چاند اور سورج بھی ماند ہوں گے۔ میں نے کہا میں اپنے لونڈے کو حفظ کرادوں گا۔ تمھیں بھی تاج مل جائیگا مجھے بھی۔ وہ ہنس کر چپ ہوگئے اور فارسی درجہ میں داخلہ ہوگیا۔

اگر بچپن ہی سے تعلقات ہوجاتے تو حفظ کی دولت بھی حاصل ہوجاتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

استادی شاگردی کا فیضان تو تھا ہی اب ایک مدت سے رشتہ داری کا کرشمہ کار فرما ہے۔

عالی شان دو منزلے مکان، وسیع کتب خانہ، تین تین چار چار بھینسیں بہار سوئیہ نظام الدین کے۔

درمیان کاروں کے سفر۔ بڑے لوگوں کی نظروں میں عزت واحترام یہ وہ چیزیں ہیں جن میں سے ایک آدھ کا حصول بھی بڑی کامیابی شمار ہوتا ہے۔

مجھ سے بجز دُعاؤں کے کچھ ہوتا نہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی دارین میں ان کا اجرِ عظیم عطا فرمائیگا میں اس خط میں کوئی خبر وغیرہ لکھنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ خبر بھی اسی نوع کی ہے۔ ۳۰ اپریل کو میاں عاقل نے اپنے نومولود بچے محمد عاصم کا عقیقہ کرایا اور اگلے روز مختصر سی دعوت کی جسمیں بچے کی نانی صاحبہ اور خالہ وممانی نے بھی شرکت کی۔ والسلام محمد ایوب

جواب باسمہٖ سبحانہٗ۔ مکرم محترم جناب الحاج حکیم ایوب صاحب مد فیوضہم۔ بعد سلام مسنون! میرے پیارے! بہت پرانی باتیں یاد دلائیں بھولی تو مجھے بھی نہیں تھی نہ صرف یہ کہ اس سے زیادہ بھی بہت یاد ہے۔ تمھارے خط میں کوئی جواب طلب بات تو ہے نہیں صرف رسید ہی مقصود ہے اور تمھاری تائید مقصود ہے کہ جو تم نے لکھا سب حرف بحرف صحیح ہے۔ سورۂ ملک ومزمل کا ورد ضرور جاری رکھیو۔ سورہ ملک تو حدیث میں بھی پڑھ چکے ہو کہ عذاب قبر میں کام دے۔ سورۂ مزمل کے بھی بہت سے فوائد ہیں۔

تم نے بھی کیا پرانی باتیں چھیڑ دیں مجھے بھی واقعی اس پر فخر ہے کہ خود تو کچھ نہیں ہوسکا جو صورتاً نیک اعمال کئے وہ بھی قابلِ قبول ہیں یا نہیں۔ تمھارے کارنامے جو تم نے لکھے۔ عزیز یوسف مرحوم کو بھی طحاوی کی شرح اصرار سے شروع کرائی تھی اور بذل عالم مرحوم کی تالیف کی ابتدا بھی میرے ہی دارالطلبہ والے حجرہ میں شروع ہوئی تھی۔ میں نے اس مرحوم کو بیٹھادی دی تھی اور اس پر حاشیہ لکھنے کی فرمائش کی تھی۔ کچھ شروح بھی دی تھی وہ پڑھنے کے زمانے میں دیوبند جانے تک اسی کتب خانہ میں بیٹھ کر لکھا کرتے تھا۔ مولانا عبدالرحمن صاحب اور مولانا اشفاق الرحمن سے ترمذی کی شرح میں نے ہی شروع کرائی تھی اور اسکے متعلق جو میرے پاس سامان تھا میں نے اسکو دیدیا تھا اور مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس طحاوی کی مستقل تدریس۔ میری تجویز سے شاہ صاحب، مولانا انور صاحب کے حکم سے شروع کرائی تھی، الحاوی کے شروع میں عزیز سعید الرحمن نے اسکی کچھ تفصیل بھی لکھ رکھی ہے۔ غالباً تمھارے پاس ہوگی ورنہ عاقل کے پاس تو ہوگی ہی۔ حفظ کا ثواب تمھارے لئے واقعی قلق نہیں رہا ماشاءاللہ قریب قریب سارے ہی لڑکے حافظ ہیں اور پوتے بھی ماشاءاللہ سارے ہی حافظ ہیں، اتنے تاج سر پر کس طرح رکھو گے۔ تم نے لکھا مجھ سے بجز دعا کے کچھ نہیں ہوتا بہت کافی وافی ہے، اس ناکارہ

کے واسطے ضرور دعا کرتے رہو۔ فقط والسلام۔ حضرت شیخ مدظلہٗ
بقلم حبیب اللہ ۱۴ر۵ر۷۸ء مدینہ طیبہ ۵ر جمادی الثانی ۹۸ھ

(مکتوب نمبر۲)

مخدوم العالم ادام اللہ برکات ظلالکم علی العالمین بالصحۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مسلسل کئی خطوط میں عدم تشریف آوری کی اطلاع آچکی۔ مجھے تشریف آوری سے کما ینبغی خوشی کے ساتھ ایسی معذوری کے عالم میں اتنے لمبے سفر کے تصور سے کلفت بھی ہوتی تھی۔ عام طور سے صرف اپنے مفید مطلب ہی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے جو ایک قسم کی خود غرضی کہی جاسکتی ہے۔ شروع میں حبیب مستورات نے مجھ پر خط لکھنے کا تقاضا کیا تو انھیں میں نے بھی جواب دیا تھا۔ الخیر فیما وقع اگر مقدر ہے تو آئندہ زیارت ہوجاوے گی۔ سب سے بڑی منفعت ہمارے لئے حضرت کے وجود باجود سے دعائیں ہیں جو وہاں رہتے ہوئے بھی حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مکروہات سے محافظت فرماتے ہوئے تادیر سایۂ عاطفت کو قائم رکھے۔ آمین

کل ایک حجام آیا کہنے لگا کہ اب کے تو کوئی مہمان ہی نظر نہیں پڑتا۔ میں نے کہا جب شمع ہی نہیں تو پروانے کہاں۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی اپنی اپنی منفعتیں فوت ہونے کا افسوس ہوگا۔ دکانداروں کو۔ دواخانے والوں کو، میوہ فروشوں کو اور خدا جانے کن کن کو۔ خداوند عالم کو جہاں بھی رکھنا منظور ہو عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ آمین

پچھلے دنوں معلوم ہوا تھا کہ ضعف اور گرمی کی شدت کے باعث حضرت حرم تشریف نہیں لیجارہے ہیں۔ بارہ۱۲ چودہ۱۴ روز ہوئے عزیز مولوی تمیم کا خط اسرائیل کے نام آیا تھا اس میں تھا کہ اب دو تین روز سے تشریف لیجانے لگے ہیں۔ نہ معلوم اب گرمی کا کیا حال ہے۔ یہاں تو دو تین روز سے فاصلے سے بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔

مدرسہ میں بحمد اللہ خیریت ہے۔ امتحانات ہو رہے ہیں۔ حضرت ناظم صاحب کی حالت جو عرصہ سے چل رہی تھی وہی ہے البتہ ضعف میں اضافہ بتلاتے ہیں۔

برخوردار محمد جعفر سلمہٗ سے شروع سال میں کہا تھا کہ اگر تو ہمت کرے اس سال سنادے تو شاید میں بھی تیرا سن لوں۔ اس فقرہ کا اس پر خوب اثر ہوا۔ اور بہت محنت کی۔ سات، آٹھ روز ہوئے حافظ منظور احمد صاحب آئے تھے، ان سے معلوم کیا کہتے تھے بہت سہولت سے سنادے گا، خوب یاد کرلیا۔ اور کہا کہ تیز بہت پڑھتا ہے میں نے کہا کہ یہ تو کوئی عیب نہیں۔ مغرب بعد خود ہی حافظ صاحب کے پاس

جانے لگا تھا ویسے بھی سُنایا اور نفلوں میں بھی۔ ماشاء اللہ بہت سمجھدار ہے اور حضرت کی خوبو اس میں بچپن سے ہی میں دیکھ رہا ہوں۔ خدا کرے ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ آمین

کئی سال ہوئے حضرت نے سلمان کے بچوں[1] کے بارہ میں تحریر فرمایا تھا کہ ان کی دیکھ بھال رکھوں اس وقت تو یہی لکھ دیا تھا کہ یہ مجھ سے بہت الگ الگ رہتے ہیں اور بہت ہی غیر مانوس ہیں لیکن خدا کے فضل سے اب ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ بہت ہی مانوس ہو گئے۔ ظہر کے بعد اور مغرب کے بعد دونوں آتے ہیں اور ڈیڑھ، ڈیڑھ دو، دو گھنٹے تک پڑھتے رہتے ہیں۔ تقریباً دو مہینے ہوئے بڑے کا ناظرہ ختم ہو کر حفظ شروع ہو گیا۔ حضرت کی آمد آمد ہو رہی تھی۔ اسلئے سورۂ نبا چھوڑ کر والنازعات سے شروع کرایا تھا کہ پارہ کی ابتدا حضرت کرا دینگے، معلوم نہیں کیا مقدر ہے۔

یحییٰ الیاس کے مکان تو بنے ہی تھے عاقل کا بھی بفضلہ تعالیٰ بہترین انتظام حضرت کے طفیل سے ہو گیا اور عاقل ہی کا کیا بقیہ تین کا بھی ہو گیا۔ کیونکہ قدیم مکان میں چار کی تو گنجائش تھی نہیں البتہ تین کا گذر اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ اولاد کی خورد و نوش کا مسئلہ تو ان کی ملازمتوں اور باغ اور دواخانہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کرا دیا اور مکانوں کا عظیم مرحلہ حضرت کی برکت سے حل ہو گیا۔ فالحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔ اب تو بس آخرت کی فکر باقی رہ گئی۔

ہمیں شرم دارم ز لطف کریم   کہ خوانم گنہ پیش عفوش عظیم

مائیم بہ پر گناہ تو دریائے

جائیکہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

اللہ تعالیٰ حضرات کے طفیل سے ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے اور وہاں کے احوال سے محفوظ رکھے۔

خدایا بحق بنی فاطمہ   کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ۔ آمین

محمد ایوب ۲۴ جولائی ۱۹۷۸ء

جواب

محبی حکیم ایوب صاحب سلمہ۔

بعد سلام مسنون۔ آپ کی سابقہ رجسٹری میں ایک بہت چبھتا ہوا فقرہ ۱۹۷۸ء کا آپ نے لکھ کر

---

[1] یعنی عزیزانم مولوی محمد عثمان و مولوی محمد نعمان سلمہما۔

پُرانی یادیں ایسی تازہ کرائیں کہ سارے ہی مناظر آنکھوں کے سامنے آگئے۔ جی حضور آپ کی دعاؤں کی قبولیت تو آپ کی منشا۔ کے مطابق ۳۵ء میں آپ خود ملاحظہ فرما چکے، اب یہ کچھ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ تو اس سیہ کار کی، ان دعاؤں کا ثمرہ ہے جو ۳۵ء میں آپ نے۔

ع مجھ سے دامن بچا کر چلے، اپنا دامن جھاڑ کر

حضرت مولانا ثابت علی کے یہاں تشریف لے گئے تھے اور وہ ساری دعائیں انشاءاللہ میرے اس طویل خط میں موجود ہوں گی جو سرخ اور زرد پٹیوں کے آٹھ، دس ورق پر لکھا ہوگا، اخدا کرے کردہ ضائع ہوگیا ہو ورنہ اب ضرور ضائع کردیں۔

مجھے وہ دعائیں خود یاد ہیں اور دراصل تو یہ سیہ کار اور اسکی دعائیں کیا، درحقیقت اللہ کا ایک فضل اور انعام ہے کہ اس ناکارہ کے دہلی کے اسفار میں بذل المجہود کی تسوید میں اللہ نے تمھیں میری نیابت کے واسطے قبول فرمایا اور پھر حضرت نوراللہ مرقدہٗ قدس سرہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ کی شفقت بھری نگاہوں نے آپ کی کایا پلٹ کی ہے ورنہ جیسا تم نے لکھا اثرات ظاہر تھے۔ کاش یہ نقرہ تم نہ لکھتے، ایک سال کم ساٹھ سالہ داستان کی طرف تم نے کہاں متوجہ کردیا! تم نے لکھا کہ لکھتا تو کچھ اور بھی مگر دیوبند کے حادثے نے وہ چھڑا دیا۔ میں بھی لکھ تو دیتا بہت کچھ مگر اب اس ضعف دپیری میں پندرہ برس کی عمر کی داستانیں کیا اس قابل ہیں کہ ان کو پرچوں پر لایا جاوے؟ باقی اسمیں شک نہیں کہ اللہ نے بڑا ہی کرم فرمایا احسان فرمایا کہ یہ سیہ کار تو وہیں کا وہیں پڑا رہا اور میرے سارے چھوٹے جن میں تم بھی ہو اور سب سے آگے عزیز مولوی یوسف صاحبؒ۔ دوڑ دوڑ کر آگے بڑھتے رہے اور میں حسرت وافسوس کے ساتھ اپنی محرومی پر قلق اور بڑھنے والوں پر رشک کرتا رہا۔ ان میں تم بھی ہو اور عزیزان مولوی اسعد مولوی انعام اور نمایاں مولوی ممتاز گیاوی۔ اور نہ معلوم کتنے خوش قسمت کہ شروع میں ہمارے چھوٹے رہے اور اللہ نے ان کو بڑھا دیا۔ لیکن دعائیں اس وقت کے درمیان میں ۳۵ء سے زیادہ اہتمام اور زور سے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے ہر قسم کے تعلق رکھنے والوں کو چاہے جس درجے کا بھی تعلق ہو بہت ہی زیادہ کامیابیوں سے نوازے۔ میرے اکابر دالدین حضرت قدس سرہٗ اور دیگر اکابر میں سے جس کا تھوڑا بہت تعلق بھی میرے ذہن اور یاد میں آتا رہا۔ بہت ہی اہتمام سے دعائیں کرتا رہا اور کرتا رہتا ہوں اور ان میں سے جو جا چکے ہیں ان کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا بھی بہت اہتمام کررہا ہوں۔ تعزیتی نقرہ نہیں ہے۔ شاید میرا یہاں قیام دعاؤں کی حیثیت سے میرے اور میرے اکابر کے احباب کیلئے انشاءاللہ بہت مفید ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم حبیب الرحمٰن ۱۵ اگست ۶۹ء

نکاح مسنونہ اور اولاد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے چونکہ آپ کا روحانی تعلق تھا۔ اسلئے دیگر اہم معاملات کی طرح نکاح کے مسئلہ میں بھی آپ نے حضرت سے متعدد مشورے کئے۔ حضرت نے گنگوہ اور کاندھلہ کے عزیز واقربا میں سلسلہ جنبانی بھی فرمائی۔ لیکن وہاں مناسب رشتہ نہیں مل سکا تو پھر جلال آباد میں اپنے ہی خاندان میں آپ کا نکاح بحبیبؒ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں مسماۃ رابعہ خاتون سے ہوا۔ آپ حکیم سید ناظر حسن ابن سید احمد حسن ابن میر سید حسن ابن سید مولیٰ بخش صاحب جلال آبادی کی صاحبزادی ہیں، والدہ ماجدہ مسماۃ امۃ الدیان بنت حکیم سید محمد اسحٰق صاحب بیباک مرحوم مغفور تھیں۔

اس نکاح کا تذکرہ جامعہ مظاہر علوم کی روداد (بابت ۱۳۳۶ھ) میں بھی ہے۔

اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت والی اولاد عطا فرمائی، اور سب سے بڑھ کر خیر وبرکت یہ ہوئی کہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور ان کی توجہ سے اس دور کے تمام اکابر وبزرگوں کے ساتھ آپ کی اولاد کا روحانی تعلق وقلبی رشتہ استوار ہوا اور پھر تھانہ بھون، دیوبند، رائے پور ودہلی کے اہل دل مشائخ کی خدمات میں حاضری اور حضوری کی راہیں کھل گئیں اور ان کی دعاؤں میں حصہ ہو گیا۔ مودت ومحبت میں مزید پختگی اور استواری اسوقت ہوگئی جب کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادیوں سے رشتہ مناکحت قائم ہوا۔[1]

یہاں حضرت حکیم صاحب زاد مجدہٗ کے صاحبزادگان کا تعارف بھی قدرے وضاحت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا الحاج مفتی سید محمد یحییٰ صاحب

ماہ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ (نومبر ۱۹۲۲ء) آپ کی ولادت ہوئی، والدہ ماجدہ نے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ان کا ایک مستعمل کرتا منگوالیا تھا بچپن میں ایک عرصہ تک وہی آپ کو پہنائی رہی۔ آپ نے قرآن پاک عالی جناب حافظ منظور احمد صاحب کے پاس حفظ کیا۔ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مئی ۱۹۳۶ء میں حفظ قرآن پاک کی تکمیل ہوئی پھر ربیع الاول ۱۳۵۵ھ (۲۶ مئی ۱۹۳۶ء) میں حفظ قرآن پاک کی تقریب منعقد ہوئی جس میں

---

[1] اس سلسلہ کے دو خط قارئین پہلے بھی پڑھ چکے ہیں۔

خاندان کے اعزہ واقارب شریک ہوئے، اس موقعہ پر آپ کے استاذ حافظ منظور صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کو جو ملبوسات دیئے گئے، ان کی تفصیل اور قیمت خرید دادا جان زاد مجدہٗ نے اپنی بیاض میں اس طرح تحریر فرمائی ہے۔

کپڑا کرتا حافظ صاحب، اہلیہ حافظ صاحب قیمتی ۴/۸ — کپڑا پاجامہ حافظ منظور احمد صاحب گیارہ آنے

کپڑا دوپٹہ زنانہ وپاجامہ اہلیہ حافظ صاحب ۲/۸ — عمامہ سبز ایک روپیہ تین آنے

کل رقم آٹھ روپیے دس آنہ۔

آپ نے پہلی محراب ۱۳۵۵ھ میں خاندانی مسجد، مسجد حکیمان میں سنائی، درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھکر ۱۳۶۰ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور یہ کتابیں پڑھیں۔ کنز الدقائق، شرح جامی بحث اسم، اصول الشاشی، قطبی تصدیقات، تلخیص المفتاح، میر قطبی،

شعبان ۱۳۶۴ھ میں دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول، اور ابوداؤد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے: بخاری جلد ثانی حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سے ترمذی: طحاوی حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب سے۔ نسائی وابن ماجہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم سے پڑھی ہے۔

دورۂ حدیث شریف کی تکمیل آپ نے دو سال میں کی۔ پہلے سال ۱۳۶۴ھ میں بخاری شریف وابوداؤد شریف پڑھی ۱۳۶۵ھ میں بقیہ کتب حدیث کی تکمیل کی۔ والد ماجد نے ۱۷ر شعبان ۱۳۶۵ھ (۱۸ر جولائی ۱۹۴۶ء) میں تکمیل دورۂ حدیث شریف کی مسرت میں ایک پُر تکلف دعوت کی۔

فراغت کے بعد آپ نے مظاہر علوم میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۷۴ھ تک آپ نے مدرسہ خلیلیہ شاخ میں پڑھایا۔ یکم شوال ۱۳۷۵ھ میں آپ شاخ سے منتقل کرکے معین مفتی بنائے گئے بعد ازاں ۱۳۷۵ھ سے ۱۳۷۹ھ تک کنز الدقائق ۱۳۸۰ھ میں شرح وقایہ، نور الانوار ۱۳۸۱ھ میں مختصر المعانی، کنز الدقائق، ترجمۂ قرآن ۱۳۸۲ھ و ۱۳۸۳ھ میں ہدایہ اولین، ۱۳۸۵ھ میں ہدایہ ثالث، ۱۳۸۶ھ و ۱۳۸۷ھ میں ہدایہ اخیرین پڑھاکر ۱۳۸۸ھ میں پہلی مرتبہ مشکوٰۃ شریف پڑھائی، تین سال متواتر مشکوٰۃ شریف پڑھاکر ۱۳۹۱ھ میں استاذ دورۂ حدیث شریف بنائے گئے نیز

سال تک نسائی درسم المفتی کا درس دیا۔ ۱۳۹۴ھ میں پہلی مرتبہ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب طحاوی شریف آپ کے یہاں آئی۔ اور پھر آخر حیات تک یہ کتاب آپکے زیرِ درس رہی۔

۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ (۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء) میں آپ کا نکاح حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی حقیقی ہمشیرہ محترمہ مساۃ عائشہ خاتون صاحبہ کی صاحبزادی مساۃ عامرہ خاتون سے ہوا۔ یہ نکاح حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں پڑھایا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ساداتِ سہارنپور اور شیوخ کاندھلہ میں باہمی ربط و اشتراک قائم ہو رہا تھا۔ اسلئے نکتہ چیں اور نقاد طبائع نے اپنی اپنی طبیعتوں کے مطابق کچھ فقرے کسے اور کچھ جملے کہے۔ حضرت اقدس دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کو جب معلوم ہوا تو خطبۂ نکاح سے قبل ایک تقریر فرمائی جو درد اور سوز سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت نے اسمیں مجمع سے مخاطب ہوکر زوردار الفاظ میں فرمایا: بھائیو! ہم نے اپنے خاندان کی بیٹی اس گھرانہ کو دو باتیں سوچکر دی ہیں، ایک تو یہ کہ یہ دینی طالب علموں کا گھرانہ ہے، دوسرے یہ کہ یہ لوگ سید ہیں"

حضرتؒ نے یہ الفاظ کچھ ایسے دردبھرے انداز میں فرمائے کہ مجمع رونے لگا، بعدازاں آپ نے خطبۂ نکاح پڑھکر ایجاب و قبول کرایا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اس موقعہ پر دعوتِ ولیمہ میں شرکت کرنے والوں کی جو فہرست اپنے دستِ مبارک سے تیار کی تھی وہ آج بھی ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔

۸ر شوال ۱۳۶۱ھ (۱۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء) میں نکاح کے بعد پہلی مرتبہ حضرت دہلوی و حضرت شیخ کی معیت میں آپ کاندھلہ گئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی (جلد دوم صفحہ ۱۵۶) میں اس نکاح کی تفصیل قلمبند کرتے ہوئے یہ جملہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

"ہمارے گھر میں خاندان سے باہر شادی کا یہ پہلا واقعہ ہے۔ پھر تو ان حکیموں نے مجھے ایسا گھیرا کہ میری ساری لڑکیاں چن چن کر لے لیں"

ماہِ رمضان ۱۳۵۷ھ سے آپ نے اور آپ کے برادرِ اصغر مولانا حکیم محمد الیاس صاحب نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا قرآن پاک سننا شروع کیا، بعد عصر سماعت قرآن پاک کا یہ سلسلہ کم وبیش چالیس سال تک چلتا رہا۔

اکیس جمادی الاولی ۱۳۶۹ھ میں آپ عالی جناب حکیم سید محمد یامین صاحب کی معیت میں دیوبند گئے، اور بعد مغرب شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو کر شب میں واپس لوٹ آئے۔

۱۴ شوال ۱۳۷۴ھ (۶ جون ۱۹۵۵ء) میں آپ بارادۂ حج بیت اللہ سہارنپور سے بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ بدھ کی صبح کو بمبئی پہنچے۔ —— اکیس شوال مطابق ۱۲ جون دوشنبہ کی صبح کو خشری جہاز سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔

اس قافلہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب زاد مجدہٗ بھی تھے۔

۲۴ ذی الحجہ میں یہ حضرات مدینہ طیبہ روانہ ہوئے، ۲۵ محرم الحرام میں مدینہ طیبہ سے روانگی ہوئی، چند روز مکہ مکرمہ قیام کرکے جدہ آئے اور پھر چار صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر پنجشنبہ کی صبح کو جدہ سے روانہ ہوکر تیئس ستمبر جمعہ کی صبح کو بمبئی پہنچے۔ پندرہ صفر دوشنبہ کی شام کو دہرا اکسپریس سے چلکر بعافیت دہلی واپسی ہوئی۔

مولانا الحاج مفتی محمد یحییٰ صاحب نے جو مکاتیب حرمین شریفین سے ارسال کئے وہ معتدبہ تعداد میں ہماری فائل میں محفوظ ہیں۔

یہ تمام مکاتیب حج اور سفرِ حج کی کیفیات پر مشتمل ہیں، اس ذخیرہ میں سے تین خط یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلے دو خط حضرت شیخ رح کے نام ہیں جو جدہ پہنچنے سے پہلے بحری جہاز سے اور حرم مکی سے بھیجے گئے ہیں، اور تیسرا مکتوب والد ماجد مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کو مدینہ منورہ پہونچ کر لکھا گیا ہے۔

۱:- منبع الفیوض والکرم معدن الجود والحکم نائب سید وُلدِ آدم

افاضنا اللہ من برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے کہ مزاج اقدس بعافیت ہوں۔

الحمد للہ تعالےٰ کہ احقر مع جمیع رفقا بعافیت ہے، آج

احرام باندھ لیا گیا ہے، کل صبح سات بجے انشاء اللہ تعالیٰ جدّہ پہونچ جائیں گے، آج آٹھواں دن ہے، چار روز دورانِ سر وغیرہ میں گذرے اور چار روز مسرت و سرور و صحت میں گذرے جگہ جگہ تقاریر ہو رہی ہیں، نعتیں پڑھی جا رہی ہیں، ہر وقت رقت طاری ہے ہر شخص رو رہا ہے، حضرت الشیخ[1] سب سے زیادہ روتے ہیں، تولیہ تر ہو جاتا ہے، دعا فرمائیں اللہ جل شانہٗ مجھ جیسے سنگ دل کو بھی اپنی اور اپنے محبوب پاک کی محبت اور اطاعت میں تا مرگ مشغول فرمائیں اور میرے حج و زیارت کو قبول فرمائیں۔ مولوی افتخار صاحب کو شدید بخار ہے، باقی سب حضرات بعافیت ہیں۔ حضرت الشیخ نے احرام نہیں باندھا ہے اور نہ ان کے رفقاء نے کہ جدّہ سے مدینہ منورہ کا قصد ہے اور کوئی بات خاص قابل تحریر نہیں۔ تمام اہلِ مجلس علماء و اساتذہ و خدام و عوام کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے

یحییٰ غفرلہٗ

۲۸ شوال سنہ ۱۳۸۰ھ یوم دوشنبہ

۲۔ محترم المقام ذوالعز والاحترام ادام اللہ تعالیٰ عنایاتکم و افاض علینا برکاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے۔ آجکل صرف پانچ طواف میسر ہوتے ہیں جن میں سے ایک حضرت والا کی طرف سے مزدد ہوتا ہے کہ آپ کے احسانات کا بدل تمام عمر نہیں ادا ہو سکتا، مجھے اکثر اس کا خیال آتا رہتا ہے۔ گھر والوں سے

---

[1] یعنی شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی رہ

بھی وہاں تذکرہ کرتا رہتا تھا اور یہاں بھی، بعض مرتبہ غور کرنے سے محو حیرت ہو جاتا ہوں کہ اتنی محبت اور تعلق اور جود کا معاملہ کیوں کیا جاتا ہے، مگر آگے ذہن پرواز نہیں کرتا بجز اس شعر کے۔ ۵

هو البحر من ای النواحی اتیته | المعروف والجود ساحله
ولو لم یکن فی کفه غیر روحه | لجاد بها فلیتق الله سائله

میں ایک حقیقت لکھ رہا ہوں، مجھے رسمی شکریے اور دنیاداری بالکل قطعاً نہیں آتی۔ والدصاحب فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کو گہری نظر سے دیکھا کرو، اُن میں بہت سی باتیں ایسی نظر آتی ہیں جو اُن کے بڑوں میں نہیں دیکھی گئیں۔

ادام الله تعالیٰ ظلال فیوضکم علینا۔

یحییٰ غفرلہٗ ۱۳، ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ یکشنبہ

۳:۔ من اشرف المدائن مدینہ منورہ۔

محترم المعظم حضرت والدصاحب ادام اللہ تعالیٰ ظلال برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بحمداللہ تعالےٰ ہم سب لوگ بخیر وعافیت ہیں امید ہے کہ جناب بھی مع متعلقین کے بعافیت ہوں گے۔ شنبہ ۲۴ر ذی الحجہ کو ہم سب زائرین مکہ مکرمہ سے چل کر دوشنبہ ۲۶ر ذی الحجہ اشراق کے وقت سرکار دوعالمؐ کے پاک شہر میں شدید اشتیاق اور تضرع کے ساتھ داخل ہوئے۔

راستہ بفضلہ تعالےٰ بعافیت طے کیا، تقریباً اسی میل سڑک قدرے خراب ہے لیکن ڈرائیور گاڑی اتنی تیز چلاتے ہیں کہ میں تو یارَبِّ سَلِّم سَلِّم ہی پڑھتا ہوا اور ڈرتا ہوا کہ گاڑی الٹ نہ جائے بمشکل پکی سڑک تک پہونچا۔ شہر مقدس سے اس بارہ میل تک

سڑک پکّی ہے درمیان کا حصّہ بھی پکّا بن رہا ہے۔
سامان اور مستورات کو یہاں کی مخصوص قسم کے تانگوں پر سوار کر کے اپنی قیامگاہ پر پہنچے قیامگاہ ایک بہت عمدہ بڑا مکان ہے جس میں ہر قسم کا آرام ہے اور حرم پاک کے بالکل قریب ہے جس کو قریشی صاحب نے ہمارے آنے سے کئی روز پہلے گیارہ سو ریال میں لے لیا تھا، کیوں کہ مکہ مکرمہ میں وہ ہماری ویران گی دیکھ چکے تھے قریشی صاحب صرف تین چار روز پہلے آ چکے تھے۔ مکان کی چھت پر حرم پاک کے غربی منارے کی بجلی کی اتنی روشنی ہوتی ہے کہ بلا تکلف کتاب پڑھ سکیں یعنی بہت قریب ہے۔ خیر، ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر غسل کیا، کپڑے بدل کر دربارِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے رو رو کر درد دکھ سُنایا، اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنے لطف و کرم سے اس نعمتِ عظمیٰ سے نوازا۔ آپ کا اور حضرت شیخ کا خصوصیت سے کئی مرتبہ سلام عرض کر دیتا ہوں، نیز ہر دو تایا صاحبان والدہ اور دیگر متعلقین کا بھی کم از کم ایک مرتبہ ہر روز عرض کرتا ہوں۔ فقط

یحییٰ"

مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب کے نکاح مسنونہ کی تفصیلات چند صفحات پیشتر گذر چکیں ہیں۔ اس رشتہ مناکحت سے موجودہ صاحبزادگان میں مولانا حافظ محمد سلمان صاحب، مولانا حافظ محمد خالد صاحب اور مولانا حافظ محمد صاحب اور ایک صاحبزادی ریحانہ خاتون ہیں۔ اس اجمال کی تفصیلات آنے والے صفحات میں مرقوم ہیں۔

مولانا محمد سلمان صاحب

تیرہ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق دس اکتوبر ۱۹۴۶ء پنجشنبہ کی شب میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ سب سے اوّل قرآن مجید حفظ کیا جس کا آغاز ۲۴ ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۱ھ ۲۲ ر مارچ ۱۹۵۲ء شنبہ کو حضرت شیخ رح کی مجلس میں ہوا۔ ۲۹ ر شعبان ۱۳۷۷ھ میں حفظ مکمل کر کے رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ میں خاندانی مسجد، مسجد حکیمان میں پہلی محراب سنائی۔

۲۷ ر شوال ۱۳۸۱ھ (۳ ر اپریل ۱۹۶۲ء) میں بعمر پندرہ سال جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور ہدایۃ النحو، مرقات، قدوری، مراح الارواح ــــ کا امتحان دے کر کافیہ، تہذیب، مفید الطالبین، کنز الدقائق، نفحۃ الیمن، شرح التہذیب اصول الشاشی، بحث فعل، تعلیم المتعلم، قطبی، تصدیقات سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ تعلیمی مراحل مختلف سالوں میں طے کرتے ہوئے شعبان ۱۳۸۵ھ میں آپ نے جلالین، مشکوٰۃ، ہدایہ ثالث مکمل کیں۔

۱۳۸۶ھ میں کتب صحاح پڑھیں۔ آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ رح سے ترمذی، نسائی، مسلم، مولانا منور حسین صاحب بہاری سے۔ ابو داؤد، مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب سے۔ طحاوی، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھی ہے۔

آپ کے دورہ حدیث کے رفقاء میں یہ حضرات ہیں: مولانا محمد یعقوب صاحب سہارنپوری۔ مولانا اقبال حسین صاحب شاہ آبادی، مولانا قاری رضوان نسیم صاحب۔ مولانا غلام احمد پسر تاج علی صاحب افریقی۔

آپ شروع سے آخر تک تمام کتابوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہو کر مدرسہ سے جلیل القدر انعامات کے حق دار بنتے رہے۔ چنانچہ ۱۳۸۲ھ میں تمام طلبہ درجہ اوسط میں آپ اول نمبر آئے جس پر نقد انعام کے ساتھ شرح جامی کامل

کنز الدقائق، اصول الشاشی وغیرہ ۱۳۸۳ھ میں شرح وقایہ، بحث اسم میر قطبی ۱۳۸۴ھ میں ہدایہ اولین، مقامات حریری، مختصر المعانی ۱۳۸۵ھ میں جلالین وہدایہ ثالث ۱۳۸۶ھ میں مسلم شریف، ترمذی شریف کامل، آپ کو خصوصی انعام کے طور پر اعلیٰ نمبرات کی بنا پر مظاہر علوم کی جانب سے بطور "یادگار تحفہ" دی گئیں۔ فہم وفراست، قوتِ حفظ وضبط اور علم کے ساتھ مناسبت اونچی استعداد، یہ تمام چیزیں حق تعالے نے آپ کی روشن طبیعت میں ودیعت فرمائی ہیں۔

شوال ۱۳۸۶ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لے کر فنون کی یہ کتابیں پڑھیں۔ بیضاوی شریف، ملاحسن، میبذی۔ شوال ۱۳۸۷ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے استاذ بنائے گئے۔ اس اولین سال میں تہذیب، مراح، دو سبق تجویز ہوئے درمیان سال میں کنز الدقائق پڑھائی۔ ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے ۱۳۹۲ھ میں پہلی مرتبہ جلالین شریف پڑھائی۔

۱۳۹۶ھ میں مظاہر علوم کے استاذ حدیث بنائے گئے اور پہلی مرتبہ مشکوٰۃ شریف آپ کے حوالہ ہوئی۔ اب گذشتہ کئی سالوں سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھا رہے ہیں۔

حضرت شیخ زاد مجدہ نے آخر عمر مبارک میں اپنی عربی تصنیفات وتالیفات کی تکمیل وترتیب مولانا محمد عاقل صاحب ومولانا محمد سلمان صاحب کو سونپ دی تھی ان دونوں حضرات نے یہ خدمت بڑی ذمہ داری اور سعادت مندی کے ساتھ انجام دی۔ اس سلسلہ کی متعدد کتب ان ہر دو حضرات کی مساعی جمیلہ سے مرتب ومنقح ہو کر شائع ہو چکیں جن میں سرفہرست حجۃ الوداع وعمرات النبی صلے اللہ علیہ وسلم (ایک جلد) اور الابواب والتراجم للبخاری (چھ جلدیں) ہیں۔

تعلیمی زمانہ میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تقاریر قلم بند کرنے کا بہت اہتمام

رکھا اور کم وبیش تمام اہم کتب کی درسی تقاریر ضبط کیں۔ یہاں ایسی پانچ تقریروں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱:۔ تقریر بخاری یہ حضرت شیخ رہ کے درس بخاری کے افادات کا مجموعہ ہے، جسے موصوف نے دورانِ درس قلم بند کیا۔ یہ تقریر $\frac{20\times 27}{4}$ سائز کے (۳۴۴) صفحات پر مشتمل ہے جو بڑی عرق ریزی اور محنت کے بعد مرتب ہوئی ہے۔ کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور کی جانب سے حضرت شیخ رہ کے درس بخاری کے جو افادات "تقریر بخاری" کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں یہ تقریر بھی شامل ہے۔

۲: تقریر مشکوٰۃ شریف مولانا موصوف نے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھی ہے۔ یہ انہی کے درسی افادات کا قیمتی مجموعہ ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ عربی رسم الخط میں سرخ روشنائی سے متن حدیث اور اس کے ساتھ اس کی شرح ہے۔ متعدد حضرات اہل علم اس کی نقلیں حاصل کر چکے ہیں۔

۳: تقریر طحاوی شریف یہ درس نظامی کی مشہور کتاب طحاوی کی تقریر ہے جو تقریباً اس کی شرح کے قائم مقام ہے۔ یہ حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی درسی افادات کا مجموعہ ہے تحریر اور عربی رسم الخط میں متن حدیث کی کتابت اس مجموعہ میں عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ کی گئی ہے۔

۴: تقریر شرح جامی علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری کے نام نامی سے کون مظاہری واقف نہ ہوگا۔ مولانا مرحوم کا مخصوص سبق شرح جامی تھا، کم وبیش پچاس سال آپ نے مظاہر علوم کی چہار دیواری میں

شرح جامی پڑھائی ہے اور سینکڑوں طلبہ نے آپ کی تقاریر ضبط کی ہیں۔ زیر تبصرہ تقریر مولانا محمد سلمان صاحب نے ۱۳۸۲ھ میں ضبط کی تھی جس کے لیے شروع ہی سے سبقاً سبقاً لکھنے کا التزام رہا۔ اس تقریر کی بے شمار نقلیں طلبۂ دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم نے کی ہیں۔ یہ افادات صدیقی درمیانی سائز کے (۴۵۳) صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ آخر میں مضامین کی تفصیلی فہرست بھی ہے۔

۵۔ تقریر کافیہ یہ تقریر مولانا کے استاذ محترم کے درسی افادات ہیں جنھیں موصوف نے اپنی ہی تعلیم کے دوران قلم بند کرلیا تھا۔ یہ تقریر کاپی سائز کے (۳۱۲) صفحات پر مشتمل ہے۔

ان تمام تقاریر کی نوعیت ایسی نہیں کہ کہیں سے ناقص ہوں یا ترکے اور بیاضیں جابجارہ گئی ہوں۔ بلکہ سب مستقل تالیف ہونے کی حیثیت سے از اوّل تا آخر مکمل ہیں اور حامل متن ہیں۔

نکاح اور اولاد حضرت شیخ رح کی سب سے چھوٹی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون سے آپ کا نکاح دو ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ (۱۳ر فروری ۱۹۶۷ء) میں ہوا۔ یہ مجلس نکاح مدرسہ قدیم مظاہر علوم کی مسجد میں منعقد ہوئی تھی، اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے مہر فاطمی پر یہ نکاح پڑھایا تھا۔ اولاد یہ ہے مولوی محمد عثمان، مولوی محمد نعمان، بریرہ خاتون، سلمیٰ خاتون، خالدہ خاتون، مولوی محمد عمر۔ حافظ محمد ثوبان۔ آپ بیتی حضرت شیخ جلد سوم صفحہ ۱۷ پر اس نکاح کی تفصیل موجود ہے۔

مولوی محمد عثمان و مولوی محمد نعمان نے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد دینی تعلیم مظاہر علوم میں پائی، مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے۔ مولوی محمد عمر اور حافظ محمد ثوبان زیر تعلیم ہیں۔

اوّل الذکر کی شادی (محمد شاہد) راقم سطور کی لڑکی مسماۃ صدیقہ خاتون سے

اور ثانی الذکر کی مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی (مرکز نظام الدین دہلی) کی لڑکی مسماۃ حفصہ خاتون سے ہوئی۔ مسماۃ بریرہ خاتون کا عقد مسنون مولوی محمد سعد صاحب کاندھلوی (مرکز نظام الدین دہلی) سے ہو چکا۔ ماشاء اللہ سب صاحب اولاد ہیں۔

جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۵ صفر ۱۴۱۳ھ (۵ راگست ۱۹۹۲ء) میں مولانا محمد سلمان صاحب کو جامعہ کا نائب ناظم مقرر کیا گیا اور پھر ۷ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ (۵ راگست ۱۹۹۵ء) میں ناظم اعلیٰ بنائے گئے، تا دم تحریر آپ اسی عہدہ پر فائز ہیں۔

۲:۔ مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب مرحوم کے دوسرے فرزند مولوی محمد خالد ۲۳ محرم ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۶ راکتوبر ۱۹۵۱ء شب جمعہ میں پیدا ہوئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اذان و تکبیر کہہ کر تحنیک فرمائی۔ ۲۸ شعبان ۱۳۷۶ھ ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء یکشنبہ میں حفظ قرآن کا آغاز ہوا جس کا اختتام ۲ رجب ۱۳۸۴ھ ۸ نومبر ۱۹۶۴ء یکشنبہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں مولانا محمد یوسف صاحب کی دعا پر ہوا۔ رمضان ۱۳۸۶ھ میں اپنی خاندانی مسجد، مسجد حکیمان میں پہلی مرتبہ کلام اللہ شریف سنایا۔

بعد ازاں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر ابتدائی کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور یہیں سے شعبان ۱۳۹۳ھ (ستمبر ۱۹۷۳ء) میں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر فراغت پائی، بعد ازاں شوال ۱۳۹۴ھ میں ایک سال کے لیے مزید داخلہ لے کر مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

۴ ر شوال ۱۳۹۴ھ (۱۰ رنومبر ۱۹۷۴ء) بروز یکشنبہ مسماۃ ساجدہ خاتون بنت مولانا حکیم محمد الیاس صاحب سے اپنی خاندانی مسجد میں بعبارت حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ بموجودگی حضرت شیخ بمہر پانچ ہزار روپیہ نکاح مسنونہ ہوا۔

تکمیل علوم کے بعد موصوف نے کم و بیش دو سال جامعہ مظاہر علوم میں بلا معاوضہ

درسی خدمات انجام دیں، ۲۴ر شعبان ۱۳۹۶ھ (۲۱ راگست ۱۹۷۶ء) میں دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم کے شعبہ ترتیب فتاویٰ میں مبلغ ۱۵۰/ روپے مشاہرہ پر آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ ترتیب فتاویٰ کے ساتھ ساتھ شعبۂ تدریس میں بھی موصوف کے لیے کچھ اسباق متعین کیے گئے۔

رجب ۱۴۰۲ھ مطابق مئی ۱۹۸۲ء میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی تعمیل ارشاد میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے تحریر کردہ فتاویٰ کا ایک مجموعہ بنام فتاویٰ خلیلیہ مرتب کرکے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے شائع کرایا۔ اس مجموعہ فتاوی پر تین مقدمات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی اور راقم سطور محمد شاہد سہارن پوری کے تحریر کردہ ہیں، اس احقر نے اپنا مقدمہ تفصیلی انداز سے سپرد قلم کیا جو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔

شوال ۱۳۹۵ھ اکتوبر ۱۹۷۵ء میں پہلی مرتبہ مع اہلیہ واطفال حرمین شریفین کا سفر کرکے فریضہ حج کی ادائیگی کی، اس کے بعد بھی متعدد بار حاضری دے چکے ہیں۔ موصوف کو مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی کی طرف سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

مولوی محمد خالد صاحب موصوف کی اولاد میں مولوی حافظ محمد طارق، مولوی حافظ محمد انس، مولوی حافظ محمد اسامہ اور دو لڑکیاں عائشہ خاتون وزکیہ خاتون ہیں۔

مولوی محمد طارق تعلیمی میدان میں ذی صلاحیت وذی استعداد ہیں۔ متعدد مرتبہ سالانہ امتحانات میں امتیازی نمبروں سے پاس ہوئے، شعبان ۱۴۲۰ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھا تو اس میں بھی امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے، بعد ازاں ۲۲-۱۴۲۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے اہم ترین علمی شعبہ تخصص حدیث میں داخلہ لے کر متخصص حدیث بنے۔ اور اب ان سطور کی تحریر کے وقت شعبۂ تخصص حدیث کے ماتحت حدیث شریف کی مشہور ومعروف کتاب جمع الفوائد پر تحقیقی کام میں مصروف ومشغول ہیں۔

۳:۔ مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب کے تیسرے فرزند مولوی محمد ۸ر صفر ۱۳۷۶ھ۔ ۱۵ر ستمبر ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے، خاندانی معمول کے مطابق سب سے پہلے کلام پاک جامع مسجد سہارنپور میں جناب حافظ محمد منظور صاحب کے پاس حفظ کیا۔ رمضان ۱۳۹۲ھ میں خاندانی مسجد میں پہلی محراب سنائی اور پھر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر اکتساب علم میں مشغول ہوئے اور ۱۳۹۹ھ میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ ۱۴۰۰ھ میں کتب فنون پڑھ کر ۱۴۰۱ھ میں مشق افتاء کی۔ ۱۴۰۲ھ سے جامعہ مظاہر علوم میں استاذ عربی متعین ہوئے، نورالانوار، شرح وقایہ وغیرہ کتابیں زیر درس ہیں۔

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی مسماۃ صبیحہ خاتون سے نکاح مسنونہ ہوا، اولاد یہ ہے۔ مولوی حافظ احمد، ماریہ خاتون، حلیمہ خاتون، خولہ خاتون، محمود احمد۔

۴:۔ مسماۃ ریحانہ خاتون کی ولادت ۳۰ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ (۵ر فروری ۱۹۵۴ء) کی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی رح نے اذان وتحنیک فرمائی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح نے نام تجویز فرمایا۔ ۱۶ر ربیع الاول ۱۳۹۳ھ (۲۱ر اپریل ۱۹۷۳ء) میں مولوی قاضی انصار احمد ابن جناب متولی قاضی نثار احمد صاحب کاندھلوی سے بموجودگی حضرت شیخ رح مسجد حکیمان میں بعبارت حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رح نکاح ہوا۔ اولاد یہ ہے؛ حافظ مولوی محمد معاذ، حافظ محمد حذیفہ۔

اول الذکر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہیں، ایک عرصہ تک حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی کی زیر تربیت رہے۔ حضرت مولانا کی حیات کے آخری رمضان میں تراویح میں کلام اللہ پاک بھی سنانے کی سعادت ملی۔ ندوہ میں تکمیل ادب کے بعد وہاں استاذ بھی بنادیے گئے، عربی جریدہ الرائد میں بھی لکھتے رہتے ہیں۔ ۱۴۲۳ھ میں پہلی مرتبہ

حج بیت اللہ کے فریضہ سے بھی ادائیگی ہوگئی۔

وفات مولانا مفتی یحییٰ صاحب

آخر حیات میں مفتی صاحب بہت عرصہ صاحبِ فراش رہے، گوناگوں عوارض لاحق ہوئے۔ بالآخر ۸ر رجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰ر نومبر ۱۹۹۶ء بروز بدھ دو بجے دوپہر وفات پائی، بہت بڑا مجمع وفات کی اطلاع پر جمع ہوگیا، دہلی و کاندھلہ، جلال آباد وغیرہ سے بھی اعزہ واقارب واہل تعلق جمع ہوگئے تھے، مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کے زیر امامت نماز جنازہ ہوکر خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

(۲) مولانا حکیم سید محمد الیاس صاحب

چار شعبان ۱۳۴۷ھ (۱۶ جنوری ۱۹۲۹ء) میں آپ کی ولادت ہے۔ خاندانی دستور کے مطابق آپ نے اولاً قرآن پاک جامع مسجد میں عالی جناب حافظ منظور احمد صاحب کے پاس حفظ کیا، جس کے آغاز کی تاریخ چار ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ (۶ جولائی ۱۹۳۵ء) اور اختتام کی تاریخ صفر ۱۳۵۹ھ (۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء) ہے۔

شوال ۱۳۶۲ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر حمد باری سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ ایک ہفتہ میں حمد باری مکمل حفظ کرکے اپنے اساتذہ کو سنا کر ترقی لیلی، اس موقع پر آپ نے جو درخواست حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو تحریر فرمائی تھی وہ ہمارے خاندانی ذخیرہ میں آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ کے استاذ مولانا محمد مکرم صاحب سنسارپوری نے اس درخواست پر تصدیق کرتے ہوئے لکھا۔ "انھوں نے ایک ہفتہ میں کتاب یاد کرکے سنادی ہے۔ لہٰذا حسب تجویز مولوی اکبر علی صاحب یہ تواریخ (حبیب اللہ) و تیسیر المبتدی کے مستحق ہیں انکو دیدی جائے"۔

محمد مکرم مظاہری

شعبان ۱۳۷۱ھ میں آپ نے درس نظامی کی تکمیل کرکے مظاہر علوم سے سند فراغ حاصل کی، مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران آپ دیوبند جاکر شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی رؒ سے بیعت ہوئے۔ تاریخ بیعت ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۵۰ء ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد والد ماجد سے فن طب کی مختلف بنیادی کتابیں پڑھیں۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ (۸ فروری ۱۹۵۰ء) میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادی مسماۃ شاہدہ خاتون سے نکاح ہوا، حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ نے مہر فاطمی پر نکاح پڑھایا۔

۱۳۷۰ھ میں آپ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے ایک علمی و دینی ادارہ قائم کیا جس کا نام حضرت شیخ نے کتب خانہ اشاعت العلوم تجویز کیا، اس ادارہ کے ذریعہ بہت سی دینی کتابیں اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی متعدد بیش قیمت تصنیفات

وتالیفات منظرِ عام پر آئیں۔

ہمارے خاندان میں قائم ہونے والا یہ سب سے پہلا اور قدیمی کتب خانہ ہے اس کے بعد مختلف اعزہ واقارب اس طرف متوجہ ہوئے۔ اب الحمد للہ ۱۱ بڑے کتبخانے[1] ہمارے یہاں موجود ہیں جو خالص دینی و درسی علوم وفنون کی نشر واشاعت میں مصروف ہیں۔

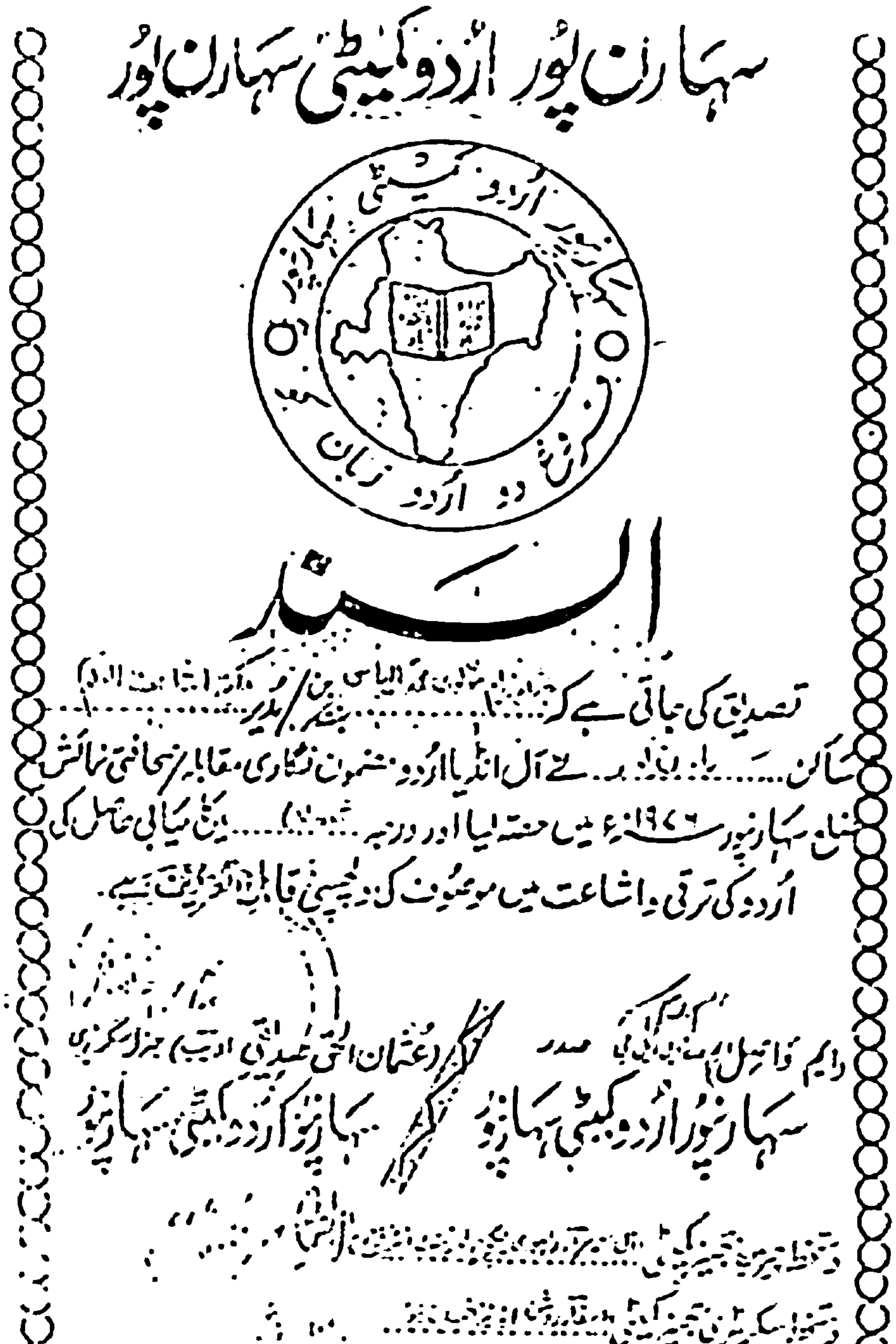
۱۹۷۶ء / ۱۳۹۶ھ میں اردو اکیڈمی سہارن پور کی جانب سے ایک آل انڈیا صحافتی نمائش منعقد ہوئی تھی جس میں کتب خانہ اشاعت العلوم کی مطبوعات بھی رکھی گئی تھیں، اس موقع پر جو تصدیقی سرٹیفکٹ اس کتب خانہ کو دیا گیا وہ شامل کتاب ہے۔

---

[1] یہ گیارہ کتب خانے درج ذیل ناموں سے مشہور ومتعارف ہیں:

۱: کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور	بانی مولانا سید محمد الیاس صاحب		قائم شدہ ۱۳۷۰ھ
۲: کتب خانہ خلیلیہ	سہارنپور	″ ″ ″ محمد عاقل صاحب	″ ۱۴۰۱ھ
۳: کتب خانہ رشیدیہ	″	″ ″ محمد سلمان صاحب	″ ۱۴۱۵ھ
۴: مکتبۃ الشیخ	″	″ مولوی محمد جعفر صاحب	″ ۱۴۱۵ھ
۵: مکتبہ علمیہ	″	″ مولوی محمد سہیل صاحب	″ ۱۴۱۶ھ
۶: مکتبہ انعامیہ	″	″ حافظ محمد احسید صاحب	″ ۱۴۱۸ھ
۷: مکتبہ امدادیہ	″	″ مولوی محمد راشد صاحب	″ ۱۴۱۸ھ
۸: دار الایمان	″	″ مولوی محمد جنید صاحب	″ ۱۴۱۹ھ
۹: مکتبہ ہاشمیہ	″	″ مولوی محمد عمار صاحب	″ ۱۴۱۹ھ
۱۰: مکتبہ یادگار شیخ	″	″ سید محمد شاہد	″ ۱۴۲۲ھ
۱۱: مکتبہ محمودیہ	″	″ مولانا محمد خالد صاحب	″ ۱۴۲۲ھ

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی مشہور و معروف تصنیفات لامع الداری، اوجز المسالک کوکب الدری وغیرہ کے اولین ایڈیشن آپ ہی کی مساعی اور جدوجہد کے بعد دہلی سے شائع ہوئے تھے۔



سہارنپور اردو کمیٹی سہارنپور

السند

تصدیق کی جاتی ہے کہ ... مولوی محمد الیاس ... بن / دختر / بیوی ...
ساکن ... نے آل انڈیا اردو مضمون نگاری مقابلہ / صحافتی نمائش
ضلع سہارنپور سے ۱۹۷۶ء میں حصہ لیا اور درجہ ... میں کامیابی حاصل کی۔
اردو کی ترقی و اشاعت میں موصوف کی دلچسپی قابلِ تعریف ہے۔

صدر
سہارنپور اردو کمیٹی سہارنپور

جنرل سکریٹری
سہارنپور اردو کمیٹی سہارنپور

ایک مرتبہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے استفسار پر آپ نے دہلی کے قیام میں ان کتابوں کی طباعت و اشاعت میں ہونے والی مشغولیت کا ذکر اپنے ایک مکتوب ان الفاظ کے ساتھ کیا تھا۔

"احقر اوجز کی اول، دوم، سوم اور لامع و امانی کی تیسری جلد کی طباعت کے سلسلہ میں جب دہلی جاتا تھا تو اہل پریس کہا کرتے تھے کہ اب پریس ایمرجنسی وارڈ بن جائے گا کیوں کہ وہی لوگ آگئے ہیں اور جو پلیٹیں وہ تیار کرتے تھے قریب کی مسجد میں بھیجدیتے تھے۔ اور میں وہاں بیٹھ کر اور قلم دوات لے کر ہر ہر سطر اور حرف پر نظر ڈالا کرتا تھا اور جہاں ضرورت ہوتی وہاں خود ہی قلم لگاتا تھا اور

اتنے طباعت کا سلسلہ جاری رہتا، صبح کی چائے مرکز میں پی کر بجائے پریس کے مسجد میں پہونچنا ہوتا اور وہیں پلیٹیں پہلے ہی سے رکھی ہوئی ملتی اور پھر عصر تک ان کی دیکھ بھال کا سلسلہ مسلسل رہتا اور عصر پڑھ کر مسجد سے سیدھے نظام الدین کی بس پکڑنا ہوتا۔ پلیٹوں کی دیکھ بھال کے بعد چھپائی جب شروع ہوتی تو اس وقت بھی مشین کے پاس کھڑے ہوکر ہر ہر کاغذ اپنے سامنے چھپوانا ہوا کرتا تھا۔ اب تو یہ باتیں خواب وخیال ہوکر رہ گئیں۔ حضرت والا کی علالت اور انتہائی ضعف کی وجہ سے میں غیر ضروری بات تو کیا، ضروری کو بھی انتہائی اختصار کے ساتھ لکھنا چاہتا تھا لیکن باتیں بات نکلتی چلی آتی ہے۔ (مکتوب بنام حضرتؒ مؤرخہ ۲۲ر جنوری ۱۹۸۱ء)

شوال ۱۳۷۴ھ میں آپ بارادۂ حج بیت اللہ روانہ ہوئے جس کی تفصیلات مولانا مفتی سید محمد یحییٰ صاحب کے تذکرہ میں آچکیں۔ بعد ازاں ۱۴۱۹ھ و ۱۴۲۱ھ و ۱۴۲۳ھ میں بھی برائے ادائیگی حج حرمین شریفین کے سفر کیے۔

مولانا حکیم سید محمد الیاس صاحب کی اولاد میں چار شیر خوار بچے اور بچیاں تو بالکل کم عمری میں ذخیرۂ آخرت بن گئے تھے، بفضلہ تعالیٰ اب جو حیات ہیں وہ یہ ہیں: سید محمد شاہد، مولوی حافظ محمد راشد، مولوی حافظ محمد سہیل، اور مولوی حافظ محمد ساجد سلمہم، نیز تین صاحبزادیاں طاہرہ خاتون، ساجدہ خاتون، زاہدہ خاتون۔

اولاد سے متعلق مزید تفصیلات یہ ہیں:

مولوی حافظ محمد راشد نے حفظ قرآن پاک کے بعد ـــــ درس نظامی کی تکمیل جامعہ مظاہر علوم سے کی۔ جناب اعجاز الحسن صاحب جلال آبادی کی ـــ لڑکی مسماۃ شمع خاتون سے نکاح مسنونہ ہوا اسما خاتون، محمد قاسم، محمد طٰہٰ اور محمد کعب آپ کی اولاد ہیں۔

مولوی حافظ محمد سہیل حافظ قرآن ہیں ۱۴۰۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم کی تکمیل کی، مولانا محمد عاقل صاحب کی لڑکی مسماۃ صالحہ خاتون ان کے نکاح میں ہیں بچوں کے نام یہ ہیں۔ رابعہ خاتون، محمد زید، محمد حمزہ، محمد مصعب۔

مولوی محمد ساجد بھی حافظ کلام پاک ہیں ۱۴۱۶ھ میں کاشف العلوم دہلی سے فراغت پائی ۱۵ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ میں جناب محمد نعیم صاحب خاں جہاں پور کھتولی کی بیٹی مسماۃ فاطمہ خاتون سے نکاح مسنونہ ہوا ایک بیٹا محمد حنظلہ ہے۔

طاہرہ خاتون کی شادی ۱۳۸۸ھ میں مولانا محمد زبیر الحسن ابن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی سے ہوچکی۔ مولوی، حافظ زہیر الحسن سلمہ، مولوی حافظ محمد صہیب مولوی حافظ محمد خبیب سلمہم اور تین صاحبزادیاں مسماۃ عائکہ خاتون، حفصہ خاتون، عاصمہ خاتون ہیں۔

ساجدہ خاتون کی شادی مولوی محمد خالد پسر مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب مرحوم سے ہوئی۔ اولاد یہ ہے؛ مولوی حافظ محمد طارق، مولوی حافظ محمد انس، مولوی حافظ محمد اسامہ اور عائشہ خاتون و ذکیہ خاتون۔

مسماۃ زاہدہ خاتون کی شادی مولوی حافظ محمد عمار بن مولانا اسرائیل صاحب سے ہوئی۔ اولاد یہ ہے؛ حامدہ خاتون، عارفہ خاتون، ضحیٰ خاتون، سارہ خاتون۔

سید محمد شاہد راقم الحروف کی ولادت ۲۶ر ربیع الاول ۱۳۷۰ھ مطابق ۵ر جنوری ۱۹۵۱ء میں اپنے نانا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے دولت کدہ پر ہوئی۔ ۳ر ربیع الثانی مطابق ۱۲ر جنوری یوم جمعہ میں عقیقہ مسنونہ ہو کر دو نام محمد شاہد اور محمد خضر تجویز کیے گئے، بعد میں پہلا نام ہی متعین اور زبان زد ہوا۔

چھ سال بعد ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ ۲۸ر جولائی ۱۹۵۶ء بروز شنبہ حضرت مولانا

شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری کی مجلس مبارکہ میں بموجودگی حضرت شیخ، مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب .... مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب حفظ کلام پاک کی ابتداء ہوئی، اور اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے تین سال آٹھ ماہ کی مدت میں حفظ قرآن کی دولت نصیب ہو کر ۲۸ شعبان ۱۳۷۹ھ ۲۶ فروری ۱۹۶۰ء جمعہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی مجلس میں ختم کلام اللہ کی تقریب منعقد ہوئی۔

ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ میں اپنی خاندانی مسجد مسجد حکیمان میں پہلی مرتبہ تراویح میں کلام پاک سنایا۔

شوال المکرم ۱۳۸۳ھ فروری ۱۹۶۴ء میں جبکہ عمر کا تیرھواں سال تھا، اردو دینیات کتب عربی و فارسی سے تعلیم کا آغاز ہوا، درجۂ ابتدائی عربی و فارسی کی کتابیں چونکہ مستقل استاذ مولانا محمد یامین صاحب کے ذریعہ پڑھی، اس لیے دو سال کی مدت میں ہدایت النحو کافیہ، نورالایضاح تک پڑھ کر ۱۵ شوال ۱۳۸۵ھ ۶ فروری ۱۹۶۶ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں باضابطہ طور پر داخلہ لے کر بحث اسم، قطبی، شرح وقایہ، اصول الشاشی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی شروع سے آخر تک اس احقر کے رفیق درس اور شریک تعلیم رہے۔ چنانچہ ان کا بھی اسی سال ان مذکورہ کتب میں داخلہ ہوا۔

شوال ۱۳۸۹ھ دسمبر ۱۹۶۹ء میں دورہ حدیث پڑھ کر مظاہر علوم سے سند فراغت حاصل کی، اس حساب سے شعبان ۱۳۹۰ھ تکمیل تعلیم کا آخری سال ہے۔

۲۵ شوال ۱۳۸۸ھ ۱۵ جنوری ۱۹۶۹ء بروز بدھ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی صاحب زادی اور حضرت شیخ کی نواسی مسماۃ صادقہ خاتون سے عقد مسنون ہوا، احقر کی اولاد میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جن کے نام بالترتیب یہ ہیں؛ صدیقہ خاتون، حافظ مولوی و مفتی محمد صالح، سودہ خاتون، سمیہ خاتون۔ حافظ محمد یاسر

سلمہم اللہ تعالیٰ۔

صدیقہ خاتون کی شادی ۱۲؍مئی ۱۹۹۷ء میں مولوی حافظ محمد عثمان ابن مولانا سید محمد سلمان صاحب سے اور سودہ خاتون کا نکاح ۱۲؍اکتوبر ۲۰۰۰ء میں مولوی محمد زہیر الحسن ابن مولانا محمد زبیر الحسن ابن حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی سے ہوچکا ہے۔

مولوی محمد صالح الحمدللہ علوم دینیہ سے فارغ ہوکر جامعہ مظاہر علوم کے شعبہ دارالافتاء سے شعبان ۱۴۱۹ھ میں تکمیل کے بعد اب وہیں مفتی بھی ہیں اور استاذ بھی ہیں۔

حافظ محمد یاسر سلمہٗ نے ۱۴۲۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے شعبۂ حفظ سے قرآن پاک مکمل کیا، رمضان ۱۴۲۲ھ میں اپنی خاندانی مسجد مسجد حکیمان میں پہلی مرتبہ تراویح میں کلام پاک سنایا، اور اب یہیں پر ابتدائی عربی و فارسی کتابیں پڑھ رہے ہیں۔

یہ احقر راقم سطور تعلیم سے فراغت کے صرف دو ماہ بعد شوال ۱۳۹۰ھ دسمبر ۱۹۷۰ء میں جامعہ مظاہر علوم میں استاذ عربی مقرر ہوا، درجہ عربی کی مختلف کتابیں پڑھانے کے بعد اب کئی سال سے اپنے اسفار و دیگر مصروفیات بالخصوص تصنیفی سلسلے کے پیش نظر ترجمہ وتفسیر کلام اللہ کو اپنے لیے مختص کرلیا ہے اور الحمدللہ تادم تحریر یہ مبارک درس جاری ہے۔

احقر راقم سطور کو اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے بچپن سے ہی تحریر و ترتیب اور تصنیف و تالیف کا ذوق و شوق حاصل تھا اس لیے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اب بھی لکھنے لکھانے کا سلسلہ کچھ نہ کچھ رہتا ہے۔ میرے اس شوق کو تقویت حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے اس عمل سے بھی ملی کہ آپ نے اپنی بعد عصر کی مجلس میں مجھ سے کتاب سماعت فرمانے کا سلسلہ شروع فرمایا جس کی ابتداء ۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ۱۹؍مارچ ۱۹۶۹ء بدھ میں سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے ہوئی، اس کے بعد سے آخر حیات تک درجنوں کتابیں حضرت شیخ کو سنائیں۔

جامعہ مظاہر علوم میں پڑھنے پڑھانے کے علاوہ مختلف انداز کی مختلف خدمات

بھی انجام دینے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی جن کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں۔ بس اللہ جل شانہٗ ان کو قبول فرمائے۔

۲۶ر شوال ۱۴۰۸ھ (۱۱ر جون ۱۹۸۸ء) میں جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی منعقد ہوا جس میں یہ احقر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ سرپرستان کا رکن نامزد ہوا، بعد ازاں ۶ر شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ر مارچ ۱۹۹۳ء میں اس احقر کو سکریٹری جامعہ مظاہر علوم سہارنپور منتخب کیا گیا، تادمِ تحریر (یکم محرم ۱۴۲۳ھ) احقر اس عہدہ پر خدمات انجام دے رہا ہے۔

تصنیفات و تالیفات

یہ محض فضل خداوندی ہے کہ راقم سطور کو بچپن سے ہی لکھنے پڑھنے کا شوق رہا۔ خاص طور پر کتابوں کا جمع کرنا، ان کا مطالعہ کرنا اور پھر ان پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہنا بچپن کا بہت پسندیدہ مشغلہ تھا۔ چنانچہ ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں مفید الطالبین، اخلاق محسنی وغیرہ پر لکھے گئے، حواشی اور ان کے ترجمے ابھی تک میری ذاتی لائبریری میں محفوظ ہیں پھر عمر کے ساتھ یہ شوق پروان چڑھتا گیا اور آہستہ آہستہ قلم میں نکھار آتا چلا گیا، اور جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی توجہ اس معاملہ میں شامل حال ہوئی، تو پھر پوچھنا ہی کیا، اللہ جل شانہٗ نے بڑی برکت قلم میں رکھ دی۔

اس توجہ کا سب سے پہلا اثر یہ ظاہر ہوا کہ حضرت نے اپنی سب سے اولین تالیف "تاریخ مظاہر" کا ناتمام اور غیر مکمل مسودہ مجھے یہ کہہ کر مرحمت فرمادیا کہ اس کی تکمیل کرو۔ چنانچہ اس کتاب سے میری تصنیفی دنیا آباد ہونا شروع ہوگئی اور میں اچھا خاصا مصنف بن گیا اور اب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جیسے ادیب وصاحب قلم کے یہ جملے میرے حق میں بہت بڑی شہادت اور ضمانت ہیں کہ:

"مولانا شاہد صاحب مظاہری جید عالم، رواں قلم مصنف اور

علمی وتحقیقی ذوق رکھنے والے نوجوان فاضل ہیں۔ مکتوبات علمیہ اور علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات اور تاریخ مظاہر علوم جلد دوم وغیرہ ان کے تصنیفی ذوق اور قلم کی روانی کے شاہد ہیں حضرت شیخ کی ان پر خاص شفقت تھی اور انھیں کی توجہ ومحنت سے شیخ کے کئی قلمی مسودات اور خطوط کے مجموعے منظر عام پر آئے[1]۔

[1] [سوانح حضرت شیخ از حضرت مولانا علی میاںؒ ص ۱۸۱]

یہ احقر اللہ جل شانہ کی اس نعمت جلیلہ پر بیش از بیش شکر ادا کرتے ہوئے اپنی تصنیفات کی فہرست (مع مختصر تعارف) یہاں پیش کرتا ہے۔

(۱) جعلی وصیت نامہ

اپنے اس مختصر کتابچہ میں احقر نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ وصیت نامہ سو سال سے زائد عرصہ سے مختلف ناموں سے مضمون کی تبدیلیوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے اس وصیت نامہ کے سلسلہ میں علمائے کرام اور مفتیان عظام کے فتاویٰ بھی اس کتابچہ میں جمع کیے گئے ہیں۔ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ میں یہ کتابچہ مرتب ہوکر شائع ہوا۔

(۲) مکتوبات شیخ

یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ان گراں قدر مکتوبات کا مجموعہ ہے جن میں سلوک واحسان، اخلاص نفس ذکر کی تلقین دنیا کی زیاں کاری اور آخرت کی نفع مندی کو مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے ۱۳۹۲ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ پاکستان میں متعدد جگہ سے شائع ہوچکی۔

(۳) تاریخ مظاہر

اس کتاب کی جلد اوّل ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء سے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء تک پچاس سالہ حالات پر مشتمل ہے۔ یہ حضرت شیخ کی تصنیف ہے لیکن ترتیب وتکمیل احقر کے قلم سے ہے، اس کے بعد جلد دوم میں پچاس سالہ حالات ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء تک اس احقر کے قلم سے تحریر کردہ ہیں۔ یہ دونوں جلدیں ابواب پر مرتب کرنے کے بجائے سنہ وار ترتیب دی گئیں ہیں تاکہ مظاہر علوم کے ارتقائی

منازل اور تاریخی نشوونما کا بخوبی علم ہو سکے۔ ۱۳۹۲ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔

(۴) تقریر بخاری شریف

یہ تقریر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے درس بخاری کے افادات و فرمودات کا وہ دل آویز بیش قیمت اور عظیم الشان مجموعہ ہے جو متفرق سالوں کے درسی افادات و تقاریر کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے، کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کو درس ہی کے انداز پر قلم بند کیا گیا ہے۔ عبارت آرائی اور مضمون نویسی کی کوشش پوری کتاب میں نہیں ہے۔ ۱۳۹۲ھ میں جلد اول پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ اب تک پانچ جلدیں اس کی شائع ہو چکی ہیں۔ ہندوستان و پاکستان کے بہت سے اداروں کی طرف سے اس کی مسلسل طباعت و اشاعت عمل میں آرہی ہے۔

(۵) تاریخ مشائخِ چشت

یہ کتاب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی تالیف ہے لیکن اس کی تکمیل و ترتیب راقم سطور کے قلم سے ہوئی ہے، اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ تک سلسلۂ چشت کے ۳۴ مشائخ و بزرگان دین کے حالات و واقعات جمع فرمائے گئے ہیں۔ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۸ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

(۶) مکتوبات علمیہ

یہ کتاب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے ان خالص علمی و تحقیقی خطوط کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جن میں آپ سے اہم دینی علمی مسائل و مشکلات میں رجوع کیا گیا اور آپ نے ان کے تشفی بخش جوابات تحریر فرمائے۔ یہ مجموعہ ایک سو تیس مکاتیب پر مشتمل ہے اس میں صحاحِ ستہ کے متعلق بہتّر مکاتیب ہیں اور اٹھاون خطوط متفرق مضامین اور مختلف نوع کے اشکالات اور جوابات پر مشتمل ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں پہلی مرتبہ یہ مجموعہ شائع ہوا، پاکستان میں بھی یہ متعدد مقامات سے شائع ہو چکا۔

(۷) کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تقریباً پچاس زبانوں میں ترجمہ ہونے والی مشہور و معروف کتاب فضائل اعمال پر مختلف اصحاب کی جانب سے ہونے والے اعتراضات اور علمی اشکالات کے مدلل اور مفصل جوابات اس کتاب میں دیئے گئے ہیں۔ جوابات حضرت مصنفؒ کے قلم ہی سے ہیں لیکن ان کی ترتیب و تدوین اِس احقر کی جانب سے ہے۔ کتاب کے شروع میں راقم سطور کے قلم سے پچھتر ۷۵ صفحات پر مشتمل ایک بسیط مقدمہ بھی ہے جس میں کتب فضائل کا تعارف تاریخی حیثیت اور ان کے متعدد تراجم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔ متعدد ناشرین کتب نے پاکستان میں بھی اس کو شائع کیا ہے۔

(۸) اکابر کے خطوط

یہ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، شاہ عبدالرحیم رائپوری مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالقادر رائپوری مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے منتخب اکیاسی خطوط کا مجموعہ ہے۔ کتاب کے اخیر میں احقر کے قلم سے ڈھائی سو سے زائد حواشی بھی لکھے گئے ہیں جو ان خطوط میں مذکور کم وبیش ایک سو افراد و اشخاص کے مختصر حالات اور دیگر بہت سے افادات و تشریحات پر مشتمل ہیں۔

(۹) جامعہ مظاہر علوم اہل کمال کی نظر میں

جامعہ مظاہر علوم میں علماء و خواص ہمیشہ تشریف لاتے رہے اور کتاب المعائنہ میں اپنے دلی تاثرات اور جذبات ہمیشہ لکھتے رہے ہیں۔ احقر کے دل میں جدید اسلوب کے ساتھ ان معائنہ جات کی ترتیب اور طباعت کا داعیہ پیدا ہوا۔ چنانچہ جمادی الثانیہ ۱۳۹۸ھ (مئی ۱۹۷۸ء) میں کتاب کا پہلا ایڈیشن بہترین اور عمدہ انداز سے معیاری کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہوا۔ بعد میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ انگلینڈ سے شائع ہوا۔

(۱۰) آئینہ مظاہر علوم

یہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مختصر تاریخ، اس کے نشو و نما اور کمال ارتقاء کی ضروری تفصیلات کے

ساتھ اس کی جملہ عمارتوں کے فوٹو محل وقوع، سنین تعمیرات کا دلکش مرقع ہے۔
شعبہ تنظیم ابنائے قدیم جامعہ مظاہر علوم کی جانب سے پہلی مرتبہ ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔

(۱۱) علماء مظاہر علوم اور انکی علمی و تصنیفی خدمات

اس تالیف کا آغاز ۷ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ (۷ مارچ ۱۹۷۶ء) کو مدینہ طیبہ میں اس وقت ہوا جب کہ یہ احقر مخدوم العالم نور اللہ مرقدہ کی زیر تربیت وہاں مقیم تھا۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے، باب اول میں جامعہ مظاہر علوم کا مفصل و مستند تاریخی تذکرہ ہے، باب دوم میں ایک سو سترہ علماء وفضلاء کے حالات اور ان کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات وتالیفات کا بھرپور اور مکمل تعارف ہے۔ باب سوم ان اکیاون علمی، ادبی، مذہبی اخبارات ورسائل اور جرائد کا مکمل تعارف ہے جو جامعہ مظاہر علوم کے اہل قلم علماء وفضلاء کی زیر ادارت شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں کتاب کی جلد اوّل اور ۱۴۰۳ء مطابق ۱۹۸۳ء میں جلد دوم شائع ہوئی۔

(۱۲) مقدمہ فتاویٰ خلیلیہ

قدوۃ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کے تحریر کردہ فتاویٰ کا ایک وقیع مجموعہ بنام فتاویٰ خلیلیہ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے طبع ہوا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی اور راقم سطور محمد شاہد کے قلم سے اس کتاب پر تین مقدمے تحریر کیے گئے، پہلا اور دوسرا مقدمہ تین تین صفحات پر اور تیسرا مقدمہ پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ راقم سطور کا یہ مقدمہ اس اعتبار سے مبسوط اور مفصل ہے کہ اس میں دس عنوانات قائم کر کے صاحب فتاویٰ کی ایک جامع اور مستند تاریخ حیات لکھ دی گئی ہے۔ ۱۴۰۲ھ میں پہلی مرتبہ یہ شائع ہوا۔

(۱۳) معارف شیخ

حضرت شیخ رح کے علمی افادات و معارف کا یہ مجموعہ درج ذیل چھ اہم مضامین پر مشتمل ہے۔

- امارت شرعیہ کی حقیقت و اہمیت اور اس کے اصول و قوانین۔
- حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔
- حدیث غزوہ قسطنطنیہ اور مغفرتِ یزید۔
- اسلام لانے کا طریقہ۔
- جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے لیے زریں ہدایات و قیمتی مشورے۔
- استدراک رسالہ اختلاف الائمہ۔

ان تمام مضامین پر احقر کی جانب سے الگ الگ مقدمے اور ان کا موضوعاتی تعارف سنہ تالیف وغیرہ لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ ہر مضمون کا پس منظر اور اس کی وجہِ تالیف قارئین کے علم میں آجائے۔ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں پہلی مرتبہ یہ کتاب شائع ہوئی، پاکستان سے بھی اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے۔

(۱۴) کچھ قیامتیں کچھ وضاحتیں

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور سے تعلق رکھنے والے اصحاب کے لیے یہ ایک مضبوط اور ایک وقیع دستاویز ہے جو ہنگامے کے دور میں لکھی گئی اور حق شناس احباب کے لیے مدرسہ کے اندرونی خلفشار و انتشار کو صحیح تناظر میں دیکھنے کے لیے بہت مفید و معین ثابت ہوئی۔ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء میں پہلی مرتبہ مصنف کے پتہ سے شائع ہوئی۔

(۱۵) مجلس شوریٰ سرپرستان مظاہر علوم سہارنپور

واقعات اور نظائر کی روشنی میں

مظاہر علوم سہارن پور کے قبضہ ناجائزیہ میں ادارہ کے سابق ناظم مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کی جانب سے یہ ثابت کرنے کوشش کی گئی ہے کہ

مجلسِ شوریٰ صرف ایک مشاورتی کمیٹی ہے انتظامی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ جلال آبادی کی جانب سے بھی ایک کتاب اس موضوع پر تالیف ہوئی جس میں اس تاثر وتخیل کو تقویت پہونچائی گئی کہ مجلس شوریٰ صرف مشاورتی کمیٹی ہے اور مدارس کے ناظم ہی امیر مطلق ہوتے ہیں، یہ نظریہ اور طرزِ فکر چونکہ مظاہر علوم سہارن پور کی سوا سو سالہ تاریخ کے یکسر خلاف تھا اس لیے ــــ راقم الحروف نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور "مجلس شوری سرپرستان مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور واقعات اور نظائر کی روشنی میں" ترتیب دے کر اس حقیقت کے لیے ناقابل تردید شواہد فراہم کیے کہ مجلس شوریٰ ہی ہیئت حاکمہ ہے اور مظاھر علوم کی سوا سو سالہ تاریخ یہ تبلاتی ہے کہ یہاں ہر ناظم اس کی شوریٰ کے تابع رہا ہے۔

۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء میں اس کتاب کا پہلا اور ۱۴۲۳ھ میں دوسرا ایڈیشن وقیع اور بیش قیمت اضافوں کے بعد شائع ہوا۔

(۱۶) تذکرہ دانشوران سہارنپور

شہر سہارنپور کی مشہور علمی و دینی شخصیت حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحبؒ کے اجداد اور ان کے اخلاف پر یہ کتاب ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں لکھی گئی اور جس کا دوسرا ایڈیشن اب قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

(۱۷) حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات

یہ کتاب راقم سطور کے قلم سے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں مرتب ہوئی اور یہ حضرتؒ پر شائع ہونے والی سترہ ۱۷ کتابوں کا عطر مجموعہ ہے۔ یہ کتاب آپ کی ملکوتی صفات طریقۂ اصلاح وتربیت فیض تاثیر اور سلوک ومعرفت پر مشتمل صدہا واقعات کا دلچسپ اور بیش قیمت مجموعہ ہے۔

(۱۸) تین مرحومہ صاحبزادیاں

یہ کتاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تین صاحبزادیوں یعنی محترمہ خالہ زکیہ صاحبہ (اہلیہ محترمہ مولانا محمد یوسف صاحب) محترمہ خالہ ذاکرہ صاحبہ (اہلیہ محترمہ مولانا محمد انعام الحسن صاحب) اور محترمہ خالہ شاکرہ صاحبہ کی دینی زندگی کے روشن پہلو اور حضرت شیخ رح کی طرف سے ان کی تربیت کے قابل قدر واقعات پر مشتمل ہے۔ ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

(۱۹) رشحات قلم

یہ کتاب عالی جناب حافظ صغیر احمد صاحب لاہور پاکستان اور راقم محمد شاہد کی مشترکہ تصنیف ہے اس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیفات اور وہ کتابیں جو آپ کے حکم سے لکھی گئیں اور وہ کتابیں جو آپ کے حالات وسوانح پر لکھی گئیں جمع کر دی گئیں۔ ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

(۲۰) حیات مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ

دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم مظاہر علوم سہارن پور کے فرزند جلیل مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کے حالات و واقعات، روحانی ارتقاء، علمی کمالات و مجاہدات کا یہ دل پذیر تاریخی مجموعہ شعبان ۱۴۱۳ھ مطابق فروری ۱۹۹۳ء میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔

(۲۱) فہرست تالیفات شیخ

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی عالمی اور بین الاقوامی سطح پر شائع ہونے والی مختلف و متنوع عربی و اردو تصنیفات و تالیفات کا تفصیلی تعارف اور مکمل و بھرپور جائزہ اور ان کے محققانہ و محدثانہ رشحات قلم اور شاہکار نقوش کا مبسوط تذکرہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے جو کتابیں غیر مطبوعہ (قلمی) ہیں اس کے ایک ایک صفحہ کا عکس لگا دیا گیا ہے، نیز جس قدر ملکی و غیر ملکی زبانوں میں حضرتؒ کی تصنیفات شائع ہو چکی ہیں انکی تفصیلات

کے ساتھ ساتھ ان کے بھی ایک ایک صفحہ کا عکس کتاب میں موجود ہے۔

یہ کتاب ۲۲×۱۸/۸ سائز کی تین جلدوں پر مشتمل ہے اور مجموعی صفحات (۱۲۷۶) ہیں۔ طباعت واشاعت کے بعد اس کتاب نے علمی و دینی حلقوں اور دنیا بھر میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متوسلین ومسترشدین میں اپنی عمدہ اور بہترین شناخت قائم کی اور قارئین نے کتاب کو ایک عظیم کارنامہ قرار دے کر حضرت شیخ کے علمی مقام کو پہچاننے کے لیے اس کا مطالعہ بیحد اہم اور مفید قرار دیا۔ ہندوستان و پاکستان کے ۳۵ جید علماء اور دس ممتاز علمی مجلات ورسائل نے اس کتاب پر تحسین و تبریک سے بھرپور تبصرے لکھے ہیں۔ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

(۲۲) سوانح مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی

یہ سوانح تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے

پہلی جلد میں آپ کے سوانح حیات خاندانی حالات، حج وعمرہ کی تفصیلات ہیں؛ دوسری جلد میں آپ کے دوسو بیس تبلیغی ودعوتی اسفار اور ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماعات کی روداد پیش کی گئی ہے۔ تیسری جلد آپ کے یورپ، افریقہ امریکہ نیز ممالک عربیہ واسلامیہ کے دعوتی اسفار نیز آپ کی دعوتی بصیرت کمالات وخصوصیات، اخلاق وعادات؛ سانحہ وفات اور تعزیتی پیغامات وتاثرات پر مشتمل ہے۔ تینوں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۵۵۸ ہیں۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے وقیع اور بیش قیمت مقدمہ کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو اللہ تعالے نے بیحد مقبولیت اور قبولیت عطا فرمائی۔ اور مختصر سے عرصہ میں اپنے قارئین کی طلب و خواہش پر دنیا بھر میں پہونچ گئی۔

۞

(۲۳) **دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک** حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ

کے ۳۲ سالہ دور امارت میں ہونے والے تبلیغی اور دعوتی عمل کا ایک وسیع اور عمیق جائزہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے، یہ کتاب آپ کے احساسات و خیالات ملفوظات و فرمودات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع اور مستند مجموعہ ہے۔ عربی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں یہ کتاب منتقل ہو چکی۔ مزید دیگر زبانوں جیسے گجراتی، بنگالی اور ملیالم زبانوں میں بھی اس کتاب کے تراجم ہونے کی اطلاعات ہیں ۱۴۱۹ھ میں پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ پاکستان میں بھی متعدد ادارے اس کو شائع کر چکے۔

(۲۴) **تخصص حدیث شریف** خدمت حدیث شریف میں، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کا جو عظیم الشان مقام و مرتبہ رہا

ہے اس کے پیش نظر اس احقر نے صفر ۱۴۱۳ھ (اگست ۱۹۹۲ء) میں اراکین شوریٰ کے سامنے شعبہ تخصص حدیث شریف کے قیام کی تجویز رکھی جس کو حضرات اراکین شوریٰ نے خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ قبول فرما کر اس کے اصول و ضوابط اور دستور العمل وغیرہ مرتب کرنے کا حکم دیا اور الحمد للہ شوال ۱۴۱۵ھ سے باقاعدہ طور پر اس شعبے کا عملی آغاز ہوا۔

رجب ۱۴۲۱ھ میں احقر نے یہ کتاب مرتب کی جس میں اس شعبے کا تعارف اصول و ضوابط اور پنج سالہ خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا۔ شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ مظاہر علوم سے یہ کتاب شائع ہو چکی۔

(۲۵) **حیات شیخؒ** یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی حیات پر ایک مفصل اور مبسوط کتاب ہے جو اس وقت زیر قلم ہے۔

اندازہ یہ ہے کہ یہ چھ جلدوں میں مکمل ہوگی ۔ یہ سیرت و سوانح کے عام طرز سے ہٹ کر ابواب و عنوانات کے بجائے سنین کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے اور اس میں تمام مآخذ و معلومات وہ ہیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں حضرتؒ کی کتاب تاریخ کبیر اور دوسرے بہت سے علمی خطوط و مقالات بھی اس کتاب میں شامل ہیں ۔

(۲۶) ماہنامہ یادگار شیخ سہارنپور

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے علوم و معارف کو عام کرنے اور آپ کی دینی و مذہبی خدمات کی ترویج و اشاعت کی غرض سے احقر راقم سطور نے اس اخبار کا اجراء، یکم رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ مطابق ۸ر اپریل ۱۹۸۹ء میں کیا تھا تاریخ مسطورہ میں اس کا اجراء سہارنپور سے عمل میں آیا ۔ یہ شروع میں بڑے سائز کے آٹھ صفحات پر ہر پندرھویں دن شائع ہوتا تھا ۔ نو سال تک اسی انداز سے شائع ہونے کے بعد محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مئی ۱۹۹۷ء سے اس کو رسالہ کی شکل میں بدل کر ماہنامہ کر دیا گیا ۔ اب یہ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے چوبیس صفحات پر شائع ہو رہا ہے، اور آج الحمد للہ اس کی اشاعت کو چودہ سال پورے ہو گئے ہیں ۔

(۲۷) ماہنامہ یادگار شیخ کا حضرت جی نمبر

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں اور ان کی اس راہ کی محنت و جد و جہد کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ خاص نمبر ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء) میں احقر نے مرتب کر کے شائع کیا تھا ۔ یہ خاص نمبر بارہ مختلف اور متنوع مضامین پر مشتمل ہے، پہلے مضمون کا عنوان "مہد سے لحد تک" ہے ۔ اس میں حضرت مرحوم کی دعوتی جد و جہد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی تابناک حیات کا مختصر طور پر سند وار ایک اجمالی خاکہ اور جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔ اسکے صفحات (۱۸۲) ہیں اور سائز ۲۰×۲۶/۸ ہے، پاکستان میں اس کی خوبصورت طباعت ہو چکی ہے ۔

قال الله تبارك وتعالى

وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

تقریر بخاری شریف (اردو)

من

إفادات العلامة المحدث الكبير بركة العصر ريحانة الهند
صاحب الفضيلة الشيخ الحاج الحافظ مولينا محمد زكريا
شيخ الحديث بمدرسة مظاهر العلوم سهارنپور يوپی (الهند)
ثم المهاجر المدنی قدس سره

الناشر
مکتبۃ الشیخ ۳۶۷/۱۱۱ بہادر آباد … کراچی

قال الله تبارك وتعالى

وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

تقریر بخاری شریف (اردو)

من

إفادات العلامة المحدث الكبير بركة العصر ريحانة الهند
صاحب الفضيلة الشيخ الحاج الحافظ مولينا محمد زكريا
شيخ الحديث بمدرسة مظاهر العلوم سهارنپور يوپی (الهند)
ثم المهاجر المدنی قدس سره

الناشر
دار الاشاعت

عکسی ہو بہو ایڈیشن بعد تصحیح اغلاط کتابت

ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْن

تاریخ مشائخ چشت

تالیف

برکۃ العصر قطب العالم عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا المہاجر المدنی قدس سرہٗ مصنف کی سب سے پہلی تالیف ہے جو ۱۳۴۹ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تک اپنے سلسلہ کے بیالیس ۴۲ مشائخ کے حالات وغیرہ وغیرہ جمع کئے ہیں۔

ناشر

مکتبہ شیخ زکریا مفتی اسٹریٹ سہارنپور (یوپی)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْن

تاریخ مشائخ چشت

تالیف

برکۃ العصر قطب العالم عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا المہاجر المدنی قدس سرہٗ مصنف کی سب سے پہلی تالیف ہے جو ۱۳۴۹ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تک اپنے سلسلہ کے بیالیس مشائخ کے حالات وغیرہ وغیرہ جمع کئے ہیں۔

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۳۶۷ - بہادر آباد - کراچی - ۵

Masha-ikh -e- Chist

BY:
HADHRAT SHAIKHUL HADITH MAULANA
MUHAMMAD ZAKARIYYA (R.A.)

TRANSLATED BY:
MUJLISUL ULAMA OF SOUTH AFRICA
P.O. BOX 3393 PORT ELIZABETH 6056
REP. OF SOUTH AFRICA

مکتوباتِ علمیہ

حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دام مجدہٗ العالی

کے علمی خطوط کا بیش بہا خزانہ جو صلاح رشد کے متعلق مراسلات کے علاوہ متفرق مضامین اور مختلف نوع کے اشکالات کے مفصل جوابات پر مشتمل ہے

جامع و مرتب

مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری

ناشر

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

سلسلہ مطبوعات ادارہ (۳۲)

مکتوبات علمیہ

(یعنی)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دام مجدہ العالی کے علمی خطوط کا وہ بیش بہا خزانہ جن میں صحاح ستہ کے متعلق بہتر سوالات جمع کیے گئے ہیں، اسکے علاوہ اٹھاون خطوط متفرق مضامین اور مختلف نوع کے اشکالات پر مشتمل ہیں، اس طرح سے یہ جلد اول ایک سو تیس مکاتیب پر مشتمل ہوگی۔

(ترتیب)

مولوی محمد شاہد سہارنپوری

(ناشر)

کتب خانہ اشاعۃ العلوم محلہ مفتی سہارنپور یوپی

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

یعنی

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی شہرہ آفاق تصنیفات
فضائل قرآن، رمضان، تبلیغ، حکایات صحابہ، نماز، ذکر، حج، صدقات، درود شریف پر کیے جانے والے اشکالات کا جواب اور ان کے خالص علمی و تحقیقی جوابات

مقدمہ اور ترتیب	از قلم
محمد شاہد سہارنپوری	حضرت اقدس شیخ الحدیث
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مولانا محمد زکریا صاحب

ملنے کے پتے

① شارق بک ڈپو ... کراچی
② اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
③ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
④ مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

یعنی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی شہرہ آفاق تصنیفات

فضائل قرآن — رمضان — تبلیغ — حکایات صحابہ — نماز — ذکر — حج — صدقات

اور درود شریف پر کیے جانے والے اشکالات کا جواب اور ان کے خالص علمی و تحقیقی جوابات

مقدمہ و ترتیب	از قلم
مولانا محمد شاہد سہارنپوری	قطب عالم حضرت شیخ الحدیث

ناشر

مکتبہ شیخ زکریا مفتی اسٹریٹ سہارنپور (یوپی)

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

یعنی

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی

شہرہ آفاق تصنیفات

فضائل قرآن، رمضان، تبلیغ، حکایات صحابہ، نماز، ذکر، حج، صدقات، درود شریف پر کیے جانے والے اشکالات کا جواب اور ان کے خالص علمی و تحقیقی جوابات

مقدمہ اور ترتیب	از قلم
محمد شاہد سہارنپوری	حضرت اقدس شیخ الحدیث
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	مولانا محمد زکریا سہارنپوری

مکتبہ خلیل

غزنی سٹریٹ یوسف مارکیٹ اردو بازار لاہور

علمائے مظاہر علوم سہارنپور

اور

انکی علمی و تصنیفی خدمات

سید محمد شاہد سہارنپوری

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

فتاویٰ مظاہر علوم

جلد اول

المعروف به

فتاویٰ خلیلیہ

یعنی قدوۃ العلماء، زبدۃ الفقہاء، تاج المحدثین، سراج الناظرین حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری و مہاجر مدنی قدس سرہ کے تحریر فرمودہ و تیع فتاویٰ کا مستند مجموعہ

(حسبِ ارشاد)

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، مرشد عالم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم

(ترتیب و تبویب)

سید محمد خالد، سہارنپوری

(شائع کردہ)

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

قال اللہ تبارک و تعالیٰ

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

فتاویٰ مظاہر علوم

جلد اول

المعروف به

فتاویٰ خلیلیہ

یعنی

قدوۃ العلماء، زبدۃ الفقہاء، تاج المحدثین سراج الناظرین

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری

و مہاجر مدنی قدس سرہ کے تحریر فرمودہ وتیع فتاویٰ کا مجموعہ

حسبِ ارشاد

بقیۃ السلف حجۃ الخلف مرشد عالم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور نے شائع کیا

پاکستان میں ناشر

مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

نام کتاب

فتاویٰ مظاہر علوم جلد اول (فتاویٰ خلیلیہ)

بامتثالِ امر

حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ

ترتیب و تبویب

حضرت مولانا مفتی سید محمد خالد صاحب

فاضل مظاہر علوم سہارنپور

پیش لفظ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی زاد مجدہٗ

کلماتِ طیبات

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب زاد مجدہٗ

مفتی اعظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مقدمہ و تعارف

حضرت مولانا محمد شاہد صاحب

طبع ———

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت، جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور

پاکستان میں ناشر

مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵ بہادر آباد کراچی

معارفِ شیخ رح

جلد اوّل

حضرت اقدس قطب الاقطاب شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا صاحب رح کے
علمی افادات و معارف کا بیش قیمت اور
وقیع مجموعہ

ترتیب و تقدیم
سید مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہ

ناشر مکتبۃ الشیخ رح ۳۶۷/۲ بہادر آباد۔ کراچی

مجلس شوریٰ سرپرستان

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

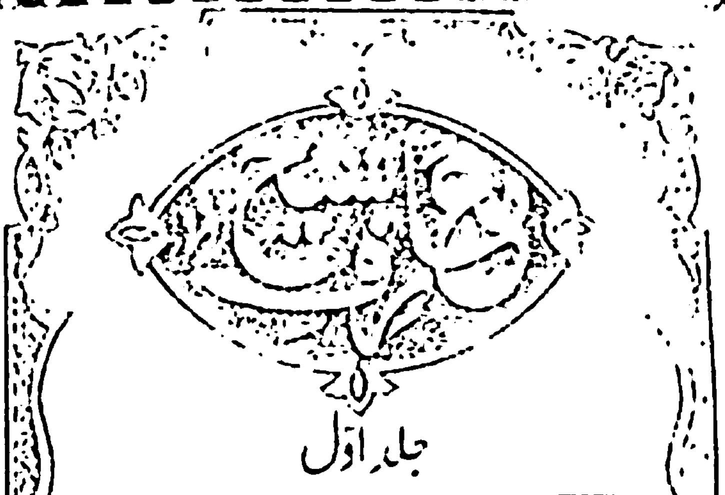
واقعات اور نظائر کی روشنی میں

حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری
شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی
حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمہم اللہ
جیسی عظیم بنیادی اور مرکزی شخصیتوں کے فیصلے۔
مجلس شوریٰ اور اہتمام کے موضوع پر یہ کتاب آپ کو اس صدی کے ممتاز علماء
اور حاملین قرآن و سنت کے نظریات و افکار سے بخوبی واقف کرائے گی۔

تالیف ـــــ سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور



کچھ قیامتیں

کچھ وضاحتیں

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے تعلق رکھنے والے
اصحاب کیلئے ایک مضبوط اور وقیع دستاویز

پیش کش ـــــ

سید محمد شاہد سہارنپوری

محلہ مفتی ـــ سہارنپور

رشحاتِ قلم

یعنی

- وہ کتابیں جو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کی تصنیف فرمودہ ہیں
- وہ کتابیں جو حضرت شیخ کے حکم سے ترتیب دی گئیں
- وہ کتابیں جو آپ کے حالات و سوانح پر لکھی گئیں

ترتیب
جناب الحاج (حافظ) صغیر احمد صاحب
لاہور ۔۔۔ پاکستان

نظرثانی و اضافات
مولانا محمد شاہد صاحب
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

ناشر
ادارہ معارف شیخ ۔ محلہ مفتی سہارنپور یوپی پن ۲۴۷۰۰۱

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم
مظاہر علوم سہارنپور کے فرزند جلیل

حضرت مولانا
مفتی محمود الحسن
صاحب گنگوہی

حالات اور واقعات زندگی کا
ایک تاریخی تذکرہ

از قلم
سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر
دفتر یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور یوپی
پن ۲۴۷۰۰۱

فہرست
تالیفاتِ شیخ

شیخ المحدثین امام العارفین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کی مختلف و متنوع تالیفات کا مفصل تعارف اور ان کے [illegible] رشحاتِ قلم [illegible] تذکرہ

جلد اول

از قلم
سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر
دفتر یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور (یوپی) ۲۴۷۰۰۱

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث

حضرت مولانا

محمد انعام الحسن کاندھلوی

عالم انسانیت کی وسیع ترین تحریک دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کے تبلیغی و دعوتی اسفار، میوات کے اصلاحی دورے اور ہندوستان بھر میں ہونے والے تبلیغی اجتماعات، تاج المساجد بھوپال ——— اور پاکستان، بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماعات کی مستند روداد۔
اس جلد میں آپ کے (۲۲۰) سفروں کی تفصیلات واضح اور کشادہ انداز میں آگئی ہیں۔

مع مقدمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی زاد مجدہ

تالیف : سید محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

ناشر

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث

حضرت مولانا

محمد انعام الحسن کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ

عالم انسانیت کی وسیع ترین تحریک "دعوت و تبلیغ" کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کے سوانح حیات، خاندانی حالات، ابتدائی دور کے مجاہدات، حج اور عمرے اور آپ کے دور امارت میں عالمی سطح پر ہونے والے تبلیغی کام اور دعوتی خدمات کا تاریخی جائزہ اور مبسوط تذکرہ۔

جلد اول

تالیف

سید محمد شاہد غفرلہ

ناشر

مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور

پاکستان میں ملنے کا پتہ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث

حضرت مولانا

محمد انعام الحسن کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ

عالم انسانیت کی وسیع ترین تحریک "دعوت و تبلیغ" کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کے سوانح حیات، خاندانی حالات، ابتدائی دور کے مجاہدات، حج اور عمرے اور آپ کے دور امارت میں عالمی سطح پر ہونے والے تبلیغی کام اور دعوتی خدمات کا تاریخی جائزہ اور مبسوط تذکرہ

جلد اول

تالیف

سید محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

مکتبہ رحمانیہ | اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار | لاہور

دعوت کی بصیرت اور اُس کا فہم و اِدراک

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے تیس سالہ دورِ امارت
میں ہونے والے وسیع اور عمیق دعوتی عمل کا مطالعہ و جائزہ
نیز آپ کے احساسات، خیالات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک مشترک مرقع جس کے
مطالعہ سے آپ کے دعوتی ذہن کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آجاتی ہے۔

از

سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ ۰ اردو بازار ۰ لاہور

دعوت کی بصیرت اور اُس کا فہم و ادراک

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے تیس سالہ دورِ امارت
میں ہونے والے وسیع اور عمیق دعوتی عمل کا مطالعہ و جائزہ۔
نیز آپ کے احساسات، خیالات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک مشترک مرقع
جس کے مطالعہ سے آپ کے دعوتی ذہن کی ایک جھلک قارئین
کے سامنے آجاتی ہے۔

از

سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر

مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور (یوپی) انڈیا

हज़रत जी मौलाना मोहम्मद इनआमुल हसन
साहिब कांधलवी रहमतुल्लाहि अलैह
की

दावत व तब्लीग़ की बारीकी व गहराई

- लेखक -
मौलाना सय्यद मुहम्मद शाहिद
सहारनपुरी

بصيرة الدعوة
و فهمها و إدراكها

دراسة و استعراض للعمل الدعوي العميق الوسيع الذي تم في عهد إمارة حضرت جي الثالث سماحة الشيخ محمد إنعام الحسن الكاندهلوي رحمه الله تعالى الممتدة على اثنتين و ثلاثين سنة ، و وثيقة قيمة لانطباعاته و آرائه و أفكاره و لفهمه للدعوة و البصيرة فيها .

تأليف

السيد محمد شاهد السهارنفوري
أمين عام جامعة مظاهر علوم سهارنفور
الولاية الشمالية (الهند)

قامت بالطبع و التوزيع
مكتبة الشيخ التذكارية محله مبارك شاه
سهارنفور الولاية الشمالية ، الهند)
MAKTABA YAADGAR-E-SHAIKH
MOHALLA MUBARAK SHAH, SAHARANPUR -247 001 U.P.

Insight into Dawah

and

Its Understanding & Cognition

A study and review of the extensive and profound [illegible] work in the thirty two years tenure of [illegible] III, [illegible]. Moreover a precious collection of his feelings and [illegible] about the work of [illegible] its understanding and [illegible]. A perusal of which presents before the reader a glimpse of his tenure of [illegible]

– [illegible] –

MAKTABA YAADGAR-E-SHAIKH
Mohalla : Mubarak shah
SAHARANPUR (U.P.) 247001

ماہنامہ
یادگارِ شیخ سہارنپور
خاص نمبر

بیاد
حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی

شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ، محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
مطابق جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی ۱۹۹۹ء
شمارہ نمبر ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲

مرتب
سید محمد شاہد سہارنپوری

مکتبہ یادگارِ شیخ محلہ مفتی سہارنپور یوپی

۷۸۶

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا
ایک
اہم علمی شعبہ

تخصص فی الحدیث الشریف

تعارف — اصول و ضوابط
— اور —
پنج سالہ خدمات کا تفصیلی جائزہ

از قلم
مولانا محمد شاہد سہارنپوری
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر
شعبہ نشر و اشاعت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
(یوپی)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کے علوم و معارف کا ترجمان

ماہنامہ یادگار شیخ سہارنپور

شمارہ نمبر		جلد نمبر
۱۹۶/۱۹۵	یکم محرم و صفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۶/مارچ و ۱۵/اپریل ۲۰۰۲ء	۱۵

زر سالانہ ہندوستان میں...... ۴۰ روپے
فی شمارہ .... ۴ روپے
زر سالانہ پاکستان میں ...... ۱۵۰ روپے
سعودی عرب .... ۲۴ ریال
بنگلہ دیش .... ۱۲۰ ٹکہ

بانی و مدیر

سید محمد شاہد سہارنپوری

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے۔ اگر آپ آئندہ خریداری باقی رکھنا چاہتے ہیں تو مبلغ چالیس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ بصورت دیگر اگلا شمارہ بذریعہ وی، پی ارسال ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہوگا۔

دفتر ماہنامہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور (یوپی)

YADGAR-SHAIKH
MONTHLY-MOHALLA MOFTI
SAHARANPUR 247001 (U.P)

(۳) مولانا محمد اسرائیل صاحب

نو صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۳۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مشہور استاذ حافظ محمد منظور صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا، بعدازاں ۱۳۶۷ء مطابق ۱۹۴۶ء میں جامعہ مظاہر علوم میں داخل ہوکر مسلسل آٹھ سال تک دینی وعربی تعلیم نصاب مدرسہ کے مطابق پڑھی اور ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی، اس کے بعد والد ماجد سے فنِ طب کی متعدد کتابیں پڑھیں اور طویل عرصہ تک ان کے پاس رہ کر اس فن میں مہارت حاصل کرتے رہے۔

۲۱ جمادی الاوّل ۱۳۶۹ھ میں آپ حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔

۲۱ رجب ۱۳۷۴ھ (۱۷ مارچ ۱۹۵۵ء) میں مسجد حکیمان میں آپ کا نکاح حکیم یٰسین صاحب کی صاحبزادی مسماۃ سائرہ خاتون سے ہوا۔ حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ہر فاطمی پر نکاح پڑھایا۔ کم وبیش دس سال یہ آپ کے نکاح میں رہکر مورخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ (۱۸ اگست ۱۹۶۴ء) میں وفات پاگئیں حکیم صاحب موصوف کا دوسرا نکاح مسماۃ شاہدہ بیگم ہمشیرہ قاضی امین الحق صاحب قاضی سلطان اختر صاحب قاضی شہر سہارنپور سے ۱۶ رجب ۱۳۹۲ھ (۲۷ اگست ۱۹۷۲ء) میں ہوا۔ چند سال نکاح میں رہ کر وفات پاگئیں۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔

آپ نے پہلا حج ۱۳۸۳ھ میں اپنے والد محترم کی معیت میں کیا جس کی تفصیلات حضرت والد محترم کے حالات میں اپنے موقع پر آچکیں۔

دوسری مرتبہ ۲۸ شوال ۱۳۹۵ھ (۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء) میں اپنی والدہ محترمہ اور اہلیہ ثانیہ مرحومہ کو لے کر حرمین شریفین گئے، اس حج وزیارت سے یکم صفر ۹۶ھ ۲ فروری ۱۹۷۶ء میں واپسی ہوئی۔

مولانا حکیم اسرائیل صاحب ۳۵ سال تک شہر سہارنپور کی جامع مسجد قدیم کی امامت وخطابت کے عہدہ پر فائز رہے: یہ جامع مسجد شاہجہاں بادشاہ نے ۱۰۵۴ھ میں تعمیر کرائی تھی

۱۹۴۷ء کے بعد اس مسجد اور علاقہ کے اردگرد کے بہت سے مسلم گھرانے نقل مکانی کر گئے تھے جس کی وجہ سے ماحول وحشت ناک بن گیا تھا حکیم صاحب موصوف نے کسی نفع اور دنیاوی لالچ کے بغیر اس مسجد کو اپنی محنت و توجہ کا میدان بنایا اور بڑے اہتمام سے پانچوں وقت نماز پڑھانے کے لیے جانا شروع کیا پھر موقع اور وقت کی مناسبت سے نماز عیدین بھی پڑھانی شروع کردیں جس کی بناء پر مسلمانوں کے ہمت و حوصلہ کو تقویت ملی۔ حکیم صاحب موصوف نے بہت سی تعمیری اصلاحات و اضافے بھی اس مسجد میں کرائے۔ اب آپ کے ضعف و ناطاقتی کے پیش نظر آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولوی قاری سید محمد عمار مظاہری یہاں امام و خطیب متعین ہیں۔

حکیم اسرائیل صاحب کی اولاد میں اہلیہ اولیٰ سے مولوی قاری حماد، مولوی قاری عمار اور دو صاحبزادیاں صابرہ خاتون و عابدہ خاتون ہیں۔ یہاں ان کا تذکرہ مختصر طور پر کیا جاتا ہے:

مولوی قاری محمد حماد کی ولادت ۲۳ر صفر ۱۳۷۶ھ (۳۰ر ستمبر ۱۹۵۶ء) میں اپنے نانا جناب حکیم سید محمد یاسین صاحب مرحوم کے مکان پر ہوئی۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اذان دے کر تحنیک فرمائی، ۱۱ر رمضان ۱۳۸۲ھ ۶ر جنوری ۱۹۶۳ء چہار شنبہ میں موصوف نے پہلا روزہ رکھا جس کا افطار مدرسہ مظاہر علوم میں حضرت شیخ کے دستر خوان پر کیا۔

۱۳۸۳ھ میں حفظ قرآن پاک کا آغاز کیا اور اپنی رغبت شوق اور قوت حافظہ کی وجہ سے مختصر سے عرصہ میں اس کی تکمیل کی، حفظ قرآن کے زمانہ میں بتاریخ ۲۳ر ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ (یکم ستمبر ۱۹۶۴ء) میں جب موصوف مرحوم کا سپارہ والمحصنات حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی مجلس میں شروع ہوا تو مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی بھی تشریف فرما تھے، ان کی دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی۔

شوال ۱۳۹۳ھ میں مظاہر علوم میں عربی دینیات کا آغاز کرتے ہوئے نحو میر، علم الصیغہ

شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو وغیرہ کتابیں پڑھیں، بعد کے سالوں میں آپ نے مظاہر میں جلالین مشکوٰۃ شریف تک پڑھ کر شوال ۱۳۹۸ھ ستمبر ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم دیوبند جا کر درسِ نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے وہاں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ دینی علوم کی تکمیل کے بعد فن طب کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۴۰۰ھ میں اس فن کی بنیادی کتب قانون، میزان الطب وغیرہ پڑھی اور پھر اپنے والد محترم کے ساتھ حکمت وطبابت میں شریک عمل ہو گئے۔

۱۹ر شوال ۱۳۹۶ء (۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۶ء) چہارشنبہ کی نماز عصر کے بعد مسجد موچیان میں بموجودگی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نے پانچ ہزار روپے مہر پر نکاح پڑھایا، یہ نکاح جناب حکیم محمد ذوالنون صاحب مرحوم کی بڑی بیٹی مسماۃ نیر سلطانہ کے ساتھ منعقد ہوا تھا اس رشتہ مناکحت سے ایک لڑکی مسماۃ فرحانہ خاتون یادگار ہے۔

مسماۃ نیر سلطانہ کا مؤرخہ ۷ر صفر ۱۴۰۱ھ ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۰ء میں مختصر علالت کے بعد چنڈی گڈھ ہسپتال میں انتقال ہوا۔

اہلیہ اولیٰ کی وفات کے بعد موصوف کا دوسرا نکاح مسماۃ اسماء خاتون بنت جناب اعجاز الحسن صاحب مرحوم جلال آبادی سے ہوا جن سے یہ اولاد ہے: محمد ضیا، محمد معاذ، محمد حسان، جویریہ خاتون، ماریہ خاتون، عالیہ خاتون۔

قاری محمد حماد صاحب مرحوم کی وفات ۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۷ر فروری ۱۹۹۵ء بروز پیر ہوئی۔ مرحوم نے ماہ مبارک کے ابتدائی دو عشرے حرمین شریفین میں گذارے۔ ۱۰ر رمضان کو اپنے اس سفر عمرہ سے فارغ ہو کر سہارنپور آئے تو معمولی طور پر حرارت و بخار کا سلسلہ شروع ہوا جس نے بہت تیزی کے ساتھ خطرناک رخ اختیار کر لیا ۲۴ ر ۲۵ر رمضان میں ایک ایک یوم کے لیے تاراوتی ہسپتال سہارنپور اور رام منوہر لوہیا ہسپتال دہلی میں زیر علاج رہ کر بالآخر داعی اجل کو لبیک کہا۔

شب میں جنازہ سہارنپور لایا گیا اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بارہ بجے دن اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ مولانا محمد طلحہ صاحب (صاجزادۂ محترم حضرت شیخ الحدیثؒ) نے پڑھائی۔

موصوف شعبۂ قراءت وتجوید جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذہ میں سے تھے خوش الحان تھے اور نہایت تجوید و ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھتے تھے شہر سہارنپور کے جید حفاظ میں ان کا شمار تھا۔ ماہ رمضان المبارک میں شہر کے مختلف مقامات پر ہفتہ عشرہ میں قرآن پاک تراویح میں پڑھنے کا معمول رہا۔

حرمین شریفین میں اپنے دادا جان حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحبؒ کو خواب میں دیکھا فرمارہے ہیں کہ یہ عمرہ تمہیں ایک خاص مقصد سے کرایا گیا ہے، ان کی وفات پر اس خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت مرحمت فرماکر تمام خطایا اور لغزشوں سے پاک وصاف کردیا۔

مرحوم نے صرف ۳۶ سال عمر پائی اور پسماندگان میں اہلیہ اور بچے اور اپنے سینکڑوں تلامذہ بطور یادگار چھوڑے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

مولانا حکیم اسرائیل صاحب کے دوسرے فرزند مولوی قاری محمد عمار ۱۳۹۶ھ میں حفظ قرآن پاک کے بعد ۱۴۱۵ھ میں مظاہر علوم سے فارغ ہوئے، اب شعبۂ قراءت کے استاذ ہیں۔ خوش الحان قاری ہیں۔ آپ کا نکاح مسماۃ زاہدہ بنت مولانا الحاج حکیم الیاس صاحب سے ہوچکا۔

صابرہ خاتون کا نکاح مسنونہ جناب اسعد نفیس پسر جناب شاہ نفیس صاحب محلہ شاہ مدار سہارنپور سے ہوچکا ہے۔ اولاد یہ ہے: خدیجہ خاتون، راشدہ خاتون، مدیحہ خاتون۔

عابدہ خاتون کا نکاح مسنونہ جناب الحاج اعجاز الرحمٰن صاحب حیدرآباد سے بتاریخ ۱۱ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ (۱۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء) ہوچکا۔

مولانا محمد عاقل صاحب

۹؍شعبان ۱۳۵۶ھ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۳۷ء شب پنجشنبہ میں سہارنپور میں آپ کی پیدائش ہوئی

خاندانی دستور کے مطابق قرآن پاک حفظ کیا جس کا آغاز ۲۳؍صفر ۱۳۶۶ھ ۱۶؍جنوری ۱۹۴۷ء جمعرات میں اور اختتام ۱۹؍ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۱۹۵۰ء یکشنبہ میں ہوا۔ تکمیل حفظ کے بعد سب سے پہلی محراب ۱۳۷۲ھ میں اپنی خاندانی مسجد میں سنائی۔ ۲۲؍شوال ۱۳۷۲ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لے کر اول سے آخر تک تمام تعلیم حاصل کی۔ مظاہر علوم سے موصوف کی فراغت شعبان ۱۳۸۰ھ میں ہوئی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ مع تعیین کتب یہ تھے۔ بخاری شریف از حضرت شیخؒ مسلم از مولانا منظور احمد خاں صاحب۔ ابوداؤد از حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ ترمذی ونسائی از مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (شیخ الحدیث مدرسہ) مولانا شجاع الدین حیدرآبادی، مولانا اجتبا الحسن صاحب کاندھلوی آپ کے دورۂ حدیث کے رفقاء میں سے ہیں۔

۱۳۸۱ھ میں آپ نے فنون کی یہ کتابیں پڑھیں۔ اقلیدس، صدرا، رسم المفتی و درمختار، توضیح تلویح، مطول، شمس بازغہ، خلاصۃ الحساب، مسلم الثبوت۔

فنون کی اس جماعت میں آپ اول نمبرات سے کامیاب ہوئے جس پر آپ کو متعدد کتابیں انعام میں دی گئیں۔

آپ بہت ذہین وفطین اور بلند پایہ علمی استعداد کے مالک ہیں اور اس کا اندازہ ذیل میں لکھے ہوئے آپ کے تین سالہ تعلیمی ریکارڈ سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

نتائج بابت امتحان سال ۱۳۷۹ھ: بیضاوی شریف ۲۰½ — ہدایہ ثالث ۲۱۔ مشکوٰۃ ۱۶½۔ مقدمہ مشکوٰۃ ۲۰۔ شرح نخبۃ الفکر ۲۰۔ دیوان حماسہ ۲۱۔

عروض المفتاح ۱۹۔ مدارک ۱۹۔

نتائج بابت سال ۱۳۸۰ھ بخاری شریف ۲۱، ترمذی شریف ۲۰۔
طحاوی شریف ۲۱۔ نسائی شریف ۱۷۔ ابو داؤد شریف ۱۶۔ ابن ماجہ ۲۰۔ موطا امام محمد ۲۰۔
موطا امام مالک ۱۹۔ شمائل ترمذی ۲۰½۔ مسلم ۱۸۔

نتائج بابت سال ۱۳۸۱ھ اقلیدس ۱۸۔ صدرا ۲۰۔ رسم المفتی ۲۱½۔
درمختار ۲۱½۔ توضیح تلویح ۱۶۔ مطول ۲۰۔ شمس بازغہ ۲۰۔ خلاصۃ الحساب ۱۵۔
مسلم الثبوت ۲۱ [1]

علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ حضرت شیخ کے تصنیفی و تالیفی سلسلہ میں ان کے معاون و کاتب بنے۔ مباحث و مضامین کا تتبع اور اس کا لکھنا آپ کے ذمہ کیا گیا آپ کی یہ علمی معاونت حضرت شیخ رح کی وفات تک جاری رہی۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حضرت کی معیت میں مدینہ منورہ کے دو سفر بھی کیے تھے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں طلبہ کے ہونے والے تعلیمی امتحانات کے موقع پر حدیث شریف کی کسی کتاب کا امتحان بھی ہمیشہ آپ سے متعلق رہتا ہے جس کے لیے آپ بہت خوش اسلوبی کے ساتھ سوالات کا پرچہ مرتب کرتے ہیں اور علمی نکات و رموز معلوم کر کے امتحان دینے والے کی ذہنی صلاحیت و استعداد کو پرکھتے ہیں۔ یہاں ۱۳۹۲ھ میں ہونے والے امتحان سہ ماہی کا ایک سوالنامہ (جو ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف سے متعلق ہے) شامل کتاب کیا جاتا ہے۔ یہ سوالنامے بجائے خود آپ کی علمی استعداد اور فنی صلاحیت کے آئینہ دار ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

پرچہ سوالات امتحان سہ ماہی ترمذی شریف بابت ۱۳۹۲ھ

---

[1] روداد مظاہر علوم سہارنپور بابت ۱۳۷۹ھ و ۱۳۸۰ھ و ۱۳۸۱ھ۔

سوال نمبر ۱: عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللّٰھم انی اعوذ بک۔ قال شعبۃ وقد قال مرۃ اخریٰ اعوذ باللّٰہ من الخبث والخبیث او الخبث والخبائث وفی الباب عن علی وزید بن ارقم وحدیث انس اصح شیئٍ فی ھٰذا الباب وحدیث زید بن ارقم فی اسنادہ اضطراب روی ھشام وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ وقال سعید عن القاسم عن زید بن ارقم وقال ھشام عن قتادہ عن زید بن ارقم ورواہ شعبۃ ومعمر عن قتادہ عن النضر بن انس وقال شعبۃ عن زید بن ارقم وقال معمر عن النضر ابن انس عن ابیہ۔

مندرجہ ذیل امور کا جواب لکھیں۔ خبث اور خبائث سے کیا مراد ہے اس دعا کو اس وقت میں پڑھنے کی کیا مصلحت ہے جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں مصرح ہے، امام ترمذی کا قول اصح شئ فی الباب اسی طرح وفی الباب عن فلاں وفلاں سے کیا مراد ہوا کرتی ہے اضطراب فی السند کا حاصل کیا ہے۔

سوال نمبر ۲:۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت من حدثکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائمًا فلاتصدقوہ ما کان یبول الا قاعدًا۔ بول قائمًا میں مذاہب علماء اور روایات کا تعارض دفع فرمائیں۔

سوال نمبر ۳:۔ عن الربیع بنت معوذ بن عفراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح براسہ مرتین بدأ بموخر راسہ ثم بمقدمہ وباذنیہ کلتیھما ظھورھما وبطونھما۔

بدایۃ بموخر الراس کس کا مذہب ہے، اگر حدیث جمہور کے خلاف ہو تو جواب لکھیں (نوٹ) صرف امور مسئولہ کا جواب لکھیں، زائد باتیں لکھنے سے احتراز فرمائیں۔

پرچہ امتحان سہ ماہی ۱۳۹۲ھ مشکوٰۃ شریف

سوال نمبر ۱:۔ عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وھو یعلم انہ لا الٰہ اِلّا اللہ دخل الجنۃ ۔ رواہ مسلم۔

حدیث بالا سے متعلق مندرجہ ذیل امور کے جواب لکھیں۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے لیے نفس علم و معرفۃ کافی ہے حالانکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے بارے میں یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس معرفۃ کافی نہیں (۲) حدیث پاک میں صرف کلمۂ توحید کا ذکر ہے حالانکہ نفس توحید بدونِ تعلق بالرسالہ کے معتبر نہیں (۳) حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ نفسِ ایمان دخولِ جنت کے لیے کافی ہے اعمال کا ذکر ہی نہیں ہے حالانکہ یہ فرقہ مرجئہ کا مذہب ہے، ہر سہ امور کا جواب لکھئے۔

سوال: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوائدۃ والموؤدۃ فی النار۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

حدیث پاک کا مطلب لکھ کر تبلائیں کہ اطفال مشرکین کے بارے میں کیا اختلاف ہے جو حضرات نجات کے قائل ہیں وہ اس حدیث کی کیا توجیہ کرتے ہیں

سوال:۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ فیکم واما الآخر فلو بثثتہ قطع ھٰذا البلعوم

یعنی مجری الطعام۔ رواہ البخاری۔

حدیث پاک کا ترجمہ اور تشریح کیجئے نیز بتلایئے کہ یعنی کا قائل کون ہے ؟ (فقط)

قوت مطالعہ، ذہانت و فطانت اور بلند پایہ علمی استعداد کی وجہ سے طلبہ ابتداء سے ہی مولانا سے متاثر تھے، جس زمانہ میں موصوف مظاہر علوم میں پڑھ رہے تھے اور وہاں کے اساتذہ سے تحصیل علم میں مشغول تھے اس وقت طلبہ کی ایک جماعت نے اپنے طور پر ناظم مدرسہ سے درخواست کی تھی کہ :

"ہم مولانا عاقل صاحب سے باقاعدہ ہدیہ سعیدیہ پڑھنا چاہتے ہیں"

طلبہ کی جانب سے "ایک طالب علم" کے حق میں اس قسم کی درخواست اس خاندان والاشان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔

حضرت شیخ زاد مجدہ نے اپنے روزنامچہ میں اس تقرر کی کیفیت تحریر فرماتے ہوئے آخری سطور میں لکھا ہے :

"یہ پہلا سبق ہے جو عزیز موصوف کے یہاں مدرسہ کی جانب سے شروع ہوا، حق تعالیٰ شانہ، علوم میں برکت فرمائے اور ترقیات سے نوازے"

۳۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ سے آپ مظاہر علوم میں بلامعاوضہ معین مدرس مقرر کیے گئے۔ ایک سال بعد ماہ شوال ۱۳۸۲ھ میں مولانا موصوف باقاعدہ استاذ بنائے گئے، اس پہلے سال میں یہ کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔ شرح تہذیب نور الانوار۔ ۱۳۸۳ھ میں مختصر المعانی، سلم العلوم، نور الانوار کا درس دیا۔

شوال ۱۳۸۵ھ میں پہلی مرتبہ آپ کے یہاں درس جلالین ہوا۔ حضرت شیخؒ اس موقع پر اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں :

"آج ۲۶ رجب ۱۳۸۶ھ ۱۰ رنومبر ۱۹۶۶ء پنجشنبہ میں عزیز عاقل کے

یہاں جلالین ختم ہوئی، یہ ان کے یہاں پہلی مرتبہ تھی، شیرینی کو
عاقل نے روک دیا اور اپنی طرف سے سات مخصوص طلبہ کو فی نفر
ایک روپیہ دیا" (روزنامچہ حضرت شیخ رحمہ اللہ)

ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے شوال ۱۳۸۶ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے اور مشکوٰۃ شریف آپ کے حوالہ کی گئی۔ ۱۳۸۷ھ میں استاذ دورۂ حدیث منتخب ہو کر پہلی مرتبہ ابو داؤد شریف پڑھائی۔ تادم تحریر کم وبیش ۳۵ سال سے ابوداؤد شریف آپ کے زیر درس ہے۔ مختلف سالوں میں مسلم شریف ونسائی بھی آپ کے زیر درس رہی ہے۔

حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی رئیس الاساتذہ مدرسہ کے انتقال کے بعد سے ..... مظاہر علوم کا عہدہ صدارت خالی تھا اس لیے ماہ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ میں مولانا محمد عاقل صاحب مجلس شوریٰ کی قرار داد کے بموجب مظاہر علوم کے رئیس الاساتذہ نامزد ہوئے۔ آپ کو حضرت شیخ زاد مجدہ کی جانب سے اجازت بیعت وخلافت بھی حاصل ہے۔

پہلا سفر حج ۱۳۹۳ھ میں کیا، اس کے بعد متعدد مرتبہ سفر حج وزیارت کر چکے ہیں۔

۸ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۱۹ ستمبر ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی صاحبزادی مسماۃ صفیہ خاتون سے آپ کا نکاح حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ نے پڑھایا۔

فراغت کے بعد حضرت شیخ دام مجدہ کے تصنیفی وتالیفی سلسلہ میں معاون بنے۔ مباحثہ ومضامین کا تتبع اور اس کا املا، آپ کے ذمہ کیا گیا، اس معاونت واعانت کی ابتداء لامع الدراری جلد ثانی سے ہوئی۔ اس کے بعد لامع الدراری جلد ثالث فضائل درود شریف، جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم الابوا

والتراجم وغیرہ کتب لکھی گئیں تو وہ سب آپ کے قلم سے لکھی گئیں۔

ہندوستان کے زمانہ قیام میں گوناگوں مشاغل اور مصروفیتوں نیز مدرسہ کی تعلیمی و درسی خدمات کی بناء پر الابواب والتراجم کی تکمیل میں چونکہ تعویق و تاخیر ہو رہی تھی اس لیے تکمیلِ کتاب کی غرض سے مستقلاً حرمین شریفین کا سفر کیا۔ حضرت شیخ زادمجدہٗ کے دوسرے داماد مولانا محمد سلمان صاحب بھی اسی کتاب کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں مولانا موصوف کے ساتھ مدینہ طیبہ گئے۔

ایک طویل عرصہ تک ان دونوں حضرات نے مدینہ منورہ قیام کرکے اس کتاب کو مکمل کیا۔

مولانا موصوف کے نکاح کا تذکرہ اوپر لکھا جا چکا۔ اس رشتۂ مناکحت سے ہونے والی اولاد یہ ہے:

مولوی محمد جعفر، میمونہ خاتون، مولوی عمیر، صالحہ خاتون، زینب خاتون، حمیرا خاتون حافظ محمد عادل، حافظ محمد عاصم، آمنہ خاتون، امیمہ خاتون، حافظ محمد قاسم۔

مولوی محمد جعفر سلمہ کی ولادت ۲ صفر ۱۳۸۴ھ میں ہوئی۔ ۱۳۹۹ھ میں حافظ قرآن بننے کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دینی تعلیم حاصل کرکے شعبان ۱۴۰۸ھ میں مرکز نظام الدین مدرسہ کاشف العلوم سے فراغت پائی، ۱۵ شوال ۱۴۰۹ھ میں مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی مسماۃ عاتکہ خاتون سے نکاح مسنونہ ہوا۔ موصوف ——— جامعہ مظاہر علوم میں استاذ ہیں۔ متعدد مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہو چکے۔ مکتبہ خلیلیہ کے نام سے ان کا ذاتی کتب خانہ بھی ہے جہاں سے متعدد دینی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا محمد عاقل صاحب موصوف کے باقی صاحبزادگان بھی حفظ قرآن پاک کی تکمیل کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کر چکے ہیں۔

صاحبزادیوں میں میمونہ خاتون کا نکاح مولوی محمد جنید مظاہری سہارنپوری،

سے اور صالحہ خاتون کا مولوی حافظ محمد سہیل سہارن پوری سے، زینب خاتون کا مولوی حافظ محمد جلیل نرولی مراد آباد سے اور حمیرہ خاتون کا مولوی محمد ماجد حسن مظاہری سہارنپوری سے ہو چکا ہے، الحمدللہ سب صاحب اولاد ہیں۔

تصنیفات و تالیفات

تحریری و تقریری طور پر حدیث شریف کی خدمت آپ کا مقصد زندگی اور سرمایۂ حیات ہے، آپ اس مبارک اور اشرف موضوع پر متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں جن کا تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱:۔ مقدمہ الکوکب الدری (عربی)

اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں فصلِ اول میں امام ترمذی کی مختصر مگر معتمد تاریخ اور ان کے مناقب و فضائل ہیں۔ فصل دوم میں جامع ترمذی کے خصائل، امور مرعیہ اور کتب ستہ میں اس کے مقام کی تعیین ہے۔ فصل سوم میں مشائخ ثلاثہ قطب عالم حضرت اقدس گنگوہی رح حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کے حالات واقعات اور ان کی مختصر تاریخ زندگی لکھی گئی ہے۔

رجب سنہ ۱۳۹۴ھ میں حضرت شیخ رح کے ایماء پر یہ مقدمہ لکھا گیا۔ اس کے صفحات (۴۷) ہیں، یہ مقدمہ کتابی شکل میں علیحدہ سے نیز الکوکب الدری علی جامع الترمذی مطبوعہ ٹائپ لکھنؤ کے ساتھ شائع ہو چکا۔ مطبوعہ کتاب کے پہلے صفحہ کا عکس نذرِ قارئین ہے۔

۲:۔ تعریف وجیز عن جامعۃ مظاہر علوم سہارنفور (عربی)

یہ ایک مختصر مگر مفید کتابچہ ہے جو مولانا موصوف نے ترتیب دیا ہے، اس میں مظاہر علوم سہارنپور

کا تعارف، اس کی تاسیس، تعلیم، کتب حدیث، مظاہر علوم کے شعبہ جات وغیرہ کے ساتھ اس کے چند باکمال ممتاز اصحاب علم ورع زہد و تقویٰ فضلاء کا تذکرہ ہے۔

ماہ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ میں یہ لکھا گیا اور مظاہر علوم کے شعبہ نشر و اشاعت کی جانب سے طبع ہو کر وسیع پیمانے پر اس کو پھیلایا گیا۔ اس کے صفحات آٹھ ہیں اور سائز ۲۲×۱۸/۸ ہے۔ پہلے صفحہ کا عکس یہاں دیا جاتا ہے۔

۳:۔ الحل المفہم لصحیح مسلم (عربی) حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے وہ افادات عالیہ جو مسلم شریف کے درس کے دوران قلم بند کیے گئے تھے، حضرت شیخ رح کے یہاں محفوظ تھے حضرت کی خواہش اور تمنا کے مطابق مولانا محمد عاقل صاحب نے ان پر حواشی تحریر فرمائے اور تعلیق و تشریح سے اس کو مزین کر کے حضرت شیخ رح کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور طباعت کا امر صادر فرمایا۔

۳۰×۲۰/۸ سائز کے چھ سو چوالیس صفحات اور دو جلدوں میں یہ علمی کام ماہ صفر ۱۴۰۳ھ میں مکمل ہوا۔ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (اگست ۱۹۹۴ء) میں یہ کتاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان سے بھی شائع ہو گئی۔ ہر دو مطبوعہ کے اولین صفحات کے عکس یہاں دیئے جاتے ہیں۔

۴:۔ الفیض السمائی علی سنن النسائی (عربی) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت شیخ رحمہما اللہ تعالےٰ کے علمی افادات کا یہ مجموعہ مولانا محمد عاقل صاحب نے اپنی تحقیق و تشریح اور تحشیہ کے بعد شائع کیا ہے۔ یہ علمی کام شوال ۱۴۰۳ھ میں مدینہ منورہ میں شروع ہوا۔ اور ماہ رمضان ۱۴۰۵ھ میں ہندوستان (سہارنپور) میں

اس کی تکمیل ہوئی۔ ابھی تک اس کتاب کی ایک ہی جلد شائع ہوئی ہے جو ۲۰×۳۰/۸ سائز کے ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے ـــــ مکتبہ خلیلیہ سہارنپور اور مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی پاکستان سے یہ شائع ہو چکی ـــ یہاں دونوں ایڈیشنوں کے پہلے صفحہ کا عکس دیا جاتا ہے۔

۵:۔ الدر المنضود علی سنن ابی داؤد (اردو)

جامعہ مظاہر علوم میں آج سے تقریباً تیس سال قبل ایک ذی استعداد طالب علم مولانا ثناء اللہ ہزاری باغی (بہار) مولانا عاقل صاحب کے درس ابو داؤد میں شامل ہوئے اور انھوں نے مولانا کے درسی افادات کو بہت اہتمام کے ساتھ قلم بند کیا، ضبط و ترتیب کے اعتبار سے یہ تقریر ایسی جامع تھی کہ دیگر مدارس کے اساتذۂ حدیث نے اس کی نقلیں ذاتی مطالعہ کے لیے تیار کرالیں خود مولانا نے بھی اپنے لیے ایک قلمی نسخہ تیار کرالیا اور بعد کے سالوں میں اس پر مفید اضافے اور حواشی لکھتے رہے یہاں تک کہ اس نسخہ نے تقریر کے بجائے ایک شرح کی صورت اختیار کرلی۔ اب یہ شرح الدر المنضود کے نام سے شائع ہو رہی ہے، عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ اب تک اس کی چار جلدیں ۲۰×۳۰/۸ کے ۱۹۵۵ صفحات پر آچکیں۔ جلد اول کا پہلا ایڈیشن مکتبہ خلیلیہ سہارنپور سے ۱۴۱۳ھ میں شائع ہوا، پاکستان میں یہ کتاب علوم حدیث شریف کے شارح و ناشر جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب مدنی کے زیر اہتمام مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ ہندی و پاکی مطبوعات کے پہلے صفحہ کا عکس یہاں دیا جاتا ہے۔

۶:۔ ملفوظات حضرت شیخ

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کے ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ و ۱۳۹۷ھ کی مجالس کے ارشادات و فرمودات اور ملفوظات کا یہ مجموعہ جوان کے بعض

خلفاء نے مرتب کیا تھا۔ مولانا محمد عاقل صاحب نے نظر ثانی اور تحقیق کے بعد اس کو اپنے مکتبہ سے شائع کیا ہے۔ پاکستان سے یہ مجموعہ مکتبہ الشیخ کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ عکسِ کتاب شاملِ کتاب ہے۔

۷:- مختصر فضائل درود شریف حضرت شیخ کی شہرہ آفاق کتاب فضائل درود شریف سے یہ مختصر کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ ۱۴۱۹ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

۸:- بذل المجہود کی علمی خدمت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے پچاس سالہ علمی دور میں بذل المجہود پر بڑے محققانہ و محدثانہ حواشی تحریر فرمائے تھے جو بعد میں مصری ایڈیشن میں شامل کر دیئے گئے تھے، لیکن ہندوستانی ایڈیشن میں یہ حواشی شائع نہیں ہو سکے تھے۔ مولانا محمد عاقل صاحب موصوف نے ۱۴۱۵ھ میں اس علمی خدمت کا آغاز کیا کہ وہ تمام حواشی مصری ایڈیشن سے ہندوستانی ایڈیشن پر منتقل کر دیئے، نیز مصری نسخہ میں جو اغلاط معلوم ہو سکیں ان کی بھی تصحیح کر دی۔ نیز حضرت شیخؒ نے بذل المجہود کے لیے ایک طویل اور جامع مقدمہ بھی تحریر فرما رکھا تھا جو اب تک مخطوطہ کی شکل میں محفوظ تھا مولانا نے اس کو بھی تہذیب و ترتیب کے بعد اس ہندی ایڈیشن میں شامل کر دیا، کم و بیش پانچ سال میں یہ کام تکمیل کو پہنچا۔

ہندوستان میں یہ کتاب مکتبہ رشیدیہ سہارنپور سے اور پاکستان میں مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی سے شائع ہو چکی۔

« الحــل المفهم لصحيح مسلم »

هو مجموع إفادات افاد بها الفقيه المحدث الجليل
الإمام الرباني الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي الأنصاري رحمه الله تعالى

مــع التعليــق
الذي مدي، تالفه تحت إشراف بركة العصر
شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي
المهاجر المــدني نور الله تعالى مرقده

المجلــد الأول

النــاشــر
المكتبة الخليلية الواقعة بجوار مظاهر علوم ، بسهارنبور -- يوبي - الهند

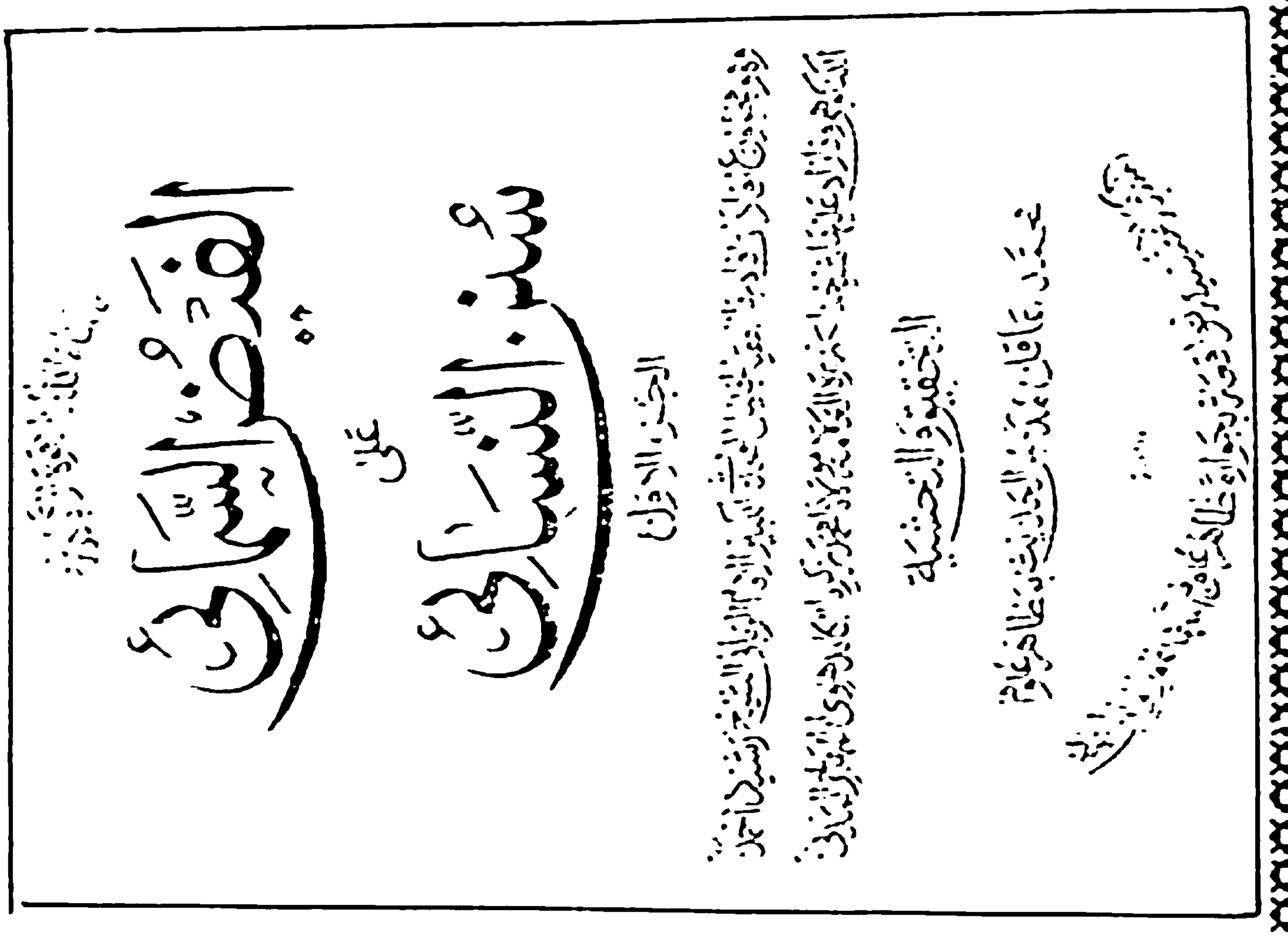
« الحــل المفهم لصحيح مسلم »

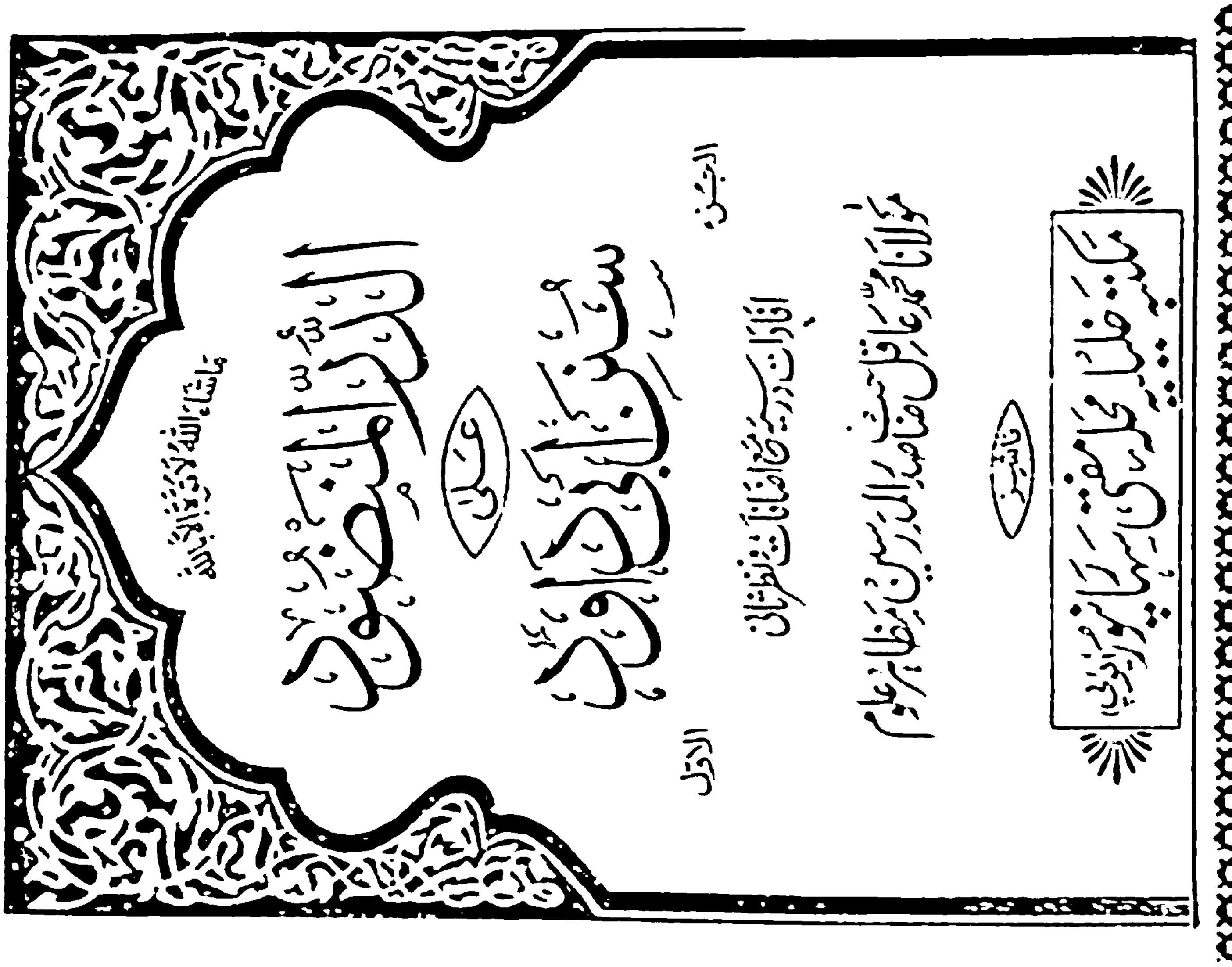
هو مجموع إفادات افاد بها الفقيه المحدث الجليل
الإمام الرباني الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي الأنصاري رحمه الله تعالى

مــع التعليــق
الذي مدي، تالفه تحت إشراف بركة العصر
شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي
المهاجر المــدني نور الله تعالى مرقده

المجلــد الأول

النــاشــر
ایچ-ایم سَعِید کمپنی
ادب منزل. پاکستان چوک-کراتشی


الفيض السمائي
على
سنن النسائي
الجزء الأول


الدر المنضود
على
سنن أبي داود
الأول

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

الدر المنضود علی سنن ابی داود

یعنی

تقریر ابوداؤد شریف

الجزء ــــــــ الاول

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین مظاہر علوم

ناشر

مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی سہارنپور یوپی

پاکستان میں ملنے کا پتہ

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۵

گنجینہ معارف وسلوک

ملفوظات حضرت شیخ

یعنی

راس الفقہاء والمحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ کے رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۵ و ۹۶ھ کی مجالس کے ارشادات وملفوظات جمع کردہ

بعض خلفاء حضرت شیخ

نظر ثانی تہذیب وتحقیق

از

مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی سہارنپور یوپی

گنجینۂ معارف و سلوک

ملفوظات حضرت شیخ رح

یعنی

رأس الفقہاء والمحدثین شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ کے رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ و ۹۷ھ کی مجالس کے ارشادات و ملفوظات جمع کردہ بعض خلفاء حضرت شیخ رح

نظرثانی، تہذیب و تنقیح

از

مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر: مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۰۵

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

رسالہ مبارکہ

مختصر فضائل درود

انتخاب و ترتیب

مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین

مدرسہ مظاہر علوم

ناشر

مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی سہارنپور یوپی

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

الحمد لله الذى وفقنا لطبع الكتاب المحمود ونشر الدر المنضود

اعنى

بذل المجهود في حل أبي داود

للشيخ الامام المحدث الكبير مولانا خليل احمد السهارنفوري قدس سره

الطبعة الجديدة مع التعليقات

لبركة العصر شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي المهاجر المدني نور الله مرقده

الجزء الاول

وقد اهتم بطبعه وتصحيحه

محمد عاقل مدرس الحديث بمظاهر علوم

يطلب من

المكتبة الرشيدية بجوار مظاهر علوم سهارنفور يوبي الهند

۵: مولوی محمّد فاضل

سولہ شعبان ۱۳۶۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۲۳ صفر ۱۳۷۰ھ (۵ ار نومبر ۱۹۵۰ء) میں بعد عصر حضرت شیخ رح کی مجلس میں حفظ قرآن پاک شروع کیا، جس کی تکمیل ۱۳۸۱ھ میں ہوئی۔ شوال ۱۳۸۳ھ (مارچ ۱۹۶۴ء) میں مظاہر علوم میں داخل ہو کر شرح جامی، نور الانوار، قطبی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا ۱۳۹۰ھ میں فراغت پائی۔ محرم ۱۳۹۴ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے شعبۂ حفظ میں استاذ متعین ہوئے، گذشتہ ۲۸ سال سے خدمت کلام پاک میں مشغول ہیں۔ آپ کے ذریعہ بڑی تعداد میں حفاظ تیار ہوئے۔ ۱۹ار ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ (۹ مارچ ۶۹ء) میں آپ کا نکاح مولانا عابد حسین صاحب جلال آبادی کی صاحبزادی مسماۃ راشدہ خاتون سے ہوا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اس نکاح کا تفصیلی تذکرہ اپنے روز نامچہ میں اس طرح کیا ہے!

"۱۹ار ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ۹ر مارچ ۱۹۶۹ء یک شنبہ میں عزیز فاضل سلمہٗ ابن حکیم محمد ایوب صاحب کی برات دس بجے تین جیپ کاروں میں جلال آباد گئی۔ کھانے کے بعد ظہر کی نماز کے بعد مولوی عابد حسین کی مسجد میں خود ان کی عبارت سے بمہر پانچ ہزار روپئے نکاح ہوا۔ مولانا مسیح اللہ صاحب نے نکاح پڑھنے سے معذرت کر دی تھی۔ اس لیے خود مولوی عابد نے پڑھایا۔ عین مغرب کے وقت برات مع دلہن واپس آئی، سامان جیپ کی چھتوں پر رکھ لیا تھا۔ جیپ کاروں کا انتظام عزیز اعجاز کی سعی سے محض پٹرول پر ہوا دوشنبہ کو عزیز سلمان کے مکان جدید میں کھانا پکا اور عزیز الیاس کے مکان جدید میں کھلایا گیا۔ چار دیگیں بریانی کی پکی تھیں ایک بچ گئی جو شام کو کام آئی، زکریا چونکہ دہلی تھا اس لیے شریک نہ ہو سکا

جمعہ کے دن ولیمہ کی قضا ہوئی۔" (روزنامچہ حضرتؒ)

اولاد یہ ہے: محمد شمیس، محمد اویس، محمد اسید، فاطمہ، شیما۔

(۶) مولوی محمد عزیر ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ (۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء) یک شنبہ آپ کی تاریخ ولادت ہے، خاندانی معمول کے مطابق سب سے اول قرآن پاک (ناظرہ) پڑھا۔ شوال ۱۳۸۳ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۳۹۰ھ میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد والد ماجد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علمِ طب حاصل کیا اور اب یہی شغل ہے۔

۲۴ شعبان ۱۳۹۳ھ (۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء) میں حکیم محمد ہارون صاحب (فرزند حکیم محمد یٰسین صاحب) کی صاحبزادی مسماۃ ناظمہ خاتون سے حضرت شیخ کی مجلس میں قاضی امین الحق صاحب نے نکاح پڑھایا۔ محمد زبیر، محمد قمیر، محمد بدر، عائشہ، فائزہ، فوزیہ شعبانہ آپ کی اولاد ہیں۔

(۷) حضرت حکیم صاحب کی تین صاحبزادیوں کے متعلق مختصر معلومات یہ ہیں:

مسماۃ ام ہانی یہ رجب ۱۳۳۹ھ (۲۶ مارچ ۱۹۱۹ء) میں تولد ہوئیں۔ ۲۳ شوال ۱۳۵۶ھ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ کا نکاح حکیم محمد ذوالنون فرزند جناب حکیم محمد یامین صاحب سے بعبارت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی بمہر مبلغ سات ہزار روپیہ منعقد ہوا۔ اگلے دن دعوت ولیمہ ہوئی جس میں حضرت دہلوی، حضرت مدنی، حضرت رائے پوری بھی تشریف فرما تھے۔

۱۶ محرم ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۴۳ء میں بعمر بائیس سال بعارضہ ورم جگر انتقال ہوا۔ اس موقع پر حضرت حکیم صاحب نے اطلاع وفات اور دعائے مغفرت کی درخواست کے لیے حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

"مخدوم و مطاع عالم دام ظلکم العالی۔ بعد سلام مسنون۔

معروض خدمت والا آنکہ میری ۲۲،۲۳ سالہ لڑکی کا انتقال ہوگیا

حضرت اقدس سے دعائے مغفرت کی التجا، ہے۔ والسلام

محمد ایوب سہارنپوری ۲۹ر محرم ۱۳۴۳ھ

حضرت اقدس نے اس پر جواباً اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا؛

"السلام علیکم۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھَا"

۲۔ مسماۃ زبیدہ خاتون

۱۰ر فروری ۱۹۲۵ء (۱۵ر رجب ۱۳۴۳ھ) میں ولادت ہوئی ۱۷ر شوال ۱۳۶۳ھ (۶ر اکتوبر ۱۹۴۴ء) میں جناب حکیم محمد یامین صاحب کے صاحبزادے حکیم محمد ذوالنون صاحب سے نکاح ہوا۔ اس اہلیہ سے ایک لڑکا محمد یوسف اور تین لڑکیاں شمیم نیرؔ، نسیم نیرؔ اور ثریا بانو تولد ہوئیں، محمد یوسف نوعمری میں ایسے مفقود ہوئے کہ پھر پتہ نہ چل سکا۔

شمیم نیر قاری محمد حماد کے نکاح میں آئیں اور نوجوانی میں وفات پائی۔ ایک لڑکی فرحانہ یادگار ہے۔

نسیم نیر کا نکاح محمد نعمان فرزند حکیم محمد مرغوب صاحب سے ہوا، ایک لڑکی فردوس اور ایک لڑکا ذیشان ہے۔ محمد نعمان وفات پاچکے۔

مسماۃ ثریا کا نکاح مسنونہ بھائی ماجد بھٹوری سے ہوا۔ جاوید، عطیہ اور حارث اولاد دختری وپسری ہیں۔

مسماۃ زبیدہ خاتون نے مؤرخہ گیارہ رجب ۱۴۲۰ھ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۹۹ء شب جمعہ میں وفات پائی۔ رحمہا اللہ تعالےٰ۔

۳۔ مسماۃ عقیلہ خاتون

شوال ۱۳۵۲ھ (فروری ۱۹۳۴ء) میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جناب میر اعجاز احمد صاحب ابن سید منظور حسن صاحب جلال آبادی سے ۱۹ر ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ (۲۳ر نومبر ۱۹۵۶ء) جمعہ میں بمہر اسی ہزار سکہ بعبارۃ

جناب قاضی ظفر احمد صاحب نکاح ہوا، مزید تفصیلات خانوادہ جلال آباد میں دیکھیں۔

استحکام مظاہر علوم کے لیے متعدد مختلف تجاویز

حضرت حکیم صاحب کو مظاہر علوم سے جو دلی تعلق و ربط تھا اس کے پیش نظر وہ ایسی تجاویز اور طریقے برابر سوچتے رہتے جو مظاہر علوم کو قوت و استحکام بخشیں اور فکرات و خطرات سے اس کو بچاتے رہیں۔ یہاں اس نوع کی چند مختلف کاوشیں اور تجویزیں پیش کی جاتی ہیں جو مدرسہ کے تعلیمی نظام، مالیات کے استحکام اور انتظامی معاملات سے متعلق ہیں۔

۱۳۸۲ھ میں حضرت حکیم صاحبؒ نے ذیل کی تحریر اراکین شوریٰ کو بھیج کر ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ کی معاونت کے لیے ان کے فرزند مولانا محمد اللہ صاحب کا بطور پیشکار ناظم تقرر کیا جائے۔ حکیم صاحب موصوف کی تحریر اور اراکین شوریٰ کی اس پر تصدیق و توثیق ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

"بگرامی خدمت حضرات سرپرستان مدرسہ مظاہر علوم زادمجدکم

سلام مسنون!

مولانا حکیم محمد ایوب صاحب نے کئی دن ہوئے اس ناکارہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر ناظم صاحب کی تقویت اور ہر وقت ساتھ رہنے کے لیے مولوی محمد اللہ کو بطور پیشکار ناظم صاحب میری واپسی (حجاز) تک کے لیے تجویز کیا جائے تو مناسب ہے۔ بندہ نے مولانا اکرام الحسن سے بھی اس کا مشورہ کیا، ہم تینوں کی رائے ہیں یہ تجویز مناسب ہے اس لیے بندہ درخواست کرتا ہے کہ عزیز موصوف کو سردست للعہ روپئے ماہانہ پر پیشکار ناظم فرمایا جائے تو مناسب ہے۔ آج یکم ہے

آج ہی سے ان سے کام کرنے کو کہا جائے۔ فقط

محمد زکریا یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ"

"(۱) میری رائے میں مناسب ہے اگر ممکن ہو تو تنخواہ میں کچھ اضافہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ محمد یوسف عفرلہٗ یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ

(۲) میں اس تحریر کی تصدیق کرتے ہوئے اسے منظور کرتا ہوں"۔ محمد ایوب یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ۔"

(۳) میں بھی تصدیق کرتا ہوں۔ اکرام الحسن ۱/۱۱/۸۳ھ"

۲:۔ ۱۳۸۵ھ میں مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی رئیس الاساتذہ کے حادثۂ وصال پر آپ نے حضرت شیخ زؒ اور دیگر سرپرستان سے مشورہ کے بعد حضرت مولانا منوّر حسین پورنوی (بہار) کو دعوت دی کہ وہ مظاہر علوم آکر مسند حدیث سنبھالیں اس موقع پر آپ کی جانب سے جو خط پورنیہ لکھا گیا۔ اس کی نقل یہ ہے؛

"مکرم ومحترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میری طبیعت بحمد اللہ پہلے کی بنسبت بہتر ہے، ضعف بہت ہی دھیمی رفتار سے کم ہو رہا ہے، دعا فرمائیں میں اس وقت ایک بہت ہی اہم اور نہایت ضروری کام کے لیے یہ عریضہ حضرت شیخ دام مجدہم سے مشورہ کے بعد لکھ رہا ہوں۔ مدرسہ کے اندرونی اور بیرونی حالات سے آپ بخوبی واقف ہیں ان کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں، مدرسہ کو عرصہ سے ایک آدمی کی ضرورت ہے، اس کا بھی آپ کو علم ہے عرصہ تک مفتی محمود حسن صاحب کے بلانے کی تجویزیں اور تحریکیں ہوتی رہیں مگر حضرت شیخ کے امر سے ان کا تو دارالعلوم دیوبند جانا طے ہو گیا۔ جامع العلوم کا انتظام کر کے وہ

دیوبند پہونچ جائیں گے، اب اربابِ حل وعقد کی نظر آپ پر پڑی ہے اور مجھے اجازت ہو گئی ہے کہ اس سلسلہ میں آپ سے عرض معروض کروں۔ حضرت ناظم صاحب کا ضعف بمقتضاء عمر تو روز افزوں ہے ہی، اور امراض کے تسلسل سے اس میں بہت سرعت کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے جس کے سبب امورانتظامیہ کے انفصال اور انصرام میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مولوی امیر احمد صاحب کے انتقال سے اور بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی کے سبب وقتی طور پر ان دشواریوں اور پیچیدگیوں پر قابو پالیا جاتا ہے لیکن ضرورت مستقل حل کی ہے جو کارکنوں میں اضافہ اور ان میں ردّوبدل سے ہی حاصل ہو سکتا ہے، اگر اس وقت مدرسہ کی اس ضرورت کو پورا نہ کیا گیا تو آئندہ سخت خطرات لاحق ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

آپ اپنی جگہ پر اگرچہ گراں قدر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس جگہ آپ کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن مرکز کی ضرورت کا پورا کرنا بہر حال مقدم ہے بالخصوص ابنائے مظاہر پر۔ فقط والسلام

محمد ایوب ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ پنجشنبہ "

اس مکتوب گرامی کے بعد مولانا منور حسین صاحب نے مختلف نزاکتوں کا احساس فرماکر تشریف لانا منظور فرمالیا اور شوال ۱۳۸۵ھ جنوری ۱۹۶۶ء میں مظاہر علوم کے استاذ حدیث بنکر تشریف لے آئے اور سالہا سال تک کتبِ حدیث

خصوصیت کے ساتھ ترمذی شریف کا درس دیا۔

۳:۔ ۱۳۸۶ھ میں آپ نے ممالک عربیہ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا پیغام پہونچانے کی غرض سے ——— چار صفحات کا ایک عربی خط ترتیب دیا جس میں مدرسہ کا مختصر تعارف، اس کا نصاب تعلیم، اساتذہ، طلبہ اور ملازمین کے اعداد و شمار اور مظاہر علوم کے ممتاز فضلاء کا تذکرہ لکھا، یہ کتابچہ عربی خط میں آفسیٹ پر طبع کرا کر ناظم مدرسہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دستخط اور مدرسہ کی مہر کے ساتھ بہت سے اسلامی ممالک میں بھیجا گیا جس کا وہاں کے متمول اور با اثر طبقہ نے اچھا اثر لیا، اس مکتوب کا عکس شاملِ کتاب ہے۔

۴:۔ شعبان ۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے وصال کے بعد آپ نے اراکین شوریٰ مظاہر علوم کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ حضرت مرحوم کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کو ان کی جگہ پر رکنِ شوریٰ نامزد کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے بعض اراکین شوریٰ سے تو زبانی گفتگو کی اور بعض حضرات کو تحریری طور پر متوجہ فرمایا۔

اس موقع پر آپ نے جو مکتوب عالی جناب الحاج محمد شفیع صاحب (ریکارڈ واچ دہلی) کو لکھا تھا اس کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

"مکرم محترم جناب الحاج محمد شفیع صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

معروض یہ کہ قبیل رمضان جب حضرت مولانا تشریف لائے تھے اس وقت سے یہ خیال ہو رہا تھا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی جگہ مولوی محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ کو سرپرست بنا دیا جائے۔ لیکن رمضان شریف اور گرمی وغیرہ کی وجہ سے آپ کی خدمت میں تحریر نہ بھیج

من مدير المدرسة الخيرية الى بيتى فى الآفاق العربية مظاهر علوم سهارنپور من بلاد الهند

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات والصلوٰة والسلام
على صاحب الآيات البينات والمعجزات الباهرات وعلى آله وصحبه وازواجه
الطاهرات

بعد اهداء ازكى التحيات فاعرض سيادتكم انى على يقين بانّ حالات المدرسة المجللة قد تشرفت باستماعكم لان شهرتها السامية العالمية وفيوضها و بركاتها الطامية ليست بمثابة ان لا يعرفها العالم الاسلامى سيما قطان الهند والباكستان وسكان البلدان القريبة ان المدرسة اضحت تخدم العلوم الاسلامية وتسكب بركاتها مع البهجة التامة الزائدة كل يوم وكان تاسيس هذه الجامعة فى اوائل رجب المرجب سنة ثلث وثمانين بعد الالف ومائتين ثم لا زالت تترقى معارج الكمال وتصعد معالى الفلاح والنجاح حتى اصبحت معهدا دينيا وكلية جامعة فهى الآن جامعة كبيرة تتكفل بتعليم القرآن الكريم قراءة وحفظا وبتعليم علوم التفسير والحديث النبوى على صاحبه الف الف صلوٰة وتحية وكذا الفقه والتجويد والصرف والنحو والمناظرة والتاريخ والادب والمعانى والعلوم الفلسفية والمنطق والهيئة والهندسة [illegible] الفارسية والاردية .

ذالآن يشتغل ۲۵ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ممن تخرجوا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] فى هذه السنة (۶۳۶) منهم (۸۱) تخرجوا هذه السنة نهائيا من المدرسة بعد تمام دراستهم ومنهم (۱۴) طالبا حفظوا القرآن الكريم عن ظهر غيب واما عدد الخريجين خلال هذا القرن الكامل منذ تاسيس المدرسة فيبلغ (۲۳۳۵) ما عدا الطلاب الذين تمتعوا واستفادوا ولم يتفق لهم تمام النصاب بعوارض عرضتهم فعددهم الالاف والالاف ومئات من الذين نهلوا من منهل الجامعة الصافى وارتووا من زلال علومها وتضلعوا من فيوضها تفرقوا فى البلدان النائية و الممالك النازحة كبخارى والبلاد العربية وكذا فى الهند والباكستان واشتغلوا فى الدرس والتدريس والوعظ والافتاء يتعذر احصاءهم فى هذه الوريقة الا انا نذكر على سبيل الانموذج عددا منهم الذين اشتهرت خدماتهم العلمية فى الآفاق وسارت بتصانيفهم الركبان من اقاصى المدن والبلدان واشتهر صيتهم منهم شيخ العرب والعجم شيخ مشائخنا مولانا خليل احمد رحمه الله تعالى كان خريج هذه المدرسة ثم صار مديرا لها صنف رحمه الله كتابه الشهير بذل المجهود فى شرح سنن ابى داؤد خمس مجلدات ومنهم الشيخ محمد زكريا شيخ الحديث بالمدرسة اطال الله بقاءه اشتغل بعد انفراغه سنة ۱۳۳۴ھ بالتدريس والتاليف فالف دام مجده كتابا ضخما فى ست مجلدات سماه اوجز المسالك فى شرح

الموطا الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ وحاشیۃ الکوکب الدری وحاشیۃ
لامع الدراری ولہ تالیفات اخر شہیرۃ فی العربیۃ والاردویۃ. ومنہم
مولانا الشیخ ظفر احمد شیخ الحدیث فی المدرسۃ اشرف آباد (پاکستان)
عالم شہیر فی الدرس والافتاء وتالیفہ فی الحدیث کتاب حیاء السنن
فی ثلاثۃ عشر جزءً معروف ومنہم مولانا الشیخ بدر عالم المیرٹھی
المہاجر المدنی الف فیض الباری علی صحیح البخاری فی اربع مجلدات -
ومنہم الشیخ العلامۃ مولانا عبد الرحمن الکاملفوری ومولانا
المفتی اشفاق الرحمن الکاندھلوی الف شرحًا لجامع الترمذی ولکنہ
لم یتم وللشیخ اشفاق الرحمن حاشیۃ علی سنن النسائی متداولۃ وکذا
لہ حواش علی کتب الحدیث ورجال الموطا ومنہم الشیخ المولوی محمد ادریس
شیخ الحدیث فی المدرسۃ الاشرفیہ (پاکستان) الف التعلیق
الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح طبع منہ خمس مجلدات ومنہم الداعیۃ
الکبیر مولانا الشیخ محمد یوسف دام مجدہ امیر جماعۃ الدعوۃ
والارشاد الف امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار طبع منہ المجلدان
والثالث تحت الطبع والف ایضًا کتاب حیٰوۃ الصحابۃ انتشر منہ
جزءان والثالث تحت الطبع بارک اللہ فی عمرہ ہٰذہ نبذۃ من احوال
ہؤلاء المشاہیر الذین ہم ثمرۃ من ثمرات الجامعۃ ولا علینا بعد
ذلک ان نصرف توجہاتکم السامیۃ الی مصارف المدرسۃ، وہی فی
غایۃ الاختصار ان المدرسۃ تہیئ لکل طالب السکنی والتعلیم
مجانًا والکتب عاریۃ وتہیئ الطعام علی شروطہ مجانًا۔
تبلغ نفقاتہ سنویًا (٩١٠٠) الف روبیۃ وکذا تہیئ تحت ضوابطہا
الملابس والاجنبیۃ والرواتب والادویۃ والنور والماء المسخن فی الشتاء،
وما تتکلفہ المدرسۃ کل سنۃ (١٠) آلاف روبیۃ وجمیع نفقات
المدرسۃ مائۃ الف روبیۃ سنویًا وقد تزید مصارفہا علیہا
والمتکفل [illegible] انما اللہ سبحانہ بمحض منہ وکرمہ لا زال یوجہ
اہل الخیر من عبادہ الذین ہم یکنزون خزانۃ الآخرۃ و
یؤثرونہا علی اموال الدنیا الفانیۃ فلذا اردنا ان نصرف توجہاتکم
الی ہذہ الصدقۃ الجاریۃ العلمیۃ لتکون ذخیرۃ لکم
فی الآخرۃ۔

[illegible] من [illegible] المعروف بندوانات
[illegible] علی قدر ما قدم البذر یحصد
وما علینا الا البلاغ

والاکتفی ان الاعداد المذکورۃ
ہی للسنۃ الماضیۃ -

محمد اسعد اللہ مدیر المدرسۃ
١٣٨٩ھ

(Mohd. Asadulla)
Rector & Principal
MAZAHIR-ULOOM
[illegible]

سکا۔ اب جب کہ حضرت مولانا دوبارہ تشریف لائے تو ان کے ذریعہ یہ پرچہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ میری رائے ہے کہ اگر اور حضرات بھی اس سے متفق ہو جائیں تو اس تجویز کو اجتماع سرپرستان سے پہلے ہی نافذ کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس وقت امیدوار آدمیوں کی طرف سے کوئی الجھن پیش آجائے۔ فقط والسلام

محمد ایوب ۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ"

اس مکتوب کی اہمیت کو سراہتے ہوئے اراکین شوریٰ نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۲۰ر شوال ۱۴۰۲ھ (۱۱ر اگست ۱۹۸۲ء) میں باضابطہ طور پر اس تجویز کو پاس کیا اور مولانا محمد طلحہ صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔

مظاہر علوم کا ہنگامہ اور آپ کا استعفیٰ

حضرت شیخؒ کی وفات کے بعد مظاہر علوم میں جو زبردست سانحہ پیش آیا، اور اس کی چہار دیواری میں جس کمینہ پن اور احسان فراموشی کا مظاہرہ کیا گیا اسکی اذیت ناک تفصیلات سب کو معلوم ہیں۔ اور ان ہی حالات کے نتیجہ میں آپ نے پینتیس (۳۵) سال سرپرستی فرمانے کے بعد ۱۸ر نومبر ۱۹۸۵ء کے اجلاس شوریٰ میں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

"بگرامی خدمت حضرات سرپرستان مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آج رات کی گفتگو سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ میری رائے اور آپ حضرات کی رائے میں اپنی اپنی افتاد طبع اور تنوع مزاج و طبع کی وجہ سے توافق نہیں ہو رہا ہے جس کا ہونا اصلاح احوال مدرسہ کیلئے ضروری ہے۔ اسلئے میں معذرت پیش کرتا ہوں۔ آئندہ آپ حضرات جس طرح مناسب تصور فرمائیں، مدرسہ چلائیں، آج کی تاریخ سے بندہ کو مستعفی تصور فرمایا جائے۔ یہ ضابطہ کی چیز ہے، ویسے مدرسہ کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا تعلق ہمیشہ رہے گا۔

محمد ایوب ۲۳ر صفر ۱۴۰۶ھ ۱۸ر نومبر ۱۹۸۵ء

حضرت حکیم صاحب کے استعفیٰ اور اس ہنگامہ کا پس منظر معلوم کرنے کیلئے راقم سطور کی مشہور کتاب "کچھ تیا متیں کچھ دہنا حتیں" اور اسی موضوع پر دوسری کتاب "مجلس شوریٰ سرپرستان مظاہر علوم سہارنپور، واقعات اور نظائر کی روشنی میں" قابل مطالعہ ہیں۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس میں حضرت حکیم صاحب کے استعفیٰ کی منظوری پر حضرات اکابر کے تاثرات کا اندازہ لگانے کیلئے یہاں صرف حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زادمجدہٗ جونپور کی ایک تحریر پیش خدمت ہے۔

"میرے نزدیک حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب دامت برکاتہم جو اپنے سارے اکابر حضرات رائے پوری، حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ وغیرہم نوراللہ مراقدہم کا زمانہ دیکھے ہوئے ہیں اور فیضِ صحبت اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان کا استعفیٰ منظور کرکے مدرسہ کو سخت نقصان پہنچایا گیا اور بڑے فیض سے محروم کردیا گیا ایسی ہستیاں اگر اپنی کبرسنی کی وجہ سے کام نہ کرسکیں تو بھی ان کا نام اور ان کی نسبت باقی رکھنا تحصیل فیض کے لئے بہت ضروری ہے۔"

(مکتوب حضرت مولانا موصوف محررہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ)

سانحۂ وفات

حضرت حکیم صاحب کی صحت آخر تک تندرست و اطمینان بخش رہی۔ چلنے پھرنے کے اعتبار سے تو تھوڑی سی معذوری تھی کہ گھٹنوں پر زور نہیں دیا جاتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ الحمدللہ بڑھاپے کے جسقدر امراض ہیں، نیند نہ آنا، بھوک نہ ہونا وغیرہ، ان میں سے کوئی نہیں، بینائی آخر عمر تک صحیح رہی۔ تلاوتِ قرآن پاک اور مطالعۂ اخبار بلا تکلف کرلیا کرتے تھے راقم سطور کو خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ہنگامۂ مظاہر علوم کے دورِ شباب میں جب مجلس شوریٰ کے تنخواہ دار ملازم مفتی مظفر حسین صاحب نے اس سوسالہ مجلس شوریٰ کے توڑے جانے کا اعلان اخبارات میں کیا جس کا تسلسل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے لے کر حضرت شیخ تک متواتر قائم رہا اور ہے تو حضرت حکیم صاحب نے بڑے اہتمام سے وہ اخبار خود ملاحظہ کیا اور تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری، بھلا کہیں مجلس شوریٰ بھی کسی سے ٹوٹی ہے"۔

آپ کی زندگی کے تین اہم شعبے تصنیفات و تالیفات، حکمت و طبابت اور مدرسہ کے

مشاغل تھے۔ تصانیف تمام مکمل ہوگئی تھیں۔ حکمت و طبابت اپنے صاحبزادگان کے سپرد کردی تھیں، اور مدرسہ کی ذمہ داریوں سے استعفیٰ کے سبب فارغ ہو چکے تھے۔ اسلئے جملہ اوقات یکسوئی کے ساتھ طاعت و عبادت میں صرف کرتے ہوئے ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ (۳۰ دسمبر ۱۹۸۶ء) میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

نمازِ جنازہ دار الطلبہ جدید مظاہر علوم میں صاحبزادہ محترم مولانا محمد طلحہ صاحب نے پڑھائی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

تعزیت:- ملک و بیرونِ ملک سے بڑی تعداد میں جو تعزیتی خطوط ملے اور اخبارات کے ذریعہ جو تجاویزِ تعزیت ہمیں موصول ہوئیں ان کا انتخاب پیشِ قارئین ہے۔

(۱) مکتوبِ گرامی حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی زاد مجدہٗ، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ التاریخ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

عزیزانِ گرامی قدر مولانا یحییٰ صاحب، حکیم اسرائیل صاحب، مولوی شاہد صاحب و برادران بزرگان بارک اللہ فی حیاتہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

پرسوں بھائی کرامت صاحب اچانک مولوی معین اللہ صاحب کی معیت میں رائے بریلی پہنچے۔ ان سے مخدومنا حضرت حکیم صاحب کی وفات کی خبر سُنی، جو میرے لئے ایک ناگہانی اطلاع تھی، حکیم صاحب کی طویل علالت اور ضعف کے علاوہ مجھے کسی شدید علالت کا علم نہیں تھا۔ ایسا محسوس ہوا کہ ایک بزرگ خاندان اور ایک متبرک انسان کے سایہ سے محرومی ہوگئی، قدیم روحانی تعلق کے ماسوا جو حکیم صاحب کے بزرگوں کا حضرت سید شہیدؒ سے تھا حضرت شیخؒ سے قرابتوں اور دونوں خاندانوں کے ضم ہو جانے سے ان سے تعلق دو گونہ پیدا ہوگیا تھا۔ سہارنپور اور اس کے اطراف سے ایک بزرگ ہستی اٹھ گئی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، اور اپنے آبا رصالحین سے جا ملائے، اور آپ حضرات کی زندگی میں بیش از بیش برکت عطا فرمائے۔ میری طرف سے آپ سب اور عزیز گرامی قدر مولوی طلحہ صاحب سلمہٗ دلی تعزیت قبول کریں، انشاء اللہ دار العلوم کے درجۂ حفظ میں ایصالِ ثواب کیلئے خاص طور پر ہدایت کردی جائے گی، اور میں بھی انشاء اللہ دعاء اور ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل کرونگا۔ والسلام۔

(حضرت مولانا) ابو الحسن، ۳ جنوری ۱۹۸۷ء

(۲) یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ دی جا رہی ہے کہ مدرسہ مظاہر علوم کے سابق سرپرست حکیم ایوب صاحب ۳۰ نومبر کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے، حکیم صاحب ۳۵ برس سے زائد مدرسہ کے اس اعلیٰ منصب پر فائز رہنے کے بعد گذشتہ سال بیماری کے سبب مستعفی ہو گئے تھے۔ مرحوم کئی دینی کتابوں کے مصنف تھے۔ نمازِ جنازہ بعد نمازِ عصر مدرسہ دارِ جدید میں مولوی طلحہ صاحب نے پڑھائی، اور تدفین ان کے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔ ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی، جن میں کچھ کے نام اس طرح ہیں، مولانا زبیر استاد حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی، حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی (شیخ الحدیث) مولانا ارشد مدنی، مولانا عبدالحق استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا احرار (استاذ حدیث دیوبند) سید خلیل حسین ناظم مدرسہ اصغریہ، مفتی عبدالعزیز، مفتی عبدالقیوم، قارئین سے دعاءِ مغفرت کی درخواست ہے۔ حکیم صاحب انتقال پُرملال دینی علمی اور طبی حلقوں کا زبردست نقصان بتایا ہے، کلاسوں کے طلباء، اساتذہ اور اراکین تعزیت کنندہ ہیں، اور دعاگو ہیں کہ مرحوم کو علیین میں مقام اعلیٰ عطا ہو۔

(اخبار مشرقی آواز دہلی، ۸ جنوری ۱۹۸۷ء)

(۳) حکیم محمد ایوب ۳۰ دسمبر ۱۹۸۶ء بروز منگل صبح ۱۱ بجے اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ حکیم صاحب ۳۵ سال تک مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔ گذشتہ سال حکیم صاحب بیماری کے سبب اس اعلیٰ منصب سے مستعفی ہو گئے تھے۔ بعد نمازِ عصر نمازِ جنازہ مولوی محمد طلحہ نے مدرسہ دارِ جدید میں پڑھائی، اور تدفین اُن کے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔ جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، ان میں کچھ حضرات کے نام اس طرح ہیں۔

مولانا زبیر استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی، حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی (شیخ الحدیث)۔ مولانا ارشد مدنی، مولانا عبدالحق، مولانا احرار استاد حدیث، سید خلیل ناظم مدرسہ اصغریہ، مفتی عبدالعزیز، مفتی عبدالقیوم وغیرہ۔ قارئین سے حکیم صاحب کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (اخبار کھردرے الفاظ سہارنپور ۱۵ جنوری ۱۹۸۷ء)

(۴) یہ خبر انتہائی رنج کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے کہ حکیم مولوی محمد ایوب صاحب محلہ مفتی سہارنپور جو ایک خاندانی طبیب حاذق تھے جن کا بہت پرانے زمانے کا ایک یونانی دواخانہ قائم تھا جو اب بھی جاری ہے تقریباً کئی سال سے عمری تقاضے کے تحت زائد از نوے

سال صاحب فراش رہکر گذشتہ دنوں میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مرحوم ایک متقی اور پرہیزگار مسلمان تھے۔ عربی فارسی پر عبور رکھتے تھے، یونانی علاج پر مکمل مہارت حاصل تھی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے آپ مستقل ممبر رہے ہے۔"
(اخبار آزاد سہارنپور - ۸ جنوری ۱۹۸۷ء)

(۵) جمعیۃ العلماء شہر سہارنپور کی یہ ہنگامی میٹنگ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست محترم جناب مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کے انتقال پُرملال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔ حکیم صاحب موصوف ایک انتہائی شریف النفس، دیندار، متقی، پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے، اور دینی حلقوں میں وہ ایک منفرد شخصیت کے حامل تھے، بہت سی دینی کتابوں کے مصنف تھے۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے موصوف کو ایک قلبی لگاؤ تھا، اور وہ ہمہ وقت مدرسہ کی خدمت کیلئے تیار رہتے تھے۔ ان کی وفات سے دینی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے اسکو پُر کرنا ممکن نہیں ہے۔

جمعیۃ العلماء شہر سہارنپور مرحوم کے متعلقین کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ رب العزت سے دعاگو ہے کہ خداوندکریم مرحوم کی مغفرت نیز جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ جملہ متعلقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مرحوم کیلئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی، صدر اجلاس قاری عقیل الرحمٰن صاحب کی دعا سے جلسہ ختم ہوا۔ (اخبار عوام دہلی ۵ جنوری ۱۹۸۷ء)

(۶) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے سمدھی جناب حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جنکے تین صاحبزادوں کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تین صاحبزادیاں منسوب تھیں۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۶ء کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکیم صاحب مرحوم خاندانی حاذق و ماہر حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرستوں میں سے تھے، اور حدیثوں کی کئی کتابوں کی توضیح بھی فرما چکے تھے، تعبیرات کے فن میں خصوصی مہارت اور پوری دسترس رکھتے تھے، متانت وسیادت ورثہ میں ملی تھی۔ جس کی جھلک خاندان کے ہر فرد میں نظر آتی ہے۔ علم نبوت اور خدا ترسی حکیم صاحب مرحوم کی اولاد کا اصل سرمایہ ہے۔ مہمان نوازی میں اسلاف کی مجسم تصویر

ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق حکیم صاحب مرحوم کی اولاد میں فی الحال ۲۰ حفاظ و علماء و حجاج موجود ہیں جن میں مفتی بھی ہیں، استاذ حدیث بھی ہیں، ناشر کتب بھی ہیں۔ شیخ طریقت بھی ہیں۔ نباض و طبیب بھی ہیں۔ ماہر نفسیات بھی ہیں۔

۵

اہل ہوس کے بعد بھی یہ آماجگاہ ہیں ہیں بے گناہ بس یہی ان کے گناہ ہیں

سہارنپور حاضری پر حکیم صاحب مرحوم مجھ سے مدرسہ کے حالات پوچھتے۔ تعلیم کی کیفیت و نوعیت پوچھتے اور پھر حوصلہ افزائی کر کے مشفقانہ نصیحت فرماتے، سمجھا دیتے، اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان انکی قدر و منزلت فرمائے، آمین رحمہ اللہ وطاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ (رود اد مدرسہ حفظ العلوم ڈروا پرتاپگڑھ بابت ۱۴۰۶ھ)

(۷) بخدمت جناب حکیم سید محمد اسرائیل صاحب محلہ مفتی سہارنپور۔ تسلیمات

آپ کے والد محترم اور مشہور جید عالم حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کا انتقال پُرملال درحقیقت دینی علمی اور طبی حلقوں کا زبردست نقصان ہے۔ کالج کے ذمہ داران طلبہ اور اراکین اسٹاف تعزیت کنندہ ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ موصوف کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا ہو۔ خدا آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ فقط

حکیم نفیس الرحمٰن تھانوی پرنسپل سہارنپور طبیہ کالج

(۸) مکرمی جناب مفتی محمد یحییٰ صاحب واخوانکم۔ سلام مسنون۔ (والد ماجد) محترمی جناب حکیم سید محمد ایوب صاحب کے انتقال پرملال کی اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حکیم صاحب مرحوم کی شخصیت اہل علم میں بڑی قابل قدر تھی۔ ان کی وفات ایک بڑا سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ یہاں حکیم صاحب مرحوم کے لئے ایصال ثواب کر دیا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ جملہ اہل خاندان کی خدمت میں تعزیت پیش ہے۔ والسلام

خورشید عالم (دارالعلوم وقف دیوبند)

(۹) محترم بندہ جناب مولانا محمد عاقل صاحب دام فضلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آج صبح ۹ بجے اخبار عوام کے ذریعہ سانحۂ ارتحال حضرت حکیم صاحب کی خبر وحشت اثر نے قلب پر گہرا اثر کیا۔ نہایت کلفت و ملال ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے دریائے رحمت سے درجات علیہ عطا فرما دیں، اور آخرت کی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازیں ادعیہ ایصال ثواب کا اہتمام شروع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرما دیں۔ دوران قیام مظاہر بندہ کے حال پر

ہمیشہ شفقت فرمائی، اسلئے بھی کافی متأثر ہوا۔ حالاتِ مظاہر نامساعد ہونے کے سبب دو سال تک ملاقات کی نوبت نہ آسکی۔ نہ ہی اس دوران کسی زیادتی مرض و ناسازی طبع کی خبر مل سکی نہ ہی کسی ذریعہ سے سانحہ کا علم ہوسکا۔ شومئ قسمت کہ شریک تجہیز و تکفین سے بھی محرومی رہی۔ یہ جانتے بجھتے ہوئے کہ ہر ایک نفس کو اس منزل سے گذرنا ہے پھر بھی طبیعت غمگین و محزون ہے۔

(مولانا) محمد طاہر محلہ شیخ زادگان قصبہ کاندھلہ۔

(۱۰) بگرامی خدمت جمیع اولاد و احفاد حضرت حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

پرسوں جمعرات کو اچانک احباب سے حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب نور اللہ مرقدہ کی اچانک وفات حسرتِ آیات کی خبر سنکر چور چور ہوگیا۔ فقدان سلف صالحین و اکابرین امت کے سلسلہ کی یہ بھی ایک کڑی ہے۔ یہ حادثۂ عظیمہ صرف احقر کے لئے ہی نہیں بلکہ ساری برادری مظاہر اہل علم کیلئے افسوسناک ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے حکیم صاحب مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، اور ہم جمیع پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی خدمتِ مظاہر علوم اور احادیث پر صرف کردی جو رہتی دنیا تک انشاء اللہ یادگار باقی رہے گی۔ آنے والوں اور آئندہ نسلوں کیلئے ایک عظیم نمونہ چھوڑ گئے کہ اس دنیائے فانی میں کس طرح خاموش اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر خدمتِ دین اور خدمتِ خلق اور خدمتِ حدیث و قرآن کی۔ بحمد اللہ تمام خاندان کو الفاظ قرآن ہی کے نہیں، بلکہ قرآن کا معنوی محافظ بنادیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کی محنت کا یہ عظیم ثمرہ دنیا میں ظاہر ہے۔ جو انشاء اللہ رہتی دنیا تک اسی طرح باقی رہے گا شاید اس وقت ہند و پاک کیا سارے عالم میں کوئی خاندان ایسا ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن اور احادیث کیلئے ایک ایک فرد کو منتخب کیا ہو۔

حکیم صاحب مرحوم کے لئے یہ بھی ایک عظیم ذخیرۂ آخرت ہے، اگرچہ وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مگر ان کا صدقۂ جاریہ اتنا عظیم ہے کہ گویا وہ زندہ ہیں۔ اور عمل کررہے ہیں، اور اسکا اجر مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بلکہ سارے مسلمانوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) جمال احمد مظاہری مدنی سابق ناظم جامعہ رحیمیہ نئی دہلی نزیل مدینہ منورہ۔

(۱۱) محترم و مکرم بندہ، زید مجدکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مزاج شریف
چند روز قبل حکیم صاحب کے انتقال پُرملال کی اطلاع ملی۔ نہایت افسوس اور صدمہ ہوا۔ مظاہر کا مسئلہ حضرت مرحوم کے سامنے حل نہ ہوسکا۔ یقیناً ایک بڑے ملی غم کو لیکر حکیم صاحب نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ مظاہر کے در و دیوار سے حضرت حکیم صاحب کو جو قلبی تعلق تھا، اس کا اندازہ ڈیڑھ[1] کوئنٹل مٹھائی تقسیم کرنے والوں کو نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ ان بدبختوں نے اس سانحۂ عظیم پر مٹھائی تقسیم کرکے اپنی بے غیرتی کا ثبوت دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اس دینی و ملی غم پر بے نہایت جزائے خیر و رحمت فرمائے، اور مظاہر کو اہلِ حق کی تولیت میں لیکر واپس دلاکر حضرت حکیم صاحب کی روح مبارک کو سکون نصیب فرمائے۔
مظاہر ایک مخلص سرپرست سے محروم ہوگیا یہ غم ہر مظاہری کا مشترک غم ہے۔ آپ صاحبان تو دوہرے صدمہ میں مبتلا ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل نصیب فرمائے، اور حضرت علیہ الرحمہ کو درجاتِ عالیہ سے نوازے۔ حکیم صاحب مرحوم نے جس انداز سے آپ لوگوں کی تربیت فرمائی تھی اسے دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان کا نام روشن رکھے گا۔ اور اسکے متعلقین سے دینی و تعلیمی خدمت کا کام لیتا رہے گا، سب برادران کرام کو بعد سلام مسنون تعزیت فرمادیں۔ فقط والسلام

محتاجِ دعا، (مولانا) منظور احمد مظاہری۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور
قاضی شہر کانپور

(۱۲) محترم المقام۔ مد فیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ خیریت طرفین نیک مطلوب۔ چند دن ہوئے کسی ذریعہ سے حضرت اقدس قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ کا علم ہوکر بہت ہی رنج و قلق ہوا۔ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے حضرت والا کو بلند درجات سے نوازے مغفرت فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمادے۔ حضرت مرحوم کا وجود باوجود اہلِ مدارس سہارنپور کے لئے بڑا غنیمت تھا۔ اللہ جل شانہ کی رحمت کے نزول کا سبب و ذریعہ تھا۔
جس سے ہم سب اب محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے آپ سب حضرات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلاکر ان کا سچا نمونہ بنائے۔ آمین۔ دعائے مغفرت

---

[1] حکیم صاحب کے استعفٰی کے موقع پر مفتی مظفر صاحب کے احباب نے مٹھائی تقسیم کی تھی اسکی طرف اشارہ ہے۔

اور ایصال ثواب تو حضرت مرحوم کا حق اور اپنا فرض ہے۔ تعزیتی کلمات آپ حضرات کی خدمت میں لکھنا قلتِ ادب ہے۔ حضرت حکیم الیاس صاحب دامت برکاتہم، حکیم اسرائیل صاحب، مولانا عزیر صاحب، مولانا شاہد صاحب وغیرہم سے سلام مسنون کے بعد گذارش ہے کہ احقر بھی آپ سب کا شریکِ غم ہے۔

(مولانا) عبدالرحیم متالا۔ معہد الرشید الاسلامی

چپاٹا (زامبیا)

(۱۳) محترم المقام حضرت الحاج مولانا سید محمد شاہد صاحب زید مجدہٗ، سلام مسنون

یہ عریضہ آپ کی وساطت سے ماشاء اللہ تمام اہلِ خاندان خورد و کلاں کی خدمت میں اس تعلق و محبت کی بناء پر تحریر کر رہا ہوں جو اللہ نے محض اپنے لطف و کرم سے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے واسطے سے مجھ دنیادار کے دل میں پیدا کردی، اور اسکا شدید احساس حضرت حکیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خبر سانحۂ ارتحال سے ہوا۔ مدینہ منورہ میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی خوب توفیق نصیب ہوئی۔ اور مکہ مکرمہ میں طواف و ایصال ثواب کیا اور دعائیں بھی۔ اہلیہ اور بچوں کا بھی بفضلہٖ یہی عمل رہا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اہلِ تعلق کے لئے تو وجہ رحمت و برکت تھا ہی اہلِ سہارنپور کے لئے بھی تھا۔ اہلِ خانہ کے لئے تو ان کی وجہ سے جو رحمت و برکت تھی اسکا اندازہ و شمار ہی محال ہے۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا بعدہٗ۔

اللہ جل شانہٗ آپ سب حضرات کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمادے، اور ان کی وجہ سے جو خیر و برکات تھیں۔ ان کو قائم و دائم رکھے، اور ان میں اضافہ بھی فرمادے۔ آمین۔

اہلیہ بھی سلام عرض کرتی ہے، اور درخواست دعا بھی، فقط والسلام

محتاجِ دعا۔ صغیر احمد، دارالاحسان خانقاہ، لاہور۔ پاکستان

(۱۴) بگرامی خدمت، حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب و حضرت مولانا حکیم محمد الیاس صاحب و حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب و جمیع اخوان و اخوات و اولادہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمید ہے کہ آپ حضرات خیریت سے ہوں گے۔ بذریعہ ٹیلیفون حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا علم ہوا۔ اللہ جل شانہٗ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ فقدان اکابر کے سلسلہ کی یہ بھی ایک کڑی ہے۔ احقر نے اپنی زیر طباعت کتاب العناقید الغالیہ من الاسانید العالیہ میں حضرت

موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں خدماتِ حدیث کا ذکر کرکے لکھدیا تھا وھو حی عاکف علی العبادۃ والتلاوۃ ۔ اب خبر آنے کے بعد اسکی جگہ توفی رحمہ اللہ تعالیٰ لثلاث بقین من شھر ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ لکھنا پڑا۔ حضرت موصوف کی وفات نہ صرف آپ حضرات کے پورے خاندان کیلئے زبردست اندوہگیں واقعہ ہے بلکہ ساری علمی دنیا کیلئے حادثۂ عظمیٰ ہے۔ درحقیقت ایسے افراد بہت کم پیدا ہوتے ہیں ۔

ع ۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہم سب پسماندگان صبر کے سوا اور کیا کرسکتے ہیں۔ قضاء قدر کے فیصلے کون ٹال سکتا ہے۔ کل نفسٍ ذائقۃ الموت کے اعلان کے سامنے صبر و رضا و تسلیم ضروری ہے۔ اور جس شخص نے زندگی بھر حدیث کی خدمت کی ہو۔ اور آپ جیسے خدام حدیث و فقہ چھوڑے ہوں وہ احیاء ہی میں شمار ہے۔

ع ۔ وما مات من کانت بقایاہ مثلکم

البتہ اتنی بات عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ جیسے حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے طحاوی شریف پر شباب و شیخوخت کے دونوں زمانے خرچ کرڈالے، اسی طرح آپ حضرات کتب حدیث میں سے ایک ایک کتاب لے لیں، اور اسپر اپنی اپنی بقیہ زندگی لگادیں یہ تراث الاب بھی ہے اور تراث شیخ بھی اور مادر استاذ بمظاہر میں بھی شرکت ہے۔

عاشق الٰہی البرنی ، مدینہ منورہ

(۱۵) مکرمی و محترمی جناب بھائی حکیم صاحب دام ظلکم و فیضکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل معلوم ہوا کہ ہم سب کے محسن و مربی جناب سید حکیم محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوکر دارِ بقاء کی طرف چلدیئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

سنکر ازحد صدمہ ہوا کہ ہم سب ایک محسن اور مربی سے محروم ہوگئے، دعاء ہے کہ اللہ پاک اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرماکر جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور جس طرح ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دنیا میں تھا۔ اسی طرح جنت میں بھی اللہ پاک ساتھ نصیب فرمائیں ۔ آمین

حضرت شیخؒ کی آپ بیتی کا مطالعہ اکثر کرتا رہتا ہوں۔ جسمیں حضرت نے اپنے اور

حکیم صاحب کے واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ اسکو پڑھکر حکیم صاحبؒ سے بندہ کو بہت ہی عقیدت و محبت تھی، اور انشاء اللہ ان کے بعد آپ لوگوں سے رہے گی۔ بندہ آپ تمام کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ میں تو اس قابل نہیں کہ آپ حضرات کے پاس تسلی بخش تحریر لکھ سکوں۔ آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی نوازا ہے۔ مگر محبت و تعلق کی بنا پر چند سطور لکھنا ضروری سمجھا ہے کہ ہم لوگوں کو جو کچھ بھی ملا آپ ہی حضرات کی دین ہے۔

(محمد عارف سرائے میر ابن حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ بیت العلوم سرائے میر)

(۱۶) مکرمی جناب حکیم اسرائیل صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آج مرکز گئے تھے وہاں یہ دلخراش خبر سنی کہ آپ کے والد صاحب قبلہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ سنکر دلی صدمہ ہوا۔ اور جب میں نے یہاں گھر آکر یہ حادثہ بتایا تو سب ہی کو معلوم ہو کر بے حد افسوس ہوا۔ سب ہی ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ ایصالِ ثواب بھی کرینگے۔ اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی فضل فرماکر مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

بڑے حکیم صاحب کے وصال سے جو جگہ اطباء اور علماء میں خالی ہوگئی، اب اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ غرض کہ اُن کی پُرخلوص اور بے لوث خدمات سے خلقِ خدا محروم ہو گئی۔ بزرگ دنیا سے اُٹھتے جا رہے ہیں۔ بس اللہ ہی اپنا رحم فرمائے۔ آمین

سید محمد مزمل عفی عنہ، استاذ شعبۂ انجینیرنگ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
یکم جنوری ۱۹۸۷ء

(۱۷) حضرت مولانا سید حکیم محمد ایوب مظاہری علیہ الرحمہ۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے مجاز بیعت تھے، آپ کا خاندان سہارن پور میں ممتاز تھا۔ اکابر مظاہر علوم سے گہرے روابط تھے، آپ کے والد ماجد مولانا حکیم محمد یعقوب صاحبؒ شرافت و نجابت میں یگانہ تھے، آپ کی ابتدا تا انتہا تعلیم و تربیت مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں ہوئی۔ ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۳۸ھ تک ساری کتب مختلف اکابر اساتذہ سے پڑھیں اور پھر ۱۳۳۹ھ میں صحیح بخاری شریف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد

سہارن پوری سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، آپ کے دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رح، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رح، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رح اور حضرت مولانا اسعد اللہ سہارن پوری رح شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ مظاہر العلوم سے وابستہ ہو گئے اور آخر دم تک درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مصروف رہے، آپ کی زندگی میں سب سے نمایاں چیز آپ کا مظاہر العلوم سے خادمانہ تعلق تھا، آپ کی علمی وعملی اور اخلاقی واصلاحی تکمیل مظاہر العلوم کے ذریعہ ہی ہوئی تھی، آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ مظاہر العلوم ہی کا فیضان تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنی تمام صلاحیتوں کو مظاہر العلوم کے لیے وقف کر رکھا تھا، آپ ایک طویل عرصہ تک مظاہر العلوم کے سرپرست بھی رہے۔ لیکن مظاہر العلوم کے ساتھ آپ کا اخلاص اور خادمانہ تعلق کسی عہدہ یا منصب پر منحصر نہ تھا بلکہ مظاہر کی خدمت آپ کا ذاتی جذبہ تھا جو آپ کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے تھا اور یہ سب اوصاف وکمالات اور علمی وعملی صلاحتیں سب ان کے اکابر واساتذہ کی محبت وشفقت کا ثمرہ تھیں۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ میں رحلت فرمائی۔ حق تعالےٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں [1] آمین۔

---

[1] کاروان تھانوی — مطبوعہ کراچی۔

وصال اہلیہ محترمہ

راقم سطور (محمد شاہد) کی دادی صاحبہ سماۃ رابعہ خاتون قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر کی تھیں۔ والد ماجد حکیم سید ناظر حسن جلال آبادی تھے اور سماۃ امۃ الدیان بنت جناب حکیم سید محمد اسحٰق صاحب آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

۲۵ر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ (۲ر اکتوبر ۱۹۱۸ء) میں آپ جد محترم مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب صاحب کی زوجیت میں آئیں۔ دادی صاحبہ مرحومہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی سے بیعت تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی عمر اور اولاد میں بہت برکت فرمائی، آخر کے چند ماہ چھوڑ کر ہمیشہ صحت بہت اچھی رہی، بڑھاپے کے جتنے اعذار ہو سکتے ہیں ان سے محفوظ رہیں بینائی آخر عمر تک اچھی رہی اور قرآن پاک یومیہ دیکھ کر پڑھنے کا معمول رہا۔ آخری رمضان المبارک کے روزے بڑے اہتمام سے پورے کئے، انتقال سے کم و بیش ایک ماہ پہلے کھانا پینا ترک ہو چکا تھا چائے دانی کے ذریعہ دودھ، چائے پینے کے علاوہ اور کوئی غذا نہیں رہی تھی۔

آپ کی اولاد میں اللہ تعالےٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ اپنی وفات پر نوّے ۹۰ بیٹے پوتے، پرپوتے اور نواسے و نواسیاں چھوڑیں۔ جن میں اللہ کے فضل و کرم سے (۳۵) افراد حافظ قرآن اور بیس ۲۰ اصحاب اہل علم و فضل ہیں۔ ان کی وفات کے بعد علماء و حفاظ کی اس تعداد میں بہت کافی اضافہ ہوا۔

۲۷ر شعبان ۱۴۱۲ھ (۳ر مارچ ۱۹۹۲ء) یوم منگل آپ کی تاریخ وفات ہے۔ عمر تقریباً نوّے ۹۰ سال ہوئی۔

باب دوم

خانوادہ مفتی میر عصمۃ اللہ صاحبؒ

مولانا مفتی میر عصمۃ اللہ صاحب سے
حکیم سید محمد حسنین صاحبؒ تک

از سنہ ۱۰۵۰ھ تا سنہ ۱۴۰۰ھ

تین سو پچاس سالہ تاریخ

باب دوم

مولانا مفتی میر عصمۃ اللہ صاحب سہارنپوری

حضرت شاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے اتالیق اور استاذ مولانا مفتی میر عصمۃ اللہ صاحب کے متعلق چند سطور اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں گذر چکیں۔ یہاں قدرے وضاحت کے ساتھ ان کے حالات اور ان سے چلنے والے سلسلے کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

میر صاحب موصوف سے ہمارے خاندان کا ربط و تعلق اس وقت قائم ہوا جب میر عصمۃ اللہ صاحب کی پوتی فاطمہ خاتون کی شادی حافظ سید امام بخش صاحب فقیہ سے ہوئی، یہ مسماۃ مولوی میر سید محمد علی ابن ملا عصمۃ اللہ صاحب کی صاحبزادی تھیں۔

مولانا میر عصمۃ اللہ صاحب کے والد ماجد سید اعظم اور دادا سید عبدالرسول تھے۔ والد ماجد اور جد محترم بھی اپنے وقت کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن مرجعیت اور فضل و کمال شہرہ اور امتیاز کے اعتبار سے میر صاحب کے برابر نہیں تھے۔ اس زمانے میں منطق و فلسفہ کا زیادہ زور تھا۔ علم و قلم کی صلاحیتیں زیادہ تر ان دو علوم پر صرف ہوتی تھیں چنانچہ سید اعظم اور سید عبدالرسول کی بھی چند تصانیف اس موضوع پر ہیں۔ امارت و سیادت کے اعتبار سے یہ صاحبان امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ بڈھا کھیڑہ سے متصل گاؤں اعظم پورہ سید اعظم کی ملکیت اور انہی کا بسایا ہوا تھا جو ۱۹۵۲ء میں خاتمہ زمینداری کی نذر ہوا۔ سید عبدالرسول صاحب کی حویلی لالہ بارومل کے چھتہ میں تھی۔

راقم سطور کو تتبع اور تلاش کے باوجود ان بزرگوں کے مزید حالات نہیں مل سکے۔

شیخ عصمۃ اللہ ابن محمد اعظم ابن عبدالرسول سہارنپوری مسلکاً حنفی تھے۔ عالم کبیر فاضل اجل

اور ہندوستان کے نامور محقق تھے۔ سہارنپور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ دیارِ ہند کے مختلف اساتذہ سے علم حاصل کیا، اور فقہ، اصول، فروع، معانی، بیان ہیئت، ہندسہ، ریاضی اور تمام علوم عربیہ میں مہارت پیدا کی۔ یہ وہ ہندی عالم ہیں۔ جن کی چشم بصیرت نہایت تیز اور روشن تھی۔ ذہن اور دماغ کے تمام گوشے منور تھے۔ کتابوں پر استحضار کا یہ عالم تھا کہ نابینا ہونے کے باوجود طلبار کو درس دیتے۔ علماء کو مستفیض فرماتے مشکل ترین موضوع پر کتابیں تصنیف کرتے۔ کتب درسیہ کی شرحیں سپرد قلم کرتے، اور باقاعدہ فتوے دیتے۔ یعنی وہ بیک وقت عالم، فقیہ، مدرس، مصنف، مفتی سب کچھ تھے[1]

میر صاحب موصوف دیگر علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ فن ریاضی اور حساب میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ انوار، خلاصۃ الحساب اس موضوع پر آپ کی شاہکار تصنیف ہے ڈاکٹر زبید احمد سابق پروفیسر عربی الٰہ آباد یونیورسٹی نے اپنی مشہور کتاب "دی کنٹری بوشن آف نوڈی عربک لٹریچر" میں میر عصمۃ اللہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کسقدر صحیح لکھا ہے کہ!

"جبطرح ایران اسپر فخر کرسکتا ہے کہ اس نے آخر دور میں بہاء الدین محمد بن حسین الآملی جیسے ریاضی داں پیدا کیئے اسی طرح یہ براعظم بھی اسپر فخر کر سکتا ہے کہ یہاں عصمۃ اللہ سہارنپوری لطف اللہ المتخلص بن ہندس بن استاد احمد المعمار، اور اُن کے لڑکے امام الدین جیسے اعلیٰ درجے کے ریاضی داں پیدا ہوئے"[2]

میر عصمۃ اللہ صاحب مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی کے ممتاز شاگرد: اور اپنے وقت کے مرجع انام علمار میں تھے۔ ہر وقت تحقیق و مطالعے میں استغراق رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے بلند پایہ اور منتخب علمار کی تاریخ پر جو بنیادی کتابیں لکھی ہیں ان سب میں آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔ چنانچہ مآثر الکرام وسبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، از میر غلام علی آزاد بلگرامی حدائق الحنفیہ مولانا فقیر محمد جہلمی، نزہتہ الناظرین ابجد العلوم نواب صدیق حسن خاں، تقضار الارب من ذکر علمار النحو والادب، مولانا ذوالفقار احمد، تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلمار سید محمد حسین نوگانوی، تذکرہ علمار، شمس العلمار محمد حسین آزاد۔ قاموس

---

[1] ۔ نقبائے ہند۔ صفحہ ۲۴۸ جلد پنجم

[2] ۔ دی کنٹری بوشن کا اردو ترجمہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان سے عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

المشاہیر، از نظامی بدایونی، مطبوعہ ۱۹۲۶ء۔ تذکرہ علمائے ہند، مولانا رحمان علی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت مولانا مناظر احسن گیلانی، نزہتہ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی لکھنوی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، پاکستان نے اپنی اپنی تصانیف میں میر صاحب موصوف کا تذکرہ کیا ہے

یہاں اختصار کے ساتھ چند نامور مصنفین کی کتابوں سے میر صاحب کا مزید تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱:۔ تفضار الارب کے مصنف آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مولانا عصمۃ اللہ صاحب سہارنپوری مشاہیر علماء میں سے تھے اگرچہ مکفوف البصر تھے۔ لیکن مکشوف البصیر صافی السریرۃ تھے۔ علم و تدریس کی خدمت میں اپنی عمر عزیز فنا کی۔ تصانیف مفید تحریر کیں۔ ان میں سے شرح جامی کا حاشیہ ہے۔

۲:۔ مولانا فقیر محمد نے حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے۔ ملا عصمۃ اللہ سہارنپوری مشاہیر علماء دین میں سے عالم فاضل فقیہ متبحر تھے۔ اپنی تمام عمر کو خدمت علم اور تدریس میں صرف کیا، آخر کو آنکھوں سے نابینا ہو گئے، تصانیف بھی مفید کیں۔

۳:۔ تذکرہ علماء ہند کے مصنف لکھتے ہیں کہ ملا عصمۃ اللہ سہارنپوری برصغیر ہند و پاکستان کے مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ اگرچہ بظاہر بصارت سے محروم تھے۔ لیکن باطن میں چشم بصیرت روشن تھی۔ اپنی تمام عمر خدمت علم و تدریس میں بسر کر دی۔ ان کی عجیب تصانیف ہیں، مثلاً شرح خلاصۃ الحساب اور حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح تشریح الافلاک، رسالہ حرمۃ الغنیٰ والمزامیر اور رقیب، باب المعروف والمنکر بھی ہیں۔

۴:۔ عصمۃ اللہ بن عظمت اللہ سہارنپوری (م ۱۰۸۹ھ ۱۶۷۸ء) اپنے عہد کا نامور ریاضی داں اور مصنف تھا۔ انوار خلاصۃ الحساب شرح تشریح الافلاک اور ضابطہ قواعد الحساب اس کی علمی یادگاریں ہیں۔ خلاصۃ الحساب چھپ چکا ہے، دوسری کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

{اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب لاہور
جلد ۱۴/۱۔ مطبوعہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء}

تصانیف آپ کی چند معلوم تصانیف کا تعارف قدرے وضاحت کے ساتھ یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) حرمۃ الغنا و المزامیر :۔ سماع کی حرمت اور عدم جواز پر یہ رسالہ ۱۰۸۹ھ میں لکھا گیا ہے، یہ ایک مقدمہ سات فصول اور خاتمے پر مشتمل ہے۔ اور آخر میں ان تمام لوگوں پر دلائل کے ساتھ رد کیا ہے جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد اور انڈیا آفس لائبریری لندن میں یہ کتاب محفوظ ہے۔

(۲) انوار خلاصۃ الحساب :۔ بہاء الدین آملی کی مشہور کتاب خلاصۃ الحساب کی یہ شرح ہے جو اردو میں میر صاحب نے لکھی، مصنف اور شارح دونوں کا زمانہ ایک تھا۔ اور دونوں کی وفات میں چھ سال کا وقفہ ہے۔ ذی الحجہ ۱۰۸۶ھ میں یہ مکمل ہوئی۔ اور یہی اسکا تاریخی نام ہے۔

ڈاکٹر زبید احمد اس کتاب کا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔

"عصمۃ اللہ نے اپنی شرح کے آغاز میں ایک مختصر مقدمہ لکھا ہے جسمیں علم الحساب کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے اور خلاصۃ الحساب کی تعریف کی ہے، کتاب کے متن میں علم الحساب کی تعریف کرتے ہوئے انھوں نے لفظ ریاضی کے معنی پر مفصل بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ یہ نام کیوں رکھا گیا۔ بہاء الدین نے ہندسہ کی جو تعریف کی ہے عصمۃ اللہ نے اس تعریف کو ناقص قرار دیا ہے، یہ شرح بہت معلومات افزا اور مفید ہے اور اس سے مصنف کی علم ریاضی میں قابلیت کا ثبوت ملتا ہے۔" (عربی ادبیات ص ۱۶۶)

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ جامعہ مظاہر علوم کے کتب خانہ میں بھی محفوظ ہے۔ جو شیخ رحیم اللہ بن کریم اللہ سہارنپوری کے قلم سے ہے۔ یہ ربیع الثانی ۱۱۲۹ھ کا مخطوطہ ہے، اور دو سو اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مخطوطہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ میر صاحب کے ذاتی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے، اور ملا محمد غوث صاحب سہارنپوری تلمیذ میر صاحب کے اس پر حواشی بھی ہیں، ریاست رامپور، ندوہ لکھنؤ، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے کتب خانوں میں بھی اسکے قلمی نسخے موجود ہیں۔

(۳) باب نظام النحوی :۔ عربی میں یہ کتاب علم نحو پر ہے۔ جامعہ مظاہر علوم میں اسکا قلمی نسخہ محفوظ ہے جس کے کاتب غلام حسین ابن نور محمد ہیں۔ ذیقعدہ ۱۱۹۱ھ کا یہ مخطوطہ تین سو

بیالیس (۴۲×۳) صفحات پر مشتمل ہے اور ملا عصمۃ اللہ صاحب کے ذاتی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے۔

(۴) شرح تشریح الافلاک :- یہ علامہ بہاؤالدین آملی کے رسالہ تشریح الافلاک کی عربی زبان میں شرح ہے۔ بائیس ۲۲ رمضان ۱۰۸۶ھ میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ اس کتاب کا تاریخی نام باب تشریح الافلاک ہے۔ جامعہ مظاہر علوم آصفیہ حیدرآباد، رامپور اور ندوہ لکھنؤ کے کتب خانوں میں اسکے قلمی نسخے موجود ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس کا ایک نسخہ محفوظ ہے جو ۱۳۰۱ھ کا مخطوطہ ہے۔

(۵) ضابطہ قواعد الحساب :- ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال اور جامعہ مظاہر علوم کے شعبۂ مخطوطات میں یہ کتاب موجود ہے۔

(۶) نظم نیک :- علم صرف میں یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ منظوم ہونے کی وجہ سے اسکا تاریخی نام " نظم نیک " ہے۔ ۱۰۷۵ھ میں یہ مکمل ہوا۔ کتاب کے مقدمہ میں میر صاحب نے اپنے استاذ ملا عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی کا تذکرہ اونچے الفاظ میں کیا ہے۔ مظاہر علوم میں اسکا قلمی نسخہ ۱۱۴۵ھ کا ہے جس کے کاتب حافظ غلام مصطفےٰ بن شیخ محمد حسین ابن شیخ حسن محمد ہیں۔ اسکے صفحات (۵۶) ہیں اور سائز $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ ہے۔

(۷) حواشی شرح جامی :- میر صاحب کا تحریر کردہ یہ حاشیہ طبقۂ علماء میں پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کے تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے اس حاشیے کی نشاندہی کی ہے، اور اسکو سراہا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ استنبول ترکی کتب خانہ عموجہ حسین استنبول کتب خانہ محمود پاشا استنبول اور انڈیا آفس لائبریری لندن میں اس کتاب کے متعدد نسخے موجود ہیں۔

(۸) رقیب باب المعروف والمنکر :- مولانا محمد اسحٰق بھٹی اپنی کتاب فقہاء ہند میں اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" یہ کتاب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق ہے۔ سن تالیف ۱۰۹۱ھ ہے کتاب ایک مقدمہ چند فصلوں اور خاتمے پر محتوی ہے۔ مقدمہ میں امر اور نہی کی اصل تعریف بیان کی گئی ہے۔ خاتمہ کتاب میں خلفاء راشدین اور دیگر زعماء اسلام کی سیرت کا تذکرہ ہے "۔

وفات

میر غلام علی آزاد بلگرامی اور دوسرے مورخین نے آپ کو گیارھویں صدی کے علماء میں شمار کرتے ہوئے آپ کی تاریخ وفات ۱۰۳۹ھ لکھی ہے، وفات پر

تاریخی قطعہ یہ ہے۔

وطن شہر سہارنپور در ہند کہ بود اُستاذ عالمگیر ذی جاہ
چوں بگذشت از جہاں تاریخ گفتم مقدس حیثیت ملا عصمۃ اللہ
۱۰۴۹ھ

لیکن علامہ عبدالحی حسنی لکھنوی نے آپ کو بارھویں صدی ہجری کے علماء میں شمار کرتے ہوئے سنہ وفات ۱۱۳۳ھ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر جلد ۶ صفحہ ۱۸۰۔

آپ کا مزار محلہ میرکوٹ نزد پل خمران سہارنپور میں ہے اور اسی سے متصل مسجد بھی ہے۔

پسماندگان

میر عصمۃ اللہ صاحب موصوف کی شادی کہاں ہوئی اسکے متعلق ہماری تاریخ خاموش ہے۔ تاہم خاندانی شجرۂ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دو صاحبزادے میر محمود ولی، میر محمد علی اور ایک صاحبزادی فاطمہ خاتون تھیں۔

میر محمود ولی کی شادی خیر النساء بنت سید نور اللہ بن سید شاہ عالم بن سید ولی محمد سے ہوئی۔ ۱۱۶۰ھ آپ کی وفات کا تقریبی سن ہے۔

دوسرے صاحبزادے میر محمد علی صاحب کو علوم نحو و منطق میں کمال حاصل تھا، حاشیہ بر لف نشر، ایک عربی مخطوطہ، آپ کی یادگار کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور میں محفوظ ہے، میر محمد علی کی شادی چاند بی بی بنت سید شفیع اللہ بن مفتی میر علیم اللہ سے ہوئی، دو لڑکے میر سید ابوالفتح، میر سید فضل علی آپ کے یہاں تولد ہوئے۔

میر سید ابوالفتح کی صاحبزادی فاطمہ خاتون تھیں، جن کا نکاح حافظ سید امام بخش صاحب نغمہ سے ہوا۔ اس شاخ کا تفصیلی تذکرہ قارئین پڑھ چکے ہیں۔ اسوقت ہمارے پیش نظر آپ کے دوسرے صاحبزادے میر سید فضل علی ہیں اور اس جگہ انہی کا تذکرہ مقصود ہے۔

میر سید فضل علی کی ایک لڑکی مسماۃ رحیمہ خاتون تھیں۔ جن سے ایک لڑکی مسماۃ سید بی بی اور دو لڑکے سید اسد اللہ اور سید عیدی تھے۔ سید بی بی کی شادی سید بہر علی بن علی بن مردان علی سے ہوئی، جن سے ایک لڑکے سید نصرت علی تولد ہوئے۔

لہ انکی شادی میر سید نجیب اللہ (ولادت، ۱۰ ربیع الثانی ۱۰۸۵ھ) بن سید علیم اللہ برادر حقیقی میر عصمۃ اللہ سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکے عزت اللہ ہوئے۔

لہ ہماری خاندانی فائل میں ایک معاہدہ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء کا موجود ہے جو سید نصرت علی بن سید بہر علی ←

سید اسد اللہ کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کے ایک لڑکے حسن علی تھے۔

سید عیدی یہ اپنا پورا نام غلام ابو تراب عرف سید عیدی لکھا کرتے تھے، ان کا نکاح مسماۃ رحمت النساء بنت سید لطف اللہ بن سید وجہ اللہ سے ہوا تھا۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۳۹ھ میں سید عیدی کا انتقال ہوا۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولانا سید عبد اللہ عرف سید عبد النبی فقیہ تھے خاندانی نوشتوں میں آپ کا جو مختصر تذکرہ مل سکا وہ یہ ہے۔

سید عبد اللہ صاحب فقیہ، قاضی ریاست نلگنڈہ

ولادت اور وقت ولادت کی تاریخ و تعیین خاندانی شجرہ میں اس طرح مرقوم ہے۔

"ولادت ایشان وقت نیم شب کہ بعد آں روز دوشنبہ بود سترہ ذیقعدہ ۱۲۱۱ھ"

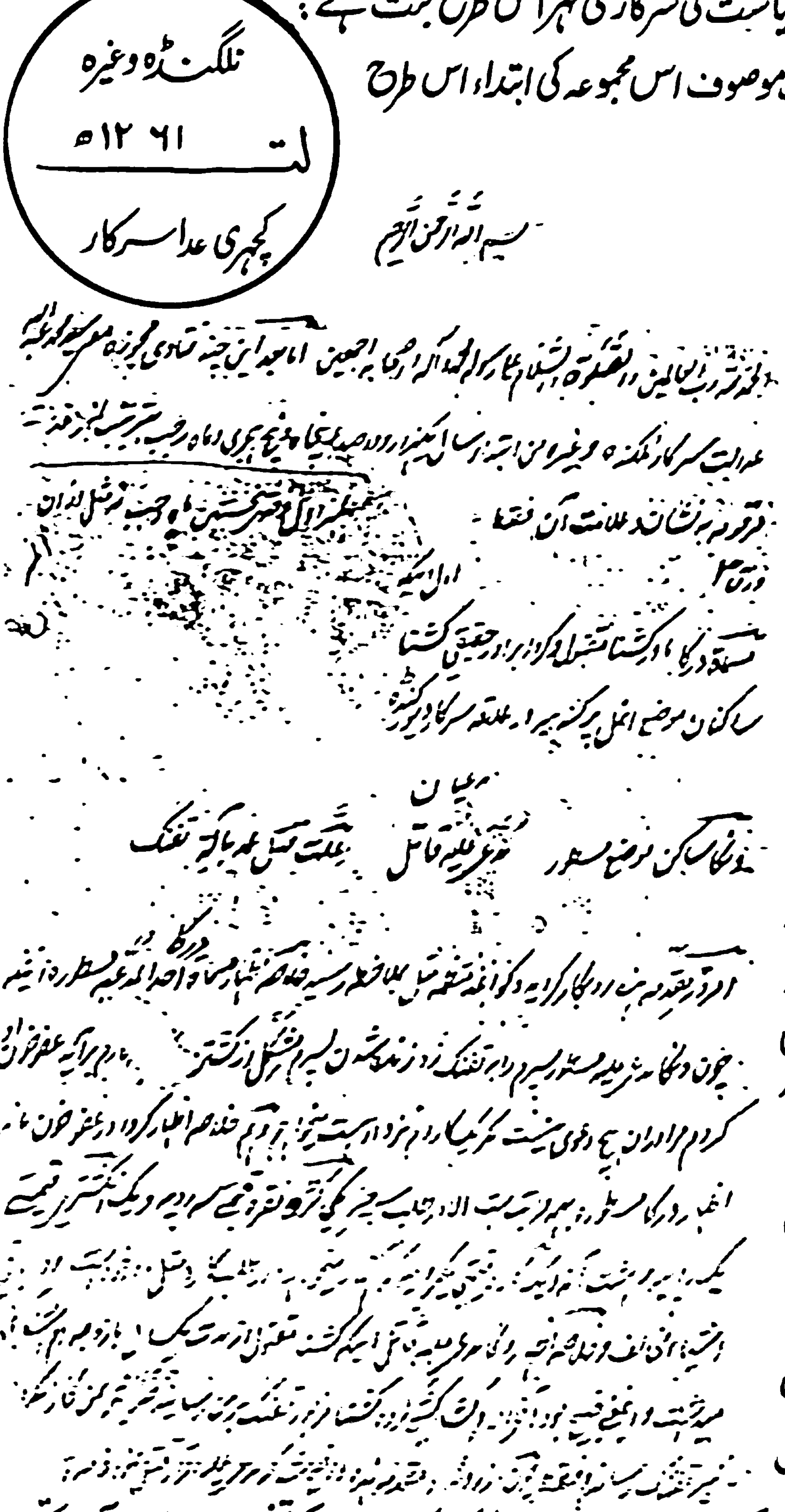
علوم دینیہ و شرعیہ میں آپ کے جلیل المرتبت اساتذہ مولانا شاہ محمد اسحٰق اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب ہیں ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ انتہائی زیرک، فطین اور جید الاستعداد علماء میں تھے، جملہ علوم معقول و منقول میں آپ کی استعداد بہت پختہ اور مضبوط تھی لیکن خصوصیت کے ساتھ فقہ و فتاویٰ پر بہت گہری نگاہ اور وسیع تھی، اسی بنا پر آپ ۱۲۵۵ھ میں ریاست نلگنڈہ (حیدر آباد) کے قاضی شرعی بنائے گئے جہاں آپ فقہ حنفی کے مطابق معاملات اور مقدمات کا تصفیہ اور فیصلہ فرماتے تھے، اس زمانے کے بعض اہم فتاویٰ اور تحریریں ہمارے یہاں محفوظ ہیں۔ نلگنڈہ کے زمانہ قیام میں آپ نے اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بھی فارسی زبان میں مرتب کیا تھا جس میں فریقین کے بیانات، جرائم کی تحقیق و تفتیش مدعی اور مدعا علیہ کے مقدمات کی تفاصیل اور پھر فقہ حنفی

ــــ کی طرف سے میرکوٹ میں واقع حکیم سید احمد حسین کے ایک دکان کے دست برداری کے متعلق ہے۔ اس معاہدہ نامہ سے سید نعمت علی کے زمانۂ حیات کا تعین ہو سکتا ہے۔"

کے مطابق شرعی فیصلے تحریر فرمائے ہیں۔ اس مجموعہ کے چند صفحات ہمارے یہاں موجود ہیں اس مجموعۂ فتاویٰ پر ریاست کی سرکاری مہر اس طرح ثبت ہے:

مفتی صاحب موصوف اس مجموعہ کی ابتداء اس طرح فرماتے ہیں۔



"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد! ایں چند فتاویٰ مجوزہ مفتی سید محمد عبداللہ عدالت سرکار نلگنڈہ وغیرہ من ابتداء سال یک ہزار و دوصد و پنجاہ و پنج ہجری در ماہ رجب بترتیب نمبر مقدمہ مرقوم بہ نشان و علامت آں۔

عدالتی فیصلوں کے علاوہ مختلف علاقوں اور شہروں سے بھی آپ کے پاس فتاویٰ بذریعہ ڈاک آتے جن کے تفصیلی جوابات آپ تحریر

فرماتے۔ اسی نوع کے دو فتوے ہماری خاندانی فائل میں موجود ہیں۔ ایک ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ مطابق فروری ۱۸۴۲ء کا اور دوسرا ماہ شوال ۱۲۵۸ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۲ء کا ہے۔

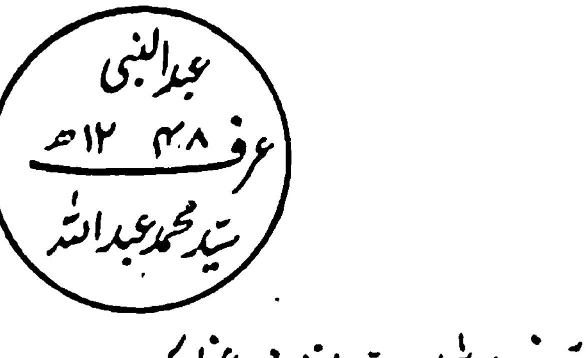
اپنی قدامت اور قابل قدر دینی وتاریخی اثاثہ ہونے کی بنا پر اس مجموعہ فتاوی کا پہلا صفحہ پیش نظر کتاب کی زینت بنایا جاتا ہے۔

اس دور کے عوام اور مستفتیان کی نگاہ میں آپ کی جو قدر ومنزلت اور عزت ورفعت تھی اس کا اندازہ ایک استفتاء پر لکھی گئی ان دو سطروں سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"انشاء اللہ تعالیٰ عریضہ ہذا بدار العدالت سرکار نلگنڈہ وغیرہ رسیدہ
بخدمت فیض مآب حضرت قبلہ دو جہاں کعبۂ امن وایمان حضرت مولوی
سید محمد عبد اللہ صاحب دام ظلکم واقبالکم"

اپنے تحریر کردہ فتاوی پر آپ دستخط کے ساتھ سرکاری مہر بھی لگاتے تھے جس پر یہ عبارت کندہ تھی "کچہری عدالت سرکار نلگنڈہ وغیرہ ۱۲۶۱ھ"۔

اس کے علاوہ آپ کی ایک ذاتی مہر بھی تھی جس پر آپ کا نام اس طرح کندہ تھا:



آپ کی شادی سید خیر اللہ بن سید حافظ محمد اعظم کی صاحبزادی مسماۃ کھستی[۱] خاتون سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکے عالیجناب حکیم سید فضل حق صاحب تھے۔ جن کا تفصیلی تعارف یہ ہے

مولانا حکیم سید فضل حق صاحب

آپ علوم عربیہ میں ماہر وکامل اور اپنے ہم عصروں میں نہایت فہیم اور ذکی سمجھے جاتے تھے اپنے والد ماجد مولانا سید عبد اللہ صاحب نقویہ سے عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، اور

---

[۱] یکم اپریل ۱۸۳۸ء کے لکھے ہوئے ایک اقرارنامہ سے اس کا علم ہوا۔ غالب گمان یہ ہے کہ کھستی خاتون قدسی خاتون کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

جب حصول علم کا مزید شوق پیدا ہوا تو دہلی چلے گئے اور تقریباً بارہ سال وہاں رہکر وہاں کے ممتاز و نامور علماء سے اکتساب فیض اور تحصیل علم کرتے رہے۔ علم طب میں آپ کو ملکۂ تامہ حاصل تھا۔ نباضی اور تشخیص مرض میں دور دور تک شہرہ رکھتے تھے۔ آپ نے فن طب دہلی میں اپنے وقت کے نامور اطباء سے حاصل کیا۔ طبی حذاقت و مہارت کے متعدد واقعات آپ سے منسوب ہیں۔

محلہ دینا ناتھ سہارنپور کے رئیس لالہ پارس داس بھی دیگر رؤسائے شہر کی طرح آپ کی طبی حذاقت کے بڑے مداح اور معترف تھے۔ اس زمانہ کے دستور اور رواج کے مطابق بطور اظہار عقیدت لالہ صاحب نے اپنی حویلی کی بیرونی دیوار پر آپ کی ایک قلمی تصویر مختلف پختہ رنگوں کے ساتھ بنوائی تھی۔ یہ تصویر اپنے مدھم نقوش کے ساتھ آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ اسمیں حکیم نسل حق صاحب کی گود میں حکیم سید حسین صاحب بیٹھے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔

ضبط و تحمل اور اپنے مخالفین کے ساتھ آپ کے حسن سلوک کے متعدد واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ کسی مریض کو دیکھنے کے لئے اس کے گھر جارہے تھے، ملازم اور مریض کے چند رشتہ دار بھی ہمراہ تھے، راستے میں ایک معاند مخالف نے اعزاز و اکرام کا یہ منظر دیکھ کر سب وشتم شروع کیا۔ رفقاء کے متوجہ کرنے پر آپ نے فرمایا کہ اس راستے پر تو بہت سے لوگ آرہے اور جارہے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ شخص کسی اور کو گالیاں دے رہا ہو۔ یہ سنکر اس معاند نے آپ کا نام لیکر برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا کہ نسل حق نام کے تو یہاں قرب و جوار میں اور بھی لوگ ہوں گے، اسلئے یہ ضروری نہیں کہ اس نام کا مصداق میں ہی ہوں۔ ہاں اگر یہ شخص میرا ہاتھ پکڑ کر اور میرا نام لیکر سب وشتم کرے، تو بیشک مجھے دیگا۔ لیکن اتنی ہمت اس کے اندر نہیں تھی۔ اس قصے کے بعد جب آپ گھر واپس آئے تو چاول اور آٹے کے دو مٹکے بھرواکر ملازم کے ذریعہ اس مخالف کے گھر پہنچوائے، اور گھریلو اخراجات کیلئے مزید چاندی کے دو روپے بھی بھیجے۔ یہ سلوک دیکھ کر وہ معاند آپ کے پاس آیا اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا کہ سرداری کے یہی چلن (طریقے) ہوتے ہیں۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی امداد و معاونت میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مالی تعاون کے سلسلے میں ہمیں پہلی مرتبہ آپ کا نام روداد ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ملتا ہے۔ ایک طالب علم کا یومیہ کھانا آپ کے یہاں سے متعین تھا۔ ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں آپ کی جانب سے

مدرسہ کے لئے ایک گرانقدر عطیہ (۵۶) عدد ظروف کی صورت میں پیش کیا گیا جس کی تفصیل روئداد میں ان الفاظ سے شروع کی گئی ہے۔

"حکیم فضل حق صاحب رئیس سہارنپور نے (۵۶) عدد ظروف منجملہ ازاں (۴۶) عدد مسی وزنی ایک من سوا چھٹانک و دس عدد کوٹ وا آہن دیگ وغیرہ وزنی مدرسہ میں مرحمت فرمائے"۔

آپ نے اپنے مکان سے متصل ایک مسجد ۱۸۹۰ء میں تعمیر کرائی۔ تمام عمر اسکے متولی و منتظم رہے اور اپنے بعد اسکی دیکھ بھال کے متعلق اپنے وصیت نامے میں تحریر فرمایا کہ اس مسجد کے پیش امام صاحب کا کھانا ہمیشہ میرے گھر سے جاری رہے گا۔ کیونکہ جس امام کے پیچھے پانچ وقت نماز پڑھی جائے اسکے متعلق میرا دل نہیں چاہتا کہ وہ دو وقت کی روٹی کیلئے مختلف گھروں کا چکر لگائے نیز یہ کہ میرا گھرانہ مسجد کے اخراجات خود برداشت کرے چندہ وغیرہ نہ کرے۔

منشی نند کشور نے اپنی مشہور کتاب تاریخ سہارنپور مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں سہارنپور کے جن اربابِ علم و فضل کا تذکرہ کیا ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"حکیم فضل حق خلف مولوی عبدالنبی اپنے والد سے اور دہلی میں علم تحصیل کیا۔ مرد جوان اور علم طب میں نہایت ذہین ہیں"۔ (تاریخ سہارنپور صہ ۲۱)

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۱۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔ عمر تقریباً نوّے سال تھی۔ خاندانی قبرستان واقع بہٹ روڈ نزد چنگی آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

نکاح اور اولاد

آپ کا نکاح حکیم سید احمد حسین خلیفہ حضرت سید احمد شہید بریلوی کی صاحبزادی مسماۃ عائشہ خاتون سے ہوا۔ جن سے آپ کے دو صاحبزادے حکیم ضیاء الحق اور حکیم سراج الحق صاحب تولد ہوئے۔ دونوں بھائیوں کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔

(۱) حکیم ضیاء الحق صاحب :- حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد ابتدائی عربی، فارسی کی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی۔ بڑے جری، بہادر اور جسمانی اعتبار سے تنومند تھے میرے دادا جان مولانا حکیم محمد ایوب صاحب سُناتے تھے کہ ایک مرتبہ حکیم ضیاء الحق صاحب کا مدرسہ کے طلباء کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا۔ یہ اسوقت دفتر مدرسہ قدیم میں تھے، فوراً اوپر چڑھ

گئے، طلباء ان کے پیچھے دوڑے۔ اسوقت اوپر کتب خانہ نہیں تھا۔ حکیم ضیار الحق اوپر چھت سے شمال کی جانب باہر کود گئے، اور صحیح وسالم گھر آگئے۔

آپ کی شادی مسماۃ حشمت الٰہی (وفات ۲۵، رجب ۱۳۷۸ھ مطابق ۳، فروری ۱۹۵۹ء)[1] سے ہوئی، جن سے آپ کے ایک صاحبزادے حکیم سید محمد حسنین اور دو صاحبزادیاں سعیدہ خاتون اور محمودہ خاتون تھیں۔

حکیم سید محمد حسنین صاحب

حکیم حسنین صاحب کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہے۔ تاریخی نام بخشش علی ہے۔ اپنے دادا حکیم نفضل حق صاحب کے بہت لاڈلے تھے۔ ابتدائی دینی ومذہبی تعلیم گھر پر رہتے ہوئے حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۹ء میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ اس پہلے سال میں آپ نے ہدایۃ النحو شرح مأۃ عامل، حریری، زنجانی، منیۃ المصلی پڑھی۔ اور مشکوٰۃ شریف تک یہاں تعلیم پائی۔ ۱۳۳۱ھ میں آپ نے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھی ہے

ممتاز الاطباء حکیم سید حسنین صاحب اپنے والد کے اکلوتے لڑکے تھے۔ والد عالم جوانی میں رحلت کر گئے تھے، اسلئے آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے دادا جان حکیم سید نفضل حق صاحب نے اس طرح کی کہ یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ یہ ان کے والد نہیں بلکہ دادا ہیں۔ حکیم حسنین صاحب کے ناناجان منشی عبدالعزیز صاحب اس وقت تحصیلدار تھے، اسوجہ سے نانا کی خواہش یہ تھی کہ آپ کو انگریزی تعلیم دلائیں اور اسکا تذکرہ انھوں نے حکیم نفضل حق صاحب سے کیا تو حکیم صاحب نے ہنس کر جواب دیا کہ میں آپ کے نواسے کو ایسی تعلیم دلاؤں گا کہ وہ آخر عمر تک ریٹائر نہیں ہوگا اور خدا نے چاہا تو اپنے وقت کے تحصیلدار اور کلکٹر اس بچے کو خود آکر سلام کیا کریں گے، چنانچہ مظاہر علوم میں تعلیم دلاکر خود علم طب پڑھایا۔ اپنے ساتھ مطب میں رکھا، اور اپنی زندگی میں ہی اپنی مسند طبابت آپ کو سونپ دی۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اس دور کے سادات اور شیوخ میں ہی نہیں بلکہ شہر اور ضلع میں

---

[1] یہ حافظ محمد یعقوب صاحب انصاری گنگوہی کی حقیقی پھوپی زاد بہن تھیں۔

بھی آپ کا مقام اور درجہ ہمیشہ بلند اور اونچا رہا۔ شہر کے عوام و خواص آپ سے تعلق اور لگاؤ سے ملتے تھے

اوصاف و کمالات

خدا نے آپ کو خوبصورت اور سجیلا جسم عطا کیا تھا۔ اسپر آپ کا شاندار لباس جو آخر تک رہا یہ تھا۔ سردی میں سیاہ شیروانی، گرم سفید اعلیٰ کپڑے کا چوڑی دار پاجامہ اور پاؤں میں کامدار جوتا سر پر ترکی ٹوپی۔ اس لباس میں آپ بڑے بارونق اور بارعب معلوم ہوتے تھے

ایک خوبی یہ تھی کہ بچپن جوانی اور ضعیفی کے تینوں ادوار میں نماز، روزہ اور تہجد کی پابندی رکھی۔ شروع ہی سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی سے دلی تعلق تھا، اور پھر یہ تعلق بیعت وارادت میں بدل گیا تھا، اسی کا اثر تھا کہ علماء اور صالحین کا بہت ادب کرتے تھے، مظاہر علوم سے بڑا تعلق تھا۔ حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔ حضرت سے طرفین کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ان کی وفات کے بعد یہ تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے قائم ہوا۔ حضرت شیخ کے یہاں خود جاتے تھے، اور کہتے تھے کہ شیخ پیدائشی صالح اور ---- نیک ہیں۔ میرے پیر کے محبوب ہیں، اور میری والدہ صاحبہ کے پیر ہیں۔ اس وجہ سے میں ان کا ادب کرتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے حضرت کو اپنے یہاں آنے کی زحمت دینے کے بجائے خود حاضر ہوتا ہوں، اسی طرح حکیم سید محمد ایوب صاحب کی باوجود عمر میں چھوٹے ہونیکے بڑی عزت کرتے تھے؛ اور نام لینے کے بجائے ہمیشہ مولوی جی کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ اس خاندان میں یہ عالم باعمل مجھے بہت عزیز ہے۔

حکمت وطبابت سے گہری دلچسپی کی بنا پر آپ نے بھارت طبیہ کالج اور مشہور و معروف نامور طبیب حکیم ناظر حسن نسیم کا بھرپور تعاون کیا۔ مئی ۱۹۳۱ء میں جب طبیہ کالج کی بنیاد رکھی گئی تو اسوقت کا گروپ فوٹو آج بھی محفوظ ہے جسمیں جناب حکیم مختار احمد ابن حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیب، حکیم سلطان احمد، حکیم محمد نبی صاحب اور حکیم ناظر حسن نسیم صاحب امتیازی حیثیت سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ طبیہ کالج سہارن پور کے بانیان میں سے ہیں، تاعمر اس کے سرپرست رہے۔

حکیم محمد یعقوب صاحب مرحوم کے تذکرے میں انجمن طبیہ محلہ مفتی سہارنپور کے قیام اور اغراض

ومقاصد کی تفصیلات پیش کی جا چکی ہیں۔ حکیم حسنین صاحب موصوف کے تعلق سے بھی وہاں آل انڈیا طبی کانفرنس سہارنپور کا تذکرہ تفصیل سے پیش کیا جا چکا ہے، اس پر اضافہ کرتے ہوئے یہاں یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ حکیم محمد حسنین صاحب ۱۹۲۰ء میں اس انجمن طبیہ کے آنریری سکریٹری تھے۔ وہ زمانہ حکمت وطبابت کیلئے سیاہ ترین زمانہ تھا اور اعلیٰ سطح پر اسکی بھرپور مخالفت کی جارہی تھی۔ چنانچہ مسٹر شیخ حبیب اللہ ایم، ایل، سی لکھنؤ میں اور ڈاکٹر میجر رنجیت سنگھ الہ آباد میں مخالفت کا جھنڈا بلند کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں حکیم صاحب موصوف نے انجمن طبیہ سہارنپور کا اجلاس ۱۷ جون ۱۹۲۸ء میں طلب کیا۔ جس کی صدارت خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب ایم، ایل، سی وآنریری مجسٹریٹ سہارنپور نے کی، اس اجلاس میں اطباء اور وید صاحبان کو جمع کر کے ایک مضبوط لائحہ عمل تیار کیا گیا جس سے خاطر خواہ مقاصد حاصل ہوئے اس اجلاس کا دعوت نامہ کتاب میں شامل کیا جاتا ہے :

" از دفتر انجمن طبیہ ضلع سہارنپور محلہ مفتی

حضرات اطباء وویدصاحبان ضلع سہارنپور سے خصوصاً

اور

حضرات معتقدین وہمدردان طب یونانی وویدک سے عموماً

بعد تسلیم ونیاز !

گذارش ہے کہ انجمن طبیہ ضلع سہارنپور کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۱۷ جون ۱۹۲۸ء یوم یک شنبہ کو بوقت ۵ بجے شام زیر صدارت خان بہادر شیخ ضیاء الدین صاحب ایم ایل سی وآنریری مجسٹریٹ محلہ مفتی میں ہونا قرار پایا ہے جس میں انجمن کی سالانہ رپورٹ اور مسٹر شیخ حبیب اللہ صاحب ایم ایل سی کی وہ تقریر جو انھوں نے اجلاس لیجسلیٹو کونسل منعقدہ ۱۵ فروری ۱۹۲۸ء میں دیسی طبیبوں کی سخت تحقیر ومذمت کرتے ہوئے

ان کو سرکاری سرپرستی اور امداد سے محروم رکھنے کی کوشش میں فرمائی ہے اور جس کی وجہ سے شیخ صاحب موصوف نے ہندوستان کے مفاد اور رائے عام کے خلاف دیسی طبیبوں کی مخالفت میں حصہ لینے سے بحیثیت ممبر کونسل اپنا اعتماد کلیۃً زائل کر دیا۔

اور نیز ڈاکٹر میجر رنجیت سنگھ الہ آباد کی ایک تقریر کا خلاصہ جو انھوں نے الہ آباد میں ایک جلسہ اطباء کی مخالفت میں منعقد کر کے فرمائی ہے۔ پیش کیا جاتا ہے جس سے آپ کو مخالفین طب کے خیالات اور طرزِ عمل کا اندازہ پورے طور پر ہو جائے گا۔

لہٰذا پر زور الفاظ کے ساتھ استدعا کی جاتی ہے کہ اس نازک وقت میں آپ اپنی جماعت اور فن شریف کی عزت اور وقار کو محفوظ رکھنے اور مخالفین فن کے ناسزا وار اور سخت حملوں کی مدافعت کی غرض سے اپنے عزیز وقت اور صرف ایک روز کے مطب کا نقصان برداشت کر کے تاریخ معینہ پر مع اپنے دیگر برادران فن کے شریک جلسہ ہو کر اپنی پوری قوت اور اتفاق کا ثبوت دیں اور جلسہ کو کامیاب بنائیں۔

نوٹ ۱ :- بیرون جات سے تشریف لانے والے حضرات کی قیام و طعام کا انتظام انجمن ہٰذا نے اپنے ذمہ رکھا ہے۔

۲ :- جو صاحب جلسہ میں کوئی تحریر پڑھنا چاہیں، ان کو اس کی ایک نقل یا تقریر فرمانا چاہیں تو اس کا عنوان دفتر انجمن طبیہ میں تین روز پیشتر بھیج دینا ضروری ہے ورنہ عین موقع پر پروگرام میں وقت نکالنا ناممکن ہوگا۔

خاکسار خادم طب یونانی

حکیم سید محمد حسنین آنریری سکریٹری"۔

اسی طرح یونانی طبی ضلع کانفرنس منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۷ء میں آپ نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ ویدک طبی کانفرنس ایک طویل خطبۂ صدارت پیش کیا جسمیں سہارنپور کی تاریخ علم طب کی اہمیت سلطنت مغلیہ میں اسکی آب و تاب اور دارالعلوم و مظاہر علوم کا ذکر اچھے انداز میں کیا ہے۔

یہ خطبۂ صدارت کتاب کے پہلے باب میں حکیم محمد یعقوب کے حالات میں آچکا۔

ایسے ہی جب ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس ضلع سہارن پور کا دسواں سالانہ جلسہ مؤرخہ ۱۱، ۱۲ مارچ ۱۹۳۹ء منعقد ہوا تو آپ نے اس وقت بھی پوری سرگرمی کا مظاہرہ کر کے اس کو کامیابی تک پہونچایا۔ یہ کانفرنس مولانا منفعت علی صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل وایم ایل اے یوپی کی زیر صدارت منعقد ہوئی تھی، اس میں حکیم سید محمد احمد صاحب رامپوری صدر استقبالیہ کمیٹی تھے اور حکیم سید محمد حسنین صاحب صدر انجمن طبیہ — اور حکیم ناظر حسن شمیم جنرل سکریٹری انجمن طبیہ تھے۔ اس اجلاس کا دعوت نامہ ہماری خاندانی فائل میں محفوظ ہے۔

اسی طرح طبیہ کالج سہارن پور کا جلسہ ۲۵ جنوری ۱۹۴۲ء میں زیر صدارت سید رشید احمد بخاری سٹی مجسٹریٹ سہارن پور منعقد ہوا جس میں کامیاب طلبہ کو اسناد دی گئیں، اس موقع پر "اخبار بیباک کے مطابق" حکیم سید محمد حسنین صاحب نے اپنا پر از معلومات خطبۂ صدارت پیش فرمایا۔ (ہفت روزہ بیباک سہارن پور، فروری ۱۹۴۲ء)

حکیم حسنین صاحب موصوف اطباء کا حد درجہ ادب کرتے تھے، اطباء کا کوئی بھی جلسہ ہوتا تو وہ آپ کی شرکت کے بغیر ادھورا سمجھا جاتا تھا، لیکن کبھی کسی جلسے کے صدر نہیں بنے۔ بلکہ ایسے موقعوں پر حکیم سید محمد یعقوب صاحب کو صدر بنواتے، ۱۹۲۵ء میں اطباء کی بہت بڑی کانفرنس میں خود استقبالیہ سکریٹری رہے، اور حکیم محمد یعقوب صاحب صدر بنائے گئے، اسکے بعد اطبائے یوپی کی کانفرنس ہوئی تو اسمیں بھی مسندِ صدارت پر حکیم سید محمد یعقوب صاحب تشریف فرما تھے۔ اسی موقعہ پر شرکاء کانفرنس نے متفقہ طور پر حکیم محمد یعقوب صاحب کو حیات الملک اور حکیم سید حسنین صاحب کو ممتاز الاطباء کا خطاب دیا تھا۔

امارت وریاست کے باوجود خود بھی مذہبی مزاج رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی مذہبی بننے کی تلقین کرتے، اسی کا اثر تھا کہ اپنے بڑے بھانجے اور چچازاد بھائی کو قرآن پاک حفظ کرایا اور دونوں سے مساجد میں تراویح میں کلام پاک سنواتے تھے، اپنے بھانجے قاضی ہدایت الرحمٰن صاحب تو اپنی تعلیم بی، اے، کے زمانے تک میرٹھ کالج کے ہوسٹل میں اور چچازاد بھائی حافظ اسرار الحق اپنی تعلیم ایم، اے تک اپنی خاندانی مسجد میں کلام پاک سناتے رہے، اسکے بعد اپنے دونوں بیٹوں حکیم آفتاب حسنین اور ثروت حسنین کو حافظ قرآن بنایا۔ اور ان کے ذریعہ اپنی خاندانی مسجد میں کلام پاک سنا۔

تعلیم کی آپ نے ہمیشہ اہمیت محسوس کی۔ کہا کرتے تھے کہ چاہے تعلیم مذہبی ہو یا دنیاوی، علم آنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ اسلامیہ اسکول میں بھیجتے تھے، اور کہتے تھے کہ جب ہمارے بچے دوسروں کے اسکول میں جائیں گے تو پھر ہم کسی کو اسلامیہ اسکول جانے کیلئے نہیں کہہ سکتے۔

سیاست سے آپ ہمیشہ دور رہے۔ مسلمان وغیر مسلم معززین سے مستحکم تعلقات رکھے۔ چنانچہ لالہ بدری داس جین اور لالہ نیت رام گپتا شیخ نثار احمد رئیس، شیخ ارشاد احمد، جناب شیخ بدھو صاحب اور مولوی ظہور الحق صاحب ایڈوکیٹ، حکیم سید محمد یامین صاحب، بابو اجیت پرشاد جین، آپ کے حلقۂ یاران میں داخل تھے۔

غریب پروری اور لوگوں کے کام آنے کے لئے ان کے بہت سے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ باغ میں جانے کو تیار کھڑے ہیں اور اپنی قیمتی گھوڑی کی لگام سنبھال رکھی ہے کہ ایک شخص بڑا پریشان آیا اور کہنے لگا کہ میری عزت کا سوال ہے۔ کسی نے مجھے گھوڑی نہیں دی۔ میرے لڑکے کی بارات تیار ہے۔ آپ کے پاس بڑی اُمید سے آیا ہوں، آپ نے یہ کہہ کر لگام اسکے ہاتھ میں تھمادی کہ یہ گھوڑی بھی تمہاری ہے اور میں بھی تمہارا ہوں، اور اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ اسکو بارات میں لیجاؤ، میں کل چلاؤں گا۔

پوری زندگی کسی کاشتکار پر روپیہ لینے کا دعوی نہیں کیا اور نہ مقدمہ بازی کی، ایسے موقع پر یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ غریب آدمی ہے خود ہی ادا کردے گا۔ لیکن جب ۱۹۵۱ء میں بہٹ روڈ پر آپ کی زمین ظالمانہ نظام کے تحت ایکوائر ہوئی تو آپ میدان میں اترے، عدالت دیوانی میں دعوی دائر کیا، کامیاب ہوئے اور اس وقت کے

حساب سے معقول معاوضہ لیا۔

ہمیشہ اپنے محلہ کے میر محلہ رہے۔ محکمۂ پولیس کے رجسٹر میں جہاں شہر کے معزز حضرات کے نام ہوتے ہیں، آپ کا نام ہمیشہ سرفہرست رہا۔ اور باعزت سرکردہ شخصیت جیسے الفاظ کا آپ کے نام کے آگے اندراج آج بھی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں دلیرانہ ہمت کے ساتھ اپنی جگہ جمے رہے۔ باوجود اسکے کہ برابر کے غیر مسلم مکانات میں بڑی تعداد میں پناہ گزیں ٹھہرے ہوئے تھے، ایک مرتبہ آپ کے مکان پر بم بھی پھینکا گیا لیکن خدائی مدد شامل تھی کہ وہ گھر کے صحن میں آکر گرا لیکن پھٹا نہیں۔

۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں اللہ جل شانہ نے حج وزیارت کی دولت بھی مرحمت فرمائی تھی، اس سفر مبارکہ میں آپ کے بڑے لڑکے جناب حکیم آفتاب حسنین بھی آپ کے ساتھ تھے۔

اپنی والدہ ماجدہ کی اسقدر خدمت کی کہ شاید ہی کوئی اور کرسکے۔ چوبیس ۲۴ رجب ۱۳۷۸ھ (۳ر فروری ۱۹۵۹ء) میں والدہ کا انتقال ہوا۔ جس کا اتنا صدمہ ہوا کہ مسلسل آہ دبکا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے کئی دفعہ مکان پر آکر صبر کی تلقین کی۔ مرحومہ حضرت شیخ سے بیعت تھیں حضرت ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔"

حضرت شیخ اس موقع پر روزنامچہ میں لکھتے ہیں:

"اس شب میں ۷ بجے حکیم حسنین صاحب کی والدہ جو عرصہ سے علیل اور چالیس دن سے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا انتقال کر گئیں ـــــ ۲۲ سال کی عمر میں جب کہ حکیم حسنین ڈیڑھ سال کے تھے بیوہ ہوئی تھیں۔"

نکاح اور اولاد

حکیم حسنین صاحب موصوف کی پہلی شادی ۱۹۱۲ء میں مسماۃ صفیہ خاتون[1] بنت عطاء الحق صاحب محلہ قاضی سے ہوئی۔ ۵ر رمضان ۱۳۲۶ھ مطابق

---

[1] مسماۃ صفیہ خاتون کے ایک بھائی مولوی حافظ محمد مظہر الحق تھے جن کی شادی مسماۃ امۃ الکریم بنت عالی جناب قاضی ظفر احمد صاحب قاضی شہر سہارنپور سے ہوئی۔ اس مناکحت کی یادگار رفاضی۔

۲۷ر ستمبر ۱۹۴۱ء میں ان کے لاولد فوت ہوجانے کے بعد ۲۱ر جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۵ر جون ۱۹۴۳ء میں آپ نے دوسری شادی مسماۃ رشیدہ خاتون بنت قاضی مخدوم حسن صاحب گنگوہی ڈپٹی کلکٹر الٰہ آباد سے کی، ایک سال بعد زوجہ ثانیہ نے بھی وفات پائی، تو پھر آپ نے تیسرا نکاح مسماۃ بتول خاتون بنت قاضی اکرام الحق صاحب سے کیا۔ اس نکاح سے حکیم حسنین صاحب مرحوم کی اولاد یہ ہیں حکیم آفتاب حسنین، حکیم اقبال حسنین، حکیم ثروت حسنین، حکیم ارشد حسنین اور مسماۃ مسعودہ خاتون۔ مسماۃ بتول خاتون صاحبہ کا انتقال ۵ر رمضان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۷ر ستمبر ۱۹۴۱ء میں ہوا۔

حکیم آفتاب حسنین کی ولادت ۲۰ر ستمبر ۱۹۲۳ء میں ہوئی، اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے چندے آفتاب اور چندے ماہتاب فرما کر آفتاب حسنین نام تجویز فرمایا۔ آپ کی اولاد یہ ہے۔ غضنفر حسنین، خورشید حسنین، شارق حسنین، عامر حسنین، شائستہ انجم، صبا۔

حکیم اقبال حسنین کی اولاد یہ ہے۔ کمال حسنین، جمال حسنین، تبسم فاطمہ،

حکیم ثروت حسنین لاولد تھے، ۱۹ر نومبر ۱۹۸۰ء بروز جمعہ وفات پائی۔

حکیم ارشد حسنین کی اولاد یہ ہے، اعظم حسنین، اشرف حسنین، نگہت بتول۔

مسماۃ مسعودہ خاتون کی شادی ۵ر جنوری ۱۹۵۵ء میں جناب حسین احمد صاحب ایڈووکیٹ محلہ داؤد سرائے سہارنپور سے ہوئی۔ جن سے دو لڑکیاں ممتاز حسین، اور شوکت حسین ہیں۔ دونوں تعلیم یافتہ ہیں اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں معلمہ ہیں۔

حکیم حسنین صاحب کی ہمشیرہ مسماۃ سعیدہ خاتون بنت حکیم ضیاء الحق صاحب کی شادی جناب ریاض احمد پسر جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب سے ہوئی۔ جن کی اولاد میں ہدایت الرحمٰن صاحب، عنایت الرحمٰن صاحب، شمس الرحمٰن صاحب، جناب رضی الرحمٰن صاحب، اور تین صاحبزادیاں حامدہ خاتون، نہمیدہ خاتون اور صولت اختر ہیں۔

٭ معین الحق، قاضی امین الحق، قاضی سلطان اختر (موجودہ شہر قاضی سہارن پور) اور مسماۃ زاہدہ شاہدہ، ساجدہ خاتون، ہوئیں، (تاریخ وفات مسماۃ امۃ الکریم ۹ر ستمبر ۱۹۳۴ء ہے)۔

ہدایت الرحمٰن صاحب ایم،اے،فارسی چیف کنٹرولر سنٹرل گورنمنٹ آف انڈیا ریٹائر ہونیکے بعد اب علی گڈھ میں قیام ہے۔

آپ کی شادی حافظ محمد یوسف صاحب انصاری گنگوہی (نواسہ حضرت اقدس گنگوہی) کی صاحبزادی مسماۃ مظہری خاتون سے ہوئی، صاحب اولاد ہیں۔

عنایت الرحمٰن صاحب سرکاری عہدہ پر بنگلہ دیش تھے، وہاں سے منتقل ہوکر پاکستان آگئے اور کراچی میں مقیم ہیں۔ شمس الرحمٰن صاحب جامعہ ملیہ دہلی میں ڈائرکٹر آف ایجوکیشن تھے۔ اب ریٹائرڈ ہو چکے۔ جناب رضی الرحمٰن صاحب سکریٹری آف ایجوکیشن سندھ یونیورسٹی پاکستان تھے، اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔

عابدہ خاتون امریکہ میں مقیم ہیں اور فہمیدہ خاتون صولت اختر پاکستان منتقل ہوگئیں۔

وفات حکیم حسنین صاحب مرحوم نے ۲۵ محرم ۱۳۹۹ھ (۲۶ دسمبر ۱۹۷۹ء) سہ شنبہ کے روز وفات پائی، انتقال سے تھوڑی دیر پہلے جب معلوم ہوا کہ اذان مغرب ہو چکی تو لیٹے ہوئے نماز کی نیت باندھ لی اور اسی حالت میں روح پرواز کرگئی، اگلے دن بعد نماز ظہر مظاہر علوم میں نماز جنازہ ہوئی، اور خاندانی قبرستان میں اپنے دادا کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

(۲) حکیم سراج الحق صاحب

حکیم فضل حق صاحب کے دوسرے صاحبزادے حکیم سراج الحق صاحب تھے ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء ولادت کا تقریبی سن ہے۔ قرآن پاک اور اردو، فارسی وعربی تعلیم حاصل کی، علم طب کی بنیادی کتب کا مطالعہ وسیع انداز پر کئے ہوئے تھے۔

حکیم سراج الحق نے تین نکاح کئے، پہلا نکاح مولانا سعید صاحب رامپوری کی ہمشیرہ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد دوسرا نکاح جناب محمد کاظم ومحمد ناظم صاحب کی ہمشیرہ سے ہوا۔ دونوں سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اسکے بعد تیسرا نکاح حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب منگلوری کی صاحبزادی مسماۃ امۃ المنان سے ہوا۔ جن سے اولاد یہ ہے۔ حکیم اسرار الحق، حکیم فیضان الحق، بابو عرفان الحق ایڈووکیٹ، حکیم احسان الحق اور مسماۃ عزیزہ خاتون، نعیمہ خاتون، مجیبہ خاتون۔

حکیم سراج الحق صاحب نے ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں اور اہلیہ محترمہ مسماۃ امۃ المنان نے

۲۳ر صفر ۱۳۷۲ھ (۱۳ر نومبر ۱۹۵۱ء) میں وفات پائی۔ آپ سے چلنے والے سلسلہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حکیم اسرار الحق صاحب :۔ ان کا تذکرہ بیش نگاہ کتاب کے صفحہ ۶۷ پر گذر چکا۔

(۲) حکیم فیضان الحق صاحب ۱۳۵۲ھ میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی چند سال تعلیم کے بعد فن طب کی تحصیل میں مصروف ہوئے۔ آپ کی اولاد یہ ہے۔ جناب معراج الحق ایڈوکیٹ، نادر علی، فہیم الحق، فرید الحق، نکہت پروین، سہیل بانو۔

(۳) بابو عرفان الحق ایڈوکیٹ۔ آپ کے نکاح کا تذکرہ ص۶۷ پر گذر چکا۔ اولاد یہ ہے،

(۱) سعادت سکندر، زوجہ سید حسین ہاشمی پسر محمد ظفر حسین ہاشمی تاج بلڈنگ نیا بازار سوتی گنج میرٹھ کینٹ۔ یہ نکاح مؤرخہ ۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ (۲۵ر فروری ۱۹۸۰ء) میں بمہر مبلغ بیس ہزار روپئے بعبارت جناب مولانا قاری رضوان نسیم صاحب منعقد ہوا۔

(۲) نور سعادت زوجہ سید نادر علی سہارنپور۔ عظمیٰ سعادت زوجہ ثروت کریم صاحب سہارن پور۔ بابو عرفان الحق صاحب کا انتقال ۲۰ر فروری ۱۹۸۸ء میں ہوا۔

(۴) حکیم احسان الحق صاحب شوال ۱۳۴۸ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے شعبہ فارسی و اردو میں داخل ہوئے۔ بعد کے متعدد سالوں میں حصول علم کے بعد ۱۳۵۵ھ میں شرح وقایہ، جلالین، نور الانوار اور مقامات پڑھ کر فن طب کی تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئے اور اسی فن میں مہارت اور پختگی حاصل کی،

تمام عمر طبابت اور اس فن کی خدمت اور اس کو پروان چڑھانے میں گذری سہارنپور میں فن طب کے نشو و نما اور اس کے ارتقاء پر ہونے والے کاموں میں برابر دلچسپی لیتے رہے۔ طبیہ کالج سہارنپور کے پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں سے نکلنے والے ہفت روزہ محقق سہارنپور کے مدیر بھی تھے۔ ہمارے خاندانی ریکارڈ کے مطابق جنوری ۱۹۵۱ء میں جب سہارنپور میں ایک طبی ریسرچ کمیٹی قائم ہوئی تو آپ نے اس کا سکریٹری منتخب ہو کر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ذیل کے ایک اطلاع نامہ سے اس کمیٹی کی غرض و غایت پر روشنی پڑتی ہے۔

طبی ریسرچ کمیٹی سہارنپور

اس نازک اوراہم ترین دور میں جب کہ ہر شئ ترقی پذیر ہے، دنیائے طب کی ترقی وبقاء کے لیے اہل فن حضرات کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی سے طب قدیم کی دنیا منور کرکے عزت دوام حاصل کریں۔

طبی فارماکوپیا کی تشکیل سے طبی ریسرچ کمیٹی کا مقصد سہل الاصول، قلیل الاجزاء، کثیر المنافع اور جادو اثر نسخوں کی نشر واشاعت ہے۔ اطباء کرام سے گذارش ہے کہ وہ اس کمیٹی کے پاک مقاصد میں سرگرم حصہ لیں، اب تک سینکڑوں تیر بہدف مجربات موصول ہو چکے ہیں لیکن فارماکوپیا کو ہر طرح مکمل کرنے کے لیے آپ کی قلمی امداد نہایت ہی ضروری ہے، لہٰذا پہلی فرصت میں اس طرف توجہ فرمائیں۔

حکیم سید احسان الحق کاظمی (علومی) سکریٹری طبی ریسرچ کمیٹی انجمن طبیہ سہارنپور [1]

اسی طرح یکم جنوری ۱۹۵۱ء میں سہارنپور میں ایک طبی نمائش زیر صدارت جناب مولوی حکیم محمد الیاس خاں جنرل سکریٹری آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی منعقد ہوئی۔ حکیم احسان صاحب موصوف اس کے بھی سکریٹری بنائے گئے۔ اس نمائش میں طبی قلمی نوادرات، مفرد ادویات، عمدہ مرکبات پیش کرنے والوں کو انعامات و سرٹیفکیٹ دیئے گئے، نیز فن طب پر اپنی تصنیفات و مجربات اور دوا سازی کے متعلق آلات وغیرہ تیار کرنے والوں کو تصنیفی سرٹیفکیٹ وانعامات دیئے گئے۔

حکیم صاحب موصوف کی اولاد یہ ہے، تجمل الحق عرف جامی، حیات النبی، زمن الحق، محمد شعیب، مسماۃ منور خاتون، کوکب خاتون۔

---

[1] الجمعیۃ دہلی ۲ر جنوری ۱۹۵۱ء۔

(۵) عزیزہ خاتون کی شادی منگلور ہیں ہوئی۔ لیکن لاولد فوت ہوئیں۔

(۶) نعیمہ خاتون کی شادی جناب ناہید عثمانی صاحب (دیوبند) سے ہوئی، ناہید عثمانی صاحب تحریری صلاحیت کے مالک ہیں۔ صحافت کا تجربہ رکھتے ہیں، اور حیدرآباد دکن سے انگریزی اخبار ورلڈ نیوز ویکلی نکال رہے ہیں۔

(۷) مجیبہ خاتون کی شادی ظہیر عثمانی صاحب سے ہوئی۔ دونوں کا وصال ہوچکا۔ صاحب اولاد ہیں۔ نعیمہ خاتون اور مجیبہ خاتون شادی کے بعد حیدرآباد دکن منتقل ہوگئیں تھیں۔"

باب سوم

خانوادہ جلال آباد ضلع مظفرنگر

مولانا سیّد شاہ ضامن علی صاحب سے
مولانا سیّد عابد حسن صاحب تک

از ۱۲۴۳ھ تا ۱۳۹۳ھ
۱۸۲۷ء ۱۹۷۳ء

ایک سو پچاس سالہ تاریخ

مولانا سیّد ضامن علی شاہ چشتی صابری جلال آبادیؒ

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید مظہر علی شاہ صاحب سید غلام علی شاہ صاحب کے خلیفہ ومجاز تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۸ء میں ہوئی، مزار محلہ ضامن علی شاہ جلال آباد میں ہے، نواب جھبو خاں کھیڑہ افغان آپ کے عقیدت مندوں میں تھے، انھوں نے ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) میں آپ کے مزار پر ایک بڑا گنبد تعمیر کرایا۔ یہاں جو تاریخی کتبہ نصب ہے اس کی عبارت یہ ہے؛ ؎

"بہر سنہ وصال شہ مظہر علی
آمد ندائے غیب کہ خورشید ملک ذل

(۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء)

تعمیر خاکسار فقیر زادہ سید محمد امام ابن حضرت مولانا سید شاہ ضامن علیؒ
یکم رجب ۱۳۰۸ھ، ۱۱ مارچ ۱۸۹۱ء"

آپ کی آٹھویں پشت میں ایک نام سید راجہ کا آتا ہے جن کا تعارف خاندانی شجرہ میں اس طرح کرایا گیا ہے؛

"حضرت سید راجہ تعلق دار صوبہ جونپور قریب لکھنؤ واقع است

بہمراہ حضرت شیخ عبدالقدوس قطب العالم گنگوہی از ردولی تشریف آمدہ بودند"۔

فارسی کی اس دوسطری عبارت سے ان کے کچھ مقام اور زمان کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ سید مظہر علی شاہ صاحب کے فرزند اول سید فتح علی شاہ بھی نیک نامی اور بزرگی میں خاص مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے مرجع انام تھے۔ آخر عمر میں پیدل سفر حج پر روانہ ہوئے۔ مریدین و مسترشدین کا ایک مجمع آپ کے ساتھ تھا۔ بخت و خوش نصیبی شامل حال تھی کہ مختصر سی علالت کے بعد دورانِ حج میدان عرفات میں انتقال ہوا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔

سید مظہر علی شاہ صاحب کے فرزند دوم مولانا سید ضامن علی شاہ صاحب بھی بہت متقی اور مرتاض بزرگوں میں تھے، علوم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنہ میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے۔ اسی لیے زیادہ تر وقت کلیر شریف میں حضرت صابر صاحب کی خانقاہ میں گذرتا تھا۔

دینی علوم کی تحصیل کے بعد ادب اور شعر و شاعری کی طرف متوجہ ہوئے، اور اس میں بھی نام پیدا کیا، ضامن تخلص رکھتے تھے، آپ کا مجموعۂ کلام "دیوان ضامن علی" کے نام سے ۱۲۸۰ھ میں مدون و مرتب ہوا۔ اس کا ایک قدیم نسخہ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء ہمارے سامنے موجود ہے جو مطبع مفید عام لاہور نے شائع کیا ہے۔

اس مجموعہ سے نمونہ کے طور پر آپ کا کلام یہاں پیش کیا جاتا ہے:

(۱)

چشم بیمار کا بیمار ہوں واللہ باللہ — زلف پیچاں کا گرفتار ہوں واللہ باللہ
ساقیا جام بقا ہم کو پلا بہر خدا — مئ وحدت کا طلب گار ہوں واللہ باللہ
ہے عزیز وصفت عشق زلیخائی میں — اپنے یوسف کا خریدار ہوں واللہ باللہ

نبض دیکھو نہ طبیبو نہ شفا ہووے گی
عشق کے مرض کا بیمار ہوں واللہ باللہ

برق کی طرح تپ ہجر میں بےچین ہوں میں
سوزش عشق سے لاچار ہوں واللہ باللہ

چشم خونخوار نے تیری ہمیں مارا قاتل
رات دن آنکھوں سے خونبار واللہ باللہ

مثل گل رکھتے تھے دل ہاتھ میں ضامن کا کبھی
اب تو آنکھوں میں تیری خار ہوں واللہ باللہ



—۲—

اگر حاصل تجھے حق الیقین ہے
وہ ہر دم پاس تیرے نازنین ہے

کہیں وہ ظاہر و باطن کہیں ہے
کہیں وہ جلوہ گر پردہ نشیں ہے

جسے تو ڈھونڈھتا ہے آہوئے چین
وہ نافہ ناف میں تیرے یہیں ہے

ادے او طالب منزل کہے یار
رگ جاں سے تری وہ تو قریں ہے

۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں آپ کا وصال ہوا، حضرت صابر علی شاہ کلیری کے احاطہ درگاہ میں آپ کے مزار سے مختصر فاصلہ پر کبوتروں والی سہ دری سے متصل آپ کی قبر آج بھی ایک چبوترہ پر محفوظ ہے اور اس پر نصب کتبہ کی عبارت یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

گفتم کجا شد افسوس اے چرخ ضامن ما
فرمود ہاتف غیب ضامن علی بہ صابر

چو ضامن علی شاہ جنت مکاں　　　رسانید جان را بخلّاق جان

سر خویش را نذر تاریخ کرد

توکل، صبوری وفا، وضمان

۱۲۹۶

کتبہ ابن فقیر حقیر بندہ سید محمد امام ابن حضرت مولانا سید

ضامن علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

قصبہ جلال آباد کا مشہور محلہ "محلہ ضامن علی" آپ ہی کے نام پر منسوب ہے۔ اور راقم سطور کی ددھیال اور افراد خاندان کے مکانات اور حویلیاں اسی جگہ موجود ہیں۔

سید ضامن علی شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے سید محمد امام اور ایک صاحبزادی مسماۃ موتی بیگم تھیں ان مسماۃ کی شادی ہمارے خاندان کے ایک فرد جناب میر سید حسن صاحب سے ہوئی، اب جلال آباد کا ہمارا خاندانی سلسلہ اسی رشتہ مناکحت سے چلا آرہا ہے۔ میر سید حسن صاحب ابن میر سید مولی بخش بڑے صاحب ثروت اور صاحب جائداد تھے، رڑکی کے اطراف میں آپ کی کافی بڑی آراضی تھی، مشہور معروف انگریزی افسر مسٹر پول (جن کا نام ضلع سہارنپور کے مشہور قصبہ مرزاپور پول کے ساتھ منسلک ہے) کے یہاں بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے، ان کے باقاعدہ مشیر اور صلاح کار بھی رہے، مسٹر پول اپنی مدت ملازمت پوری کر کے جب واپس جانے لگے تو انھوں نے اپنی جائداد کا نگراں میر سید حسن صاحب موصوف کو بنانا چاہا لیکن آپ نے معذرت کر دی کہ اب بڑھاپے میں میرے لیے یہ خدمت مشکل ہے۔

میر سید حسن صاحب کی ایک بیٹی مسماۃ رحمت الٰہی (وفات ۲۳ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء) اور تین بیٹے سید نیاز حسن، سید احمد حسن اور حکیم سید مشرف حسین صاحب تھے۔ یہاں تینوں صاحبزادگان اور ان سے چلنے والے سلسلہ کی ضروری تفصیلات لکھی جاتی ہیں:

۱:۔ جناب سید نیاز حسن صاحب محکمہ ریلوے میں عہدہ دار تھے، شیخ پورہ قدیم (سہارنپور) میں آپ کا نکاح مسماۃ میمونہ خاتون بنت جناب برکت علی صاحب سے ہوا۔ اولاد میں بابو ریاض الحسن نیز مسماۃ عقیلہ خاتون مسماۃ صابرہ خاتون اور مسماۃ اللہ جلائی تھیں۔

ریاض الحسن بھی اپنے والد کی طرح محکمہ ریلوے میں سرکاری ملازم تھے اور ۱۹۴۷ء کی تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے۔

بیٹیوں میں مسماۃ عقیلہ خاتون حکیم زاہد حسن جلال آبادی سے نیز صابرہ[1] خاتون محمود حسن ساکن شیخ پورہ قدیم سے اور مسماۃ اللہ جلائی سید حامد حسن ساکن شیخ پورہ سے منسوب ہوکر رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔

حکیم سید زاہد حسین اور ان کی اولاد کا تذکرہ اگلے صفحات میں آئے گا۔ محمود حسن صاحب کی اولاد میں مسعود احمد، سعود احمد صاحبان نیز مسماۃ عذرا خاتون، مسماۃ شمیمہ خاتون۔ مسماۃ رینہ خاتون ہیں۔ محمود حسن صاحب شیخ پورہ قدیم میں انتقال کر چکے ان کی اولاد وہیں سکونت رکھتی ہے۔

سید حامد حسین کی اولاد یہ ہے، سید راشد حسن، سید ساجد حسن، سید خالد حسن، سید ماجد حسن، یہ خاندان سکھر (پاکستان) میں مقیم ہے۔

میر سید نیاز حسن صاحب نے دوسری شادی شیخ پورہ قدیم میں مسماۃ سے کی، جن سے ایک بیٹے سید نثار حسن تولد ہوئے، ان کی شادی بعد میں سیدہ حسنی بیگم بنت جناب حکیم سید مشرف حسین صاحب جلال آبادی سے ہوئی۔ نثار حسین صاحب تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے گئے اور اب لالو کھیت کراچی ان کا مسکن ہے۔

۲:۔ میر سید حسن صاحب کے دوسرے صاحبزادے سید احمد حسن کی شادی ہمراہ مسماۃ

---

[1] تاریخ انعقاد نکاح ۱۸ شعبان ۱۳۶۸ھ، ۱۳ جون ۱۹۴۹ء ہے۔

نصیب النسا، ساکن کرنال صوبہ ہریانہ میں ہوئی۔ تقسیم کے موقع پر آپ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔ آپ فارسی اور اردو ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ تعمیر مساجد وغیرہ کے بکثرت قطعات آپ کے کہے ہوئے ملتے ہیں۔ احاطہ شاہ ضامن علی صاحب جلال آباد میں جو قدیم مسجد بنی ہوئی ہے اس کا یہ تاریخی کتبہ آپ ہی کا تیار کیا ہوا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرمت چوں شد مسجد خانقاہ — زہے دین واسلام را زینت است
نمودم پئے سال تاریخ فکر — نداشد مقام رہ جنت است

۱۲۹۹ھ

بقلم ناقص رقم بندہ سید احمد حسن

احمد حسن صاحب موصوف کی اولاد میں تین لڑکے حکیم سید ناظر حسن، سید امیر حسن، اور سید منظور حسن صاحبان تھے، اول الذکر سید ناظر حسن نے یکے بعد دیگرے پانچ شادیاں سہارنپور کرنال، گنگوہ، جلال آباد وغیرہ میں کیں، جن میں ایک نکاح مسماۃ امۃ الدیان بنت جناب حکیم سید محمد اسحٰق صاحب سہارن پوری سے ہوا تھا، ان سے راقم سطور کی حقیقی دادی مسماۃ رابعہ خاتون (زوجہ محترمہ مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب) تولد ہوئی تھیں۔ نیز حکیم ناظر حسن صاحب کی دوسری اہلیہ مسماۃ جمیلہ خاتون سے آپ کی اولاد میں سید مزمل حسین سید مقبول حسین اور سید تجمل حسین بھی ہیں۔ مزمل حسین صاحب کا نکاح مسماۃ نعیمہ خاتون بنت سید عبدالحمید صاحب سے بتاریخ ۱۵ر شعبان ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۰ء اور سید مقبول حسین کا مسماۃ شاہین محلہ داؤد سرائے سے اور تجمل حسین صاحب کا مسماۃ تنویر اختر بنت سید حامد حسن صاحب میر کوٹ سہارنپور سے بتاریخ ۱۹ر شوال ۱۴۰۰ھ / ۳۱ر اگست ۱۹۸۰ء منعقد ہو چکا۔

حکیم ناظر حسن صاحب کے مرض الوفات اور زندگی کے مختصر حالات میرے جد امجد مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب نے اپنی بیاض میں اس طرح تحریر کیے ہیں:

" ۱۱ رجب ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۵۳ء بوقت چھ بجے صبح حکیم ناظر حسن جلال آبادی پسر سید احمد حسن نے وفات پائی، اپنے خسر حکیم محمد اسحٰق مرحوم سے طب پڑھی اور ۱۹۱۱ء میں ان کے ہمراہ حج کو گئے بڑے جفاکش انسان تھے اور بہت باہمت، بہت کافی آراضی کو اپنے زیر کاشت کر رکھا تھا، اور اس پر بسر اوقات تھی، نماز کے بہت پابند تھے اور جماعت کا اہتمام کرتے تھے۔ اپنے چچا حکیم مشرف حسن کے انتقال کے بعد دس سال تک اپنی مسجد میں امامت کی۔ ۱۹۵۱ء میں فالج کا معمولی سا اثر ہوا جو اخیر تک باقی رہا لیکن چل پھر سکتے تھے، فالج کے بعد سے ذکر کا بھی اہتمام ہو گیا تھا، اخیر شب میں اٹھ جاتے تھے۔

۵ رجب کو ذات الجنب کا حملہ ہوا، نیم بے ہوشی رہتی تھی البتہ آواز دینے پر بولتے اور بات کا صحیح جواب دیتے تھے، ہر تین چار گھنٹے بعد وضو کی تیاری کرتے اور آستین چڑھاتے تھے اور پھر لیٹے ہی لیٹے تیمم کرتے اور ہاتھ باندھ کر کچھ پڑھتے، گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے۔ انتقال سے ایک روز قبل جمعہ کے لیے اٹھ بیٹھے اور جوتے پہننا چاہا کہ نماز کے لیے جاؤں جبراً روکا گیا پھر لیٹ کر پلنگ پر ہی نماز پڑھی۔ ان کی لڑکی رابعہ خاتون نے انتقال سے کچھ پیشتر سورۂ یٰسین سنائی تو بہت خوش ہوئے، اور کہا کہ یہ کام اور کوئی دوسرا نہ کرتا، کلمہ پڑھنے کے لیے کہا گیا تو کہا کہ میرا دل پڑھ رہا ہے انتقال سے پانچ منٹ پہلے کہا کہ مجھے وضو کراؤ پھر خود ہی تیمم کر لیا، اور باآواز بلند پورا کلمہ طیبہ پڑھا، اور فوراً ہی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اور کوئی حرف زبان سے نہیں نکلا، عمر چھہتر سال ہوئی، رحمہ اللہ غفرلہٗ "

(الحوادث والوقائع ص ۱۵۶)

سید احمد حسن کے دوسرے لڑکے سید امیر حسن صاحب کی اولاد میں ایک فرزند قاری حافظ مولوی سید ظہیر حسن صاحب اور ایک بیٹی راضیہ خاتون ہیں۔ قاری صاحب موصوف جامع مسجد کراچی کے امام اور خطیب ہیں، نیک و صالح طبیعت رکھتے ہیں اور خاندانی صفات سے متصف ہیں۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ (۲۷ مارچ ۱۹۶۳ء) سے قاضی شہر عالی جناب قاضی ظفر احمد صاحبؒ کی طرف سے اعمال قرآنی وغیرہ دیکھ کر تعویذات لکھنے کی بھی آپ کو اجازت ملی ہوئی ہے۔ لڑکی مسماۃ راضیہ بانو کی شادی بابو ریاض الحسن سے ہوئی ہے۔ یہ شاخ پاکستان میں مقیم ہے۔

آپ کے تیسرے لڑکے سید منظور حسن کی اولاد میں جناب اعجاز الحسن صاحب اور دو بیٹیاں مسماۃ شکیلہ خاتون اور مسماۃ شفیقہ خاتون ہیں۔ منظور حسن صاحب کی تاریخ انتقال ۱۷ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۳۹ء ہے۔

جناب اعجاز صاحب کا نکاح مسنونہ بتاریخ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۶ء (۲۳ نومبر ۱۹۵۶ء) مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کی لڑکی مسماۃ عقیلہ خاتون سے ہوا۔ مولوی حافظ محمد جنید محمد عبید، محمد جاوید، حافظ محمد ندیم، مسماۃ نجمہ خاتون، مسماۃ اسماء خاتون، مسماۃ شمع خاتون مسماۃ شائستہ خاتون آپ کی پسری و دختری اولاد ہیں۔

مولوی محمد جنید موصوف نے ۱۴۱۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے سند فراغت حاصل کی اور اب اپنی مادر علمی میں درجہ عربی و فارسی کے استاذ ہیں۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ ۲۵ نومبر ۱۹۹۱ء میں حضرت شیخؒ کی نواسی یعنی مولانا محمد عاقل صاحب کی بڑی لڑکی مسماۃ میمونہ خاتون سے نکاح مسنونہ ہو چکا۔ اسی طرح مسماۃ نجمہ خاتون سید انور حسین پسر سید شرافت حسین سہارنپوری کے ساتھ اور مسماۃ اسماء خاتون قاری سید محمد حماد صاحب مرحوم اور مسماۃ شمع خاتون مولوی سید محمد راشد کے ساتھ اور مسماۃ شائستہ خاتون جناب مولوی محمد شارق ولد مولانا قمر الاسلام[1] دیوبندی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہیں اور سب صاحب اولاد ہیں۔

---

[1] مولانا قمر الاسلام فرزند جناب حافظ حکیم محمد احسان صاحب ۲۵ جولائی ۱۹۴۳ء (۲۲ رجب ۱۳۶۲ھ) میں ←

مسماۃ شکیلہ خاتون مورخہ ۴ر صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ر ستمبر ۱۹۵۶ء میں جناب الحاج سید میر آل علی[1] کے نکاح میں آئیں۔ اولاد یہ ہے۔ محمد علی مرحوم (وفات ۲ر مارچ ۲۰۰۱ء) احمد علی حامد علی، اکبر علی[2] مسماۃ نورافشاں خاتون۔

محمد علی مرحوم کی شادی مسماۃ یاسمین خاتون بنت جناب مسعود صاحب چیرمین قصبہ نکوڑ ضلع سہارنپور سے اور احمد علی صاحب کی شادی سیما بنت جناب وحید احمد صاحب نہٹور ضلع بجنور سے اور حامد علی صاحب کی شادی مسماۃ عائشہ خاتون بنت جناب متولی فیض الاسلام صاحب قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر سے اور اکبر علی صاحب کی شادی مسماۃ مہ جبین خاتون بنت جناب ابرار صاحب محلہ چوکی چوک سہارنپور سے ہو چکی ہے۔ اسی طرح مسماۃ نورافشاں کا نکاح مسنونہ مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۴ء میں شاہ محمد صادق بیٹھو ابن جناب شاہ مسعود صاحب رئیس قصبہ بہٹ ضلع سہارنپور سے انجام پا چکا ہے۔ یہ سب افراد ماشاء اللہ خوشحال اور صاحب اولاد ہیں اور یہ سب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا

قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی پھر اردو میں ادیب کامل معلم اردو (گولڈ میڈلسٹ) علی گڈھ سے بی، اے وایم، اے وغیرہ کیا۔ ۱۳۸۳ھ (۱۹۶۴ء) میں میرٹھ منتقل ہو کر فیض عام انٹر کالج سے وابستہ ہوئے، یہاں تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ اردو میگزین کے مدیر بھی رہے۔ مولانا جمعیۃ علماء میں رہ کر ملی، سیاسی اور سماجی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ چودہ سال تک جمعیۃ علماء شہر میرٹھ کے ناظم اعلیٰ رہے اور اب اس کے منتخبہ صدر ہیں۔

[1] میر آل علی صاحب مرحوم شہر سہارنپور کے متدین و مخیر حضرات میں سے تھے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی سے محبانہ و نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ میر صاحب موصوف ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء سے ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء تک ۲۴ سال جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۸ر رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ ۱۲ر جنوری ۱۹۶۵ء میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہوا۔ مظاہر علوم میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

[2] ان کی ولادت سے قبل جب والد مرحوم سید میر آل علی صاحب نے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے بے ساختہ فرمایا: لڑکا تولد ہوگا۔ اکبر علی نام رکھنا۔

محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رح کی دعاؤں کا ثمرہ اور اس قلبی تعلق کی برکت ہے جو میر صاحب مرحوم کو ان دونوں بزرگوں سے تھا۔

منظور حسن صاحب کی دوسری بیٹی مسماۃ شفیقہ خاتون کا نکاح مسنونہ مؤرخہ ۱۹؍اگست ۱۹۶۵ء (۱۱ ربیع الثانیہ ۱۳۸۵ھ) میں جناب قمر حسین صاحب ساکن نہٹور ضلع بجنور سے ہوا کوئی اولاد نہیں ہے۔

۳:۔ میر سید حسن صاحب کے تیسرے فرزند حکیم سید مشرف حسین صاحب (متوفی ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ، یکم اپریل ۱۹۴۷ء) اردو، فارسی، دینیات میں اچھی صلاحیت و استعداد رکھتے تھے ۱۳۱۶ھ یعنی ۱۸۹۹ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے استاذ فارسی بھی رہے آپ جلال آباد قصبہ کی جانی پہچانی معتبر شخصیت تھے سیاسی اور سماجی معاملات میں بھی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ انگریزی عہد حکومت میں سرکاری معاملات میں بھی ان کا عمل و دخل رہتا تھا اور وہاں سے گاہ بگاہ مختلف عوامی و سماجی خدمات بھی ان کو سونپی جاتی تھیں۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۳۰ء میں مردم شماری کے موقع پر جو ذمہ داری انکو تفویض کی گئی تھی اس کی اطلاع ذیل کے سرکاری پروانہ سے ان کو ملی۔

بحکم جناب صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر مردم شماری ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

حکیم مشرف حسین صاحب جلال آباد

عزیز القدر ... خوش رہو

چونکہ تاریخ ۱۱ / ماہ [illegible] سنہ ۱۹۳۰ء سے حسب قواعد ایکٹ مردم شماری تمہارا تقرر بعہدۂ شمارکنندہ مردم شماری عمل میں آیا ہے چاہیئے کہ کام متعلقہ اپنے حلقہ میں بہت ہوشیاری سے انجام دو تاکہ تمکو بعد اختتام کام بشرطیکہ اچھے انجام کام پروانۂ خوشنودی مزاج عطا کیا جاوے ہذا یہ پروانہ تقرری عطا کیا جاتا ہے سنداً اپنے پاس رکھو۔ فقط

[illegible signature]

Superintendent,
Census Operations,
U. P.

سلسلۂ سلوک میں آپ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے خلفاء و مجازین بیعت میں سے تھے، جناب کریمی الاحسانی (مظفر نگر) نے اپنی تالیف "تذکرۂ شعراء ضلع مظفر نگر" میں اسکی وضاحت کی ہے۔

آپؒ[1] کی شادی قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی آپ کی اولاد میں ہونے والے سات فرزندوں کے نام اور مختصر معلومات یہ ہیں :

۱۔ بابو سید ولایت حسین (وفات یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ / ۲۹ جنوری ۱۹۵۲ء) کے یہاں پہلی اہلیہ سے دو لڑکیاں مسماۃ ضمیر فاطمہ بیگم اور مسماۃ خورشیدہ بیگم تھیں۔ مسماۃ ضمیر فاطمہ بیگم کی شادی مؤرخہ ۲۴ صفر ۱۳۶۷ھ میں جناب الحاج قاری سید محمد[2] ابراہیم صاحب رئیس القراء جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے اور مسماۃ خورشیدہ بیگم کا نکاح مسنون مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ ۲۲ جون ۱۹۵۶ء میں مولوی قاری سید ظہیر حسن امام و خطیب جامع مسجد کراچی سے ہوا حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ نے نکاح پڑھایا۔ بابو سید ولایت حسین موصوف کا دوسرا نکاح مسماۃ امیر فاطمہ بیگم ساکن سید مزرعہ (سہارنپور) سے ہوا، جن سے سید کفایت حسین، سید رفاقت حسین عرف بنّا، سید فرحت حسین اور لڑکیوں میں مسماۃ تحسین فاطمہ، مسماۃ ذہین فاطمہ اور مسماۃ حسین فاطمہ ہیں۔

سید کفایت حسین کا نکاح مسنونہ ۳۰ صفر ۱۴۰۲ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۱ء میں مسماۃ کاذیہ بیگم سے اور سید رفاقت حسین کا معراج فاطمہ خاتون ساکن سید مزرعہ اور سید فرحت حسین کا نکاح مسماۃ سارہ خاتون دختر جناب منشی عبد العلی صاحب مرحوم محلہ خان عالم پورہ سے مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ (۲۵ جنوری ۱۹۸۳ء) میں ہو چکا۔ خاندان جلال آبادی یہ شاخ اب محلہ انصاریان نزد چھوٹا امام باڑہ سہارنپور میں مقیم ہے۔

۲۔ حکیم مشرف حسن کے دوسرے بیٹے سید ارشاد حسین کا نکاح مسماۃ شہر بانو ساکن سید مزرعہ سے ہوا ہے اولاد میں سید جمال حسن عرف زندہ حسن اور سید عزیز حسن نسیم اور ایک بہن مسماۃ

---

[1] ان کا نام مسماۃ نیاز بیگم تھا، گنگوہ کی رہنے والی تھیں، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ (۲۸ جولائی ۱۹۵۷ء) تاریخ انتقال ہے۔

[2] آپ کے تفصیلی احوال حکیم سید محمد یعقوب کے تذکرہ میں گزر چکے۔

شاکرہ خاتون ہیں، یہ سب صاحب اولاد ہیں۔عزیز حسن نسیم صاحب کی ولادت ۱۶ر شعبان ۱۳۶۰ھ (۸ر ستمبر ۱۹۴۱ء بروز پیر قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔موصوف کا تقرر ۱۹۸۰ء میں سراج العلوم نسواں کالج علیگڑھ میں بحیثیت نائب منیجر ہوا بعد میں منیجر اور اب بحیثیت ناظم وہاں ملی و تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں آپ رکن جماعت اسلامی ہند اور امیر جماعت اسلامی ہند کے مختار خاص برائے یوپی اور اترپردیش فلاح عام سوسائٹی لکھنؤ کے رکن نیز چیرمین سوسائٹی کے مختار خاص برائے یوپی ہیں۔اسی طرح ٹیچرس ایسوسی ایشن عربی و فارسی مدارس کی مجلس عاملہ کے رکن اور انجمن تعلیمات دین ضلع علیگڑھ کے رکن بھی رہے ہے۔آپ کی شادی مسماۃ گلناز خاتون دختر جناب خورشید احمد صدیقی سہارنپور سے ہوئی، اولاد یہ ہے سیدہ شمیم ناز عرف ہما زوجہ سید جمال احمد موضع کسولی، سیدہ تسنیم ناز زوجہ سید شمیم احمد شیخ پورہ قدیم سہارنپور سیدہ حمیرا ناز اور سید اویس الحسن سیدہ حامدہ ناز، سید حسن اسامہ۔

۳:۔ حکیم مشرف حسین صاحب کے تیسرے بیٹے الحاج حکیم سید زاہد حسن مرحوم پریکٹشنر انڈین میڈیسن بورڈ آف لکھنؤ تھے۔ ۱۹۰۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔آپ طبیہ کالج دہلی سے تعلیم یافتہ تھے، کچھ عرصہ بمبئی میں قیام کر کے فن طب کی تعلیم دی،بعد ازاں جلال آباد آکر اپنا مطب قائم کیا، کافی عرصہ تک جلال آباد ٹاؤن کے ہر دل عزیز چیرمین بھی رہے۔آپ اپنے خاندان کے معتمد علیہ افراد میں تھے اور اسی بناء پر ۱۹۴۳ء میں خاندان کے معتمد حضرات نے آپ کو اپنی جائدادوں کے مقدمات و عدالتی کارروائیوں میں مختار عام بنالیا تھا۔آپ نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں جو جلال آباد میں اپنے ہی خاندان میں ہوئیں۔

موصوف کی اولاد میں مسماۃ ظریفہ خاتون بھی تھیں جن کی شادی مولوی حکیم سید مختار حسن ساکن شیخ پورہ قدیم سے ہوئی تھی۔مولوی صاحب موصوف شیخ پورہ قدیم کے ہمیشہ بلامقابلہ مسلمہ طور پر پردھان رہے، علوم دینیہ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت پائی، ادبی ذوق رکھتے تھے، اشعار بھی موزونیت کے ساتھ کہتے تھے، کلیم تخلص تھا جناب سلیم گھنولوی، محمد دانش قریشی، حافظ حبیب شیخ پورہ قدیم اور وصف الرحمٰن واصف نظامی صاحب مظاہری طاہر پوری وغیرہ آپ کے تلامذہ سخن میں سے تھے۔

حکیم زاہد حسن صاحب کی تیسری آخری شادی مسماۃ عقیلہ خاتون صاحبہ سے ہوئی جن سے درج ذیل اولاد ہے۔ مسماۃ طیبہ خاتون، حکیم سید عامر حسین، مسماۃ شہناز خاتون، مسماۃ شہزاد خاتون، مسماۃ غزالہ یاسمین، مسماۃ صبیحہ شاہین، مسماۃ آصفہ خاتون، مسماۃ سیبہ پروین۔

طیبہ خاتون کے شوہر ڈاکٹر سید سردار عالم حال مقیم سعودی عرب ہیں۔ شہناز خاتون کا نکاح سید راشد حسین نقوی ساکن مالیر کوٹلہ سے اور مسماۃ شہزاد خاتون کا سید اشتیاق حسین جلال آبادی (مقیم پاکستان) سے ہو چکا ہے۔ حکیم زاہد حسین صاحب کی تاریخ انتقال ۵؍ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ (۲۷؍اکتوبر ۱۹۷۹ء) ہے۔ چوراسی سال عمر پائی۔

۴، ۵۔ حکیم مشرف حسین صاحب کے چوتھے بیٹے لیاقت حسن لاولد فوت ہوئے جب کہ پانچویں بیٹے سید اشفاق حسن تھے جن کی شادی قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی، اولاد میں اشتیاق حسین، شفقت حسین، مسماۃ نسیم بانو، شمیم بانو، اور تسنیم بانو ہیں۔ یہ شاخ قصبہ جلال آباد سے نقل مکانی کر کے آگرہ (یوپی) اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہو گئی۔

۶۔ حکیم مشرف حسین صاحب کے چھٹے فرزند حکیم سید شرافت حسن کی شادی سید مزرعہ میں ہوئی، اولاد میں سید انور حسن، سید ارشد حسن، سید امجد حسن اور تین لڑکیاں مسماۃ رفعت بانو مسماۃ نسرین فاطمہ اور تسنیم فاطمہ ہیں۔

۷۔ حکیم سید مشرف حسین کے ساتویں فرزند ارجمند حضرت مولانا الحاج عابد حسن صاحب مرحوم تھے۔ موصوف نے شوال ۱۳۴۸ھ (مارچ ۱۹۳۰ء) میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے کر بوستاں، نحومیر، شرح مائۃ عامل، علم الصیغہ، فصول اکبری سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا بعد کے متعدد سالوں میں یہاں کافیہ، ہدایۃ النحو، شرح جامی، قدوری وغیرہ پڑھ کر ۱۳۵۳ھ میں تلخیص المفتاح، کنز الدقائق، بحث اسم، شرح تہذیب، اصول الشاشی پڑھی اور اگلے سال شوال ۱۳۵۴ھ (جنوری ۱۹۳۶ء) میں دار العلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں مزید تعلیم حاصل کرنے

کے بعد شعبان ۱۳۵۶ھ (اکتوبر ۱۹۳۷ء) میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت لی۔

تکمیل علوم کے بعد وطن جلال آباد آگئے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ارشاد پر مدرسہ مفتاح العلوم میں استاذ بنا دیئے گئے جب کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب بھی آپ کی تقرری سے صرف ایک ماہ قبل یہاں بحیثیت استاذ تشریف لاچکے تھے ان دونوں حضرات کی محنت وجاں فشانی نے اپنا اثر دکھلایا اور مدرسہ نے مختصر سے عرصہ میں تعلیمی اور تعمیری اعتبار سے نمایاں ترقی کی، یہ دونوں حضرات ایک جاں دو قلب بن کر مدرسہ کو متواتر ترقی دیتے رہے۔

سفرِ حج مولانا عابد صاحب موصوف نے ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ مطابق مئی ۱۹۶۰ء میں معیت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب و مولانا سلیم اللہ خاں صاحب حسن پور لوہاری و مولانا رفیق احمد صاحب مرحوم فریضۂ حج وزیارت ادا کیا؛ آپ کا یہ قافلہ ۲۵ افراد پر مشتمل تھا مولانا موصوف بغیر کسی انتظام وانصرام اور بغیر کسی منظوری کے حج وزیارت کے شوق میں اس قافلہ کے ہمراہ بمبئی پہنچے، اہل تعلق نے جلال آباد سے روانگی کے وقت مشورہ بھی دیا کہ آپ کی نہ کوئی درخواست ہے نہ منظوری اور زادراہ ہے، اس لیے آپ اپنا سفر ملتوی کردیں لیکن آپ پر ایسا جذب وشوق طاری تھا کہ اللہ جل شانہ پر بھروسہ کرتے ہوئے بمبئی روانہ ہوگئے آپ کے بڑے صاحبزادہ مولانا محمد عاقل صاحب بھی آپ کو روانہ کرنے کے لیے دہلی تک گئے، ان کا کہنا ہے کہ اس وقت مولانا کے پاس زادراہ اور کرایہ نام کی کوئی چیز نہ تھی، دہلی اسٹیشن پر ان کے پاس صرف دو روپئے تھے اور وہ بھی انھوں نے مجھے دے دیئے تھے اور اسی بے سروسامانی کی حالت میں بمبئی پہونچ گئے لیکن اللہ جل شانہٗ مسبب الاسباب ہیں وہاں پہنچ کر مولانا کے ایک عقیدت مند کو جب یہ صورت حال معلوم ہوئی تو انھوں نے بہت تیزی کے ساتھ آپکے لوازمات سفر کی کارروائی کر کے مولانا کو جہاز پر سوار کردیا۔

جہاز کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے مولانا نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا کہ الحمد للہ

میں کامیاب ہوگیا۔ سات صفر ۱۳۸۰ھ (یکم اگست ۱۹۶۰ء) میں آپ سفر حج سے واپس ہوئے۔

اجازت وخلافت

مولانا عابد حسن صاحب مرحوم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی جانب سے مجاز بیعت بھی تھے، وصال سے چھ ماہ پیشتر حضرت مہتمم صاحب نے اپنا تحریری خلافت نامہ مولانا واجد صاحب دیوبندی استاذ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے توسط سے آپ کو بھیج دیا تھا۔ آپ کا فیض جس طریقہ سے مفتاح العلوم کے ذریعہ پھیلا' ایسے ہی بیعت وارشاد کے ذریعہ بھی مخلوق خدا نے بہت فائدہ اور نفع اٹھایا، چنانچہ قرب وجوار کے بہت سے مقامات و قصبات کے علاوہ بمبئی، بنگلور، مدراس، واپی وغیرہ میں بھی آپ کے مسترشدین ومریدین تھے۔ اوران سب کی دینی وشرعی ضرورتیں آپ کے ذریعہ خوش اسلوبی کے ساتھ پوری ہوتی تھیں۔

مولانا موصوف صرف عالم دین ہی نہیں بلکہ تعویذات کے ماہر وعامل بھی تھے اور آپ کے دیئے ہوئے تعویذات وعملیات کی تاثیر سے پورا قصبہ وعلاقہ واقف تھا۔ جنات بھی آپ کے تعلق ورابطے میں رہتے تھے، جس کے بہت سے محیر العقول واقعات آج بھی قصبہ کے لوگوں کو یاد ہیں۔

جامع مسجد جلال آباد میں خطیب وامام کے عہدہ پر آپ کا تقرر ۲۶ صفر ۱۳۶۳ھ (۲۰ فروری ۱۹۴۴ء) میں ہوا۔ نیز اسلامی وشرعی عہدہ کے لحاظ سے آپ قاضی شہر جلال آباد بھی تھے، قاضی ہونے کی حیثیت سے مختلف معاملات ومسائل خصوصاً رویت ہلال کے مسئلے میں بڑی جرأت کے ساتھ فیصلے کیا کرتے تھے، آپ کے انتقال سے تقریباً دو سال قبل کا واقعہ ہے کہ شہر سہارنپور سے رویت ہلال کے متعلق ایک فتویٰ آپ کو ملا جس میں تحریر تھا کہ شہادتوں کی بنیاد پر سہارنپور میں چاند تسلیم کرلیا گیا اس لیے آج روزہ نہیں ہے۔ مولانا عابد صاحب کے پاس جس وقت یہ خط پہنچا وہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت نے اس خط کو ملاحظہ کرکے مولانا عابد صاحب

کو دیتے ہوئے فرمایا کہ قاضی شہر آپ ہیں جو فیصلہ کریں گے قابل قبول ہوگا، مولانا نے خط پڑھ کر برجستہ فرمایا کہ علماءِ شریعت کے ناظم ہیں ان کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ شریعت کا نظم کریں اور اس کا نفاذ کریں، اب جب کہ دن کا نصف حصہ روزہ سے گذر چکا۔ اور افطار کا وقت قریب ہے، تو میں روزہ افطار کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیوں کہ بہت سے لوگ اس پر عمل کریں گے اور بہت سے یہ کہہ کر انکار کر دیں گے کہ افطار کا وقت قریب ہے اور اس طرح سے نظم میں بے ترتیبی رہے گی۔

مولانا عابد حسن صاحب موصوف بہت دل چسپ اور پُر بہار طبیعت رکھتے تھے مزاج میں سنجیدہ مذاق اور حاضر جوابی بہت تھی، جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کر لیتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ مواعظ و تقاریر بھی آپ کی بہت دل پذیر اور متاثر کرنے والی ہوتی تھیں، چنانچہ بڑی کثرت کے ساتھ آپ وعظ و ارشاد کے لیے مدعو رہتے تھے بہت سے مدارس بھی آپ کی نگرانی و سرپرستی میں دینی علوم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے اور اب بھی ان کا نفع جاری ہے۔

جناب کریمی الاحسانی حسن پور لوہاری ضلع مظفر نگر نے شعراء ضلع مظفر نگر کا جو وقیع اور ضخیم مجموعہ "دیدہ و شنیدہ" کے نام سے ترتیب دیا ہے اس میں مولانا عابد صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے محامد و محاسن کے بہت سے پہلو اور روشن رُخ واضح کئے ہیں یہاں اس کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے:

"عابد جلال آبادی شعلہ نوا مقرر، بے مثال خطیب کبھی عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے انداز کی تقریر کرتے اور کبھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے انقلابی لب و لہجہ میں ہزارہا عوام کے مجمع کو دم بخود اور مسحور کر دیتے کبھی علمائے کرام کی محفل میں علم و حکمت کے رموز سے اپنا لوہا منواتے، کہیں عوامی جلسوں میں عوام کو بغاوت کے لیے سربکف کر دیتے، اکثر و بیشتر دینی مدارس

کے جلسوں اور محفل وعظ میں خالص دینی تقریر سے ان مدارس کی امداد
کے لیے جیبیں خالی نہیں کراتے بلکہ کئی بار یہ بھی ہوا کہ جذبات سے مغلوب
ہو کر لوگوں نے کپڑے تک اتار کر دے دیئے۔ سیاسی طور پر پکے اور کٹر
کانگرسی تھے جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ صبح سے
شام تک مریضوں کا مجمع رہتا اور سبھی شفایاب ہو کر جاتے۔ غرض کہ وہ جس
مجلس، جس محفل، جس مجمع میں جس انداز سے بولتے جادو کر دیتے بڑے
بذلہ سنج، حاضر دماغ، حاضر جواب اور سیرت و صورت شناس تھے،
دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد۔
مظفر نگر میں ان کا تقرر ہوا، اور مفتی حمید حسن دیوبندی کے ساتھ تدریس
کا کام شروع کیا۔ مفتی صاحب مالیر کوٹلہ میں مفتی کے منصب جلیلہ پر فائز
ہوئے تو ان کے بعد حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب مدظلہ العالی
نے مدرسہ کا نظام سنبھالا، یہ بے مثال خطیب جلال آباد کے معزز سادات
خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ان کے مورث اعلیٰ ردولی شریف یوپی
سے آکر بزمانہ قطب العالم حضرت عبد القدوس گنگوہی جلال آباد
میں آباد ہوئے اور حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی کے ایما پر ان کے اجداد
برائے تبلیغ جلال آباد وارد ہوئے، یہاں ان سے خوانین جلال آباد
نے بڑے عزت و احترام کا برتاؤ کیا۔ رہنے کے لیے مکانات عطا
فرمائے، ان کے والد حکیم سید محمد مشرف حسینؒ مشرف حضرت مولانا
شاہ عبد الرحیم صاحبؒ رائے پوری سے مجاز بیعت تھے گویا ایں خانہ
تمام آفتاب است کے مصداق ہر کوئی پیر طریقت اور مبلغ دین تھا
اور یہی ان کے صاحبزادے الحاج مولانا سید عابد حسین عابد مرحوم حضرت

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے خلیفہ مجاز بھی تھے، ایک عرصہ تک جامع مسجد جلال آباد کے امامت "جمعہ" وخطابت کے فرائض انجام دیئے اور قصبہ کی نکاح خوانی بھی کرتے رہے۔ درس گاہ میں طلبہ کو خوب خوب لطیفے سناتے اور ہر طالب علم کے ساتھ شفقت اور سلوک کا برتاؤ کرتے، کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ ان پر مرمٹنے والے اور جان نثار ہر بستی، ہر شہر، ہر نگر میں موجود ہیں ان کی وفات سے ہر محفل میں ایک خلا سا پیدا ہو گیا جس کا پر کرنا ممکن نہیں ہے"[1]

ادبی مزاج اور نمونۂ کلام مولانا عابد حسن صاحب کا شمار ایک باذوق و باکمال شاعر اور برجستہ و بہترین کہنے و پڑھنے والوں میں بھی ہوتا تھا۔ ان کی سرپرستی میں شعری اور ادبی مجلسیں بھی بکثرت منعقد ہوتی رہتی تھیں جن میں بڑی تعداد میں دور و نزدیک کے شعراء شامل ہوتے۔ آپ کے انتقال سے آٹھ ماہ قبل ۲۰ راگست ۱۹۷۲ء میں قصبہ جلال آباد میں ایک یادگار مشاعرہ آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوا تھا جس میں دہلی، نگینہ، کھتولی، لکھنؤ، سہارنپور، میرٹھ وغیرہ سے تیس شعراء نے شرکت کی تھی۔ جناب کریمی الاحسان (مظفر نگر) آپ کے اس ادبی مزاج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"مشاعروں کی نظامت کے فرائض انجام دیتے تو شعرائے کرام سر دھنتے اور محفل شعر و سخن میں چار چاند لگا دیتے، اچھا شعر سن کر جھوم جاتے، مشاعروں میں شعراء پر داد دے کر حوصلہ افزائی اور دل جوئی کرتے، کم گو تھے لیکن بہت عمدہ فصیح و بلیغ کہتے، مرحوم محفل کی جان تھے، ان کے دم سے محفلوں، جلسوں اور مشاعروں میں زندگی اور حرارت تھی"

[1] دیدہ وشنیدہ، از کریمی الاحسانی صفحہ ۳۶۹۔ مطبوعہ ۱۹۸۸ء

نمونۂ کلام

جس کی طرف وہ چشم محبت اثر پھرے
دیوانہ بن کے شوق میں وہ دربدر پھرے

راہ جنون عشق کے دشوار مرحلے
فرہاد و قیس سے نہ کٹے عمر بھر پھرے

ہے وجہ خلق کون و مکاں اسکی پاک ذات
وہ جس کے ایک اشارے سے شمس و قمر پھرے

پایا ہے اپنے دل میں ہی اس کو ضیا فروز
ہم جستجو میں جس کی سدا دربدر پھرے

منزل کو چھوڑ کر جو گذر جائیں لاکھ بار
ہوتے ہیں راہ عشق میں ایسے بھی سر پھرے

برباد ہی رہے گا بہر حال وہ غریب
جس سے تیری نگاہ ملے یا نظر پھرے

محفل میں اس کی عابد خستہ بھی ایک بار
ہنستے ہوئے گئے تھے مگر نوحہ گر پھرے

وفات مولانا کی زندگی کا آخری سفر بڑاڑہ ضلع مظفر نگر کا ہوا، جہاں آپ ایک نکاح میں شرکت کے لیے گئے تھے۔ ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ / ۱۷ رجون ۱۹۷۳ء کی شام میں آپ واپس جلال آباد پہنچے اور مختصر سی علالت کے بعد ۱۸ رجون / ۱۶ رجمادی الاولیٰ کی شب میں دو بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہوا، اگلے دن احاطۂ مسجد مولانا ضامن علی میں اپنے والد بزرگوار حکیم سید مشرف حسین صاحبؒ مرحوم کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے روزنامچہ میں مرض الوفات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں،

"آج بعد مغرب مولوی عابد جلال آبادی سفر سے واپس آئے، بعد عشاء دیر تک اپنی مجلس میں سفر کی باتیں کرتے رہے۔ ۱۲ بجے کے قریب گھر گئے اور لیٹ گئے، دو بجے کے قریب گھبرا کر ایک دم آنکھ کھلی اور ایسا محسوس ہوا کہ پیشاب کا تقاضا ہے مگر پیشاب نہیں ہوا۔ پھر گھر والوں سے کہا کہ دو تین

منٹ کا مہمان ہوں، کہا سنا معاف کر دینا۔ اس کے بعد کلمۂ شہادت زور سے پڑھا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کی، اگلے دن دوپہر کو نماز کا اعلان تھا، عزیزان طلحہ، عاقل، سلمان وغیرہ بھی شریک ہو گئے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب نے بحکم مولانا مسیح اللہ صاحب نماز جنازہ پڑھائی۔ سوا چار بجے تدفین عمل میں آئی۔"

مکتوب تعزیت

حادثۂ وصال پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نے مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب کو ذیل کا مکتوب مدینہ منورہ سے تحریر فرمایا جس میں حضرت مولانا اور مرحوم کے اہل خاندان سے مشترکہ طور پر تعزیت فرمائی:

"المخدوم المکرم زادت معالیکم، بعد سلام مسنون!

اوّلاً حکیم ایوب صاحب کے خط سے، اس کے بعد حکیم الیاس کے خط سے مجملاً مولانا عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ کا حال معلوم ہوا تھا اس وقت عزیز طلحہ کا خط بہت تفصیلی ملا، جس میں حادثہ کی تفصیل تھی جس سے حادثہ کی نوعیت معلوم ہو کر اور بھی زیادہ قلق ہوا۔ مجھے مرحوم کے پسماندگان کا حال معلوم نہیں کسی خادم کے ذریعہ تکلیف فرما کر ان سے یہ کہلا دیں کہ مرحوم کے بعد سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت ایصال ثواب خود بھی کرتا ہوں، اور احباب سے بھی تاکید کر دی۔ مجھ پر تو مرحوم کی بہت ہی شفقتیں تھیں۔ آپ کے مدرسہ مفتاح العلوم کے لیے دعا بھی کرتا ہوں، اللہ جل شانہٗ ہر نوع کے مکارہ سے محفوظ فرما کر ہر نوع کی ترقیات سے نوازے اور مدرسہ کے لیے مرحوم کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ فقط والسلام

زکریا کاندھلوی، نزیل مدینہ منورہ ۳۰ رجون ۱۹۷۳ء"

نکاح مسنونہ اور اولاد

آپ کا نکاح مسنونہ مسماۃ حسینہ خاتون بنت سید نظیر احمد پسر حافظ محمد اسماعیل صاحبؒ سے ہوا۔ حسینہ خاتون کی والدہ ماجدہ مسماۃ امۃ السلام تھیں جو جناب حکیم محمد یعقوب صاحب کی بیٹی تھیں۔ حسینہ[1] خاتون صاحبہ نیک سیرت اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ مطابق ۳۰ر جون ۱۹۷۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ نے چار لڑکے مولانا عاقل صاحب، محمد خالد، محمد راشد، محمد آصف (وفات یکم مئی ۱۹۷۱ء) اور چار لڑکیاں مسماۃ نسیمہ خاتون، کشور خاتون، راشدہ خاتون اور نجمہ خاتون یادگار چھوڑیں۔

۱:۔ آپ کے بڑے فرزند مولانا محمد عاقل صاحب کی پیدائش ۱۹۳۸ء کی ہے۔ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں کلام اللہ شریف حفظ کرکے وہیں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء سال فراغت ہے۔ یکم محرم الحرام ۱۳۸۸ھ (۳۱ر مارچ ۱۹۶۸ء) کو مفتاح العلوم کے شعبہ حفظ میں استاذ مقرر ہوئے، یہاں سو سے زائد حفاظ آپ کے ذریعہ اب تک تیار ہو چکے ہیں۔ جناب منشی ظفر احمد صاحب محلہ قضاۃ سہارنپور کی لڑکی مسماۃ عقیلہ سے آپ کا نکاح مسنونہ ہوا۔ سید محمد عارف حسن، سید محمد شارق حسن، سید محمد طارق حسن سید محمد صادق حسن، اور مسماۃ شبنم پروین آپ کی پسری و دختری اولاد ہے۔

۱۹۹۲ء مطابق ۱۴۱۲ھ میں زیارت و حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، والد مرحوم کے وصال کے بعد اہل قصبہ کے اتفاق رائے سے آپ ان کی جگہ قاضی منتخب کیے گئے۔

---

[1] آپ کے مزید حالات گذشتہ صفحات میں حکیم محمد یعقوب صاحب کی اولاد و پسماندگان کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

۲:- مولانا مرحوم کے دوسرے فرزند حافظ محمد خالد ہیں، ان کی شادی جناب سید شرافت حسن صاحب کی لڑکی مسماۃ رفعت جہاں سے ہوئی ہے، اولاد یہ ہے، محمد عاصم، محمد عادل، مسماۃ امیمہ خاتون۔

۳:- آپ کے تیسرے فرزند محمد راشد ہیں جن کا نکاح مسنونہ ۵ رجون ۱۹۸۹ء میں منشی سید محمد تکریم کاظمی (دیو رقاضی) کی لڑکی مسماۃ امیر گوہر سے ہوا، محمد فضیل عابدی، محمد فہد دو لڑکے ہیں۔

نسیمہ خاتون کا نکاح مسنونہ مؤرخہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ (۴ مئی ۱۹۶۱ء) میں مولانا حافظ سیف الاسلام صاحب قاسمی محلہ شیخ زادگان نانوتہ ضلع سہارنپور سے اور مسماۃ کشور خاتون کا نکاح مسنونہ مؤرخہ ۲۱ شوال ۱۳۹۸ھ (۲۵ ستمبر ۱۹۷۸ء) میں جناب شمس الدین صدیقی ایڈوکیٹ موانہ ضلع میرٹھ سے اور راشدہ خاتون کا نکاح مورخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ۹ مارچ ۱۹۶۹ء میں مولوی محمد فاضل پسر مولانا حکیم سید محمد ایوب سہارن پوری سے اور مسماۃ نجمہ، نشاط عرف بھوری کا عقد مسنون ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (۴ جنوری ۱۹۸۴ء) میں جناب محمد اقبال صاحب سرسٹھ دیوبند سے ہو چکا ہے۔ سب صاحب اولاد اور آسودہ حال ہیں۔

ماخذ و مراجع

- تعمیرِ حیات، لکھنؤ۔ شمارہ ۱۰ فروری ۱۹۸۴ء، ندوۃ العلماء لکھنؤ
- ڈسٹرکٹ گزٹیر آف دی یونائیٹڈ پروانسز جلد دوم مطبوعہ ۱۹۰۹ء الٰہ آباد
- الحوادث و الوقائع (قلمی) بیاض ایوبی (قلمی)، مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحبؒ سہارن پوری۔
- تذکرہ ساداتِ رضویہ (مطبوعہ ۱۹۷۴ء۔ مولانا سید محبوب صاحب رضویؒ دیوبند
- تاریخ کبیر (قلمی) روزنامچہ شیخ نمبرا ۲، ۳، ۴ (قلمی)۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی۔
- نزہۃ الخواطر ۔ مولانا سید عبدالحی صاحب لکھنوی

رو داد سالانہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ بابت سنہ ۱۳۱۳ھ سنہ ۱۳۱۸ھ سنہ ۱۳۸۳ھ سنہ ۱۳۱۵ھ سنہ ۱۳۰۶ھ سنہ ۱۳۰۷ھ سنہ ۱۳۰۸ھ سنہ ۱۳۱۲ھ سنہ ۱۳۰۹ھ سنہ ۱۳۱۱ھ سنہ ۱۳۰۲ھ سنہ ۱۳۰۳ھ سنہ ۱۳۱۷ھ سنہ ۱۳۱۵ھ سنہ ۱۳۷۷ھ سنہ ۱۳۲۴ھ سنہ ۱۳۰۶ھ سنہ ۱۳۱۹ھ سنہ ۱۳۵۲ھ سنہ ۱۳۱۴ھ سنہ ۱۳۲۶ھ سنہ ۱۳۴۷ھ سنہ ۱۳۹۶ھ سنہ ۱۳۹۷ھ سنہ ۱۳۳۶ھ سنہ ۱۳۸۶ھ سنہ ۱۳۰۳ھ سنہ ۱۳۷۹ھ سنہ ۱۳۸۰ھ سنہ ۱۳۸۱ھ سنہ ۱۳۲۰ھ سنہ ۱۳۷۸ھ۔

- فائل رضا کاران خلافت شہر سہارن پور (قلمی)
- ہفت روزہ اخبار احرار سہارن پور، اگست، ستمبر ۱۹۳۹ء، مئی ۱۹۴۰ء ایڈیٹر مولانا سعید احمد صاحب، دیوبندی مظاہری۔
- ہفت دار اخبار غریب سہارنپور۔ ایڈیٹر سید اختر حسین اختر سہارنپور
- خم خانہ جاوید، مطبوعہ ۱۳۲۵ھ لالہ سری رام صاحب (ایم اے)

• تاریخ سہارنپور مطبوعہ ۱۸۷۷ء	منشی نند کشور سابق ڈپٹی کلکٹر ضلع میرٹھ
• تذکرۂ روسائے پنجاب، مطبوعہ ۱۹۱۱ء۔	
• سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔
• علمائے مظاہر علوم اوران کی علمی و تصنیفی خدمات، مطبوعہ ۱۹۸۰ء	سید محمد شاہد سہارنپوری۔
• استدراک الامیر من اسرار الخبیر	مولانا امیر باز خاں صاحب سہارنپوری
• موت کی یاد	حضرت شیخ مہاجر مدنی رح
• اکابر کا رمضان	〃
• آپ بیتی حضرت شیخ مطبوعہ ۱۹۷۱ء	〃
• اخبار صداقت سہارنپور نومبر ۱۹۳۶ء	دفتر اخبار صداقت سہارنپور
• مجالس حضرت رائے پوری	مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن رائپوری (مطبوعہ پاکستان)
• روح غالب مطبوعہ ۱۹۳۵ء	مرزا عزیز بیگ مرزا سہارنپور
• مجلہ بزم ادب سہارنپور مطبوعہ ۱۹۸۱ء	بزم ادب سہارنپور
• منشور محمدی بنگلور، جون ۱۹۸۴ء	مدیر مولانا سید محمد علی مونگیری
• کاروائی جلسہ انجمن طبیہ سہارنپور اگست ۱۹۲۵ء	شعبہ نشر و اشاعت، انجمن طبیہ سہارنپور
• روداد تکمیل الطب لکھنؤ بابت ۱۹۲۴ء	دفتر شعبۂ نشر و اشاعت تکمیل الطب لکھنؤ
• خطبہ صدارت ویدک طبی کانفرنس ضلع سہارنپور	حکیم سید محمد حسنین صاحب سہارنپور
• تحریک خلافت کی چند نایاب اور غیر مطبوعہ نظمیں	پروفیسر خواجہ اسرار احمد
• تذکرہ قاریان ہند	جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب حیدرآباد

- معرکۃ الآراء تقریر مولانا احمد سعید دہلوی ، ناشر سینٹرل مسلم پارلیمنٹری بورڈ دہلی۔
- اخبار الجمعیۃ دہلی ۲۵ ر اپریل ۱۹۵۳ء، ۲۱ ر جنوری ۱۹۷۶ء، ۹ ر دسمبر ۱۹۵۰ء و ۳۰ ر جنوری ۱۹۵۱ء — دفتر جمعیۃ علمائے ہند دہلی
- مکاتیب مولانا احمد سعید دہلوی — مرتب جناب سید ضمیر حسن صاحب دہلوی
- اخبار بے باک سہارنپور ۲۱ ر دسمبر ۱۹۵۹ء و ۷ ر فروری ۱۹۴۲ء — جناب زکریا اسعدی صاحب سہارنپور
- رئیس الاحرار در حدیث دیگراں مطبوعہ ۱۹۷۵ء — مرتب مولانا عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی
- الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر — دفتر الجمعیۃ دہلی۔
- اخبار محقق سہارنپور، ۲۵ ر فروری ۱۹۷۶ء — مدیر حکیم ناظر حسین شمیم
- تذکرہ خاندان عثمانی — ڈاکٹر سعد عثمانی سبزی منڈی، الہ آباد
- رموز الاطباء — حکیم فیروز الدین صاحب
- طب یونانی کے محیر العقول واقعات ، جمع کردہ حکیم سید محمد ایوب صاحب
- سوانح مولانا محمد یوسف صاحب مطبوعہ ۱۹۶۷ء — مولانا سید محمد ثانی حسنی لکھنؤ
- روزنامچہ سفر حج ۱۹۸۴ء — مولانا سید محمد ایوب صاحب
- تقریب التہذیب، تحقیق شیخ محمد عوامہ مدنی مطبوعہ ۱۴۰۸ھ ، دار البشائر الاسلامیہ بیروت لبنان
- العناقید الغالیہ من الاسانید العالیہ ، مولانا محمد عاشق الٰہی مدنی رح
- اخبار مشرقی آواز دہلی ۸ ر جنوری ۱۹۸۷ء ، ایڈیٹر جناب ناز انصاری صاحب

- اخبار کھردرے الفاظ سہارنپور ۵ ارجنوری ۱۹۸۷ء } ، ایڈیٹر جناب شبیر شاد صاحب
- اخبار آزاد سہارنپور ۸ رجنوری ۱۹۸۷ء ، " " سید شفیق احمد صاحب
- روزنامہ اخبار عوام دہلی ۵ رجنوری ۱۹۸۷ء ، " " انور علی صاحب
- روداد مدرسہ حفظ العلوم پرتاپگڈھ بابت ۱۴۰۷ھ } مرتب مولانا نسیم اللہ صاحب مظاہری
- کاروان تھانوی — حافظ محمد اکبر شاہ بخاری پاکستان
- فقہائے ہند مطبوعہ ۱۹۷۸ء — مولانا محمد اسحٰق بھٹی، پاکستان
- عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ مطبوعہ ۱۹۷۳ء } شاہد حسین رزاقی، لاہور، پاکستان
- قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب مطبوعہ ۱۳۱۹ھ } مولانا ذوالفقار احمد
- حدائق الحنفیہ مطبوعہ ۱۹۰۶ء — مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی
- تذکرہ علمائے ہند، اردو — مترجم پروفیسر محمد ایوب قادری پاکستان
- اردو دائرہ معارف اسلامیہ — ناشر دانش گاہ پنجاب، لاہور " "
- دیوان ضامن علی مطبوعہ ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء ، شاہ ضامن علی چشتی جلال آبادی
- تذکرہ شعراء ضلع مظفر نگر مطبوعہ ۱۹۸۸ء } ، جناب کریمی الاحسانی مظفر نگر

مولانا محمد شاہد سہارنپوری کی چند تالیفات وتصنیفات

تقریر بخاری شریف اردو (پانچ جلدیں) | حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کے درس بخاری کے افادات کا یہ مجموعہ متفرق سالوں کے تقریری ودرسی افادات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ قیمت ۴۰۰

علماء مظاہر علوم اوران کی علمی وتصنیفی خدمات (۲ جلدیں) | مظاہر علوم سہارنپور کے ایک سو علماء و فضلاء کے تاریخی حالات اوران کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات اورتالیفات کا تفصیلی تذکرہ ـــــ جلد اول میں مظاہر علوم سہارنپور کا تفصیلی، تاریخی جائزہ اور مستند تذکرہ ہے۔ قیمت ۵۰۰/-

مکتوبات علمیہ | حضرت شیخ کے علمی اورمعلوماتی خطوط کا نادرونایاب مجموعہ۔ قیمت ۱۰۰/-

حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات | حضرت مولانا زکریا صاحب کی ملکوتی صفات، طریقہ اصلاح وتربیت پر مشتمل واقعات کا دلچسپ مجموعہ۔ قیمت ۸۰/-

اکابر کے خطوط | حضرت مولانا خلیل احمدؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مدنی، مولانا عبدالقادر رائپوریؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اورمولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے منتخب خطوط کا مجموعہ ڈھائی سو بیش قیمت حواشی کے ساتھ۔ قیمت ۷۰/-

کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات | فضائل اعمال پر مختلف حلقوں کی طرف سے کئے جانے

والے اشکالات اوران کے جوابات شروع میں ان کتب کی تاریخی حیثیت اور متعدد تراجم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قیمت -/۵۰

معارف شیخ حضرت شیخ کے افادات علمیہ کا ایک مجموعہ جسمیں امارت شرعیہ مسئلہ حیات النبی اور مغفرت یزید پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت -/۵۰

مجلس شوریٰ مظاہر علوم واقعات ونظائر کی روشنی میں مجلس شوریٰ اور اہتمام کے موضوع پر یہ کتاب آپ کو اس صدی کے ممتاز حاملین قرآن وسنت کے نظریات وافکار سے بخوبی واقف کرائے گی۔ ایک عالمی ادارہ کی یہ سوا سو سالہ تاریخ، جدید انداز اور وقیع معلومات کیساتھ حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ قیمت -/۱۳۰

تذکرہ دانشوران سہارنپور سہارنپور کی مشہور شخصیت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب اوران کے اجداد کرام نیز ان کے دوستوں، معاصر شخصیتوں سے متعلق حالات اور واقعات کا دلچسپ مجموعہ۔ یہ دوسرا ایڈیشن گراں قدر اضافوں کے بعد حال ہی میں شائع ہوا۔ قیمت -/۲۰۰

سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی (تین جلدیں) دعوت وتبلیغ کے امیر ثالث کی مکمل سوانح حیات اور آپ کی دعوتی خدمات کا تاریخی جائزہ، نیز یورپ، افریقہ، امریکہ اور ممالک عربیہ واسلامیہ کے دعوتی اسفار کا مبسوط تذکرہ۔ قیمت -/۶۰۰

دعوت کی بصیرت اوراس کا فہم وادراک مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دینی احساسات وخیالات اور دعوتی فہم وبصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع، جو عربی، انگریزی، ہندی، اردو اور دیگر زبانوں میں شائع ہوچکی۔ قیمت اردو ایڈیشن -/۸۰ ۔ انگریزی -/۱۰۰ ۔ عربی -/۱۲۵ ہندی -/۸۰

مصنفِ کتاب

نام .... (مولانا) سید محمد شاہد

نواسہ .... شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ (مہاجر مدنی)

ولادت .... ۲۶/ربیع الاول ۱۳۷۰ھ (۵/جنوری ۱۹۵۰ء)

تعلیم .... جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

فراغت وتکمیل .... شعبان ۱۳۹۰ھ (اکتوبر ۱۹۷۰ء)

مشغلہ .... درس وتدریس، تصنیف وتالیف

عہدہ .... امین عام (سکریٹری اعزازی)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی

بانی ومدیر .... ماہنامہ یادگار شیخ سہارنپور

نگراں ومسئول .... ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور

تصنیفات وتالیفات ... ۲۵ کتابیں

خاص خاص کتابیں

★ تقریر بخاری شریف (چھ جلدیں)

★ علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات (دو جلدیں)

★ فہرست تالیفات شیخ (۳ جلدیں)

★ تذکرہ دانشوران سہارنپور

★ سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن (۳ جلدیں)

★ دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک
(جو اس وقت دنیا کی سات زبانوں میں پڑھی جارہی ہے)

★ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اہلِ کمال کی نظر میں
(اردو ایڈیشن ہندوستان سے، اور انگریزی ایڈیشن انگلینڈ سے)

★ مجلس شوری مظاہر علوم سہارنپور، واقعات اور نظائر کی روشنی میں

★ حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات

★ حیات مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ